سہ روزہ
الفضل
انٹرنیشنل

خصوصی اشاعت برائے
یومِ مسیح موعود

اِسۡمَعُوۡا صَوۡتَ السَّمَاءِ جَاءَ الۡمَسِیۡح جَاءَ الۡمَسِیۡح
نیز بِشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

مدیرِ اعلیٰ: حافظ محمد ظفراللہ عاجزؔ | جلد 28 | 19/ تا 29/ مارچ 2021ء | 05/ تا 15/ شعبان 1442 ہجری قمری | 19/ تا 29/ امان 1400 ہجری شمسی | شمارہ 23 تا 25

اداریہ

یومِ مسیح موعود کیسے منایا جائے...

اللہ اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیشگوئیوں کے موافق اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور اس کی اشاعت کے لیے موعود مسیح اور مہدی کا ظہور ہوا۔ اس کی خدمت میں حاضر ہونے اور اس سے فیض پانے کی اس قدر تاکید تھی کہ فرمایا فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ کہ جب تم اس مہدی کو دیکھو تو اس کی بیعت کرنا خواہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔ نیز فرمایا مَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَلْيَقْرَأْهُ مِنِّي السَّلَامَ کہ تم میں سے جو عیسیٰ بن مریم کو پائے وہ اسے میرا اسلام پہنچائے۔ چنانچہ پیشگوئیوں کے مصداق مسیح کی آمد کی خبر پاتے ہی سعید روحیں سفروں کے 'عذابوں' سے بے پروا اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر کماحقہ عمل کرتے ہوئے دیوانہ وار اس خلیفۃ اللہ المہدی کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور فیض پاتیں۔

صوبہ بہار سے تعلق رکھنے والے سید محمود عالم صاحبؓ (بیعت:1905ء) دو سال کی متواتر اور خطرناک بیماری سے پوری طرح صحت یاب بھی نہیں ہوئے تھے کہ انہیں قادیان جانے کا شوق بلکہ جنون پیدا ہوا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے چلتے وقت ایک کارڈ حضرت مسیح موعودؑ کو لکھا کہ میرے لئے دعا کی جائے۔ میرے حالات سفر یہ ہیں۔ میں بہت کمزور اور نحیف ہوں اور ایک کارڈ اپنے بھائی سید محبوب عالم صاحب کو لکھا کیونکہ اس وقت وہ دوسری جگہ پر تھے کہ میں جارہا ہوں۔ اگر قادیان پہنچا تو خط لکھوں گا اور اگر راستہ میں مرگیا تو میری نعش کا بھی کسی کو پتہ نہ لگے گا۔ پھر اپنے سفر کی صعوبتوں کا بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ کمزور بہت تھا اور مسافت دور کی تھی۔ پچاس ساٹھ میل تک ریل کا سفر کیا تا کہ اگر صحت کمزوری دکھائے تو لوٹنے کی ہمت نہ ہو اور بجائے واپس ہونے کے آگے آگے ہی چلتا رہوں۔ میں اس سفر میں تیس تیس میل روزانہ چلتا رہا۔ جہاں رات ہوتی ٹھہر جاتا۔ کبھی سٹیشن پر اور کبھی گمٹیوں میں۔ پاؤں کے دونوں تلوے زخمی ہو گئے تھے۔ جب رات بسر کرنے کے لئے کسی جگہ ٹھہرتا تو شدت درد کی وجہ سے پاؤں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا تھا۔ صبح ہوتی نماز پڑھتا اور چلنے کے لئے قدم اٹھاتا تو پاؤں اپنی جگہ سے ہلتے نہیں تھے۔ بہ ہزار دشواری انہیں حرکت دیتا اور ابتدا میں بہت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اور چند منٹ بعد اپنی پوری رفتار میں آجاتا۔ پاؤں جوتا پہننے کے قابل نہیں رہے تھے کیونکہ چھالوں سے پُر تھے۔ بلکہ چمڑا اتر کر صرف گوشت رہ گیا تھا۔ اس لیے کبھی روڑے اور کبھی ٹھیکریاں چبھ چبھ کر بدن کو لرزا دیتیں۔ کبھی ریل کی پٹری پر چلتا اور کبھی عام شاہراہ پر اتر آتا۔ بڑے بڑے ڈراؤنے راستہ سے گزرنا پڑا۔ ہزاروں کی تعداد میں بندروں اور سیاہ مونہہ والے لنگوروں سے واسطہ پڑا جن کا خوفناک منظر دل کو دہلا دیتا۔ علی گڑھ شہر سے گزرا۔ مگر مجھے خبر نہیں کہ کیسا ہے اور کالج وغیرہ کی عمارتیں کیسی ہیں۔...... دہلی شہر سے گزرا اور ایک منٹ کے لئے بھی وہاں نہ ٹھہرا۔ کیونکہ میرا مقصود کچھ اور تھا۔ وہاں کے بزرگوں کی زیارت میرا مقصود نہ تھا۔ اس لئے میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی اپنے مقصود سے باہر نہیں ہونا چاہتا تھا۔ زخمی پیروں کے ساتھ قادیان پہنچا اور مہمان خانہ میں ٹھہرا۔ ...... پھر حضرت مسیح موعودؑ سے ملا۔ حضورؑ حالات دریافت کرتے رہے۔ لوگ بیعت کرنے لگے تو حضورؑ نے خود ہی مجھے بھی بیعت کے لیے کہا۔ میں اس وقت حضورؑ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ یہی ایک جنون تھا جو کام آ گیا۔ ورنہ آج صحابیوں کی فہرست میں میرا نام کس طرح آتا۔ (رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 4 صفحہ 25 تا 28۔ روایت حضرت سید محمود عالم صاحبؓ بحوالہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 24/ اگست 2012ء)

ایک صحابی حضرت عنایت اللہ صاحب از شہر سیالکوٹ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ جب انہوں نے 1901ء میں بیعت کی تو پیدل سفر کر کے قادیان حضرت اقدسؑ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 1 صفحہ 139۔ روایات حضرت عنایت اللہ صاحبؓ بحوالہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرمودہ 19/ اکتوبر 2012ء)۔ حضرت ملک غلام حسین صاحب مہاجرؓ کے دل میں جہلم سے قادیان جانے کی تحریک پیدا ہوئی مگر خرچ نہیں تھا۔ روایت کرتے ہیں کہ دل چاہتا تھا کہ پیدل ہی چلنا پڑے تو چلنا چاہئے۔ دو روپے میرے پاس تھے۔ مَیں رہتاس سے جہلم باوجود گاڑی ہونے کے پیدل آیا۔ پھر خیال آیا کہ آگے بھی پیدل ہی چلنا چاہئے۔ جیسے تیسے لاہور پہنچے۔ اور پھر پیدل سفر کرتے کرتے قادیان پہنچ کر حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 10 صفحہ نمبر 319 تا 321 روایت حضرت ملک غلام حسین صاحب مہاجرؓ بحوالہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 4/ مئی 2012ء)

بعض ایسے فدائی تھے کہ جمعے کے روز محض جمعہ ادا کرنے قادیان حاضر ہوتے۔ یقیناً وہ صحیح معنوں میں ہر جمعے کو عید مناتے ہوں گے۔ حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میرا کئی سال یہ دستور العمل رہا کہ 'نیا سٹیشن' پر ایک جمعدار کے پاس ایک بائیسکل ٹھوس ٹائروں والا رکھا ہوا تھا۔ جمعہ کے روز مَیں لاہور سے بٹالہ تک گاڑی پر جاتا اور وہاں سے سائیکل پر سوار ہو کر قادیان جاتا اور جمعہ کی نماز کے بعد واپس سائیکل پر بٹالہ آجاتا۔ یہاں سے گاڑی پر سوار ہو کر لاہور آجاتا۔ (رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 11 صفحہ نمبر 11-12 روایت حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ بحوالہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 4/ مئی 2012ء)

آج ہماری خوش نصیبی ہے کہ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ کے خلیفہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ حضرت اقدسؑ کے صحابہ کی روش پر چلتے ہوئے احمدی بھی ہر قسم کی قربانی کر کے، اپنا پیٹ کاٹ کر، پیسہ پیسہ جوڑ کر خلیفۂ وقت کی خدمت میں حاضر ہونے کو باعث ہزار سعادت سمجھتے ہیں۔ پھر ایسے نیک بخت احمدی بھی ہیں جو محض حضورِ انور ایدہ اللہ کی اقتدا میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے دیگر شہروں، دیگر ممالک بلکہ دیگر براعظموں سے بھی حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ وبائی حالات میں ہمارے لیے خلیفۂ وقت کی خدمت میں ظاہری طور پر حاضر ہونا ممکن نہیں اور اس بات کا ہر احمدی کو شدّت سے احساس بھی ہے۔ لیکن یہ بھی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ جس بابرکت چہرے کے دیدار اور اس کے منہ سے جھڑتے موتیوں کو اکٹھا کرنے کی خاطر صحابہ کو عظیم الشان قربانیاں دینی پڑیں آج ان کے خلیفہ ہمارے گھروں میں بذریعہ ایم ٹی اے رونق افروز ہو کر ہماری روحوں کو سیراب کرنے کا سامان فرماتے ہیں۔

23/ مارچ کو یومِ مسیح موعودؑ منانا اس وقت سود مند ثابت ہو گا جب ہم جماعت احمدیہ مسلمہ کے قیام کی اغراض و مقاصد پورے کرنے والے ہوں گے اور ان مقاصد عالیہ کو پورا کرنے کی بابت خلیفۂ وقت سے بہتر ہماری کوئی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے پیش رو جو نعمتیں حاصل کرنے کے لیے ہزاروں تکالیف برداشت کرتے تھے جبکہ آج وہ محض ایک جنبش کی دوری پر ہمیں میسر ہیں تو ان سے جتنا ممکن ہو فیض اٹھایا جائے۔ خلیفۂ وقت کے خطبات و خطابات اور مجالسِ عرفان وغیرہ کو توجہ سے سن کر ان میں بیان فرمودہ قیمتی موتیوں کو سمیٹا جائے، ان پر عمل کیا جائے کہ یہی جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اور اسکا مقصد ہے، یہی حقیقی اسلام کی اشاعت کی بنیادی اکائی ہے۔

فہرست مضامین



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ۔ [وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ] قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَأَلَ ثَلَاثًا، وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ "لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ۔ أَوْرَجُلٌ۔ مِنْ هَؤُلَاءِ"۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورت جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ پڑھی جس کے معنے یہ ہیں کہ ’’کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے‘‘۔ تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضورؐ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس آدمی نے تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریّا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اُٹھ گیا تو ان لوگوں [1] میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے (یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں سے مسیح موعود ہوں گے اور ان پر ایمان لانے والے صحابہؓ کا درجہ پائیں گے۔)

1۔ ایک روایت میں رجلٌ کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں جس رہنما کے متبعین صحابہ کا درجہ پائیں گے وہ فارسی الاصل ہوگا اور مثیل عیسیٰ

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ۔ ترجمہ از حدیقۃ الصالحین)

اسلام کی جو حالت اِس وقت ہے وہ پوشیدہ نہیں... ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس کی حمایت اور سرپرستی کروں اور اپنے وعدہ کے موافق بھیجا ہے کیونکہ اس نے فرمایا تھا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو۔ اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بالکل بھول جاوے۔ خدائے واحد کی عبادت ہو۔ میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو کام نفاق طبعی اور دنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہوں گے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ (المؤمن: 29) کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے۔ لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں۔ اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو۔ پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو۔ میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے۔ یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔

مخالفت کی مَیں پروا نہیں کرتا۔ میں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چپ چاپ اسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی تو عجیب حالت ہے۔ انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 148۔ ایڈیشن 1984ء)

اس بات کو بھی دل سے سنو کہ میرے مبعوث ہونے کی علّت غائی کیا ہے؟ میرے آنے کی غرض اور مقصود صرف اسلام کی تجدید اور تائید ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ کوئی نئی شریعت سکھاؤں یا نئے احکام دوں یا کوئی نئی کتاب نازل ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے تو میرے نزدیک وہ سخت گمراہ اور بے دین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت اور نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اس میں اب ایک شعشہ یا نقطہ کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات اور فیوضات اور قرآن شریف کی تعلیم اور ہدایت کے ثمرات کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ وہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود ہیں اور انہیں فیوضات اور برکات کے ثبوت کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ اسلام کی جو حالت اِس وقت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ ہر قسم کی کمزوریوں اور تنزل کا نشانہ مسلمان ہو رہے ہیں ہر پہلو سے وہ گر رہے ہیں۔ ان کی زبان ساتھ ہے تو دل نہیں ہے اور اسلام یتیم ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس کی حمایت اور سرپرستی کروں اور اپنے وعدہ کے موافق بھیجا ہے کیونکہ اس نے فرمایا تھا۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر: 10)۔ اگر اس وقت حمایت اور نصرت اور حفاظت نہ کی جاتی تو وہ اَور کون سا وقت آئے گا۔ اب اس چودھویں صدی میں وہی حالت ہو رہی ہے جو بدر کے موقعہ پر ہو گئی تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ (آل عمران: 124)۔ اس آیت میں بھی دراصل ایک پیشگوئی مرکوز تھی یعنی جب چودھویں صدی میں اسلام ضعیف اور ناتوان ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس وعدہ حفاظت کے موافق اس کی نصرت کرے گا۔ پھر تم کیوں تعجب کرتے ہو کہ اس نے اسلام کی نصرت کی؟ مجھے اِس بات کا افسوس نہیں کہ میرا نام دجّال اور کذّاب رکھا جاتا ہے اور مجھ پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ ضرور تھا کہ میرے ساتھ وہی سلوک ہوتا جو مجھ سے پہلے فرستادوں کے ساتھ ہوا تا میں بھی اس قدیم سنت سے حصہ پاتا۔



(ملفوظات جلد 8 صفحہ 245-246۔ ایڈیشن 1984ء)

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ

”اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے۔
اگر لوگ تجھ سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تُو ان کے کہنے پر اُسے ہرگز نہ اتارنا۔“ (الحدیث)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

چار مرحومین مکرم عبدالقادر صاحب (شہید) بازید خیل پشاور، مکرم اکبر علی صاحب اسیر راہِ مولیٰ آف شوکت کالونی ضلع ننکانہ صاحب،
مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب وکیل المال ثالث تحریک جدید ربوہ اور مکرم مبارک احمد طاہر صاحب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 26؍فروری 2021ء بمطابق 26؍تبلیغ 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے غزوات اور فتوحات کا ذکر چل رہا تھا۔ آج وہی بیان کروں گا۔ علی بن محمد مَدَائِنِی بیان کرتے ہیں کہ طبرستان پر حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 30؍ہجری میں حملہ کیا، وہاں لڑائی ہوئی اور قلعہ فتح کیا۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳، سنہ ۳۰ھ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

اسی طرح فتح صَوَارِی 31؍ہجری میں ہے اس کے بارے میں آتا ہے کہ اکثر کتب تاریخ میں اس معرکے کے مقام کی تعیین درج نہیں ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اس معرکے کا مقام اسکندریہ لکھا ہے۔

(تاریخ ابن خلدون الجزء ۲ صفحہ ۵۷۵، ولایۃ عبد اللّٰہ بن ابی سرح علی مصر و فتح افریقیہ۔ دارالفکر بیروت ۲۰۰۰ء)
(النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر و القاھرۃ، جلد ۱، صفحہ ۸۰، ذکر ولایۃ ابن ابی سرح علی مصر۔ دارالکتب المصریۃ ۱۹۲۹ء)

ایک قول کے مطابق 31؍ہجری میں مسلمانوں نے اہلِ روم کے ساتھ ایک جنگ لڑی جسے صواری کہا جاتا ہے۔ ابومَعْشَرْ کی روایت کے مطابق غزوۂ صَوَارِی 34؍ہجری میں ہوا اور اَسَاوِدَہْ کی بحری جنگ 31؍ہجری میں ہوئی۔ واقدی کے مطابق جنگ صَوَارِی اور جنگ اَسَاوِدَہْ دونوں 31؍ہجری میں ہوئیں۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۵، غزوۃ الصواری۔ سنہ ۳۱ھ۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

جب حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سَرحؓ نے فرنگیوں یعنی فرنچ اور بربریوں کو افریقیہ اور اندلس میں شکست دے دی تو رومی بڑے سیخ پا ہوئے اور سب مل کر قُسْطَنْطِیْن بن ہِرَقْل کے پاس جمع ہوئے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ایسی فوج لے کر نکلے جس کی آغازِ اسلام سے اب تک کوئی مثال نہیں دیکھی گئی تھی۔ یہ لشکر پانچ سو بحری جہازوں پر مشتمل تھا جو مسلمانوں سے مقابلے کے لیے نکلا۔ امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بحری بیڑے کا امیر مقرر کیا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سخت مقابلہ ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور قسطنطین اور اس کا باقی ماندہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 116 دارالفکر 1998ء)
(ماخوذ از البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جزء 7 صفحہ 152-153 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)

فتح آرمینیا 31؍ہجری میں ہوئی۔ واقِدی کے قول کے مطابق 31؍ہجری میں حبیب بن مَسْلَمَہ فِہْرِی کے ہاتھ پر آرمینیا فتح ہوا۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۸۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

فتح خُرَاسَان 31؍ہجری میں حضرت عبداللہ بن عَامِر خُرَاسَان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے اَبْرَشْہَر (Abarshahr)، طُوْس (Tous)، اَبِی وَرْد (Abivard) اور نسا (Nesa) کو فتح کرلیا یہاں تک کہ وہ سَرْخَسْ (Sarakhs) پہنچ گئے۔ اہل مَرْو (Merv) نے بھی اسی سال صلح کر لی۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۲۳، شخوص عبد اللّٰہ بن عامر الی خراسان و ما قام بہ من فتوح۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

یہ مَرْوْ ترکمانستان میں ہے۔ باقی علاقے ایران کے ہیں۔ بلادِ روم کی طرف پیش قدمی 32؍ہجری میں ہوئی۔ 32؍ہجری میں امیر معاویہ نے بلادِ روم سے جنگ کی حتی کہ وہ قسطنطنیہ کے دروازے پر جا پہنچے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جزء ۷ صفحہ ۱۵۵۔ دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت لبنان ۲۰۰۱ء)

مَرْوْ رُوْذ، طَالَقَان، فَارِیَابْ (Faryab)، جُوْزَجَان (Jowz) اور طَخَارِسْتَان (Takhar) کی فتوحات 32؍ہجری کی ہیں۔ 32؍ہجری میں حضرت عبداللہ بن عامر نے مَرْوْ رُوْذ، طَالَقَان موجودہ افغانستان میں بلخ اور مرورُوذ کے درمیان علاقہ ہے، فاریاب یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے۔ جُوزَجَان، یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے۔ طَخَارِسْتَان، یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے، یہ سب علاقے فتح کیے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۶۳۰، فتح مرو الروذ و الطالقان و الفاریاب و الجوزجان و طخارستان۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۷ء)
(سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 168 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

ابو الْاَشْہَبْ سعدی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اَحْنَفْ بن قَیْس کی اہل مَرْوْ رُوْذ، طَالَقَان فَارِیَاب اور جُوزَجَان سے رات کی تاریکی تک جنگ جاری رہی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کیا۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۰، فتح مرو الروذ و الطالقان و الفاریاب و الجوزجان و طخارستان۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

اَحْنَفْ بن قَیس نے اَقْرَعْ بن حَابِس کو ایک گھڑسوار لشکر کے ساتھ جُوزَجَان کی طرف روانہ کیا۔ اَقْرَعْ کو اس باقی ماندہ لشکر کی طرف بھیجا گیا تھا جسے اَحْنَفْ شکست دے چکا تھا۔ چنانچہ اَقْرَع بن حَابِس نے ان سے سخت جنگ کی جس میں ان کے شہ سوار شہید بھی ہوئے تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱، فتح مرو الروذ و الطالقان و الفاریاب و الجوزجان و طخارستان۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

بَلْخ کی فتح 32؍ہجری میں ہوئی۔ احنف بن قیس مَرْوْرُوذ سے بَلْخ کی طرف گئے اور وہاں جاکر اہلِ بَلْخ کا محاصرہ کرلیا۔ قدیم بَلْخ خراسان کا ایک اہم ترین شہر تھا اور یہ موجودہ افغانستان کا سب سے قدیم شہر ہے۔ آج کل قدیم شہر کھنڈر کی شکل میں موجود ہے۔ دریائے بلخ کے دائیں کنارے سے 12 کلومیٹر دور واقع ہے۔ وہاں کے لوگوں نے چار لاکھ کی رقم ادا کرنے پر صلح کی درخواست کی جو اَحْنَف بن قَیس نے قبول کر لی۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۱، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)
(معجم البلدان جلد اول صفحہ ۵۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ھَرَاتْ کی مہم 32؍ہجری میں ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے خُلَیْد بن عبداللہ بن حَنَفِی کو ھَرَات اور بَاذْغِیْس کی طرف روانہ کیا انہوں نے ان دونوں کو فتح کرلیا لیکن بعد میں انہوں نے بغاوت کر دی اور قَارِن بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۱، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

32؍ہجری میں حضرت عبداللہ بن عامر نے خُرَاسَان پر قَیس بن ہَیْثَم کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود وہاں سے روانہ ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۲، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ۔ دارالفکر ۱۹۹۸ء)

قَارِن نے مسلمانوں کے لیے ایک بڑی فوج تیار کر رکھی تھی۔ قیس بن ہَیْثَم امارت عبداللہ بن خازم

کے حوالے کر کے حضرت عبداللہ بن عامر کے پاس مدد اور کمک کے لیے چلے گئے۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۲-۱۳۳، ذکر صلح الاحنف مع اهل بلخ۔ دار الفکر ۱۹۹۸ء)

کیونکہ فوج کافی تھی جس کا مقابلہ تھا۔ عبداللہ بن خَازِم چار ہزار کی فوج لے کر قَارِن کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن خَازِم نے چھ سو سپاہیوں کو ہراول دستے کے طور پر آگے بھیجا اور ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ وہ ہراول دستہ آدھی رات کو قارن کے لشکر تک پہنچ گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے دشمن خوفزدہ ہوگیا اور جب مسلمانوں کی باقی فوج پہنچی تو دشمن کو بری طرح شکست ہوئی اور قارن قتل ہوا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل اور گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔

(تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۲، ذکر صلح الاحنف مع اهل بلخ۔ دار الفکر ۱۹۹۸ء)

حضرت عثمانؓ کے دَور میں برصغیر پاک و ہند میں اسلام پہنچ گیا۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں امام زہری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مصر اور شام حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوئے اور افریقیہ اور خراسان اور سندھ کا کچھ علاقہ حضرت عثمانؓ کے دور میں فتح ہوا۔

(کتاب الخراج از امام ابویوسف صفحہ ۲۱۸ فصل فی قتال اهل الشرك و اهل البغي و كيف يدعون، المكتبة التوفيقية ۲۰۱۳ء)

برصغیر میں اسلام کی آمد کے متعلق ایک روایت یوں ملتی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضرت عبید اللہ بن مَعْمَر کو فوج کا ایک دستہ دے کر مکران اور سندھ کی طرف بھیجا گیا۔ فتوحات مکران میں انہوں نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ بعد ازاں اس نواح کے مفتوحہ علاقوں کی امارت ان کے سپرد ہوئی۔

(برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی صفحہ 63 نومبر 2009ء)

حضرت مُجَاشِعؒ بن مسعود سُلَمِی کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت مُجَاشِعؒ نے موجودہ افغانستان کے دار الحکومت کابل میں اسلامی فوج کے ایک دستہ کی کمان کرتے ہوئے مخالفینِ اسلام سے جہاد کیا۔ مؤرخین کے نزدیک اس زمانے میں کابل کا شمار بلاد ہند میں ہوتا تھا۔ حضرت مُجَاشِعؒ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مخالفینِ اسلام سے جنگ کی اور اس سے ملحقہ علاقے سَجِسْتَان پر عَلَم لہرایا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے برصغیر کے ان علاقوں میں سکونت اختیار کر لی اور انہیں اپنا وطن قرار دے دیا تھا۔

(برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی صفحہ 65 نومبر 2009ء)

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فتنہ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے۔ اگر لوگ تجھ سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تُو ان کے کہنے پر اسے ہرگز نہ اتارنا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب منع النبیؐ عثمان ان لا یخلع۔۔۔ حدیث نمبر ۳۷۰۵)

سنن ابن ماجہ میں یہ روایت اس طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ کسی دن یہ امر تمہارے سپرد کر دے اور منافق تم سے چاہیں کہ تم اپنی قمیص کو جو اللہ نے تمہیں پہنائی ہے اتار دو تو تم اسے نہ اتارنا۔ آپؐ نے یہ تین دفعہ فرمایا۔ راوی نعمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ آپؓ کو کس بات نے منع کیا تھا کہ آپؓ لوگوں کو اس سے آگاہ کریں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا مجھے یہ بات بھلا دی گئی تھی۔

(سنن ابن ماجه افتتاح الكتاب...... فضل عثمان رضی الله عنه حدیث نمبر ۱۱۲)

حضرت کَعب بن عُجْرَہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور اسے قریب بتایا تو ایک شخص گزرا۔ جب بیان فرما رہے تھے تو وہاں سے ایک شخص گزرا جس نے سر ڈھانپا ہوا تھا، چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا جب یہ فتنہ ہوگا۔ تو راوی کہتے ہیں کہ میں نے چھلانگ لگائی اور میں نے اس شخص کو پکڑا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ ان کو دونوں بازوؤں سے پکڑا۔ پھر میں نے رسول اللہؐ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا۔ کیا یہ؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں یہی۔

(سنن ابن ماجه افتتاح الكتاب...... فضل عثمان رضی الله عنه حدیث نمبر ۱۱۱)

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس بعض صحابہ ہوں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم آپ کی خدمت میں ابو بکرؓ کو نہ بلالیں؟ آپؐ خاموش رہے۔ پھر ہم نے کہا کیا ہم آپؐ کی خدمت میں عمرؓ کو نہ بلالیں؟ آپؐ خاموش رہے۔

حضرت عثمانؓ تو وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھے گا ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہوگئی تھیں اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے کہ یہ ممکن ہی نہ رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو

پھر ہم نے کہا کیا ہم آپ کی خدمت میں عثمانؓ کو نہ بلالیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تنہائی میں ملے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرمانے لگے اور عثمانؓ کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ قیس کہتے ہیں مجھ سے ابوسَہْلَہ جو حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے یوم الدار کے موقع پر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تاکیدی ارشاد فرمایا تھا اور میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ۔ میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔

یوم الدار اس دن کو کہا جاتا ہے جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافقوں نے آپؓ کے گھر میں محصور کر دیا تھا اور پھر انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔

(سنن ابن ماجه افتتاح الكتاب...... فضل عثمان رضی الله عنه حدیث نمبر ۱۱۳ معه حاشيه)

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اختلافات کا آغاز اور اس کی وجوہات کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ”یہ دونوں بزرگ اسلام کے اوّلین فدائیوں میں سے ہیں اور ان کے ساتھی بھی اسلام کے بہترین ثمرات میں سے ہیں۔ ان کی دیانت اور ان کے تقویٰ پر الزام کا آنا درحقیقت اسلام کی طرف عار کا منسوب ہونا ہے۔ اور جو مسلمان بھی سچے دل سے اس حقیقت پر غور کرے گا اُس کو اِس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا کہ ان لوگوں کا وجود درحقیقت تمام قسم کی دھڑا بندیوں سے ارفع اور بالا ہے اور یہ بات بے دلیل نہیں بلکہ تاریخ کے اوراق اس شخص کے لئے جو آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالتا ہے اس امر پر شاہد ہیں۔ جہاں تک میری تحقیق ہے ان بزرگوں اور ان کے دوستوں کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے دشمنوں کی کارروائی ہے اور گو صحابہؓ کے بعد بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی نفسانیت کے ماتحت ان بزرگوں میں سے ایک یا دوسرے پر اتہام لگائے ہیں لیکن باوجود اس کے صداقت ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے اور حقیقت کبھی پردۂ خفا کے نیچے نہیں چھپی۔“

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 249)

حضرت عثمانؓ کے خلاف جو فتنہ اٹھا تھا اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”سوال یہ ہے کہ یہ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کا باعث بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قرار دیا ہے اور بعض نے حضرت علیؓ کو۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بعض بدعتیں شروع کر دی تھیں جن سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہوگیا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خلافت کے لئے خفیہ کوشش شروع کر دی تھی اور حضرت عثمانؓ کے خلاف مخالفت پیدا کر کے انہیں قتل کرا دیا تا کہ خود خلیفہ بن جائیں۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ”لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ حضرت عثمانؓ نے کوئی بدعت جاری کی اور نہ حضرت علیؓ نے خود خلیفہ بننے کے لئے انہیں قتل کرایا یا ان کے قتل کے منصوبہ میں شریک ہوئے بلکہ اس فتنہ کی اَور ہی وجوہات تھیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا دامن اس قسم کے الزامات سے بالکل پاک ہے۔ وہ نہایت مقدس انسان تھے۔ حضرت عثمانؓ تو وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھے گا۔“ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ”اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ خواہ وہ اسلام سے ہی برگشتہ ہو جائیں تو بھی مؤاخذہ نہیں ہوگا بلکہ یہ تھا“ مطلب اس کا ”کہ ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہوگئی تھیں اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے کہ یہ ممکن ہی نہ رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو۔ پس حضرت عثمانؓ ایسے انسان نہ تھے کہ وہ کوئی خلاف شریعت بات جاری کرتے اور نہ حضرت علیؓ ایسے انسان تھے کہ خلافت کے لئے خفیہ منصوبے کرتے۔“

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 253-254)

پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت عثمانؓ کی شروع خلافت میں چھ سال تک ہمیں کوئی فساد نظر نہیں آتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر آپؓ سے خوش تھے۔ بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کو محبوب تھے“ یعنی حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کو محبوب تھے ”صرف محبوب ہی نہ تھے بلکہ لوگوں کے دلوں میں آپؓ کا رعب بھی تھا جیسا کہ اس وقت کا شاعر

اس امر کی شعروں میں شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فاسقو! عثمانؓ کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ ابنِ عفّانؓ وہ ہے جس کا تجربہ تم لوگ کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے اور ہمیشہ سے اس قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنے والا اور لوگوں کے اعضاء و جوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے۔ لیکن چھ سال کے بعد ساتویں سال ہمیں ایک تحریک نظر آتی ہے اور وہ تحریک حضرت عثمانؓ کے خلاف نہیں بلکہ یا توصحابہؓ کے خلاف ہے یا بعض گورنروں کے خلاف۔ چنانچہ طبری بیان کرتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا حضرت عثمانؓ پورا خیال رکھتے تھے مگر وہ لوگ جن کو اسلام میں سبقت اور قدامت حاصل نہ تھی وہ سابقین اور قدیم مسلمانوں کے برابر نہ تو مجالس میں عزت پاتے اور نہ حکومت میں ان کو ان کے برابر حصہ ملتا اور نہ مال میں ان کے برابر ان کا حق ہوتا تھا۔ اس پر کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس تفضیل پر گرفت کرنے لگے اور اسے ظلم قرار دینے لگے مگر یہ لوگ عامۃ المسلمین سے ڈرتے بھی تھے اور اس خوف سے کہ لوگ ان کی مخالفت کریں گے اپنے خیالات کو ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ خفیہ خفیہ صحابہؓ کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلاتے تھے اور جب کوئی ناواقف مسلمان یا کوئی بدوی غلام آزاد شدہ مل جاتا تو اس کے سامنے اپنی شکایات کا دفتر کھول بیٹھتے تھے اور اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یا خود اپنے لئے حصولِ جاہ کی غرض سے کچھ لوگ ان کے ساتھ مل جاتے۔ ہوتے ہوتے یہ گروہ تعداد میں زیادہ ہونے لگا اور اس کی ایک بڑی تعداد ہو گئی۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ اِدھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہؓ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہوا اُدھر وہ اسلامی جوش جو ابتداءً ہر ایک مذہب تبدیل کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے ان نومسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا جن کو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی تھی اور نہ آپؐ کے صحبت یافتہ لوگوں کے پاس زیادہ بیٹھنے کا موقع ملا تھا بلکہ اسلام کے قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوشِ اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو ان کے دلوں پر اسلام کو تھا کم ہو گیا اور وہ پھر ان معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے جس میں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلا تھے۔ ان کے جرائم پر ان کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کرنے کے درپے ہوئے اور آخر اتحاد اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ ان لوگوں کا مرکز تو کوفہ میں تھا مگر سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود مدینہ منورہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض لوگ اسلام سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسے کہ آج کل بعض نہایت تاریک گوشوں میں رہنے والے جاہل لوگ۔

حُمْرَان ابن اَبَانْ ایک شخص تھا جس نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران میں ہی نکاح کر لیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپؓ اس پر ناراض ہوئے اور اس عورت کو اس سے جدا کر دیا اور اس کے علاوہ اس کو مدینہ سے'' اس شخص کو مدینہ سے ''جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض لوگ صرف اسلام کو قبول کر کے اپنے آپ کو عالمِ اسلام خیال کرنے لگے تھے اور زیادہ تحقیق کی ضرورت نہ سمجھتے تھے یا یہ کہ مختلف اباحتی خیالات کے ماتحت شریعت پر عمل کرنا ایک فعل عبث خیال کرتے تھے۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز ، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 262-263)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''حق یہی ہے کہ یہ سب شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی جس کے اصل بانی یہودی تھے جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلا بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے شامل ہو گئے تھے ورنہ امراء بلاد کا نہ کوئی قصور تھا نہ وہ اس فتنہ کے باعث تھے۔'' بعض یہودی اس کے بانی تھے اور ان کے ساتھ بعض مسلمان بھی مل گئے تھے۔ بہرحال جو مختلف امراء حضرت عثمانؓ کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے ان کا کوئی قصور نہیں تھا نہ ہی وہ اس فتنہ کا باعث بنے تھے۔ ''ان کا صرف اسی قدر قصور تھا کہ ان کو حضرت عثمانؓ نے اس کام کے لئے مقرر کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کا یہ قصور تھا کہ باوجود پیرانہ سالی اور نقاہتِ بدنی کے اتحاد اسلام کی رسی کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے بیٹھے تھے اور امّتِ اسلامیہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھے اور شریعتِ اسلام کے قیام کی فکر رکھتے تھے اور متمردین اور ظالموں کو اپنی حسب خواہش کمزوروں اور بے وارثوں پر ظلم و تعدی کرنے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ کوفہ میں انہی فساد چاہنے والوں کی ایک مجلس بیٹھی اور اس میں افساد امر المسلمین پر گفتگو ہوئی تو سب لوگوں نے بالاتفاق یہی رائے دی۔ لَاوَاللّٰہِ لَا یَرْفَعُ رَأْسٌ مَادَامَ عُثْمَانُ عَلَی النَّاسِ یعنی کوئی شخص اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ عثمانؓ کی حکومت ہے۔ عثمانؓ ہی کا ایک وجود تھا جو سرکشی سے باز رکھے ہوئے تھا۔ اس کا درمیان سے ہٹانا آزادی سے اپنی مرادیں پوری کرنے کے لئے ضروری تھا۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز ، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 282-283)

اس فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ آپؓ نے ان مفسدوں کو بھی بلوایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ نے ان لوگوں کا سب حال سنایا اور وہ دونوں مخبر بھی بطور گواہ کھڑے ہوئے اور گواہی دی جنہوں نے خبریں حضرت عثمانؓ کو پہنچائی تھیں کہ مفسدین کیا فساد پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس پر سب صحابہ نے فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ یہ جو مفسدین ہیں جو اصلاح کے نام پر فساد پھیلا رہے ہیں ان کو قتل کر دیجیے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ ایک امام موجود ہو اپنی اطاعت یا کسی اَور کی اطاعت کے لیے لوگوں کو بلاوے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ تم ایسے شخص کو قتل کر دو خواہ کوئی ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ قول یاد دلایا کہ میں تمہارے لیے کسی ایسے شخص کا قتل جائز نہیں سمجھتا جس میں مَیں شریک نہ ہوں۔ یعنی سوائے حکومت کے اشارے کے کسی شخص کا قتل جائز نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کا یہ فتویٰ سن کر فرمایا کہ نہیں۔ ہم ان کو معاف کریں گے اور ان کے عذروں کو قبول کریں گے اور اپنی ساری کوشش سے ان کو سمجھاویں گے اور کسی شخص کی مخالفت نہیں کریں گے جب تک کہ وہ کسی حد شرعی کو نہ توڑے یا اظہار کفر نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے کچھ باتیں بیان کی ہیں جو تم کو بھی معلوم ہیں مگر ان کا خیال ہے کہ وہ ان باتوں کے متعلق مجھ سے بحث کریں گے تا کہ واپس جا کر کہہ سکیں کہ ہم نے ان امور کے متعلق عثمان سے بحث کی اور وہ ہار گئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں یعنی حضرت عثمانؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں پوری نماز ادا کی۔ ایک سفر کے دوران میں مکہ میں پوری نماز ادا کی حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں مگر میں نے صرف منیٰ میں پوری نماز پڑھی ہے اور وہ بھی دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ میری وہاں جائیداد تھی اور میں نے وہاں شادی کی ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ چاروں طرف سے لوگ ان دنوں حج کے لیے آئے ہیں۔ ان میں سے ناواقف لوگ کہنے لگیں گے کہ خلیفہ تو دو رکعت پڑھتا ہے اور اس لیے نماز دو رکعت ہی ہو گی۔ کیا یہ بات درست نہیں؟ حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا یہ بات درست نہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: دوسرا الزام یہ لگاتے ہیں کہ میں نے رَکھ مقرر کرنے کی بدعت جاری کی ہے حالانکہ یہ الزام غلط ہے۔ رَکھ مجھ سے پہلے مقرر کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی ابتدا کی تھی اور میں نے صرف صدقہ کے اونٹوں کی زیادتی پر اس کو وسیع کیا تھا۔ جو سرکاری چراگاہ تھی جہاں جانور رکھے جاتے تھے اس کو وسیع کیا تھا اور پھر رَکھ میں جو زمین لگائی گئی ہے وہ کسی کا مال نہیں ہے۔ یہ سرکاری زمین تھی اور میرا اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ میرے تو صرف دو اونٹ ہیں حالانکہ جب میں خلیفہ منتخب ہوا تھا اس وقت میں سب عرب سے زیادہ مالدار تھا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا اس وقت میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں اور میں سب سے زیادہ مالدار تھا جب خلیفہ منتخب ہوا ہوں۔ اب صرف دو اونٹ ہیں جو حج کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ نوجوانوں کو حاکم بناتا ہے حالانکہ میں ایسے ہی لوگوں کو حاکم بناتا ہوں جو نیک صفات، نیک اطوار ہوتے ہیں اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے زیادہ نوعمر لوگوں کو حاکم مقرر کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسامہ بن زید کے سردارِ لشکر مقرر کرنے پر اس سے زیادہ اعتراض کیے گئے تھے جو اَب مجھ پر کیے جاتے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے سامنے عیب تو بیان کرتے ہیں مگر اصل واقعات نہیں بیان کرتے۔ غرض اسی طرح حضرت عثمانؓ نے تمام اعتراضات ایک ایک کر کے بیان کیے اور ان کے جواب بیان کیے۔ صحابہؓ برابر زور دیتے کہ ان مفسدین کو قتل کر دیا جائے مگر حضرت عثمانؓ نے ان کی یہ بات نہ مانی اور ان کو چھوڑ دیا۔ طبری کہتا ہے کہ اَبَی الْمُسْلِمُوْنَ اِلَّا قَتْلَهُمْ وَاَبٰی اِلَّا تَرْکَهُمْ یعنی باقی سب مسلمان تو ان لوگوں کے قتل کے سوا کسی بات پر راضی نہ

> اے فاسقو! عثمانؓ کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ ابنِ عفّانؓ وہ ہے جس کا تجربہ تم لوگ کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے اور ہمیشہ سے اس قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنے والا اور لوگوں کے اعضاء و جوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے

ہوتے تھے مگر حضرت عثمانؓ سزا دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسد لوگ کس کس قسم کے فریب اور دھوکے سے کام کرتے تھے اور اس زمانے میں جبکہ پریس اور سامانِ سفر کا وہ انتظام نہ تھا جو آج کل ہے۔ کیسا آسان تھا کہ یہ لوگ ناواقف لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ اصل میں ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ فساد کی نہیں تھی۔ نہ حق ان کے ساتھ تھا نہ یہ حق کے ساتھ تھے۔ ان کی تمام کارروائیوں کا دارومدار جھوٹ اور باطل پر تھا اور صرف حضرت عثمانؓ کا رحم ان کو بچائے ہوئے تھا ورنہ مسلمان ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ وہ یعنی صحابہؓ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور جو پرانے مسلمان تھے یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ امن و امان جو انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حاصل کیا تھا چند شریروں کی شرارتوں سے اس طرح جاتا رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو جلد سزا نہ دی گئی تو اسلامی حکومت تہ و بالا ہو جائے گی مگر حضرت عثمانؓ رحم مجسم تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت مل جائے اور یہ کفر پر نہ مریں۔ پس آپؓ ڈھیل دیتے تھے اور ان کے صریح بغاوت کے اعمال کو محض ارادہ بغاوت سے تعبیر کر کے سزا کو پیچھے ڈالتے چلے جاتے تھے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ان لوگوں سے بالکل متنفر تھے کیونکہ اول تو خود وہ بیان کرتے ہیں کہ صرف تین اہل مدینہ ہمارے ساتھ ہیں یعنی مفسدین نے صرف تین اہل مدینہ کا نام لیا جو اُن کے ساتھ تھے اس سے زیادہ نہیں۔ اگر اَور صحابہ بھی ان کے ساتھ ہوتے تو وہ ان کا نام بھی لیتے۔ دوسرے صحابہؓ نے اپنے عمل سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ ان لوگوں کے افعال سے متنفر تھے اور ان کے اعمال کو ایسا خلاف شریعت سمجھتے تھے کہ سزا قتل سے کم ان کے نزدیک جائز ہی نہ تھی۔ اگر صحابہ ان کے ساتھ ہوتے یا اہل مدینہ ان کے ہم خیال ہوتے تو کسی مزید حیلہ و بہانہ کی ان لوگوں کو کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ اسی وقت وہ لوگ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیتے اگر مدینہ والے بہت سارے ان کے ساتھ ہوتے اور ان کی جگہ کسی اَور شخص کو خلافت کے لیے منتخب کر لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں کامیاب ہوتے خود ان کی جانیں صحابہ کی شمشیر ہائے برہنہ سے خطرے میں پڑ گئی تھیں اور صرف اسی رحیم و کریم وجود کی عنایت و مہربانی سے یہ لوگ بچ کر واپس جا سکے جس کے قتل کا ارادہ ظاہر کرتے تھے اور جس کے خلاف اس قدر فساد برپا کر رہے تھے۔ ان مفسدوں کی کینہ وری اور تقویٰ سے بُعد پر تعجب آتا ہے۔ اس واقعہ سے انہوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا خوب جواب دیا گیا اور سب الزام غلط اور بے بنیاد ثابت کر دیے گئے۔ حضرت عثمانؓ کا رحم و کرم انہوں نے دیکھا اور ہر ایک شخص کی جان اس پر گواہی دے رہی تھی کہ اس شخص کا مثیل اتنا رحم کرنے والا اس وقت دنیا کے پردے پر نہیں مل سکتا مگر بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے، جفاؤں پر پشیمان ہوتے، اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے، اپنی شرارتوں سے رجوع کرتے۔ یہ لوگ غیظ و غضب کی آگ میں اَور بھی زیادہ جلنے لگے اور اپنے لاجواب ہونے کو اپنی ذلت اور حضرت عثمانؓ کے عفو اور اپنے حسنِ تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے آئندہ کے لئے اپنی بقیہ تجویز کے پورے کرنے کی تدابیر سوچتے ہوئے یہ لوگ واپس چلے گئے۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 293 تا 296)

یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ (بیان) ہو گا۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ ان میں سب سے پہلے تو ایک شہید ہیں عبدالقادر صاحب ابن بشیر احمد صاحب بازید خیل پشاور کے۔ ان کو 11/ فروری کو شہید کیا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تفصیلات کے مطابق عبدالقادر صاحب اپنے چچا مرحوم ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے کلینک واقع بازید خیل پشاور پر کام کرتے تھے۔ شہید مرحوم دیگر احباب جماعت کے ہمراہ جو کلینک پر موجود تھے، ایک کمرے میں نماز ظہر کے لیے جمع تھے کہ مریضوں کی سائیڈ سے کمرے کی bell ہوئی جس پر عبدالقادر صاحب نے دروازہ کھولا تو مریض کے روپ میں وہاں موجود لڑکے نے ان پر فائرنگ کر دی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ سینے میں دو گولیاں لگیں۔ فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا جہاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے عبدالقادر صاحب شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ شہید مرحوم کی عمر 65 سال تھی۔ بہرحال پولیس نے پکڑ لیا یا لوگوں نے قاتل کو پکڑ کر پولیس کے سپرد کر دیا۔ شہید مرحوم کی فیملی کو دیگر احمدی فیملیز کے ہمراہ عرصے سے شدید مخالفانہ حالات کا سامنا تھا۔ 19/ جنوری 2009ء کو مذہبی انتہا پسندوں نے اسی کلینک پر حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں مکرم عبدالقادر صاحب کی ٹانگ میں گولی لگی تھی جس کی بنا پر پشاور سے ہجرت پر مجبور ہوئے تھے اور عرصہ کے بعد پشاور جا کر رہائش پذیر ہو سکے تھے۔ حالیہ مخالفانہ لہر کے نتیجہ میں تقریباً دو ماہ پہلے دوبارہ جماعت کی ہدایت کے نتیجہ میں ربوہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔ ان کی فیملی اب ربوہ میں ہی مقیم ہے۔ تاہم شہید مرحوم خود بسلسلہ ملازمت بازید خیل میں مذکورہ کلینک پر چلے گئے اور وہیں رہائش پذیر تھے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم نظام الدین احمد کے ذریعہ ہوا جنہوں نے خلافت اولیٰ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت پائی۔ ان کے دادا کے دو بڑے بھائی تھے۔ ڈاکٹر فتح دین صاحب سول سرجن پشاور اور انجنیئر عبداللطیف صاحب۔ ڈاکٹر فتح دین صاحب نے زمانہ طالب علمی میں 1902ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر سن کر قادیان جا کر زیارت کی تھی۔ حضور علیہ السلام نے از راہ شفقت ان پر دست شفقت بھی رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ بہت اچھا بچہ ہے تاہم یہ بیعت نہ کر سکے۔ بعد میں یہ یہاں یوکے میں سکالرشپ پر آئے۔ یہاں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پھر انہوں نے 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر سن کر قادیان جا کر خلافتِ اولیٰ کے دَور میں بیعت کی۔ ان کے دادا کے دوسرے بھائی عبداللطیف صاحب انجنیئر تھے انہوں نے بھی خلافتِ اولیٰ کے دَور میں اپنے بھائی کے ہمراہ ہی بیعت کی۔ دونوں بھائیوں کی تحریک پر خاندان کے دیگر افراد جن میں شہید مرحوم کے دادا بھی شامل تھے کچھ عرصہ بعد بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہوئے۔

> ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ فساد کی نہیں تھی۔ نہ حق ان کے ساتھ تھا نہ یہ حق کے ساتھ تھے۔ ان کی تمام کارروائیوں کا دارومدار جھوٹ اور باطل پر تھا اور صرف حضرت عثمانؓ کا رحم ان کو بچائے ہوئے تھا ورنہ مسلمان ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے

شہید مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ جماعتی عہدیداران سے انتہائی عقیدت کا تعلق تھا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ اس کی وجہ سے مخالفانہ حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ان مخالفانہ حالات کی وجہ سے گذشتہ دو سالوں میں سات مرتبہ گھر تبدیل کیا مگر بفضلہ تعالیٰ احمدیت پر قائم رہے۔ تہجد اور نمازوں کے علاوہ تلاوت قرآن کریم کے سختی سے پابند تھے۔ نہایت شفیق اور ملنسار تھے۔ زندگی بھر کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا۔ ان کی اہلیہ نے بتایا کہ زندگی میں متعدد مرتبہ نشیب و فراز آئے لیکن انہوں نے کبھی بھی جارحانہ رویہ اختیار نہیں کیا اور میں جب ان سے سختی میں کوئی بات کر لیتی تو وہ پھر بھی ہمیشہ نرمی سے جواب دیتے۔ بچوں سے ہمیشہ شفقت اور محبت کا سلوک رکھا۔ شہادت کی بڑی شدت سے خواہش تھی۔ ہمیشہ کہتے اگر کبھی آزمائش کا وقت آیا تو خلافت احمدیہ سے دُوری کے بجائے موت کو ترجیح دوں گا۔ پھر یہ لکھتی ہیں کہ نمازوں کی ادائیگی کا یہ رنگ تھا کہ گھر والے ان کو بعض دفعہ سجدے کی حالت میں چھو کر دیکھا کرتے تھے کہ خدانخواستہ سجدے میں کہیں کچھ ہو تو نہیں گیا، لمبا سجدے میں پڑے ہوئے ہیں۔ شہید مرحوم کو بازید خیل میں منتظم تربیت کی حیثیت سے بھی جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ ساجدہ قادر صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے شامل ہیں اور پانچ بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کا بھی خود حامی و ناصر ہو۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ اکبر علی صاحب اسیرِ راہ مولیٰ کا ہے جو ابراہیم صاحب کے بیٹے تھے۔ شوکت آباد کالونی ضلع ننکانہ کے رہنے والے تھے۔ اکبر علی صاحب اسیر راہ مولیٰ شیخوپورہ جیل میں 16/ فروری 2021ء کو بوجہ ہارٹ اٹیک وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ان کے دو ساتھی اَور تھے۔ 2/ مئی 2020ء کو ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا تھا اور ہائی کورٹ میں اکتوبر میں ضمانت کی confirmation کی تاریخ پر عدالت نے ان کی جو عبوری ضمانت تھی منسوخ کر دی اور گرفتاری کا حکم دیا۔ بہرحال یہ تینوں ساتھی گرفتار ہوئے۔ پھر مجسٹریٹ ننکانہ صاحب نے ایک درخواست پر یکطرفہ سماعت کے بعد ہمارا موقف سنے بغیر جنوری 2021ء کو 295c کا اضافہ کر دیا جو ایک اَور خطرناک دفعہ ہے۔ بہرحال مرحوم ساڑھے چار ماہ سے حالت اسیری میں تھے۔ بوقت وفات ان کی عمر 55 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظام وصیت میں شامل تھے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم ابراہیم صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے

اپنے بھائی مکرم میاں اسماعیل صاحب کے ہمراہ 1920ء میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ اکبر علی صاحب فوج میں بھرتی ہوئے۔ تئیس سال فوج میں بحیثیت حوالدار خدمت کی۔ سولہ سال پہلے فوج سے ریٹائرڈ ہوئے اور اس کے بعد سیکیورٹی گارڈ کا کام کرتے رہے۔ بہت ذمہ دار اور بہادر انسان تھے۔ اسیری سے قبل بینک کے سیکیورٹی گارڈ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس بینک کے مینیجر کو ایک مخالف نے شکایت کی کہ اکبر علی کو آپ نے ملازمت دے رکھی ہے یہ تو کافر ہے۔ بینک مینیجر نے جواباً کہا کہ میں ہر صبح آ کے ریکارڈنگ دیکھتا ہوں۔ سی سی ٹی وی کیمرے کی ریکارڈنگ چیک کرتا ہوں۔ اکبر علی رات کو نفل ادا کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ یہ شخص کافر کیسے ہو سکتا ہے؟ بہرحال کوئی بڑا جرأت مند مینیجر تھا۔ مرحوم کو بحیثیت صدر جماعت چھ سال خدمت کی توفیق ملی۔ اسیری سے قبل بحیثیت سیکرٹری مال خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ غریبوں کے ہمدرد، مہمان نوازی کے علاوہ خاندان کے سب افراد سے باہمی محبت کا تعلق تھا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ ہمیشہ مدلل انداز میں بات کرتے جس کی وجہ سے مخالفانہ حالات کا سامنا رہا۔ سیکیورٹی گارڈ کی ملازمت بھی مخالفت کی وجہ سے چھوڑنا پڑی۔ پسماندگان میں دو بیوگان زینت بی بی صاحبہ اور فضیلت بی بی صاحبہ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بیٹا ہے انیس سال کا اور ایک بیٹی ہے سولہ سال کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کا بھی حافظ و ناصر ہو اور ان کو ان کی نیکیوں پر بھی چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر خالد محمود الحسن بھٹی صاحب کا ہے جو آج کل ربوہ میں تحریک جدید میں وکیل المال ثالث تھے۔ اسی طرح نائب صدر انصار اللہ بھی تھے اور نائب افسر جلسہ سالانہ بھی تھے۔ طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 67 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے دادا بابل خان بھٹی صاحب نے احمدیت قبول کی تھی لیکن خالد محمود الحسن بھٹی کے والد جو تھے انہوں نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ ان کو شرح صدر نہیں تھی۔ والد نے کر لی تھی۔ بیٹے نے نہیں کی تھی۔ بہرحال کہتے ہیں ان کا ڈیرا تھا، زمیندارہ کرتے تھے۔ ایک دن ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے تو خالد محمود کے والد بھی وہیں چادر تان کر لیٹے ہوئے تھے تو وہ غیر احمدی مولوی جس کی مسجد میں ان کے والد نماز پڑھنے جایا کرتے تھے اس کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ بھی بیٹھ گیا اور گفتگو کا موضوع احمدیت کی طرف چل پڑا تو باتوں باتوں میں مولوی نے یہ اقرار کر لیا کہ درحقیقت احمدیت سچی ہے۔ اس پر ان کے والد نے فوراً اپنے منہ سے چادر ہٹائی اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اگر احمدیت سچی ہے تو پھر ہمیں گمراہ کیوں کرتے ہو؟ کہتے ہیں اب جو تُو نے مجھے گمراہ کیا کہ احمدیت جھوٹی ہے اور اسے قبول نہ کرو اور اپنے والد کے پیچھے نہ چل پڑو تو بہرحال سن لو کہ پھر جدھر سچائی ہے آج سے مَیں بھی ادھر ہی ہوں۔ پھر انہوں نے جا کر حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خالد محمود الحسن بھٹی صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کے بعد 1978ء میں پولیٹیکل سائنس میں اور 1980ء میں ہسٹری میں ایم اے کیا۔ پھر دو سال بطور لیکچرر گورنمنٹ سروس کی۔ پھر دو سال کے بعد استعفیٰ دیا۔ 1982ء میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ مختلف حیثیتوں سے قریباً 38 سال تک جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ 1982ء میں ان کا تقرر وکالت تعمیل و تنفیذ میں ہوا تھا۔ پھر آپ نائب وکیل بھی رہے۔ پھر وکیل الدیوان مقرر ہوئے۔ پھر آپ وکیل المال ثالث تھے۔ پھر انڈونیشیا، سنگاپور، برما، سری لنکا، نیپال، یوگنڈا وغیرہ کے دورہ جات کرنے کی بھی ان کو توفیق ملی۔ جہاں بھی دوروں پر جاتے تھے بڑی گہرائی سے جا کے سارے جائزے لیتے تھے اور ان کی رہنمائی کرتے تھے اور ان جماعتوں میں جہاں یہ گئے ہیں خاص طور پر برما میں اور سری لنکا میں تو بہت کچھ ان جماعتوں نے سیکھا ہے اور وہاں کے لوگ اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ کئی مجھے خط لکھ رہے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ سیکھا اور نظام کے بارے میں صحیح آگاہی بھٹی صاحب نے ہمیں دی اور خلافت سے تعلق کو جوڑنے میں بہت کردار ادا کیا۔ پھر اسی طرح خدام الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ اور انصار اللہ کی مرکزی عاملہ میں بھی رہے اور مختلف کمیٹیوں کے ممبر بھی رہے۔ قضا بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ ان کی اہلیہ نصرت ناہید صاحبہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ ایک بیٹا خرم عثمان یہاں یوکے میں ہمارے ایم ٹی اے میں کام کر رہا ہے۔ واقف زندگی ہے۔

ان کی اہلیہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایم اے پولیٹیکل سائنس کرنے کے بعد اپنے والد سے انہوں نے کہا کہ میں ایم اے ہسٹری بھی کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ جتنا مرضی چاہے پڑھ لو لیکن یاد رکھو کہ اگر نوکری کرنی ہے تو پھر جماعت کی کرنا۔ کہتی ہیں 43 سالہ شادی کا عرصہ ہے اس میں ہمیشہ شفقت کا سلوک رہا۔ جب بھی دوروں سے واپس آتے ہمیشہ واقعات سناتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے ساتھ پیار کا سلوک کیا۔

بچوں کے لیے شفیق باپ تھے۔ ہر بچے کی جائز خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کی بڑی بیٹی ڈاکٹر صائمہ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے ویزا اپلائی کیا تھا۔ دو دفعہ ریجیکٹ ہو گیا تھا۔ تیسری دفعہ پھر میں نے اپلائی کیا تو بھٹی صاحب دورے پر باہر جا رہے تھے تو اس نے کہا کہ آپ چند دن آگے کر لیں کیونکہ ویزے کی تاریخ آ رہی ہے ایمبیسی جانا ہے۔ تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ تم اکیلی جاؤ کیونکہ میں خدا تعالیٰ کی خاطر یہ سفر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اور اس دفعہ پھر اس بچی کا ویزا بھی لگ گیا۔ پھر چھوٹی بیٹی کہتی ہیں کہ بڑے نرم دل باپ تھے۔ بہت نرمی سے پیش آتے۔ کبھی ہمیں ڈانٹا نہیں۔ بڑے پیار سے سمجھاتے تھے۔ جماعتی کام کو ہمیشہ فوقیت دیتے۔ گھر کا چاہے کتنا ہی ضروری کام ہوتا پہلے دفتر کے کام نپٹاتے پھر گھر آتے۔ ہر وقت جماعتی خدمت کے لیے تیار رہتے۔ محبت اور لگن سے جماعتی کام کرتے۔ دین کو دنیا پر فوقیت دیتے۔ اور یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ بڑی محنت سے کام کرنے والے تھے اور بڑی وفا سے اور وقف کی روح کو قائم رکھتے ہوئے انہوں نے ہمیشہ خدمت کی ہے۔ ایک بیٹی کہتی ہے کہ جب بھی کوئی مشکل وقت آیا ہمیشہ ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کی تلقین کی اور یہی کہتے تھے کہ اللہ نہیں چھوڑے گا اور کبھی اللہ تعالیٰ نے پھر چھوڑا بھی نہیں۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے ان کو جماعت کی خدمت کرتے ہی دیکھا ہے۔ جب بھی کوئی مشکل آتی یا آزمائش آتی تو ہمیشہ یہی کہتے کہ میں کیونکہ دین کی خدمت کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا کام کر رہا ہوں اللہ میرے کام کر دے گا اور اللہ پھر اپنا فضل بھی فرماتا اور ان کے کام بھی آسان ہو جاتے۔ حقیقی طور پر انہوں نے وقف کی روح کو قائم کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ جماعتی مصروفیات کے باوجود گھر کے تمام فرائض میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ہر ایک چیز کی مکمل دیکھ بھال خود کیا کرتے تھے۔

لئیق عابد صاحب تحریک جدید میں مشیر قانونی ہیں کہتے ہیں 38 سال سے ان کے ساتھ ہوں۔ جماعتی روایات کے امین اور ان کا پاس رکھنے والے تھے۔ بہت سی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ان کی خوبی تھی کہ بڑی باریکی سے جماعتی اموال کی حفاظت کرنا بھی بہت ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے ایک کلاس فیلو محمد ادریس صاحب کہتے ہیں کہ وقف کے بعد وہ خاموش سا خالد ایک منفرد شخصیت بن کے ابھرا۔ خلافت سے محبت شاید اس کے انگ انگ میں سرایت کر چکی تھی۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت اس کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی۔ ہر وقت دینی خدمت میں محو رہنا اس کی محبوب غذا بن چکی تھی۔ وکالت مال ثالث کے ایک کارکن ہیں وہ کہتے ہیں کہ دفتر میں جو بھی ڈاک آتی اس کو پینڈنگ (pending) نہیں کرتے تھے۔ فوری کارروائی کرتے اور ہمیں ہدایت تھی کہ آج کا کام آج ہی کریں۔ زندگی کا تو پتہ کوئی نہیں، کل موقع ملتا ہے یا نہیں۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا پاکستان میں بھی اور بیرون ملک جہاں بھی گئے بڑا اچھا اثر قائم کیا اور خدمت کے جذبے سے کام کیا اور بڑی وفا سے اپنے وقف کو نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم مبارک احمد طاہر صاحب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ کا ہے۔ ان کی 17؍ فروری کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 81 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے ہاں خاندان میں احمدیت ان کے والد محترم صوفی غلام محمد صاحب کے ذریعہ 1927ء میں آئی تھی۔ جب ان کو قادیان میں جماعت کے قیام کا علم ہوا تو اپنے عزیزوں کے ساتھ فیصلہ کیا کہ قادیان جا کے دیکھا جائے۔ چنانچہ 1926ء میں تھر پارکر سندھ سے قادیان میں جلسہ میں شامل ہونے کے لیے گئے اور حضرت مصلح موعودؓ اور جماعت سے بڑے متاثر ہوئے لیکن بیعت نہیں کی۔ اگلے سال پھر انہوں نے ارادہ کیا لیکن باقی دوستوں نے انکار کر دیا۔ بہرحال یہ اگلے سال 1927ء میں جب گئے تو وہاں جا کر جلسہ سنا اور اس کے بعد بیعت کر لی۔ اس وقت ان کی عمر 28 سال تھی۔ ان کا جو گاؤں ہے کٹر اہل حدیث تھا۔ بڑی مخالفت ہوئی۔ سسرال والوں نے ان کی بیوی کو یہ کہہ کر واپس بلا لیا کہ یہ کافر ہو گیا ہے لیکن بہرحال کچھ عرصہ بعد بیوی نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھ لیا ہے کہ کافر ہونے کے بعد تو پہلے سے زیادہ مسلمان ہو گیا تھا۔ تو یہ واپس آ گئیں اور کہا میں نہیں سمجھتی ان سے علیحدہ رہنے کی کوئی وجہ ہو۔ بہرحال پورے گاؤں نے اس فیملی کا بائیکاٹ کر دیا یہاں تک کہ گاؤں میں پانی لینے کے لیے کنواں تھا اس کنویں پر پانی بھی بند کر دیا۔ کئی میل دور جا کر پانی لانا پڑتا تھا۔ کہتے ہیں کچھ ہفتے گزرے تھے کہ گاؤں والوں کے اس کنویں کا پانی خشک ہو گیا اور پھر گاؤں والوں کو خیال آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے صوفی صاحب کا پانی بند کیا تھا اس لیے ہمارے گاؤں کا پانی بند ہو گیا ہے۔ اس کے بعد دوبارہ کنواں تیار کرنے لگے تو ان کے پاس آئے کہ آپ سب سے پہلے اپنا چندہ ڈالیں کیونکہ آپ اس میں پیسے ڈالیں گے تو کنویں سے

پانی بھی نکلے گا اور جاری بھی رہے گا۔ بہر حال رشتہ داروں نے احمدیت قبول تو نہیں کی لیکن اس واقعہ کے بعد ان کی مخالفت بند کر دی۔

ان کی اہلیہ راشدہ پروین صاحبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹے حافظ اعجاز احمد طاہر یہیں اسلام آباد میں ہیں۔ مربی سلسلہ ہیں۔ جامعہ احمدیہ یوکے میں پڑھاتے ہیں۔ دوسرے بیٹے نصر احمد طاہر واقف زندگی ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز کینیڈا میں کام کر رہے ہیں۔

مکرم مبارک طاہر صاحب نے 1968ء میں ایم اے اکنامکس کیا۔ پھر 1969ء میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور پھر جنوری 1970ء ان کا وقف منظور ہوا اور وکالت علیاء میں بطور محرر درجہ اول ان کا تقرر ہوا۔ پھر ان کو 5؍فروری 1971ء کو بطور ٹیچر یوگنڈا بھجوا دیا گیا۔ 1972ء میں ان کی واپسی ہوئی۔ وہاں سے پھر وکالت مال ثانی میں کچھ کام کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1976ء میں آپ کو لاہور میں مختلف وکلاء کے ساتھ انکم ٹیکس اور جائیداد کے کام کی ٹریننگ دلوائی۔ بار کونسل میں enrol بھی ہوئے۔ 1970ء میں آپ تحریک جدید کے مشیر قانونی مقرر ہوئے۔ یکم جولائی 1983ء کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو اس کے ساتھ مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ بھی مقرر فرمایا۔ تاوفات اسی خدمت پر مامور تھے۔ ان کا عرصہ خدمت پچاس سال سے زائد ہے۔ مرکزی خدام الاحمدیہ میں بھی ان کو مختلف شعبوں میں مہتمم کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔

ان کی اہلیہ راشدہ پروین صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے۔ سلام کرتے اور پہلے نماز ادا کرتے پھر کھانا کھاتے۔ پھر کہتی ہیں کہ سب خلفاء کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات کی بے پناہ یادیں تھیں۔ جب اپنے خاندان کے بچوں کے ساتھ بیٹھتے تو ایمان افروز واقعات کا تذکرہ کرتے۔ خلافت کے ساتھ جڑے رہنے کی برکات سے اللہ کے افضال اور انعام ملنے کا بتاتے۔ خاموشی سے ضرورت مندوں کی مدد کرتے کہ ہمیں بھی پتہ نہیں لگتا تھا اور خود بھی وہ مدد لینے والا آکے بتا جاتا تھا کسی ذریعہ سے اظہار کر دیتا تھا تو پھر پتہ لگتا تھا۔ دوسروں کا دکھ بانٹنے والے اور خوشی میں خوش۔ نوافل ادا کرتے۔ تلاوت کرتے۔ درود شریف پڑھتے۔ کہتے تھے کہ واقف زندگی کے کام کی کامیابی خدا تعالیٰ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ توکّل علی اللہ کریں، دعا کریں، استغفار کریں اور خلافت سے محبت کریں اور دعا کے لیے خلیفۂ وقت کو لکھیں۔ یہ بہت ضروری ہے اور یہ ساری باتیں حقیقت ہیں۔ بڑا توکّل تھا ان میں۔ بڑے بڑے مشکل کام بھی، میں نے دیکھا ہے جب میں ناظر اعلیٰ تھا تب بھی، اس سے پہلے بھی بعض معاملات میں ان کے ساتھ واسطہ پڑا۔ بڑا توکّل ہوتا تھا کہ جماعتی کام ہے، خلیفہ وقت کی دعائیں ہیں، ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ صدقہ وخیرات اور دعاؤں کے ساتھ کام شروع کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر کامیابیاں بھی ہوتی تھیں۔

ان کے بیٹے حافظ اعجاز صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ 1967ء میں جب خلیفۃ المسیح الثالثؒ ٹرین کے ذریعہ سے کراچی کے سفر پر جا رہے تھے۔ ریل حیدر آباد سٹیشن پر کچھ دیر کے لیے رکی۔ کثرت سے احمدی احباب حضور کو ملنے کے لیے وہاں آئے۔ حضور ریل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ وہاں سے آپؒ نے مکرم مبارک طاہر صاحب کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ اس سے پہلے ان سے کوئی شناسائی نہیں تھی۔ کم از کم ان کو یہ خیال تھا کہ خلیفہ ثالث تو ان کو نہیں جانتے۔ بہر حال کہتے ہیں مبارک طاہر صاحب ہجوم میں تیزی سے حضور کی طرف آئے آگے بڑھے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضور نے اپنی شیروانی کی جیب میں سے کچھ پیسے نکال کر مبارک طاہر صاحب کی جیب میں ڈال دیے اور اس کے بعد ٹرین چلی گئی۔ تو مبارک صاحب کہا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو پیسے میری جیب میں ڈالے تھے ان کی برکت سے ہمیشہ میری جیب بھری رہی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جیب کو بھرا رکھا اور غیر معمولی طریقے سے ان کو بعض آمدنیاں ہوتی رہیں اور اسی طرح ہی انہوں نے اس کو خرچ بھی کیا۔ غریبوں پر اور جماعت پر بہت خرچ کرتے تھے۔

بہر حال کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک خواب کی بنا پر اپنی زندگی وقف کر دی۔ جب زندگی وقف کر دی تو اس وقت ان کا رشتہ ہو چکا تھا، نکاح بھی ہو چکا تھا اور یہ حیدر آباد میں تھے تو رشتہ دار خاتون ان کی اہلیہ کو علاج کروانے کے لیے لے کے آئیں۔ ان کو بھی بتایا کہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔ وہاں سے جب ٹرین سے اترے تو اس رشتہ دار خاتون نے کہا کہ سنا ہے تم نے وقف کر دیا ہے تو وقف والے کو تو کھانے کے پیسے بھی نہیں ہوتے۔ مبارک صاحب نے فوراً کہا کہ ابھی نکاح ہوا ہے رخصتی تو نہیں ہوئی آپ اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جائیں اگر آپ کو اتنا ہی شک ہے۔ اور ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ بہر حال انہوں نے غیرت رکھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی غیرت رکھی کہ وقف میں رہتے ہوئے ان کو بے شمار نوازا، مالی لحاظ سے بڑی کشائش تھی۔

خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں آپ مشیر قانونی تھے۔ کیسز کے لیے شہر سے باہر جانا پڑتا تھا اور بسوں پر سفر ہوتے تھے۔ اس وقت وہاں ربوہ میں ہر ایک کے پاس سفر کی سہولتیں، کاروں وغیرہ کی سہولت نہیں تھی اور خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ حکم تھا کہ جب بھی سفر سے واپس آؤ تو آ کے مجھے رپورٹ کرنی ہے۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ بہت دیر ہو گئی۔ رات کو فجر کی نماز سے صرف دو گھنٹے پہلے میں ربوہ پہنچا۔ میں نے سوچا کہ اب جا کے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اطلاع دوں گا تو رات نیند خراب کرنے کی ضرورت نہیں پتہ نہیں نفل پڑھ رہے ہیں یا نمازیں پڑھ رہے ہیں یا سو رہے ہوں تو بہر حال دو گھنٹے پہلے میں پہنچا اور میں نے کہا فجر کی نماز پر اطلاع کر دوں گا۔ فجر کی نماز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ مبارک صاحب رات کب آئے؟ انہوں نے کہا ابھی ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے پہنچا ہوں تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آ کے مجھے اس وقت بتا دیتے تو میں بھی چند گھڑیاں سو لیتا۔ تمہارا انتظار کرتا رہا کہ پتہ نہیں سفر سے خیریت سے پہنچے ہو کہ نہیں۔

پھر ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ جب میں نے وقف کر کے جامعہ جانے کا ارادہ کیا تو مجھے کہنے لگے کہ وقف تو اطاعت کا نام ہے۔ تمہاری طبیعت میں تھوڑی تیزی ہے اور اس سے وقف نہیں چلتا۔ وقف تو محض خاموشی اور اطاعت کے ساتھ خدمت کرنے کا نام ہے۔ اگر تو یہ کر سکتے ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے ورنہ مجھے یہ نہیں پسند کہ تم وقف کر دو اور پھر چھوڑ دو۔ تو اس طرح انہوں نے نصیحت کی، تربیت کی۔ اللہ کے فضل سے ابھی تک بیٹے کو نبھانے کی توفیق بھی مل رہی ہے آئندہ بھی توفیق ملتی رہے۔ خلیفہ وقت کے خطبات کے دوران گھر والوں کو ہدایت ہوتی تھی کہ خطبہ کے دوران ہر کام کو چھوڑ کر توجہ سے خطبہ سنو۔ کوئی نصیحت یا ہدایت یا مالی تحریک ہوتی تو خطبہ کے ختم ہوتے ہی اس تحریک کو عملی جامہ پہناتے اور ساتھ بچوں کو بھی ہدایت کرتے۔

مرزا عدیل احمد جو انجمن میں ان کے اسسٹنٹ مشیر قانونی ہیں کہتے ہیں کہ جہاں تک میں نے مشاہدہ کیا ہے خلافت کے سچے عاشق تھے۔ آپ کو دعا پر غیر متزلزل یقین تھا۔ کوئی بھی پریشانی ہوتی یا زیادہ مشکل کام ہوتا جس کے لیے آپ کو جانا پڑتا تو آپ کہتے نوافل میں بڑی دعا کی ہے، صدقہ بھی دیا ہے، خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھتے ہیں دیکھو اللہ فضل فرمائے گا۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ بڑے خود دار انسان تھے لیکن جماعت کے لیے اگر کسی دفتر کے چائے بنانے والے یا مددگار کی منت کرنی پڑے تو کوئی عار نہیں سمجھتے تھے اور افسروں سے رابطہ کے لیے ہر ممکنہ ذرائع استعمال کرتے تھے۔

ایک دفعہ کوئی فیصلہ کیا انجمن نے تو ان کی رائے تھی کہ اگر اس فیصلہ پر عمل کیا گیا تو جماعت پر برا اثر پڑنے کا امکان ہے، جماعت پر اس کا غلط اثر پڑنے کا امکان ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں لگ رہا لیکن پھر انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت کو ہم اپنی رائے لکھ دیتے ہیں۔ ہمارا کام تو خلیفہ وقت تک اپنی رائے پہنچانا ہے آگے جو وہ فیصلہ کریں اسی میں برکت ہے۔

ڈاکٹر سلطان مبشر کہتے ہیں کہ افسروں سے تعلقات بنانے آتے تھے۔ ہمیشہ ان تعلقات کو سلسلہ کے مفاد کے لیے استعمال کیا۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی ان کے منہ پر مسکراہٹ قائم رہتی تھی۔ ان کے چہرے پر کبھی گھبراہٹ کے آثار نہیں دیکھے۔ جماعتی مقدمات کے سلسلہ میں ایسے مقامات پر بھی جانا پڑتا تھا جہاں دیگر احتمالات کے علاوہ جان کا خطرہ بھی لاحق رہتا تھا مگر اس مرد جری نے کبھی اپنے فرائض سے پہلو تہی نہیں کی اور جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو مالی کشائش بھی عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بانڈز کے ذریعہ سے بڑی مدد کرتا تھا اور بڑی بڑی رقمیں نکلتی تھیں۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ شاید پچاس لاکھ کا انعام نکلا تو اس میں سے قریباً ساٹھ فیصد انہوں نے مختلف مدات میں اور غریبوں کی مدد میں ادا کر دیا اور یہ کوئی ایک دفعہ کا واقعہ نہیں ہمیشہ یہی ان کا اصول تھا۔ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی رقمیں عطا کرتا تھا اور اس میں سے اکثر بڑی بڑی رقمیں یہ چندوں میں اور غریبوں کی مدد میں دے دیا کرتے تھے۔ ان کی دو بڑی خواہشیں تھیں۔ اس کے لیے دعا کی تحریک کرتے تھے۔ ایک یہ کہ آخری سانس تک سلسلہ کی خدمت میں رہیں اور دوسرے یہ کہ چلتے پھرتے دنیا سے رخصت ہو جائیں اور کسی پر بوجھ نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں خواہشیں پوری فرمائیں۔ بے شمار اَور خوبیاں بھی تھیں۔ میں نے دیکھا ہے بڑے صبر سے اور حوصلے سے کام کرنے والے، کبھی پریشانی کے حالات نہیں ہوئے۔ اللہ پر توکّل غیر معمولی تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی نسلوں کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

نمازوں کے بعد ان سب کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا ان شاء اللہ۔

خطبہ جمعہ

حضرت عثمانؓ نے فرمایا: کوئی امّت بغیر سردار کے ترقی نہیں کر سکتی اور اگر کوئی امام نہ ہو تو جماعت کا تمام کام خراب و برباد ہو جائے گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

چار مرحومین مکرم مولوی محمد نجیب خان صاحب نائب ناظر دعوت الی اللہ جنوبی ہند قادیان، مکرم نذیر احمد خادم صاحب ابن چودھری احمد دین صاحب چٹھہ، الحاج ڈاکٹر نانا مصطفیٰ اوٹی بواٹنگ صاحب آف گھانا اور مکرم غلام نبی صاحب ابن فضل دین صاحب ربوہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 05؍ مارچ 2021ء بمطابق 05؍ امان 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جو فتنہ اٹھا تھا اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بیان فرمایا ہے اس کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں اور زیادہ تر حوالے آپؓ نے طبری سے لے کر پھر ان کا تجزیہ کیا ہے یا اس کے مطابق آگے اپنا جو نقطہ ٔنظر ہے اور جو تجزیہ ہے وہ پیش کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ تین لوگ یعنی محمد بن ابوبکر، محمد بن حذیفہ اور عمار بن یاسر جو تھے یہ باغیوں کے ساتھ مل گئے تھے، ان کی باتوں میں آ گئے تھے۔ فرمایا کہ اس کے سوا باقی شخص اہلِ مدینہ میں سے صحابی ہو یا غیر صحابی ان مفسدوں کا ہمدرد نہ تھا اور ہر ایک شخص ان پر لعنت ملامت کرتا تھا مگر ان کے ہاتھ میں اس وقت انتظام نہ تھا۔ یہ کسی کی ملامت کی پروانہ کرتے تھے۔ بیس دن تک یہ لوگ یعنی مخالفین جو تھے یہ صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت عثمانؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں مگر حضرت عثمانؓ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے خدا تعالیٰ نے پہنائی ہے میں اسے اتار نہیں سکتا اور نہ امّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جو جی چاہے دوسرے پر ظلم کرے۔ ان لوگوں کو، باغیوں کو بھی یہ سمجھاتے رہے کہ اس فساد سے باز آ جائیں اور فرماتے رہے کہ آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں۔ آپؓ نے فرمایا یہ لوگ جو آج فساد کر رہے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں مگر جب میں نہ رہوں گا تو خواہش کریں گے کہ کاش عثمان کی عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلد رخصت نہ ہوتا کیونکہ میرے بعد سخت خونریزی ہو گی اور حقوق کا اتلاف ہو گا اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائے گا۔ چنانچہ بنوامیہ کے زمانے میں خلافت حکومت سے بدل گئی اور ان مفسدوں کو ایسی سزائیں ملیں کہ سب شرارتیں ان کو بھول گئیں۔

بہرحال بیس دن گزرنے کے بعد یہ مخالفین جو تھے، باغی جو تھے ان لوگوں کو خیال ہوا کہ جلد ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہیے تا ایسا نہ ہو کہ صوبہ جات سے فوجیں آ جائیں اور ہمیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے۔ پتہ تھا کہ ہم غلط ہیں اور اکثریت جو مسلمانوں کی ہے وہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہے۔ اس لیے انہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر سے نکلنا بند کر دیا اور کھانے پینے کی چیزوں کا اندر جانا بھی روک دیا اور سمجھے کہ شاید اس طرح مجبور ہو کر حضرت عثمانؓ ہمارے مطالبات کو قبول کر لیں گے لیکن آپؓ نے تو فرمایا تھا کہ جو قمیص مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے وہ میں کس طرح اتار سکتا ہوں۔ بہرحال مدینہ کا انتظام انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے مل کر مصر کی فوجوں کے سردار غَافِقِی کو اپنا سردار تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح مدینہ کا حاکم گویا اس وقت غَافِقِی تھا اور کوفہ کی فوج کا سردار اَشْتَرَ تھا اور بصرہ کی فوج کا سردار حکیم بن جَبَلَہ تھا، وہی ڈاکو جسے اہل ذمہ کے مال لوٹنے پر حضرت عثمانؓ نے بصرہ میں نظر بند کر دینے کا حکم دیا تھا۔ وہ ڈاکو سردار بن گیا تھا۔ دونوں غَافِقِی کے ماتحت کام کرتے تھے۔ حکیم بن جَبَلَہ بھی اور اشتر بھی غافقی کے ماتحت کام کرنے لگے اور آپؓ فرماتے ہیں کہ اس سے ایک دفعہ پھر یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس فتنے کی جڑ مصری تھے جہاں عبداللہ بن سبا کام کر رہا تھا۔

مسجد نبویؐ میں غَافِقِی نماز پڑھاتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنے گھروں میں مقیّد رہتے یا اس کے پیچھے نماز ادا کرنے پر مجبور تھے۔ جب تک ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا تب تک تو لوگوں سے زیادہ تعارض نہیں کرتے تھے مگر محاصرہ کرنے کے ساتھ ہی ان باغیوں نے دوسرے لوگوں پر بھی سختیاں شروع کر دیں۔ اب مدینہ دار الامن کی بجائے دار الحرب ہو گیا تھا۔ اہل مدینہ کی عزت اور ننگ و ناموس خطرے میں تھی اور کوئی شخص اسلحہ کے بغیر گھر سے نہیں نکلتا تھا اور جو شخص ان کا مقابلہ کرتا اسے یہ لوگ قتل کر دیتے تھے۔ جب ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور پانی تک اندر جانے سے روک دیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے ایک ہمسائے کے لڑکے کو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور امہات المومنین کی طرف بھیجا کہ ان لوگوں نے ہمارا پانی بھی بند کر دیا ہے۔ آپ لوگوں سے اگر کچھ ہو سکے تو کوشش کریں اور ہمیں پانی پہنچائیں۔ مَردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ آئے اور آپؓ نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ تم لوگوں نے کیا رویہ اختیار کیا ہے۔ تمہارا عمل تو نہ مومنوں سے ملتا ہے نہ کافروں سے۔ حضرت عثمانؓ کے گھر میں کھانے پینے کی چیزیں مت روکو۔ حضرت علیؓ نے ان کو فرمایا کہ روم اور فارس کے لوگ بھی قید کرتے ہیں تو کھانا کھلاتے ہیں اور پانی پلاتے ہیں اور اسلامی طریق کے موافق تو تمہارا یہ فعل کسی طرح بھی جائز نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم ان کو قید کر دینے اور قتل کر دینے کو جائز سمجھنے لگے ہو۔ حضرت علیؓ کی اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم اس شخص تک دانہ پانی نہ پہنچنے دیں گے۔ یہ وہ جواب تھا جو انہوں نے اس شخص کو دیا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی اور آپؐ کا حقیقی جانشین قرار دیتے تھے۔ حضرت علیؓ کے بارے میں ہی کہتے تھے ناں کہ یہ حقیقی جانشین ہے، اور اُن کو یہ جواب مل رہا ہے۔ اور کیا اس جواب کے بعد کسی اَور شہادت کی بھی اس امر کے ثابت کرنے کے لیے ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ حضرت علیؓ کو وصی قرار دینے والا گروہ حق کی حمایت اور اہل بیت کی محبت کی خاطر اپنے گھروں سے نہیں نکلا تھا بلکہ یہ لوگ اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنے کے لیے آئے تھے۔

حضرت علیؓ کو وصی قرار دینے والا گروہ حق کی حمایت اور اہلِ بیت کی محبت کی خاطر اپنے گھروں سے نہیں نکلا تھا بلکہ یہ لوگ اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنے کے لیے آئے تھے

امہات المومنین میں سے سب سے پہلے حضرت اُمّ حبیبہؓ آپ کی مدد کے لیے آئیں۔ ایک خچر پر آپؓ سوار تھیں۔ آپؓ اپنے ساتھ ایک مشکیزہ پانی کا بھی لائیں لیکن اصل غرض آپؓ کی یہ تھی کہ بنوامیہ کے یتامیٰ اور بیواؤں کی وصیتیں حضرت عثمانؓ کے پاس تھیں اور آپؓ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کا پانی باغیوں نے بند کر دیا ہے تو آپؓ کو خوف ہوا کہ وہ وصایا بھی کہیں تلف نہ ہو جائیں اور آپؓ نے چاہا کہ کسی طرح وہ وصایا محفوظ کر لی

جائیں ورنہ پانی آپؓ کسی اَور ذریعہ سے بھی پہنچا سکتی تھیں۔ جب آپؓ حضرت عثمانؓ کے دروازے تک پہنچیں تو باغیوں نے آپؓ کو روکنا چاہا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ اُمّ المومنین اُمّ حبیبہؓ ہیں مگر اس پر بھی وہ لوگ باز نہ آئے اور آپؓ کی خچر کو مارنا شروع کیا۔ اُمّ المومنین اُمّ حبیبہؓ نے ان لوگوں کو، باغیوں کو فرمایا کہ میں ڈرتی ہوں کہ بنوامیہ کے یتامیٰ اور بیوگان کی وصایا ضائع نہ ہو جائیں اس لیے اندر جانا چاہتی ہوں تا کہ ان کی حفاظت کا سامان کر دوں۔ مگر ان بدبختوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کو جواب دیا کہ تم جھوٹ بولتی ہو اور آپؓ کی خچر پر حملہ کر کے اس کے پالان کے رسّے کاٹ دیے اور زین الٹ گئی اور قریب تھا کہ حضرت ام حبیبہؓ گر کر ان مفسدوں کے پیروں کے نیچے روندی جا کر شہید ہو جاتیں کہ بعض اہل مدینہ نے جو قریب تھے جھپٹ کر آپؓ کو سنبھالا اور گھر پہنچایا۔

یہ وہ سلوک تھا جو ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے کیا۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا اخلاص اور عشق رکھتی تھیں کہ جب پندرہ سولہ سال کی جدائی کے بعد، والدین سے جو ان کی جدائی تھی اس کے بعد جب آپؓ کا باپ جو عرب کا سردار تھا اور مکہ میں ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا ایک خاص سیاسی مشن پر مدینہ آیا اور آپؓ (اُمّ حبیبہؓ) کو ملنے کے لیے بھی گیا تو آپ نے اس کے نیچے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کھینچ لیا۔ جب وہ بیٹھنے لگا تو نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا۔ جب آپؓ کا باپ بیٹھنے لگا تو آپؓ نے بستر کھینچ لیا اس لیے کہ خدا کے رسول کے پاک کپڑے سے ایک مشرک کے نجس جسم کو چھوتے ہوئے دیکھنا آپؓ کی طاقتِ برداشت سے باہر تھا، باپ کو بھی نہیں بیٹھنے دیا۔ تعجب ہے کہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غَیبت میں آپؐ کے کپڑے تک کی حرمت کا خیال رکھا مگر ان مفسدوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غَیبت میں آپؐ کی حرمِ محترم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ نادانوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی جھوٹی ہیں حالانکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا وہ درست تھا۔

حضرت عثمانؓ بنو امیہ کے یتامیٰ کے ولی تھے اور ان لوگوں کی بڑھتی ہوئی عداوت کو دیکھ کر آپؓ کا خوف درست تھا۔ ام حبیبہؓ کا خوف درست تھا کہ یتامیٰ اور بیواؤں کے اموال ضائع نہ ہو جائیں۔ جھوٹے وہ تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے ان کے دین کی تباہی کا بیڑا اٹھایا ہوا تھا، نہ ام المومنین اُمّ حبیبہؓ۔ آپؓ جھوٹی نہیں تھیں۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا گیا تھا جب اس کی خبر مدینہ میں پھیلی تو صحابہ اور اہلِ مدینہ حیران رہ گئے اور سمجھ لیا کہ اب ان لوگوں سے کسی قسم کی خیر کی امید رکھنی فضول ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اسی وقت حج کا ارادہ کر لیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپؓ مدینہ سے جانے والی ہیں تو بعض نے آپؓ سے درخواست کی کہ اگر آپؓ یہیں ٹھہریں تو شاید فتنہ کے روکنے میں کوئی مدد ملے اور باغیوں پر کچھ اثر ہو مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہی سلوک ہو جو اُمّ حبیبہؓ سے ہوا ہے۔ خدا کی قسم! مَیں اپنی عزت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تھی۔ اگر کسی قسم کا معاملہ مجھ سے کیا گیا تو میری حفاظت کا کیا سامان ہو گا؟ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنی شرارتوں میں کہاں تک ترقی کریں گے اور ان کا کیا انجام ہو گا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے چلتے چلتے ایک ایسی تدبیر کی، جب حج پر جانے لگیں تو ایک ایسی تدبیر کی جو اگر کارگر ہو جاتی تو شاید فساد میں کچھ کمی ہو جاتی اور وہ تدبیر یہ تھی کہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کو کہلا بھیجا جو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یا چھوٹے ہونے کی وجہ سے، کمزور ایمان کی وجہ سے ان باغیوں کے ساتھ تھے کہ تم بھی میرے ساتھ حج کو چلو مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا کروں بے بس ہوں۔ اگر میری طاقت ہوتی تو ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہونے دیتی۔ حضرت عائشہؓ تو حج پر تشریف لے گئیں اور بعض صحابہ بھی جن سے ممکن ہو سکا اور مدینہ سے نکل سکے مدینہ سے تشریف لے گئے اور باقی لوگ سوائے چند اکابر صحابہ کے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور آخر حضرت عثمانؓ کو بھی یہ محسوس ہو گیا کہ یہ لوگ نرمی سے مان نہیں سکتے اور آپؓ نے ایک خط تمام والیانِ صوبہ جات کے نام روانہ کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد بلا کسی خواہش یا درخواست کے مجھے ان لوگوں میں شامل کیا گیا تھا جنہیں خلافت کے متعلق مشورہ کرنے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے جو خط لکھا اس میں یہ فرمایا۔ پھر فرمایا پھر بلا میری خواہش یا سوال کے مجھے خلافت کے لیے چنا گیا اور میں برابر وہ کام کرتا رہا جو مجھ سے پہلے خلفاء کرتے رہے اور میں نے اپنے پاس سے کوئی بدعت نہیں نکالی لیکن چند لوگوں کے دلوں میں بدی کا بیج بویا گیا اور شرارت جاگزیں ہوئی اور انہوں نے میرے خلاف منصوبے کرنے شروع کر دیے اور لوگوں کے سامنے کچھ ظاہر کیا اور دل میں کچھ اَور رکھا اور مجھ پر وہ الزام لگانے شروع کیے جو مجھ سے پہلے خلفاء پر بھی لگتے تھے لیکن میں معلوم ہوتے ہوئے خاموش رہا اور یہ لوگ میرے رحم سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شرارت میں اَور بھی بڑھ گئے اور آخر کفار کی طرح مدینہ پر حملہ کر دیا۔ پس آپ لوگ اگر کچھ کر سکیں تو مدد کا انتظام کریں۔

> تعجب ہے کہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غَیبت میں آپؐ کے کپڑے تک کی حرمت کا خیال رکھا مگر ان مفسدوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غَیبت میں آپؐ کی حرمِ محترم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا

اسی طرح ایک خط، جس کا خلاصہ مطلب اس طرح ہے، جو حج پر آنے والوں کے نام لکھ کر کچھ دن کے بعد مکّہ میں روانہ کیا۔ آپؓ نے حاجیوں کے لیے لکھا کہ میں آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس کے انعامات یاد دلاتا ہوں۔ اس وقت کچھ لوگ فتنہ پردازی کر رہے ہیں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش میں مشغول ہیں مگر ان لوگوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ (النور:56) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا اور اتفاق کی قدر نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اور اتفاق کی قدر نہیں کرتے حالانکہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا (آل عمران:104) کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ پھر آپ نے فرمایا اور مجھ پر الزام لگانے والوں کی باتوں کو قبول کیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی پروا نہ کی کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا (الحجرات:7) یعنی اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق اہم خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ پھر فرمایا کہ اور میری بیعت کا ادب نہیں کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ (الفتح:11) یعنی وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ فرمایا اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں یعنی یہی حکم جو ہے یہی بات جو ہے مجھ پر بھی لاگو ہوتی ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں۔ کوئی امّت بغیر سردار کے ترقی نہیں کر سکتی اور اگر کوئی امام نہ ہو تو جماعت کا تمام کام خراب و برباد ہو جائے گا۔ پھر آپؓ نے آگے تحریر فرمایا کہ یہ لوگ امّت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اور اس کے سوا ان کی کوئی غرض نہیں کیونکہ میں نے ان کی بات کو قبول کر لیا تھا اور والیوں کے بدلنے کا وعدہ کر لیا تھا مگر انہوں نے اس پر بھی شرارت نہ چھوڑی۔ اب یہ تین باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ تین مطالبے انہوں نے، باغیوں نے سامنے رکھے تھے۔ اوّل یہ کہ جن لوگوں کو میرے عہد میں سزا ملی ہے ان سب کا قصاص مجھ سے لیا جائے۔ اگر یہ مجھے منظور نہ ہو تو پھر خلافت کو چھوڑ دوں۔ اگر میں لوگوں کا قصاص نہیں دیتا جن کو سزا دی ہے تو پھر میں خلافت کو چھوڑ دوں اور یہ لوگ میری جگہ کسی اَور کو مقرر کر دیں۔ یہ بھی نہ مانوں تو پھر یہ لوگ دھمکی دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے تمام ہم خیال لوگوں کو پیغام بھیجیں گے کہ میری اطاعت سے باہر ہو جائیں۔ اگر یہ نہ مانوں تو پھر یہ دھمکی دیتے ہیں کہ میری اطاعت سے باہر نکل جاؤ۔

پہلی بات کا تو یہ جواب ہے کہ مجھ سے پہلے خلفاء بھی کبھی فیصلوں میں غلطی کرتے تھے مگر ان کو کبھی سزا نہ دی گئی۔ جو غلط فیصلے بھی ہوئے ان کے قصاص پہلے خلفاء نے نہیں دیے۔ نہ ان کو کسی قسم کی کوئی سزا ملی اور اسی طرح میں نے کیا ہے اور اس قدر سزائیں مجھ پر جاری کرنے کا مطلب سوائے مجھے مارنے کے اَور کیا ہو سکتا ہے! یہ باتیں تم جو کر رہے ہو کہ قصاص دو یا سزا لو تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ تم مجھے مارنا چاہتے ہو۔ پھر فرمایا خلافت سے معزول ہونے کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ موچنوں سے نوچ نوچ کے میری بوٹیاں کر دیں تو یہ مجھے منظور ہے مگر خلافت سے میں جدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے قمیص پہنائی ہے کبھی نہیں ہو سکتا کہ چھوڑ دوں۔ باقی رہی تیسری بات کہ پھر یہ لوگ اپنے آدمی چاروں طرف بھیجیں گے کہ کوئی میری بات نہ مانے۔ سو میں خدا کی طرف سے ذمہ دار نہیں ہوں۔ اگر یہ لوگ ایک امر خلافِ شریعت کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ پہلے بھی جب انہوں نے میری بیعت کی تھی تو ان پر میں نے جبر نہیں کیا تھا۔ ان کو مجبور نہیں کیا تھا کہ ضرور میری بیعت کرو۔ جو شخص عہد توڑنا چاہتا ہے میں اس کے اس فعل پر راضی نہیں نہ خدا تعالیٰ راضی ہے۔ اب عہد کو توڑنا چاہتے ہو تو توڑو۔ میں نے نہ پہلے جبر کیا تھا نہ اب جبر کروں گا۔ ہاں میں راضی بہر حال نہیں۔ یہ بہر حال غلط کام

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس پر راضی نہیں ہے۔ ہاں وہ اپنی طرف سے جو چاہے کرے۔ کیونکہ حج کے دن قریب آ رہے تھے اور چاروں طرف سے لوگ مکہ مکرمہ میں جمع ہو رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اس خیال سے کہ کہیں وہاں بھی یہ باغی کوئی فساد کھڑا نہ کریں اور اس خیال سے بھی کہ حج کے لیے جمع ہونے والے مسلمانوں میں اہل مدینہ کی مدد کی تحریک کریں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حج کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی عرض کی کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ آپؓ مجھے حج کے لیے امیر بنا کے بھیج رہے ہیں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے جہاد کروں مگر حضرت عثمانؓ نے ان کو مجبور کیا کہ وہ حج کے لیے جاویں اور حج کے ایام میں امیر حج کا کام کریں تا کہ مفسد وہاں اپنی شرارت نہ پھیلا سکیں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں بھی مدینہ کے لوگوں کی مدد کی تحریک کی جاوے اور مذکورہ بالا خط آپ ہی کے ہاتھ روانہ کیا۔

جب ان خطوں کا ان مفسدوں کو علم ہوا تو انہوں نے اَور بھی سختی کرنا شروع کر دی اور اس بات کا موقع تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح لڑائی کا کوئی بہانہ مل جائے تو حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیں مگر ان کی تمام کوششیں فضول جاتی تھیں اور حضرت عثمانؓ ان کو کوئی موقع شرارت کا ملنے نہ دیتے تھے۔ آخر تنگ آ کر یہ تدبیر سوجھی کہ جب رات پڑتی اور لوگ سو جاتے تو یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر میں پتھر پھینکتے اور اس طرح اہلِ خانہ کو اشتعال دلاتے تا کہ جوش میں آ کر وہ بھی پتھر پھینکیں تو لوگوں کو کہہ سکیں کہ دیکھو انہوں نے ہم پہ حملہ کیا ہے اس لیے ہم بھی جواب دینے پر مجبور ہیں مگر حضرت عثمانؓ نے اپنے تمام اہلِ خانہ کو جواب دینے سے روک دیا۔ کچھ جواب نہیں دینا۔ ایک دن موقع پا کر دیوار کے پاس حضرت عثمانؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو! مَیں تو تمہارے نزدیک تمہارا گناہگار ہوں، تم سمجھتے ہو ناں مجھے گناہگار تو گناہگار ہوں مگر دوسرے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے؟ تم سمجھتے ہو کہ میں گناہ گار ہوں تو پھر مجھ سے جو زیادتی کرنی ہے کرو۔ دوسرے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے کہ تم پتھر پھینکتے ہو۔ اس سے دوسروں کو بھی چوٹ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے پتھر نہیں پھینکے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں پھینکتے تو اَور کون پھینکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ پھینکتا ہو گا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔ اگر خدا تعالیٰ ہم پر پتھر پھینکتا تو اس کا کوئی پتھر خطا نہ جاتا۔ یہ نہ ہوتا کہ اس کا نشانہ اچک جاتا لیکن تمہارے پھینکے ہوئے پتھر تو اِدھر اُدھر جا پڑتے ہیں۔ یہ فرما کر آپ ان کے سامنے سے ہٹ گئے۔

گو صحابہ کو اب حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہونے کا موقع نہ دیا جاتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔ مصلحت وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہوا تھا۔ جو سِن رسیدہ تھے، بوڑھے تھے اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کو سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے تھے یا نوجوان تھے وہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔ اوّل الذکر جماعت میں سے حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔ خصوصاً حضرت علیؓ تو اس فتنہ کے ایام میں اپنے تمام کام چھوڑ کر اس کام میں لگ گئے تھے۔ چنانچہ ان واقعات کی رؤیت کے گواہوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نامی بیان کرتا ہے کہ ان ایام فتنہ میں مَیں نے دیکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے تمام کام چھوڑ دیے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دشمنوں کا غضب ٹھنڈا کرنے اور آپؓ کی تکالیف دور کرنے کی فکر میں ہی رات دن لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپؓ تک پانی پہنچنے میں کچھ دیر ہوئی تو حضرت طلحہؓ پر جن کے سپرد یہ کام تھا حضرت علیؓ سخت ناراض ہوئے اور اس وقت تک آرام نہ کیا جب تک پانی حضرت عثمانؓ کے گھر میں پہنچ نہ گیا۔ دوسرا گروہ ایک ایک دو دو کر کے جس جس وقت موقع ملتا تھا تلاش کر کے حضرت عثمانؓ یا آپؓ کے ہمسائے کے گھروں میں جمع ہونا شروع ہو گئے اور اس نے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی جانیں دے دیں گے مگر حضرت عثمانؓ کی جان پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ اس گروہ میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی اولاد کے سوائے خود صحابہؓ میں سے بھی ایک جماعت شامل تھی۔ یہ لوگ رات اور دن حضرت عثمانؓ کے مکان کی حفاظت کرتے تھے اور آپؓ تک کسی دشمن کو پہنچنے نہ دیتے تھے۔ اور گو یہ قلیل تعداد اس قدر کثیر تعداد کا مقابلہ تو نہ کر سکتی تھی مگر چونکہ باغی چاہتے تھے کہ کوئی بہانہ رکھ کر حضرت عثمانؓ کو قتل کریں وہ بھی اس قدر زور نہ دیتے تھے۔ اس وقت کے حالات سے حضرت عثمانؓ کی اسلامی خیر خواہی پر جو روشنی پڑتی ہے اس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تین ہزار کے قریب باغیوں کا لشکر آپؓ کے دروازے کے سامنے پڑا ہے اور کوئی تدبیر اس سے بچنے کی نہیں مگر جو لوگ آپؓ کو بچانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں ان کو بھی آپؓ روکتے ہیں کہ جاؤ اپنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالو۔ ان لوگوں کو صرف مجھ سے عداوت ہے تم سے کوئی تعارض نہیں۔ آپؓ کی آنکھ اس وقت کو دیکھ رہی تھی جبکہ اسلام ان مفسدوں کے ہاتھوں سے ایک بہت بڑے خطرے میں ہو گا اور صرف ظاہری اتحاد ہی نہیں بلکہ روحانی انتظام بھی پراگندہ ہونے کے قریب ہو جاوے گا اور آپؓ جانتے تھے کہ اس وقت اسلام کی حفاظت اور اس کے قیام کے لیے ایک ایک صحابی کی ضرورت ہو گی۔ پس آپؓ نہیں چاہتے تھے کہ آپؓ کی جان بچانے کی بے فائدہ کوشش میں صحابہ کی جانیں جاویں اور سب کو یہی نصیحت کرتے تھے کہ ان لوگوں سے تعارض نہ کرو اور چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے آئندہ فتنوں کو دور کرنے کے لیے وہ جماعت محفوظ رہے جس نے رسول کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے مگر باوجود آپؓ کے سمجھانے کے جن صحابہ کو آپؓ کے گھر تک پہنچنے کا موقع مل جاتا وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتے اور آئندہ کے خطرات پر موجودہ خطرے کو مقدم رکھتے اور اگر ان کی جانیں اس عرصہ میں محفوظ تھیں تو صرف اس لیے کہ ان لوگوں کو جلدی کی کوئی ضرورت نہ معلوم ہوتی تھی۔ یعنی ان لوگوں کو جو باغی تھے جلدی کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی اور بہانہ کی تلاش تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ اس دن حضرت عثمانؓ پہ حملہ کریں۔

لیکن وہ وقت بھی آخر آ گیا جبکہ زیادہ انتظار کرنا ناممکن ہو گیا کیونکہ حضرت عثمانؓ کا دل کو ہلا دینے والا وہ پیغام جو آپؓ نے حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں کو بھیجا تھا حجاج کے مجمع میں سنا دیا گیا اور وادی مکہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی آواز سے گونج رہی تھی۔ اور حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ حج کے بعد جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہ رہیں گے اور مصری مفسدوں اور ان کے ساتھیوں کا قلع قمع کر کے چھوڑیں گے۔ مفسدوں کے جاسوسوں نے انہیں اس ارادے کی اطلاع دے دی اور اب ان مفسدوں کے کیمپ میں سخت گھبراہٹ کے آثار تھے۔ حتیٰ کہ ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ اب اس شخص کے قتل کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اگر اسے ہم نے قتل نہ کیا تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمارے قتل میں اب کوئی شبہ نہیں۔ اس گھبراہٹ کو اس خبر نے اَور بھی دوبالا کر دیا کہ شام اور کوفہ اور بصرہ میں بھی حضرت عثمانؓ کے خطوط پہنچ گئے ہیں اور وہاں کے لوگ جو پہلے سے ہی حضرت عثمانؓ کے احکام کے منتظر تھے ان خطوط کے پہنچنے پر اَور بھی جوش سے بھر گئے ہیں اور صحابہؓ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے مسجدوں اور مجلسوں میں تمام مسلمانوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلا کر ان مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جس نے آج جہاد نہ کیا اس نے گویا کچھ بھی نہ کیا۔ کوفہ میں عُقبہ بن عمرو، عبداللہ بن ابی اَوْفی اور حَنْظَلَہ بن رَبِیع التَّمِیْمِی اور دیگر صحابہ کرامؓ نے لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کے لیے ابھارا ہے تو بصرہ میں عمران بن حُصَین، انس بن مالک، ہشام بن عامر اور دیگر صحابہ نے۔ شام میں اگر عُبادہ بن صامت، ابو اُمامہ اور دیگر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کی آواز پر لبیک کہنے پر لوگوں کو اکسایا ہے تو مصر میں خارجہ اور دیگر لوگوں نے اور سب ملکوں سے فوجیں اکٹھی ہو کر مدینہ کی طرف بڑھتی چلی آتی ہیں۔ غرض ان خبروں سے باغیوں کی گھبراہٹ اَور بھی بڑھ گئی۔ آخر حضرت عثمانؓ کے گھر پر حملہ کر کے بزور اندر داخل ہونا چاہا۔ صحابہؓ نے مقابلہ کیا اور آپس میں سخت جنگ ہوئی۔ گو صحابہ کم تھے مگر ان کی ایمانی غیرت ان کی کمی کی تعداد کو پورا کر رہی تھی۔ جس جگہ لڑائی ہوئی یعنی حضرت عثمانؓ کے گھر کے سامنے وہاں جگہ بھی تنگ تھی اس لیے بھی مفسد اپنی کثرت سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حضرت عثمانؓ کو جب اس لڑائی کا علم ہوا تو آپؓ نے صحابہ کو لڑنے سے منع کیا مگر وہ اس وقت حضرت عثمانؓ کو اکیلا چھوڑ دینا ایمانداری کے خلاف اور اطاعت کے حکم کے متضاد خیال کرتے تھے اور باوجود حضرت عثمانؓ کے اللہ کی قسم دینے کے انہوں نے لَوٹنے سے انکار کر دیا۔ آخر حضرت عثمانؓ نے ڈھال ہاتھ میں پکڑی اور باہر تشریف لائے اور صحابہ کو اپنے مکان کے اندر لے گئے اور دروازے بند کرا دیے اور آپؓ نے سب صحابہؓ اور ان کے مددگاروں کو وصیت کی کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا اس لیے نہیں دی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ بلکہ اس لیے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت کے سامان جمع کرو۔ یہ دنیا تو فنا ہو جائے گی اور آخرت ہی

ان واقعات کی رؤیت کے گواہوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نامی بیان کرتا ہے کہ ان ایام فتنہ میں مَیں نے دیکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے تمام کام چھوڑ دیے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دشمنوں کا غضب ٹھنڈا کرنے اور آپؓ کی تکالیف دور کرنے کی فکر میں ہی رات دن لگے رہتے تھے

باقی رہے گی۔ پس چاہیے کہ فانی چیز تم کو غافل نہ کرے۔ باقی رہنے والی چیز کو فانی ہو جانے والی چیز پر مقدم کرو اور خدا تعالیٰ کی ملاقات کو یاد رکھو اور جماعت کو پراگندہ نہ ہونے دو اور اس نعمتِ الٰہی کو مت بھولو کہ تم ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے تھے اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو نجات دے کر بھائی بھائی بنا دیا۔ اس کے بعد آپؓ نے سب کو رخصت کیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ تم سب اب گھر سے باہر جاؤ اور ان صحابہ کو بھی بلواؤ جن کو مجھ تک آنے نہیں دیا تھا خصوصاً حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کو۔ یہ لوگ باہر آ گئے اور دوسرے صحابہ کو بھی بلوایا گیا۔ اس وقت کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور ایسی افسردگی چھا رہی تھی کہ باغی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ وقتی طور پر ایسے حالات پیدا ہو گئے۔ جب آپ نے کہا کہ باہر جاؤ، یہ لوگ نکلے تو باغیوں نے حملہ نہیں کیا لیکن بہرحال یہ باہر گئے اور بڑے صحابہ کو اکٹھا کیا اور کیوں نہ ہوتا سب دیکھ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلائی ہوئی ایک شمع اب اس دنیا کی عمر کو پوری کر کے اس دنیا کے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہونے والی ہے۔

غرض باغیوں نے زیادہ تعارض نہ کیا اور سب صحابہؓ جمع ہوئے۔ انہوں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ صحابہ کو جمع ہونے دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ گھر کی دیوار پر چڑھے اور فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ جب سب قریب ہو گئے تو فرمایا کہ اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔ اس پر صحابہ بھی اور مجلس کی ہیبت سے متاثر ہو کر باغی بھی بیٹھ گئے۔ جب سب بیٹھ گئے تو آپؓ نے فرمایا کہ اہلِ مدینہ! مَیں تم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے بعد تمہارے لیے خلافت کا کوئی بہتر انتظام فرما دے۔ آج کے بعد اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ میرے متعلق کوئی فیصلہ فرما دے، میں باہر نہیں نکلوں گا اور مَیں کسی کو کوئی ایسا اختیار نہیں دے جاؤں گا کہ جس کے ذریعہ سے دین یا دنیا میں وہ تم پر حکومت کرے اور اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دوں گا کہ وہ جسے چاہے اپنے کام کے لیے پسند کرے۔ اس کے بعد صحابہ اور دیگر اہل مدینہ کو قسم دی کہ وہ آپؓ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ عظیم میں نہ ڈالیں اور اپنے گھروں کو چلے جاویں۔ آپؓ کے اس حکم نے صحابہ میں ایک بہت بڑا اختلاف پیدا کر دیا۔ ایسا اختلاف کہ جس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ صحابہ ماننے کے سوا اَور کچھ جانتے ہی نہ تھے مگر آج اس حکم کے ماننے میں ان میں سے بعض کو اطاعت نہیں، غداری کی بُو نظر آتی تھی کہ ہم نے مانا تو یہ اطاعت نہیں ہے غداری ہے۔ بعض صحابہ نے اطاعت کے پہلو کو مقدم سمجھ کر بادلِ نخواستہ آئندہ کے لیے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا اور غالباً انہوں نے سمجھا کہ ہمارا کام صرف اطاعت ہے۔ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم دیکھیں کہ اس حکم پر عمل کرنے کے کیا نتائج ہوں گے۔ مگر بعض صحابہ نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بیشک خلیفہ کی اطاعت فرض ہے مگر جب خلیفہ یہ حکم دے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ خلافت سے وابستگی چھوڑ دو۔ پس یہ اطاعت درحقیقت بغاوت پیدا کرتی ہے۔ اور وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا ان کو گھروں کو واپس کرنا ان کی جانوں کی حفاظت کے لیے تھا یعنی صحابہ کی جانوں کی حفاظت کے لیے تھا تو پھر کیا وہ ایسے محبت کرنے والے وجود کو خطرے میں چھوڑ کر اپنے گھروں میں جا سکتے تھے کہ حضرت عثمانؓ تو ان کی محبت کی خاطر ان کی جانوں کو ضائع ہونے سے بچا رہے ہیں اور وہ حضرت عثمانؓ کو چھوڑ دیں یہ ممکن نہیں تھا۔ اس مؤخر الذکر گروہ میں سب اکابر صحابہ شامل تھے۔ چنانچہ باوجود اس حکم کے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے لڑکوں نے اپنے اپنے والد کے حکم کے ماتحت حضرت عثمانؓ کی ڈیوڑھی پر ہی ڈیرہ جمائے رکھا اور اپنی تلواروں کو میانوں میں نہ داخل کیا۔

باغیوں کی گھبراہٹ اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی جبکہ حج سے فارغ ہو کر آنے والے لوگوں میں سے اکّے دکّے مدینہ میں داخل ہونے لگے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ اب ہماری قسمت کے فیصلہ کا وقت بہت نزدیک ہے۔ چنانچہ مُغِیرہ بن الْاَخْنَس سب سے پہلے شخص تھے جو حج کے بعد ثواب جہاد کے لیے مدینہ میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ ہی یہ خبر باغیوں کو ملی کہ اہل بصرہ کا لشکر جو مسلمانوں کی امداد کے لیے آ رہا ہے صِرار مقام پر جو مدینہ سے صرف ایک دن کے فاصلے پر ہے آ پہنچا ہے۔ ان خبروں سے متاثر ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو اپنے مدعا کو جلد پورا کیا جائے اور چونکہ وہ صحابہ اور ان کے ساتھی، جنہوں نے باوجود حضرت عثمانؓ کے منع کرنے کے حضرت عثمانؓ کی حفاظت نہ چھوڑی تھی اور صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ہم آپ کو باوجود ہاتھوں میں طاقت مقابلہ ہونے کے چھوڑ دیں تو خدا تعالیٰ کو کیا منہ دکھلائیں گے بوجہ اپنی قلت تعداد اب مکان کے اندر کی طرف سے حفاظت کرتے تھے اور دروازہ تک پہنچنا باغیوں کے لیے مشکل نہ تھا۔ انہوں نے دروازے کے سامنے لکڑیوں کے انبار جمع کر کے آگ لگا دی تا کہ دروازہ جل جائے اور اندر پہنچنے کا رستہ مل جاوے۔ صحابہؓ نے اس بات کو دیکھا تو اندر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔ تلواریں پکڑ کر باہر نکلنا چاہا مگر حضرت عثمانؓ نے اس بات سے روکا اور فرمایا گھر کو آگ لگانے کے بعد اَور کون سی بات رہ گئی ہے۔ اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ تم لوگ اپنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالو اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ ان لوگوں کو صرف میری ذات سے عداوت ہے مگر جلد یہ لوگ اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے۔ میں ہر ایک شخص کو جس پر میری اطاعت فرض ہے اس کے فرض سے سبکدوش کرتا ہوں اور اپنا حق معاف کرتا ہوں۔ مگر صحابہؓ نے اور دیگر لوگوں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور تلواریں پکڑ کر باہر نکلے۔ ان کے باہر نکلتے وقت حضرت ابوہریرہؓ بھی آ گئے اور باوجود اس کے کہ وہ فوجی آدمی نہ تھے وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے اور فرمایا کہ آج کے دن کی لڑائی سے بہتر اَور کون سی لڑائی ہو سکتی ہے اور پھر باغیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ یٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَ تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ (المومن:42) یعنی اے میری قوم! کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

یہ لڑائی ایک خاص لڑائی تھی اور مٹھی بھر صحابہؓ جو اس وقت جمع ہو سکے انہوں نے اس لشکرِ عظیم کا مقابلہ جان توڑ کر کیا۔ حضرت امام حسنؓ جو نہایت صلح جُو بلکہ صلح کے شہزادے تھے انہوں نے بھی اس دن رجز پڑھ پڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ ان کا اور محمد بن طلحہ کا اس دن کا رجز خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کیونکہ ان سے ان کے دلی خیالات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت امام حسنؓ یہ شعر پڑھ کر باغیوں پر حملہ کرتے تھے کہ

لَا دِیْنُهُمْ دِیْنِیْ وَلَا اَنَا مِنْهُمُ
حَتّٰی اَسِیْرَ اِلٰی طَمَارِ شَمَامِ

یعنی ان لوگوں کا دین میرا دین نہیں اور نہ ان لوگوں سے میرا کوئی تعلق ہے اور میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں گا کہ شَمام پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ جاؤں۔ (شَمام عرب کا ایک پہاڑ ہے جس کو بلندی پر پہنچنے اور مقصد کے حصول سے مشابہت دیتے ہیں۔) بہرحال حضرت امام حسنؓ کا یہ مطلب ہے کہ جب تک مَیں اپنے مدعا کو نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک مَیں برابر ان سے لڑتا رہوں گا اور ان سے صلح نہ کروں گا کیونکہ ہم میں کوئی معمولی اختلاف نہیں کہ بغیر ان پر فتح پانے کے ہم ان سے تعلق قائم کر لیں۔ یہ تو وہ خیالات ہیں جو اس شہزادہ صلح کے دل میں موجزن تھے۔ اب ہم طلحہ کے لڑکے محمد کا رجز لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

اَنَا ابْنُ مَنْ حَامٰی عَلَیْهِ بِاُحُدٍ
وَرَدَّ اَحْزَابًا عَلٰی رَغْمٍ مَعَدٍّ

یعنی میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اُحد کے دن کی تھی اور جس نے باوجود اس کے کہ عربوں نے سارا زور لگایا تھا ان کو شکست دے دی تھی۔ یعنی آج بھی اُحد کی طرح کا ایک واقعہ ہے اور جس طرح میرے والد نے اپنے ہاتھ کو تیروں سے چھلنی کروا لیا تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنچ نہ آنے دی تھی میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے اور بری طرح زخمی ہوئے۔ مروان بھی سخت زخمی ہوا اور موت تک پہنچ کر لَوٹا۔ مغیرہ بن الاخنس مارے گئے۔ جس شخص نے ان کو مارا تھا اس نے دیکھ کر کہ آپ زخمی ہی نہیں ہوئے بلکہ مارے گئے ہیں زور سے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ سردار لشکر نے اسے ڈانٹا کہ اس خوشی کے موقع پر افسوس کا اظہار کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ آج رات میں نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مُغیرہ کے قاتل کو دوزخ کی خبر دو۔ پس یہ معلوم کر کے کہ میں ہی اس کا قاتل ہوں مجھے اس کا صدمہ ہونا لازمی تھا۔ مذکورہ بالا لوگوں کے سوا اور لوگ بھی زخمی ہوئے اور مارے گئے اور حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے والی جماعت اَور بھی کم ہو گئی لیکن اگر باغیوں نے باوجود آسمانی انذار کے اپنی ضد نہ چھوڑی اور خدا تعالیٰ کی محبوب جماعت کا مقابلہ جاری رکھا تو دوسری طرف مخلصین نے بھی اپنے ایمان کا اعلیٰ نمونہ دکھانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ باوجود اس کے کہ اکثر محافظ مارے گئے یا

یہ دنیا تو فنا ہو جائے گی اور آخرت ہی باقی رہے گی۔ پس چاہیے کہ فانی چیز تم کو غافل نہ کرے۔ باقی رہنے والی چیز کو فانی ہو جانے والی چیز پر مقدم کرو اور خدا تعالیٰ کی ملاقات کو یاد رکھو اور جماعت کو پراگندہ نہ ہونے دو

زخمی ہو گئے پھر بھی ایک قلیل گروہ برابر دروازے کی حفاظت کرتا رہا۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 314 تا 327)

بہرحال اس کا تسلسل ابھی آگے بھی چلے گا۔ آئندہ جمعہ یہ پیش کروں گا۔ ان شاء اللہ۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے دوبارہ دعا کی درخواست ہے، الجزائر کے لیے بھی، وہاں بھی دوبارہ کیس کھل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لیے آسانیاں پیدا کرے اور مخالفین کی سختیوں کو اللہ تعالیٰ جلد دور فرمائے۔ آسانیاں پیدا فرمائے۔

اب نمازوں کے بعد میں کچھ جنازے بھی ادا کروں گا۔ ان کا ذکر بھی یہاں کر دیتا ہوں۔ جنازہ غائب ہوں گے۔

پہلا ذکر مکرم مولوی محمد نجیب خان صاحب نائب ناظر دعوت الی اللہ جنوبی ہند قادیان کا ہے جو ماسٹر وی ایم محمد صاحب مرحوم آف جماعتِ احمدیہ کا کناڈ ضلع ارناکلم کیرالہ کے بیٹے تھے۔ 14؍فروری کو ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے شامل ہیں اور تینوں بیٹے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ ایک بیٹا جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہا ہے۔ مرحوم پیدائشی احمدی نہیں تھے بلکہ سترہ سال کی عمر میں مرحوم کو اپنے والد کے ذریعہ جماعت احمدیہ کا تعارف ہوا تھا جس پر آپ جماعتی لٹریچر اور کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا مطالعہ کرنے لگے اور ایک دن اپنے والد صاحب سے دریافت کیا کہ ایک بچہ کتنی عمر میں از خود فیصلے لے سکتا ہے جس پر مرحوم کے والد صاحب نے کہا کہ انسان سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے فیصلے لے سکتا ہے۔ اس پر مرحوم نے مولانا محمد علوی صاحب کے ذریعہ بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ بیعت کے حوالے سے مولانا علوی صاحب اپنی ایک خواب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کی طرف کئی ستارے آرہے ہیں جن میں سے ایک چھوٹا ستارہ بڑی تیزی سے آرہا ہے تو علوی صاحب اس چھوٹے ستارے سے مراد مولوی محمد نجیب خان صاحب مرحوم کو لیا کرتے تھے۔ بہرحال آپ اپنے گھر میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے تھے۔ ان کے والد گو جماعت کو جانتے تھے لیکن احمدی نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں مرحوم کی کوششوں سے ہی والدہ، بھائیوں اور والد نے بیعت کی۔ بیعت کے بعد مرحوم نے ایک خواب کی بنا پر جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور بطور واقف زندگی سلسلہ کی خدمت کا فیصلہ کر لیا۔ پھر وہاں سے فراغت کے بعد ہندوستان میں ان کی تقرری ہوئی۔ انہوں نے پہلے چندی گڑھ میں، پھر مختلف جگہوں پہ مبلغ کے طور پر کام کیا۔ پھر ان کو مَیں نے نائب ناظر دعوت الی اللہ مقرر کیا۔ اسی طرح نائب انچارج شعبہ نور الاسلام میں انہوں نے کام کیا جو وہاں تبلیغ کا کام بڑی اچھی طرح کر رہا ہے۔

آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ تہجد گزار، خلافت سے سچی وابستگی رکھنے والے، وفاداری اور سچی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ ہر کام خلوص کے ساتھ نہایت سنجیدگی اور سلیقے سے بروقت ادا کرتے تھے۔ ان کی فطرت میں شامل تھا کہ کام کو بڑی سنجیدگی سے کریں اور بروقت کریں۔ عبادت کی طرف خاص توجہ تھی۔ گھر والوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتے تھے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی خاص حصہ لیتے تھے۔

شیراز صاحب شعبہ نور الاسلام کے انچارج لکھتے ہیں کہ باقاعدگی کے ساتھ یہ بیت الدعا میں آکے دعا کرتے تھے۔ بہت شریف النفس تھے۔ دین کی بے لوث خدمت کا جذبہ رکھتے تھے۔ خلیفۂ وقت کی تربیتی اور تبلیغی ٹارگٹس کو پورا کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ جماعتی کتب کے ملیالم زبان میں تراجم اور ترجمہ شدہ کتب کے ریویو اور چیکنگ کی بھی ان کو توفیق ملی۔ ناظر نشر و اشاعت قادیان نے مرحوم کی ان خدمات کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرحوم کو کتاب الوصیت، تجلیات الٰہیہ، عرفان الٰہی، قاعدہ یسرنا القرآن اور میرے خطبات بابت تحریک وقفِ نو کا ملیالم زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ اسی طرح تفسیر صغیر کے ملیالم ترجمہ کی ری پرنٹنگ کے وقت اس کی چیکنگ کی بھی ان کو توفیق ملی۔ ان کی ایک کتاب نصاب تعلیم تین حصص بزبان ملیالم میں بھی ہے۔ 2013ء سے 16ء تک ان کو صدر ریویو کمیٹی صوبہ کیرالہ خدمت کی توفیق ملی۔ امیر ضلع ارناکلم صوبہ کیرالہ ابوبکر صاحب کہتے ہیں کہ ان کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا ترجمہ کر کے لوگوں تک پہنچانے کا ایک جوش تھا۔ کمزور ایمان والوں کو استقامت کے معیار تک پہنچانے اور ان کی ثابت قدمی کے لیے بھی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ ہے، ذکر ہے نذیر احمد خادم صاحب کا جو چودھری احمد دین صاحب چٹھہ کے بیٹے تھے اور منیر بسمل صاحب ایڈیشنل ناظر اشاعت کے بڑے بھائی تھے۔ 6؍فروری کو یہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے دادا چودھری شاہ دین صاحب کے ذریعہ سے ان کے خاندان میں احمدیت آئی تھی۔ نذیر خادم صاحب نے کالج کے زمانہ سے ہی خدمتِ دین کا آغاز کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تحریر و تقریر میں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جوانی سے لے کر زندگی کے آخری وقت تک تقریر و تحریر اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ خدمتِ دین اور تبلیغِ دین میں لگے رہے۔ خدام الاحمدیہ ربوہ میں معاون صدر رہے۔ پھر معتمد کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ پھر نائب امیر ضلع بہاولنگر بھی رہے۔ نائب قائد عمومی مجلس انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ دار القضاء ربوہ کے قاضی بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی، ان کے بچوں کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم الحاج ڈاکٹر نانا مصطفیٰ اوٹی بواٹنگ صاحب کا ہے جو الحاجی چوچو کے نام سے گھانا میں معروف تھے۔ 17؍جنوری کو ستر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عیسائی گھرانے میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ 1979ء میں ان کو قبول احمدیت کی توفیق ملی اور آپ نے اپنی عملی زندگی ایک ڈرائیور کے طور پر شروع کی۔ آپ کو امیر عبدالوہاب آدم صاحب کے ساتھ لمبا عرصہ بطور ڈرائیور خدمت کا موقع ملا۔ برطانیہ اور پھر گھانا میں جماعت کے پریس میں خدمت کرنے کا بھی موقع ملا۔ کچھ عرصہ جاپان میں بھی رہے جہاں آپ کو اپنی جماعت کا لوکل پریذیڈنٹ بھی بنا دیا گیا۔ میں بھی جب وہاں تھا تو اس وقت میں نے دیکھا ہے یہ بڑے ہنس مکھ اور ہر وقت دینی کام میں مصروف رہنے والے شخص تھے۔ باوجود اس کے کہ کوئی پوزیشن نہیں تھی لیکن کوشش ہوتی تھی کہ ہر وقت ہر کام کے لیے حاضر رہیں۔ انہوں نے بعد میں پھر اپنا بزنس شروع کر دیا اور پھر ترقی کرتے کرتے گھانا کے معروف بزنس مینوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ اور چوچو انڈسٹری کے نام سے ان کی ایک فیکٹری بھی تھی۔ اس بزنس کی کامیابی کو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خلیفہ وقت کی دعاؤں اور قربانی کے جذبہ کی طرف منسوب کیا کرتے تھے۔ مالی قربانیاں بھی بہت کیں۔ بطور نیشنل سیکرٹری جائیداد گھانا گیارہ سال تک ان کو خدمت کا موقع ملا۔ ریجنل پریذیڈنٹ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کے پسماندگان میں تین بیویاں اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کا ایک بیٹا بھی تھا جو چند سال قبل وفات پا گیا تھا۔

مبارک احمد عادل صاحب مشنری کوفوریڈوا (Koforidua) کے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں دین اور انسانیت کی خدمت کے لیے وقت اور مال کی بے دریغ قربانی اور عاجزی بہت نمایاں تھی۔ نماز تہجد اور پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ چندہ جات کی باقاعدہ اور بروقت ادائیگی کرتے۔ آپ نے ایک مسجد کلیۃً اپنے خرچ سے بنوائی اور متعدد مساجد کی تعمیر میں نصف سے زائد خرچ ادا کیے۔ اسی طرح بعض مشن ہاؤسز کی تعمیر اور مرمت میں بھی بڑا حصہ لیا۔ جماعتی زمینوں پر جب کوئی قبضہ یا دیگر مسئلہ وغیرہ پیدا ہوتا تو قانونی چارہ جوئی کرنے کے لیے خود وکیل کر کے اس کی پیروی کرتے۔ تمام اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتے، جماعت سے نہیں لیتے تھے۔ احمدیت کے پیغام کی تبلیغ کے لیے آپ کے دل میں ایک خاص جذبہ اور شوق تھا۔ والدین کو بھی آپ نے تبلیغ کر کے احمدیت میں داخل کیا۔ دس سال سے زائد عرصہ تک ایک ریڈیو اسٹیشن جو گھانا کی نصف آبادی تک سنا جاتا ہے اس میں اپنے خرچ پر نصف گھنٹے کا تبلیغی پروگرام کرواتے رہے جو اب بھی جاری ہے۔ پھر ان کا ایک ٹی وی چینل بھی تھا اس میں بھی اپنے خرچ پر تبلیغ کا روزانہ ایک اور ایک ہفتہ وار پروگرام کرواتے رہے اور ویڈیو پروگرام بھی ہوتا تھا۔ تبلیغ کے حوالے سے نشریات ہوتی تھیں۔ ان پروگراموں کے ذریعہ سے لاکھوں افراد تک جماعت کا پیغام پہنچا اور سینکڑوں کو قبول احمدیت کی توفیق بھی ملی۔ ایک گاڑی محض تبلیغی کاموں کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ تبلیغی وتربیتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں سہولت اور تیزی پیدا کرنے کی غرض سے آپ نے بعض معلمین اور مربیان کو موٹر سائیکلیں اور بعض کو کاریں بھی لے کر دی تھیں۔ پوشیدہ طور پر ان کی مالی مدد کیا کرتے تھے اور افراد جماعت کو نصیحتاً کہا کرتے تھے کہ احمدیت کو اپنی ذاتی اور قیمتی پراپرٹی کی طرح محبوب اور عزیز جان کر اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت اور حفاظت کرنی چاہیے۔ تبلیغ کے لیے ہر قسم کی قربانی کیا کریں۔ اس سے اللہ تعالیٰ بھی آپ پر اپنے بے شمار فضل اور احسان کرے گا اور یہ خود اس کا نمونہ تھے۔ دوسروں کو جو نصائح کرتے اپنا عملی نمونہ بھی اس کے مطابق رکھنے کی کوشش کرتے۔ کوفوریڈوا ریجن کا ہسپتال جو ریجن کا

سب سے بڑا ہسپتال ہے اس کی بعض سڑکیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں، اندر مریضوں کے لیے بہت دقتیں پیش آتی تھیں تو اپنے خرچ پر نئے سرے سے انہوں نے وہ سڑک تعمیر کروائی اور افتتاح کے لیے ریجنل منسٹر اور سیاسی شخصیات، ڈاکٹرز، میڈیا وغیرہ سب وہاں آیا ہوا تھا وہ سب تقریباً غیر احمدی تھے یا عیسائی تھے۔ آپ نے اس موقع پر اپنا اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک احمدی مسلمان ہوں اور مسیح کی آمد ثانی مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان رکھتا ہوں۔ مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء نے ہی مجھے حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے انسانیت کی خدمت کرنا بھی سکھایا ہے جس کی وجہ سے بطور احمدی مسلمان مَیں انسانوں سے ہمدردی اور ان کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں نے ہسپتال میں یہ سڑک بنائی ہے۔ اڑتالیس سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم دوبارہ معلم جمال الدین صاحب کے ذریعہ سے پڑھا اور یسرنا القرآن بھی دوبارہ سیکھا تا کہ تلفظ صحیح ہو۔ پھر باقاعدہ ترجمہ کے ساتھ تلاوت کی عادت رکھی اور بہت غور کیا کرتے تھے۔ بہت سے بچوں کو آپ نے اڈاپٹ (adopt) کیا تھا۔ ان کی رہائش کے لیے اپنے گھر میں کمرے مہیا کیے ہوئے تھے۔ ان کی دینی و دنیاوی تعلیم کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ غرض کہ بے شمار نیکیاں کرنے والے یہ شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جو ذکر ہے وہ مکرم غلام نبی صاحب ابن فضل دین صاحب ربوہ کا ہے۔ یہ ضیاء الرحمٰن صاحب طیب مربی سلسلہ گابون (Gabon) کے والد تھے جو 2/فروری کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ پیدائشی احمدی تھے۔ بینک کی ملازمت کیا کرتے تھے۔ وہاں سے ریٹائرڈ ہوئے تو پھر ڈسکہ میں آ کے آباد ہوئے۔ وہاں کے سیکرٹری مال رہے۔ نائب صدر بھی رہے۔ جنرل سیکرٹری بھی رہے۔ زعیم انصار اللہ بھی رہے۔ امام الصلوٰۃ کے طور پر خدمات انجام دیں۔ تہجد کے پابند، نمازیں کوشش کر کے مسجد میں ادا کرتے تھے۔ باقاعدہ بآواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے انتہائی شفیق، ہمدرد، نرم دل اور صابر و شاکر انسان تھے۔ ضیاء الرحمٰن صاحب طیب جو گابون کے مربی سلسلہ ہیں جیسا کہ میں نے کہا ان کے والد تھے اور حالات کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے اور تدفین میں یہ مربی صاحب شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

☆...☆...☆

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات



مورخہ 15/ تا 21/مارچ 2021ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات میں سے چند ایک کی جھلک ہدیۂ قارئین ہے:

☆...**مورخہ 16 اور 21/مارچ** کو فارغ التحصیل مربیان جامعہ احمدیہ یوکے 2020ء کی حضور انور کے ساتھ مسجد مبارک، اسلام آباد میں 49ویں اور 50ویں نشست تھی۔ ان نشستوں میں حضور انور مختلف امور بشمول کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں مربیان کی رہنمائی فرماتے اور ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

☆... **19/مارچ بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔

حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد ذو النّورین حضرت عثمان بن عفانؓ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ فرمایا۔ نیز حضور انور نے چار مرحومین مبشر احمد رند صاحب ابن احمد بخش صاحب معلّم وقفِ جدید، مکرم منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت اسلام آباد (پاکستان)، بریگیڈیئر ریٹائرڈ محمد لطیف صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی اور مکرم کونوک اومُربیکوف صاحب آف قرغیزستان کا ذکرِ خیر فرمایا اور ان کی نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔

☆...**20/مارچ بروز ہفتہ :**

آج نمازِ ظہر سے قبل ایم ٹی اے انٹرنیشنل گھانا سٹوڈیوز کے ٹیم ممبران کی حضورِ انور کے ساتھ آن لائن نشست تھی۔

☆... حضورِ انور نے آج بعد نمازِ ظہر وعصر درج ذیل 04/ نکاحوں کا اعلان فرمایا اور ان کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی:

☆...عزیزہ ماہا محمود سردار (واقفۂ نو) بنت مکرم محمود الغنی سردار صاحب (لاہور) ہمراہ مکرم محمد عبد اللہ صاحب ابن مکرم شیخ سعید اللہ صاحب (فیصل آباد)

☆...عزیزہ حُصبۃ الحئ بنت مکرم نعمت اللہ صاحب (لاہور) ہمراہ مکرم لقمان احمد خان صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم تنویر احمد خان صاحب (لاہور)

☆...عزیزہ ساخرہ صابر (واقفۂ نو) بنت مکرم سلیم احمد صابر صاحب (صدر جماعت ڈیئر پارک، لندن) ہمراہ مکرم شہزاد احمد صاحب ابن مکرم فیاض احمد صاحب (لندن)

☆...عزیزہ فوزیہ کریم بنت مکرم عبد الکریم صاحب مرحوم (سٹن) ہمراہ مکرم انصر احمد وڑائچ صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم منظور احمد وڑائچ صاحب (وولور ہیمپٹن)

☆...**21/مارچ بروز اتوار:** آج نمازِ ظہر سے قبل ناصرات الاحمدیہ آسٹریلیا کی حضورِ انور کے ساتھ آن لائن ملاقات ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ
وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

23/ مارچ یوم مسیح موعود کے حوالے سے

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بصیرت افروز ارشادات

(مرتبہ: انیس خلیل۔ مربی سلسلہ سیرالیون)

اس دن اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دَور کا آغاز ہوا

یہ دن اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے

'' آج 23 مارچ ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ آج کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ آج سے 118 سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے بیعت کا آغاز فرمایا تھا اور یوں جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ یہ دن اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2007ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ اپریل 2007ء صفحہ 5)

اللہ تعالیٰ نے وہ چاند روشن کرنے کے بارے میں اطلاع دی تھی جس نے سراج منیر سے روشنی پانی تھی

'' جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں... اس مہینے میں، 23 مارچ کو قرآن کریم کی وہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بڑی خوشخبری کی صورت میں عطا فرمائی تھی۔ مسلم اُمّہ کے ایک ہزار سال کے مسلسل اندھیروں میں ڈوبتے چلے جانے اور مسلمانوں کی اکثریت میں دین اسلام کا فقط نام رہ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ چاند روشن کرنے کے بارے میں اطلاع دی تھی جس نے سراج منیر سے روشنی پانی تھی۔ جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تا قیامت پھر وہ روشنی پھیلاتا چلا جائے گا اور اس کا سلسلہ بھی دائمی ہوگا اور اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے حُسن اور ضیاء سے اس کے تربیت یافتہ بھی ہمیشہ دنیا کے دلوں کو خوبصورتی اور روشنی بخشتے رہیں گے۔

پس آنحضرت ﷺ کے اس عظیم فرزند کی قائم کردہ جماعت کا ایک دور 23 مارچ 1889ء کو شروع ہوا جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً فرمایا کہ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔

(تذکرہ صفحہ 134 ایڈیشن چہارم۔ 2004ء)

آپؑ نے ازالہ اوہام میں اس کا ترجمہ یوں فرمایا کہ ''جب تُو نے اس خدمت کے لئے قصد کر لیا تو خدائے تعالیٰ پر بھروسہ کر اور یہ کشتی ہماری آنکھوں کے رُوبرو اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ تجھ سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ ہوگا جو ان کے ہاتھ پر ہوگا۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 565)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں کہ ''اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت در پیش ہے۔''

(فتح اسلام صفحہ 42-43۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 24-25)

بہرحال آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق 23 مارچ 1889ء کو بیعت لی اور سینکڑوں خوش قسمت اس روز اس کشتی میں سوار ہوئے اور یہ تعداد بڑھتے بڑھتے آپؑ کی زندگی میں ہی لاکھوں تک پہنچ گئی اور ان بیعت کرنے والوں نے اپنی بیعت کے حق بھی ادا کئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا ہاتھ ان پر رکھا اور وہ لوگ روحانی منازل طے کرتے چلے گئے۔ اُن پر بھی مخالفت کی خوفناک اور اندھیری آندھیاں چلیں۔ اپنوں اور غیروں کی دشمنی کا انہیں سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ آپؑ کی بیعت میں آنے کے جرم میں بعض کو شہید بھی کیا گیا۔ جن میں سب سے بڑے شہید، جن کو اذیت دے کے شہید کیا گیا، وہ صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ شہید ہیں۔ جنہیں مولویوں کے فتوے پر بادشاہ کے حکم سے ظالمانہ طور پر پہلے زمین میں گاڑا گیا اور پھر سنگسار کر کے شہید کیا گیا اور ان واقعات نے قرونِ اولیٰ کے ان ظلموں کی یاد تازہ کر دی جو آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ پر روا رکھے گئے تھے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ مارچ 2009ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 10/ اپریل 2009ء صفحہ 5 تا 6)

اس دن اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا

23/ مارچ کے حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'' یہ دن جماعت احمدیہ میں بڑا اہم دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دَور کا آغاز ہوا۔ یا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو اُس دن مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے اعلان کی اجازت دی جنہوں نے جہاں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے براہین و دلائل پیش کرنے تھے وہاں دین اسلام کی برتری تمام ادیان پر کامل اور مکمل دین ثابت کرتے ہوئے ثابت کرنی تھی اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے دلوں کو بھرنا تھا۔

پس آج ہم وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اس دن کی



اہمیت ہے، جماعت میں اس دن کی اہمیت کے مدّنظر یوم مسیح موعود کے جلسے بھی ہوتے ہیں اور آج سے دو دن پہلے بھی بہت سے جلسے ہوئے جن میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد اور آپ کی جماعت کے قیام اور اس دن کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی وہاں افراد جماعت نے شکر بھی ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہوئے آنے والے مسیح موعود کو اور مہدی معہود کو ماننے اور اسے سلام پہنچانے کی توفیق بخشی۔

... جب 23/ مارچ کو ہم یوم مسیح موعود مناتے ہیں تو ہمیں ان باتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ یہ باتیں حضرت مسیح موعودؑ دنیا میں پیدا کرنے آئے تھے اور ہم جو آپ کے ماننے والے ہیں کیا ہم میں یہ باتیں پیدا ہوگئی ہیں یا کیا ہم اس انقلاب کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25/ مارچ 2016ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ اپریل 2016ء صفحہ 5 تا 6)

اس دن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی باقاعدہ بیعت کے ذریعہ سے بنیاد رکھی

''... 23/ مارچ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑا اہم دن ہے کیونکہ اس دن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی باقاعدہ بیعت کے ذریعہ سے بنیاد رکھی۔ آپؑ نے فرمایا کہ آنے والا مسیح موعود اور مہدی معہود جس کے آنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی وہ میں ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا کہ توحید کا قیام کر کے محبت الٰہی دلوں میں پیدا کروں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ مارچ 2017ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ اپریل 2017ء صفحہ 5)

اس دن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ میں ہی وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی

'' کل 23/ مارچ ہے اور یہ دن جماعت میں یوم مسیح موعودؑ کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جس مسیح و مہدی نے آخری زمانے میں آ کر اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا کو بتانا تھا اور پھیلانا تھا اور مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر جمع کرنا تھا بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانا تھا اس کا اعلان ہوا۔ یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ میں ہی وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور یوں آپؑ نے اپنی بیعت کا آغاز فرمایا۔... آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ۔

''وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا''

(درّثمین صفحہ 160)

پس زمانے کی حالت متقاضی تھی کہ کوئی آئے جو اسلام کی ڈولتی کشتی کو سنبھالے لیکن بدقسمتی سے مسلمان علماء کی اکثریت نے جو پہلے اس انتظار میں تھے کہ کوئی مسیح آئے اور بڑی شدت سے یہ انتظار کر رہے تھے لیکن آپؑ کے دعوے کے بعد اکثریت نے مخالفت کی اور عامۃ المسلمین کو جھوٹی کہانیاں سنا کر، جھوٹی باتیں آپؑ کی طرف منسوب کر کے آپؑ کے خلاف اور آپؑ کی جماعت کے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ قتل کے فتوے دیے جانے لگے۔ بلکہ آج تک احمدیوں پر بعض ملکوں اور جگہوں پر ظلم و بربریت دکھاتے ہوئے قتل و غارت گری کی ایسی ہولناک مثالیں قائم کی جا رہی ہیں یا کی گئیں اور یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا گیا جن کا اسلام کی حقیقت جاننے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے اور کبھی ان سے ایسی حرکتیں عمل میں آ ہی نہیں سکتیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ مارچ 2019ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12/ اپریل 2019ء صفحہ 5)

اسلام کا درد رکھنے والے اس انتظار میں تھے کہ کوئی مسیحا آئے اور اسلام کی اس ڈولتی کشتی کو سنبھالے

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک شعر

میں فرماتے ہیں کہ

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا

(درثمین اردو صفحہ 160)

وہ زمانہ جس میں سے اُس وقت مسلمان گزر رہے تھے درد رکھنے والے مسلمانوں کے لئے انتہائی بے چین کرنے والا زمانہ تھا۔ لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایسی حالت ہوگئی تھی کہ ایمان ثریّا پر جاچکا تھا۔عملاً مسلمانوں میں نہ دین باقی رہا تھا۔ نہ اسلام کی حقیقت باقی رہی تھی۔ اسلام کا درد رکھنے والے اس انتظار میں تھے کہ کوئی مسیحا آئے اور اسلام کی اس ڈولتی کشتی کوسنبھالے۔ ان میں سے ایک بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی بھی تھے۔ ان کی شہرت بڑی دُور دُور تھی۔ بہت سے ان کے مرید تھے۔ ان کی بزرگی کی وجہ سے ایک دفعہ مہاراجہ جمّوں نے ان کو دعوت دے کر کہا کہ آپ جمّوں آ کر میرے لئے دعا کریں لیکن آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر دعا کروانی ہے تو میرے پاس آ کر کرواؤ۔ بہر حال بڑے بڑے لوگ ان کے مرید تھے۔حضرت صوفی احمد جان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع سے ہی بڑا عقیدت کا تعلق تھا۔ اُس وقت ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ نہیں کیا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے سے پہلے ان کی وفات ہوگئی۔ انہوں نے ہی اُس وقت اس حالت اور اس زمانے کو دیکھتے ہوئے یہ بھی ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عرض کیا تھا کہ

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے سے پہلے ان کی وفات ہوگئی تھی لیکن ان کو یہ یقین تھا کہ آپ ہی زمانے کے امام اور مسیح موعود ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی اولاد کو، اپنے مریدوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ جب بھی دعویٰ ہو گا تم مان لینا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 11 صفحہ 342-343 خطبہ جمعہ فرمودہ 23 مارچ 1928ء)

بہر حال صاحبِ بصیرت لوگ بزرگ جانتے تھے کہ اسلام کی اس ڈولتی کشتی کو اگر اس زمانے میں کوئی سنبھال سکتا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ نے براہین احمدیہ لکھ کر اسلام کے مخالفین کے منہ بند کئے تھے۔ آپ کا ایسا لٹریچر موجود تھا جس کا مخالفینِ اسلام جواب نہیں دے سکتے تھے۔ جب تک آپ نے دعویٰ نہیں کیا بڑے بڑے علماء آپ کی اس بات کے معتقد تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آپ نے دعویٰ کیا تو یہی علماء اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے آپ کی مخالفت بھی کرنے لگ گئے اور آج تک یہی مفاد پرست علماء ہیں جو آپ کی مخالفت کر رہے ہیں اور عامۃ المسلمین کے دلوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کے خلاف نفرتیں پیدا کر رہے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیشمار تحریروں اور تقریروں اور مجالس میں اپنے دعوے کے سچے ہونے کی دلیلیں دیں۔ زمانے کی ضرورت کے مطابق مسیح موعود کے آنے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے آپ کے حق میں ہونے کے بارے میں بتایا۔ لیکن جو صاف دل تھے ان کو تو سمجھ آ گئی اور جن کے دلوں میں بُغض تھا، کینہ تھا، مفاد پرستی تھی، ان کو سمجھ نہیں آئی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ نومبر 2017ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 8/ دسمبر 2017ء صفحہ 5 تا 6)

اس جماعت میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ ہم اسلام کی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں اور پہلے ہی جو اتنے فرقے ہیں تو پھر ایک نیا فرقہ بنانے کی کیا ضرورت ہے اور آپ کی جماعت میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ہمارے احمدی بھی معترضین کی یہ باتیں سن کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اُس زمانے میں اور آجکل بھی بعض ایسے ہیں جو خاموش ہو جاتے ہیں کہ کیا جواب دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ’’بہت سے ایسے لوگ ہیں جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کی ضرورت کیا ہے؟ کیا ہم نماز روزہ نہیں کرتے ہیں؟ وہ اس طرح پر دھوکہ دیتے ہیں۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ جو ناواقف ہوتے ہیں ایسی باتوں کو سن کر دھوکہ کھاجاویں اور ان کے ساتھ مل کر یہ کہہ دیں کہ جس حالت میں ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور وِرد وظائف کرتے ہیں۔ پھر کیوں یہ پھوٹ ڈال دی؟‘‘ (کہ نیا فرقہ بنا دیا۔ تو کیوں پھوٹ ڈال دی۔ ہم نماز روزہ کر رہے ہیں تو تمہارے اندر شامل ہونے کی، ایک نیا فتنہ فساد پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔) آپ فرماتے ہیں کہ ’’یاد رکھو کہ ایسی باتیں کم سمجھی اور معرفت کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ میرا اپنا کام نہیں ہے۔ یہ پھوٹ اگر ڈال دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔‘‘ (میں نے تو قائم نہیں کیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔) ’’کیونکہ ایمانی حالت کمزور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایمانی قوت بالکل ہی معدوم ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حقیقی ایمان کی روح پھونکے جو اس سلسلہ کے ذریعہ سے اس نے چاہا ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کا اعتراض بیجا اور بیہودہ ہے۔ پس یاد رکھو کہ ایسا وسوسہ ہرگز ہرگز کسی کے دل میں نہیں آنا چاہئے اور اگر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے تو یہ وسوسہ آ ہی نہیں سکتا۔غور سے کام نہ لینے کے سبب ہی سے وسوسہ آتا ہے جو ظاہری حالت پر نظر کر کے کہہ دیتے ہیں کہ اور بھی مسلمان ہیں۔ اس قسم کے وسوسوں سے انسان جلد ہلاک ہو جاتا ہے‘‘۔ فرمایا کہ ’’میں نے بعض خطوط اس قسم کے لوگوں کے دیکھے ہیں جو بظاہر ہمارے سلسلہ میں ہیں‘‘ (بیعت کی ہوئی ہے) ’’اور کہتے ہیں کہ ہم سے جب یہ کہا گیا کہ دوسرے مسلمان بھی بظاہر نماز پڑھتے ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور نیک معلوم ہوتے ہیں پھر اس نئے سلسلہ کی کیا حاجت ہے؟‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ ’’یہ لوگ باوجود یکہ ہماری بیعت میں داخل ہیں ایسے وسوسے اور اعتراض سن کر لکھتے ہیں کہ ہم کو اس کا جواب نہیں آیا۔ ایسے خطوط پڑھ کر مجھے ایسے لوگوں پر افسوس اور رحم آتا ہے کہ انہوں نے ہماری اصل غرض اور منشاء کو نہیں سمجھا۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ رسمی طور پر یہ لوگ ہماری طرح شعائرِ اسلام بجالاتے ہیں اور فرائض الٰہی ادا کرتے ہیں حالانکہ حقیقت کی روح ان میں نہیں ہوتی‘‘۔ (صرف فرضی طور پہ نہیں کرنا۔ ظاہری طور پر نہیں کرنا بلکہ حقیقی طور پر عبادت بھی ہونی چاہئے اور دوسرے فرائض بھی ادا ہونے چاہئیں۔) ’’اس لیے یہ باتیں اور وساوس سحر کی طرح کام کرتے ہیں۔‘‘ (وسوسے آجاتے ہیں اور جو باتیں کر رہے ہوتے ہیں اس کا اثر پھر ان پہ جادو کی طرح ہو جاتا ہے۔) ’’وہ ایسے وقت نہیں سوچتے کہ ہم حقیقی ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں جو انسان کو گناہ کی موت سے بچا لیتا ہے اور ان رسوم وعادات کے پیرو لوگوں میں وہ بات نہیں۔ ان کی نظر ظاہر پر ہے حقیقت پر نگاہ نہیں۔ ان کے ہاتھ میں چھلکا ہے جس میں مغز نہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 237 تا 239۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) پس بیشک ظاہری عمل تو مسلمان کرتے ہیں لیکن روح ان میں نہیں ہے۔ تقویٰ نہیں ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2018ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ اپریل 2018ء صفحہ 8)

جماعت احمدیہ کی مخالفت اور فوق العادت ترقی

’’ہمارے مخالفین ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو کم کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہمارے مخالفین اسمبلیوں میں یہ قرار دادیں پاس کروا کر بڑا فخر کر رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے ساتھ، نام کے ساتھ خاتم النبیین کے لفظ کو لکھنا لازمی قرار دے کر آپؐ سے محبت کا اور آپؐ کے مقام کا کیسا زبردست اظہار کیا ہے۔ اگر ان کے دل بھی حقیقت میں ان کی اس بات کی گواہی دے کر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے والا بنا رہے ہیں تو یقیناً بڑی اچھی بات ہے لیکن ان کے عمل نے تو انہیں اس سے کوسوں دُور کر دیا ہے جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں واپس جاکر اس تعلیم اور اس اسوے کو اپنائیں جو آپؐ نے دی اور جس پر عمل کیا تو مسلمان مسلمانوں کی گردن کاٹنے والا نہ ہو۔ پھر یہ لوگ زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادقؑ کی بیعت میں دوڑتے ہوئے آئیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کے لفظ کو لکھنا لازمی قرار دے کر عظیم کارنامہ انجام دے دیا ہے اور احمدیوں کے راستے میں کوئی روک کھڑی کر دی ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ نہیں پتہ کہ احمدی تو سب سے زیادہ خاتم النبیینؐ کے مقام کا ادراک رکھتے ہیں اور یہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں وہ طاقت ہے جس کے قریب بھی یہ لوگ نہیں پھٹک سکتے۔ آپؑ کے ہر ہر لمحہ اور عمل میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عشق و محبت کا اظہار ہے کہ ان لوگوں کی سوچیں بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے شمار ارشادات ہیں، تحریرات ہیں، فرمودات ہیں۔...اپنی بعثت کے مقصد اور سلسلے کی ترقی کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے آپؑ مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ کامل فرمانبرداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنا اور آپؑ نے فرمایا دوسرا مقصد کیا ہے؟ عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بالکل بھول جاوے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔ فرمایا کہ میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جو کام نفاقِ طبعی اور دنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہوں گے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر میرے دل میں کوئی منافقت ہے، گند ہے تو پھر ایسے کاموں میں برکت نہیں پڑتی بلکہ ان کے نتیجے فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ تو (پھر) ہلاک ہو جائیں گے، ختم ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ (المؤمنون: 29) کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھا ہوا اور کذاب ہو، سخت جھوٹا ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ۔ فرمایا کہ کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے۔ جھوٹا بندہ ہے تو اس کا جھوٹ اس کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسولؐ کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لیے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو۔ اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ بندوں کے کام نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کام کو شروع کیا ہے تو اس کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ چیلنج ہے یہ۔ جتنی مخالفت ہوتی ہے اتنی جماعت احمدیہ کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام ونشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اس کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ فرماتے ہیں اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے۔ تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا۔

فرمایا کہ مخالفت کی میں پروا نہیں کرتا، وہ تو ہوتی ہے۔ میں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لیے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چپ چاپ اسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی تو عجیب حالت ہے۔ انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دو سو سے زائد ممالک میں مخلصین موجود ہیں، آپؑ کی بیعت میں آنے والے موجود ہیں۔ جب آپؑ نے بیان فرمایا اس وقت سینکڑوں میں ہوتے تھے اور آج تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سال کے سال لاکھوں میں بیعتیں ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 148 تا 149)

پس آپ علیہ السلام کے اس ارشاد کے مطابق ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی حالتوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق

ڈھالیں اور یہی دشمن کا منہ بند کرنے کا اور دشمن پر فتح یاب ہونے کا اصل طریق ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31/ جولائی 2020ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 21/ اگست 2020ء صفحہ 5 تا6)

دور دراز کے علاقے جہاں تیس چالیس سال پہلے تک بھی احمدیت کے پہنچنے کا تصور نہیں تھا، نہ صرف وہاں پیغام پہنچا ہے بلکہ وہاں ایسے پختہ ایمان والے اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے

’’آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ایک آواز جو ایک چھوٹی سی بستی سے اٹھی تھی دنیا کے 210 ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اور یہی آپ کی سچائی کی دلیل بھی ہے۔ دور دراز کے علاقے جہاں تیس چالیس سال پہلے تک بھی احمدیت کے پہنچنے کا تصور نہیں تھا، نہ صرف وہاں پیغام پہنچا ہے بلکہ وہاں ایسے پختہ ایمان والے اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک واقعہ بھی بیان کرتا ہوں۔

بینن افریقہ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ وہاں 2012ء میں ایک جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ وہاں کے ایک گاؤں کے ایک احمدی، ان کا نام ابراہیم صاحب ہے۔ انہوں نے احمدیت قبول کی۔ اس سے پہلے یہ مسلمان تھے اور کافی علم رکھنے والے تھے اور احمدیت قبول کرنے کے بعد انہوں نے اخلاص و وفا میں ترقی کرنی شروع کی۔ اپنے رشتہ داروں کو بھائیوں وغیرہ کو تبلیغ کرنی شروع کی۔ ان کے بھائی نے ان کی تبلیغ سے تنگ آ کر کہ یہ تبلیغ کر کے ہمیں ہمارے دین سے ہٹا رہا ہے، ان سے لڑائی کرنی شروع کر دی لیکن یہ تبلیغ کرتے رہے۔ لوگوں کو احمدیت کا پیغام، حقیقی اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے۔ اور اس طرح ان کی کوششوں سے اردگرد کے تین گاؤں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت میں شامل ہو گئے۔ تو ابراہیم صاحب کے بھائی نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کے ان کے قتل کا منصوبہ بنایا کہ یہ تو احمدیت کو پھیلاتا چلا جا رہا ہے اس لئے ایک ہی علاج ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ ابراہیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کا بڑا بھائی اور اس کا دوست کوئی گڑھا کھود کر اس میں کچھ ڈال رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خواب کے تین دن بعد ہی ان کے بڑے بھائی کا دوست اچانک بیمار ہوا اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس پر ان کے بھائی نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ احمدی جو ہے اس نے میرے دوست کو کوئی جادو ٹونہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر ایک خواب دیکھی کہ ان کا بھائی ایک درخت کے ساتھ لگ کر خود کو ماپ رہا ہے۔ اس علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قبر کھودنے کے لئے ایک درخت کے تنے کی چھال کے ساتھ میّت کو ماپا جاتا ہے تا کہ قبر اس کے سائز کے مطابق بنائی جائے۔ کہتے ہیں کچھ دن کے بعد بڑے بھائی کی حاملہ بیوی بیمار ہوئی اور دو دن کے اندر فوت ہوگئی۔ اور اس کے سارے بچے بیچارے بیمار ہونے شروع ہوئے۔ ان کو فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ ان کے بھائی نے مشہور کر دیا کہ یہ جادو ٹونہ کرنے والا شخص ہے اور وہاں کا جو مقامی بادشاہ تھا، چیف تھا اس کے پاس شکایت کی۔ اس کو مدد کے لئے کہا۔ اس نے کچھ پیسے مانگے کہ یہ لے کر آؤ تو مَیں اس کا علاج کرتا ہوں۔ خیر ان کے بھائی نے رقم ادا کر دی۔ بادشاہ نے ابراہیم صاحب کو بلایا اور جب یہ گئے تو بڑے غصے اور طیش میں اس نے کہا کہ تم نے یہ کیا تماشا بنایا ہوا ہے۔ یہ نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ نیا دین شروع کر دیا ہے۔ اس کو فوراً چھوڑو اور توبہ کرو ورنہ کل کا سورج نہیں تم دیکھ سکو گے۔ تمہارے پر کل کا دن نہیں چڑھے گا۔ ابراہیم صاحب کہنے لگے کہ مذہب تو مَیں نے سچ سمجھ کر قبول کیا ہے اس کو تو مَیں چھوڑ نہیں سکتا اور رہی بات مرنے کی تو زندگی موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر اس چیف نے یا بادشاہ نے کہا کہ اس علاقے کا خدا مَیں ہوں۔ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تم لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کیا فیصلہ کرنے لگا ہوں اور جس کو میں یہ کہہ دوں کہ وہ کل تک مر جائے گا تو وہ ضرور مرتا ہے۔ ابراہیم صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے تم اپنے روایتی لوگوں کو کہتے ہو گے لیکن میں اس بات میں تمہیں کچھ نہیں کہتا۔ مگر مَیں دین نہیں چھوڑوں گا کیونکہ حقیقت یہی ہے اور سچا اسلام یہی ہے۔ اس پر چیف کو مزید غصہ آیا۔ اس نے اپنے لوگوں کو کہا ان کو لے جا کے کمرے میں بند کر دو۔ وہ لے کے جا رہے تھے تو ابراہیم صاحب نے ان لوگوں کو کہا کہ تم میرے بیچ میں نہ پڑو اور اس معاملے کو چھوڑو۔ مجھے بند کرنے کی بجائے جانے دو۔ خیر وہ لوگ بھی لالچی ہوتے ہیں کچھ رقم لے کے انہوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس بادشاہ نے یا چیف نے ان پر صبح کا سورج کیا طلوع کروانا تھا اگلے دن ہی اطلاع ملی کہ اس بادشاہ کو فالج ہوگیا اور وہ ہلنے جلنے کے قابل نہیں رہا اور دو دن بعد ہی وہ فوت ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ان کے بڑے بھائی جو اُن کے مخالف تھے انہوں نے خاندان والوں سے کہا کہ ہماری صلح کرا دیں۔ انہوں نے کہا میری تو لڑائی کسی سے تھی ہی نہیں۔ ہم تو ایسے ہی صلح جُو ہیں اور اسلام کا حقیقی پیغام بھی یہی ہے۔ تو اس چیف کے مرنے کا یہ نشان دیکھ کر وہاں علاقے میں اس کا بہت اثر ہوا اور بڑا چرچا ہوا۔ احمدیت کی سچائی ثابت ہوئی۔ تو یہ چیزیں ہیں جو آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ثابت ہو رہی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2018ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ اپریل 2018ء صفحہ 6 تا7)

احمدیت کا مقصد فرقوں کا خاتمہ اور مسلمانوں کو دین واحد پر جمع کرنا

’’مسلمانوں میں سے ایک طبقہ تو ایسا ہے جو نام نہاد علماء جن کا کام فساد پیدا کرنا ہے اُن کے پیچھے چل کر بغیر سوچے سمجھے احمدیت کی مخالفت کرنے والا ہے۔ بعض ایسے ہیں اور بڑی کثرت سے ایسے ہیں جو مذہب سے لاتعلق ہیں۔ صرف عید کی نماز پڑھنے والے ہیں یا زیادہ سے زیادہ کبھی کبھار جمعہ پڑھ لیا۔ کچھ ایسے ہیں جو باوجود مذہب میں کسی بھی قسم کی سختی کو ناپسند کرنے کے اور تکفیر کے فتووں سے جو ان علماء کی طرف سے لگائے جاتے ہیں بیزاری کا اظہار کرنے کے خوف کی وجہ سے چپ رہتے ہیں۔ لیکن ایک ایسی تعداد بھی ہے جو گو اسلام کا اور مذہب کا زیادہ علم تو نہیں رکھتے، دین کا زیادہ علم تو نہیں رکھتے لیکن خواہش رکھتے ہیں کہ غیر کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر جو انگلی اٹھتی ہے، اعتراضات ہوتے ہیں اُن کا تدارک کیا جائے۔ اُن کو کسی طرح سے روکا جائے۔ اُن کو جواب دیا جائے۔ اُن کے منہ بند کروائے جائیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ اسلام کے تمام فرقے ایک ہو کر دشمنانِ اسلام اور دجالیت کا مقابلہ کریں۔ اس گروہ میں پاکستان، ہندوستان کے رہنے والے مسلمان بھی ہیں، عرب ممالک کے رہنے والے مسلمان بھی ہیں اور دوسرے مسلمان ممالک کے رہنے والے مسلمان بھی ہیں۔ ان لوگوں کی طرف سے جو اسلام کو صرف اسلام کے نام سے جاننا چاہتے ہیں نہ کہ کسی فرقے کے نام سے، جماعت احمدیہ پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے اور مختلف موقعوں پر سوال اُٹھاتے ہیں کہ کیا پہلے اسلام میں فرقے کم ہیں جو آپ نے بھی ایک فرقہ بنالیا۔ ہمیں کہتے ہیں کہ اگر آپ لوگ اسلام کے ہمدرد ہیں تو مسلمانوں کو فرقہ بندیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کریں۔

سب سے پہلے تو مَیں ایسے سوال کرنے والوں کا اس لحاظ سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ کم از کم وہ ہمیں مسلمانوں کا ایک فرقہ تو سمجھتے ہیں، مسلمان تو سمجھتے ہیں۔ بلا سوچے سمجھے تکفیر کا فتویٰ نہیں لگا دیتے۔ ایسے لوگوں سے مَیں یہ عرض کروں گا کہ **اللہ تعالیٰ نے مسلم اُمّہ پر رحم کھاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اور اپنے وعدے کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود بنا کر اس لئے بھیجا ہے کہ فرقوں کا خاتمہ ہو۔** جو مسلمان جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچا رہے ہیں وہ اسلام کے مختلف فرقوں میں سے آ کر فرقہ بندی کو ختم کرتے ہوئے حقیقی اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہی جماعت احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر فضل کرتے ہوئے اُن کی بصیرت کی آنکھ کو کھولا ہے تو انہوں نے فرقہ بندی کو خیر باد کہہ کر حقیقی اسلام کو قبول کیا ہے۔ اُس حَکَم اور عَدَل کی بیعت میں آ گئے ہیں جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی تا کہ جو غلط روایات، تعلیمات اور بدعات مختلف فرقوں میں راہ پا گئی ہیں اُن کو حقیقی قرآنی تعلیم کی روشنی کے مطابق دیکھا جائے اور حقیقی قرآنی تعلیم کے مطابق اُن کو اختیار کیا جائے اور اُن پر عمل کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی اسلامی تعلیم کی حقیقی روشنی اور تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ جماعت احمدیہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتی ہے۔ کسی مسلمان شخص کے لئے، کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہو اور یہی حدیث سے ثابت ہے۔ (مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان و الاسلام والاحسان... حدیث نمبر 93)۔ لیکن اس کے مقابلے پر دوسرے فرقوں کو دیکھیں تو ہر ایک دوسرے کے بارے میں تکفیر کے فتوے دیتا ہے۔

پس ان اسلام کا درد رکھنے والوں کی یہ غلط فہمی کہ امت مسلمہ پہلے ہی فرقوں میں بٹی ہوئی ہے، جماعت احمدیہ نے ایک اور فرقہ بنا کر فساد کی ایک اور بنیاد رکھ دی ہے، قرآن و حدیث کے علم میں کمی کا نتیجہ ہے۔ کسی بھی دوسرے فرقے کے لٹریچر کا مطالعہ کر لیں تو تکفیر کے فتووں کے انبار ایک دوسرے کے خلاف نظر آئیں گے۔ اگر جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کریں تو غیر مذاہب کے اسلام پر حملوں کا دفاع نظر آئے گا۔ یا مسلمانوں سے یہ درخواست نظر آئے گی کہ اس تکفیر بازی کے زہروں سے بچیں اور خدمتِ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ یا یہ نظر آئے گا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ یا اس بات پر زور نظر آئے گا کہ دنیا میں محبت، پیار، صلح اور آشتی کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے اور نفرتوں کے انگاروں کو بجھانے کے لئے ہمیں کیا کوشش کرنی چاہئے۔ یا یہ نظر آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا مقام کیا تھا اور ہر ایک اُن میں سے ایک روشن ستارہ ہے جو قابلِ تقلید ہے، ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں تو یہ خوبصورت باتیں نظر آتی ہیں نہ کہ تکفیر کے فتوے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ تکفیر کے فتووں کے انبار ہیں، کسی بھی فرقے کے فتووں کی کتاب کو اُٹھا لیں ایک دوسرے کے خلاف فتوے نظر آئیں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ دسمبر 2011ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 23/ دسمبر 2011ء صفحہ 5 تا6)

آج ہمارے جائزہ اور محاسبہ کا دن ہے

’’آج جماعت احمدیہ کے لئے انتہائی خوشی اور برکت کا دن ہے جس میں جمعہ کی برکات بھی شامل ہوگئی ہیں۔ کیونکہ آج کے دن آج سے قریباً 123 سال پہلے قرآنِ کریم کی، اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے ایک عظیم پیشگوئی پوری ہوئی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی، آپ کی بتائی ہوئی تفصیلات کے ساتھ پوری ہوئی اور مسیح موعود اور مہدی معہود کا ظہور ہوا اور بیعت کے آغاز سے پہلوں سے ملنے والی آخرین کی جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ اور پھر ہم بھی اُن خوش قسمتوں میں شامل ہوئے جو اس سے فیض پانے والے ہیں۔ پس ہر احمدی کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا دعویدار ہے اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ شروع ہوا، وہ آپ کے ماننے والوں پر بھی اپنے اندر ایک انقلاب پیدا کرنے کا تقاضا کرتا ہے تا کہ ہم اُن برکات سے حصہ پاتے رہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس ہر سال جب 23/ مارچ کا دن آتا ہے تو ہم احمدیوں کو صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ آج ہم نے یومِ مسیح موعود منانا ہے، یا الحمد للہ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ جماعت کے آغاز کی تاریخ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے ہم نے آگاہی حاصل کر لی ہے، اتنا کافی نہیں ہے، یا جلسے منعقد کر لئے ہیں، یہی سب کچھ نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر **ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے اس بیعت کا کیا حق ادا کیا ہے؟ آج ہمارے جائزہ اور محاسبہ کا دن بھی ہے۔ بیعت کے تقاضوں کے جائزے لینے کا دن بھی ہے۔ شرائطِ بیعت پر غور کرنے کا دن بھی ہے۔ اپنے عہد کی تجدید کا دن بھی ہے۔ شرائطِ بیعت پر عمل کرنے کی کوشش کے لئے ایک عزم پیدا کرنے کا دن بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے پورا ہونے پر جہاں اللہ تعالیٰ کی بے شمار تسبیح وتحمید کا دن ہے وہاں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں لاکھوں درود و سلام بھیجنے کا دن ہے۔**‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2012ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ اپریل 2012 صفحہ 5)

☆...☆...☆

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا

احمد علیہ السلام۔ سیرت و سوانح

(مرتبہ: 'اے ولیم')

غرضیکہ ہندوستان میں عیسائی پادریوں کا انگریز حکومت کی زیر سرپرستی ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف قدیم اور جدید عیسائی اور مسلم تاریخ نویسوں کے ہاں مشترک ہے

قلمی مجاہدات

انگریز حکومت کی خصوصی توجہ کا مرکز پنجاب

ہندوستان کا وہ علاقہ جو عیسائی تبلیغی سرگرمیوں کا سب سے زیادہ نشانہ تھا وہ صوبہ پنجاب تھا۔ اس صوبہ پنجاب کو تبلیغ عیسائیت کے لیے بنیادی مرکز (base) قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

''پنجاب کے سرحدی لائن سے اور اسے اپنے کام کا base بنا کر عیسائیت ان مقامات تک پھیل سکتی ہے جہاں ابھی اس کا نام بھی نہیں پہنچا۔'' نیز یہ کہ ''وسط ایشیا میں عیسائیت کے مشنری کام کے لئے پنجاب ایک قدرتی base معلوم ہوتا ہے۔''

The Missions by R.Clark P.17)
بحوالہ بانی سلسلہ احمدیہ اور انگریز از مولانا عبدالرحیم درد صاحب ص31)

پنجاب کی اس اہمیت کے پیش نظر لندن کی چرچ مشنری سوسائٹی نے یہاں کے لیے نامزد عیسائی مبلغین کو 20 جون 1851ء کو جو ہدایات جاری کیں ان میں یہ ہدایت بھی تھی:

''We may trust that if the tidings of a Saviour's advent be spread with the first introduction of a Christian Government, a mighty impulse and advancement will be given to the Christian cause''.
(The Missions of the Church Missionary Society by R.Clark P.2-3)

ترجمہ: ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ایک نجات دہندہ کی آمد کی خوشخبری عیسائی حکومت کے شروع ہونے کے ساتھ ہی لوگوں میں پھیلائی جائے تو عیسائیت کے حق میں ایک زبردست اور ترقی پذیر تحریک ہو گی۔

شائد یہی وجہ ہے کہ انگریز حکام کی عیسائیت کی تبلیغی مساعی میں شرکت یہاں کہیں زیادہ نمایاں اور واضح ہے چنانچہ اس کا اعتراف کرتے ہوئے پنجاب کے ایک لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے 1888ء میں مشنری کانفرنس میں فخریہ طور پر یہ اعلان کیا:

''پنجاب کے گورنروں نے عیسائی مشنوں کی حمایت اور عملی اعانت کی روایات قائم کر دی ہیں۔ یہ امر اپنی آپ ہی مثال ہے کہ پنجاب میں سی۔ ایم۔ ایس کے بہت سے مشنوں کی بنیاد ان عام عیسائیوں نے رکھی ہے جو سرکاری ملازم ہیں۔''

مزید کہا کہ

''جن لوگوں کے میں نے نام لئے ہیں وہ مشنری کام کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش تھے۔ جنہوں نے خداوند کی توقیر کی اور اس کے نام کا لوگوں کے سامنے اقرار کیا۔ وہ پنجاب کے نظم ونسق کے بہترین اور نہایت ممتاز افسر اعلیٰ تھے جو کبھی اس صوبہ میں پیدا ہوئے ہیں وہ ایسے اشخاص تھے جن کے نام کو لوگ بہت عزت اور توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لارنس، منٹگمری، ایڈورڈز، میکلورڈ، رینل، ٹیلر ایسے نام ہیں۔ جو اس صوبہ کے ہر گھر میں معروف ہیں۔ بعض اس صوبے کے باہر بھی، بعض یورپ میں اور ہر اس جگہ جہاں ہندوستان کی تاریخ پڑھی جاتی ہے مشہور ہیں۔ وہ مشن جو انہوں نے ہمارے سرحدی صوبے میں قائم کئے سرحدی چوکی کی طرح قائم کھڑے ہیں۔''

(بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور انگریز از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص 38)

غرضیکہ ہندوستان میں عیسائی پادریوں کا انگریز حکومت کی زیر سرپرستی ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف قدیم اور جدید عیسائی اور مسلم تاریخ نویسوں کے ہاں مشترک ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان تاریخ نویس عالم کا قول ہے کہ

''عیسائی پادری مذہب مسیحیت کی تبلیغ و دعوت اور دین اسلام کی تردید میں سرگرم تھے۔ حکومت وقت جس کا سرکاری مذہب مسیحیت تھا، ان کی پشت پناہ اور سرپرست تھی۔ وہ ہندوستان کو یسوع مسیحؑ کا عطیہ اور انعام سمجھتی تھی۔''

(قادیانیت از سید ابوالحسن ندوی طبع اول ص 45)

ایک اور مسلمان مؤرخ کی رائے ہے کہ

''حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ پادریوں کی تحریک و تبلیغ میں خود گورنر شامل رہے ہیں۔ مبلغین عیسائیت کو باقاعدہ امداد کیا بلکہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اور بعض گورنر تبلیغ میں خاص دلچسپی اور جوش وسرگرمی رکھتے تھے۔''

(1857ء پہلی جنگ آزادی واقعات و حقائق از میاں محمد شفیع ص119)

اس صدی کے دوران ہندوستان میں اس شاخ کی بڑھنے والی تعداد کے بارہ میں لکھا ہے کہ

''In 1914 the number of baptized Protestants was about one million.... However, since a century earlier Indian Protestants had numbered only a few hundred.''
(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.3 by K.S.Latourette, P.407)

ترجمہ: 1914ء میں بپتسمہ شدہ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ سے زائد ہو چکی تھی۔ جبکہ ایک صدی قبل وہ محض چند سو تھے۔

ان عیسائی ہونے والوں میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ حتیٰ کہ مسجدوں کے امام، خطیب اور مولوی بھی اس رو میں بہ گئے تھے۔ اور کم وبیش دو سو مولویوں کے عیسائی ہو جانے کا ذکر ملتا ہے۔ (ایسے علماء کی فہرست کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ ''خط شکا گو'' از پادری عمادالدین مطبوعہ 1893ء و ''وفات مسیح اور احیائے اسلام'' از مولانا دوست محمد شاہد صاحب ص44)۔

ان مولویوں میں سے بہت سے ایسے تھے جو عیسائی ہونے کے بعد عیسائیت کی تبلیغ کے لیے وقف ہو کر پادری بن گئے تھے۔ چنانچہ آگرہ کی شاہی مسجد کے امام خطیب مولوی عمادالدین صاحب ریورنڈ مولوی عمادالدین کہلائے۔ پادری مولوی رجب علی، پادری مولوی سید احمد شاہ، پادری سلطان محمد خان، پادری عبدالحق، پادری عبداللہ آتھم، اور پادری حافظ احمد مسیح دہلوی سب مسلمان مولوی تھے۔ اور آخر الذکر حافظ قرآن بھی تھے۔ چند اور مولوی جو عیسائی ہو کر پادری بن گئے تھے ان کے اسماء یہ ہیں: میاں سراج الدین، مولوی عبدالرحمٰن، مولوی نظام الدین، مولوی حسام الدین بمبئی، مولوی عبداللہ بیگ، اور مولوی حارث دین وغیرہ۔

عیسائیوں کی ان کوششوں کے نتیجہ میں ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ 1888ء میں پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے عیسائیوں کی غیر معمولی بڑھتی ہوئی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

''جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے۔''

(بانی سلسلۂ احمدیہ اور انگریز از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص 37)

اس کامیابی کو عیسائی تاریخ میں منفرد قرار دیتے ہوئے ان صاحب نے مزید لکھا کہ

''عیسائیوں کی جماعت ایسی تیز رفتاری کے ساتھ پھیل رہی ہے کہ جتنی وہ قرون اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی۔''

(بانی سلسلۂ احمدیہ اور انگریز از مولانا عبدالرحیم صاحب درد صفحہ 37)

سارے ہندوستان سمیت ملک عرب اور خاص مکہ ومدینہ پر صلیبی پرچم لہرانے کا یہ وہ دجالی منصوبہ تھا کہ جس کی کامیابی کے خواب وہ دیکھ رہے تھے اور اس کے پورا ہونے کی امیدیں بھی رنگ لا رہی تھیں۔ اس زہرناک طوفانی ہوا کا ذکر کرتے ہوئے ایک دردمند دل رکھنے والے اس عاشق محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک تحریر پڑھیے۔ جو اس تاریک رات کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربّانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دُشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی دُکھا۔ پس کیا ابھی اس آخری مصیبت کا وہ وقت نہیں آیا جو اسلام کیلئے دنیا کے آخری دنوں میں مقدر تھا۔ کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور زمانہ بھی آنے والا ہے جو قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ان موجودہ فتنوں سے کچھ زیادہ فتنے رکھتا ہو گا۔ سو بھائیو تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور خوب سوچ لو کہ وقت آ گیا اور بیرونی اور اندرونی فتنے انتہا کو پہنچ گئے۔ اگر تم ان تمام فتنوں کو ایک پلہ میزان میں رکھو اور دوسرے پلہ کیلئے تمام حدیثوں اور سارے قرآن کریم میں تلاش کرو تو ان کے برابر کیا ان کا ہزارم حصہ بھی وہ فتنے قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت نہیں ہوں گے پس وہ کونسا فساد کا زمانہ اور کس بڑے دجّال کا وقت ہے جو اس زمانہ کے بعد آئے گا اور فتنہ اندازی کی رُو سے اس سے بدتر ہو گا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ ان فتنوں سے بڑھ کر قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ایسے اور فتنوں کا پتہ ملتا ہے جن کا اب نام و نشان نہیں یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم ان فتنوں کی نظیر تلاش کرنے کیلئے کوشش کرو یہاں تک کہ اسی کوشش میں مر بھی جاؤ تب بھی قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ہرگز ثابت نہیں ہو گا کہ کبھی کسی زمانہ میں ان موجودہ فتنوں سے بڑھ کر کوئی اور فتنے بھی آنے والے ہیں۔

صاحبو! یہاں وہ دَجّالیّتیں پھیل رہی ہیں جو تمہارے فرضی دجال کے باپ کو بھی یاد نہیں ہونگی۔ یہ کارروائیاں خلق اللہ کے اغوا کے لئے ہزارہا پہلو سے جاری کی گئی ہیں جن کے لکھنے کیلئے بھی ایک دفتر چاہئے اور ان میں مخالفین کو کامیابی بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے کہ دلوں کو ہلا دیا ہے اور ان کے مکروں نے عام طور پر دلوں پر سخت اثر ڈالا ہے اور ان کی طبیعی اور فلسفہ نے ایسی شوخی اور بے باکی کا تخم پھیلا دیا ہے کہ گویا ہر ایک شخص اس کے فلسفہ دانوں میں سے اَنَا الرَّبّ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ پس جاگو اور اٹھو اور دیکھو کہ یہ کیسا وقت آ گیا اور سوچو کہ یہ موجودہ خیالات توحید محض کے کس قدر مخالف ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا خیال بھی ایک بڑی نادانی کا طریق سمجھا جاتا ہے اور تقدیر کے لفظ کو منہ پر لانے والا بڑا بے وقوف کہلاتا ہے اور فلسفی دماغ کے آدمی دہریت کو پھیلاتے جاتے ہیں اور اس فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ تمام کَل اُلوہیّت کی کسی طرح ہمارے ہاتھ میں ہی آ جاوے ہم ہی جب چاہیں

وباؤں کو دور کر دیں موتوں کو ٹال دیں اور جب چاہیں بارش برسادیں کھیتی اُگالیں اور کوئی چیز ہمارے قبضہ قدرت سے باہر نہ ہو۔سوچو کہ اس زمانہ میں ان بے راہیوں کا کچھ انتہا بھی ہے ان آفتوں نے اسلام کے دونوں بازوؤں پر تبر رکھ دیا ہے اے سونے والو بیدار ہوجاؤ اے غافلو اٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آ گیا۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 ص 51-53)

یہی وہ خوفناک وقت تھا کہ ''وَمَا مِنۡ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدۡ أَنۡذَرَ قَوۡمَهُ''(سنن ترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی علامۃ الدجال حدیث 2235) کہ ہر نبی اس دل دہلادینے والے کرب وبلا کے زمانے سے ڈراتا چلا آیا تھا۔لیکن یہ نبی جو نذیر ہوتے ہیں وہ بشیر بھی ہوا کرتے ہیں۔ وہ زمانے کی زہریلی ہواؤں کے تریاقی انفاس کی بشارت بھی لاتے ہیں۔ اگر دجال کی خبریں تھیں تو اس مسیح کی خوشخبری بھی ساتھ تھی کہ جس کے ہاتھوں اس کی ابدی موت مقدر تھی۔ اور وہ مسیح مبعوث ہوا۔ رحمت کی ہواؤں نے اس کی منادی کی ۔اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اے بھائیو! اس زمانہ میں وہ زہرناک ہوا اندرونی اور بیرونی طور پر پھیلی ہوئی ہے کہ جس کا استیصال انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ اس خدائے حیّ و قیّوم قادر مطلق کے اختیار میں ہے جو موسموں کو بدلتا اور وقتوں کو پھیرتا اور خشک سالی کے بعد باران رحمت نازل کرتا ہے۔ اور جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ گرمی کی شدّت آخر بارش کو کھینچ لاتی ہے اس طرح پر کہ جب گرمی کمال کو پہنچتی ہے اور اس درجہ کے قریب اپنا قدم رکھنے لگتی ہے کہ جس سے قریب ہے کہ بنی آدم ہلاک ہوجائیں تب اس صانع قدیم کی حکمت کاملہ سے اس گرمی کا ایک تیز اثر سمندروں میں پڑتا ہے اور بوجہ شدّت اُس گرمی کے سمندروں میں سے بخارات اٹھتے ہیں تب سمندروں کی ہوا جو کہ سرد اور بھاری اور امساک کی قوت اپنے اندر رکھتی ہے ان بخارات کو اپنے میں جذب کر کے ایک حاملہ عورت کی طرح ان سے بھر جاتی ہے اور قرب و جوار کی ہوائیں قدرتی طور پر متحرک ہوکر اس کو دھکیلتی اور حرکت میں لاتی ہیں اور خود واسطہ بن کر اس بات کیلئے موجب ٹھہرتی ہیں کہ تا وہ ہوا بادلوں کی صورت میں ہوکر اپنے تئیں طبعاً اسی زمین کی طرف لاوے جہاں کی ہوا اس کی نسبت زیادہ گرم اور لطیف اور کم وزن اور کم مزاحم ہو۔ تب اُسی قدر کے موافق بارش ہوتی ہے کہ جس قدر گرمی ہوتی ہے۔ یہی صورت اُس روحانی بارش کی بھی ہے جو ظاہری بارش کی طرح قدیم سے اپنے موسموں پر برستی چلی آئی ہے یعنی اس طرح پر کہ خشک سالی کے ایام میں جب کہ خشک سالی اپنے کمال اور انتہا کو پہنچ جاتی ہے یکدفعہ مستعد دلوں کی گرمی اور طلب اور خواہش کی حرارت نہایت جوش میں آجاتی ہے تب وہ گرمی رحمت کے دریا تک جو ایک سمندر ناپیدا کنار ہے اپنے التہاب اور سوز کو پہنچا دیتی ہے۔ تب دریائے رحمت اس کے تدارک کیلئے توجہ فرماتا ہے اور فیض بے علّت کے نورانی بخارات نکلنے شروع ہوجاتے ہیں تب وہ مقرب فرشتے جو اپنے نفس کی جنبش اور جوش سے سرد پڑے ہوئے اور نہایت لطیف اور يَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ کا مصداق ہیں ان فیوض کو قبول کر لیتے ہیں پھر ان فرشتوں سے تعلق رکھنے والی طبیعتیں جو انبیاء اور رسل اور محدثین ہیں اپنے حقانی جوشوں سے ان کو حرکت میں لاتے ہیں اور خود واسطہ بن کر ایسے محل مناسب پر برسا دیتے ہیں جو استعداد اور طلب کی گرمی اپنے اندر رکھتا ہے یہ صورت ہمیشہ اس عالم میں بوقت ضرورت ہوتی ہی رہتی ہے ہاں اس بھاری برسات کے بعد جو عہد مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوچکی ہے بڑی بڑی بارشوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اور وہ مُصفّا پانی اب تک ضائع بھی نہیں ہوا مگر چھوٹی چھوٹی بارشوں کی ضرورت ہے تا زمین کی عام سرسبزی میں فرق نہ آجائے سو جس وقت خداوند حکیم و قدیر دیکھتا ہے کہ زمین پر خشکی غالب آ گئی ہے اور اس کے باغ کے پودے مرجھائے جاتے ہیں تب ضرور بارش کا سامان پیدا کر دیتا ہے یہ قدیم قانون قدرت ہے جس میں تم فرق نہیں پاؤ گے۔ اسی کے موافق ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ ان دنوں میں بھی اپنے عاجز بندوں پر رحم فرماتا۔ زمانہ کی حالت کو دیکھو اور آپ ہی ایماناً گواہی دو۔ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں الٰہی مددوں کی دین اسلام کو ضرورت ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 ص 50- 51)

عیسائیت کے اسی عروج اور شان و شوکت کے زمانہ میں بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے امت محمدیہ میں ایک مسیح اور مہدی کی آمد کی خبر دی تھی جس کا ایک بڑا کام کسر صلیب اور قتل دجال تھا ان پیشگوئیوں کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسیح موعود بنا کر بھیجا۔ آپ نے اس مشن کی تکمیل کے لئے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے عیسائی حکومت کی سر پرستی میں کام کرنے والے پادریوں کو دجال موعود سے تعبیر کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ بطور مسیح موعود میرا کام صلیب کو توڑنا اور دجال کو قتل کرنا (یعنی دلائل کے میدان میں شکست دینا) ہے نیز فرمایا کہ

''مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔''

(فتح اسلام صفحہ 17 حاشیہ، روحانی خزائن جلد 3 ص 11 حاشیہ)

اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ اسلام کے بطل جلیل کے طور پر میدان کارزار میں اترے اور نہ صرف اسلام کا عیسائیت کے جارحانہ حملوں سے دفاع کیا بلکہ اس پر تابڑ توڑ حملوں کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ نے عیسائیوں کے نام نہاد خدا حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت کا اعلان کیا اور اس کو نقلی اور عقلی طور پر ثابت کر کے ان کے بنیادی عقیدہ الوہیت مسیح، تثلیث اور کفارہ پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد ''عیسائیت کا طلسم دھواں بن کر اڑنے لگا'' (ابوالکلام آزاد نے لکھا کہ ''...اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کہ وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہوکر اڑنے لگا۔'' (اخبار وکیل مئی 1908ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 ص 14) اور اس ایک ہی وار سے قصر صلیب زمین بوس ہوگیا۔

پادری لیفرائے جو بڑے طمطراق سے ہندوستان کو عیسائیت کے نام پر فتح کرنے کے خواب لے کر ولایت سے یہاں آیا تھا اسلام کے اس بطل جلیل سے اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ قرآن کا دیباچہ مولوی نور محمد نقشبندی صاحب نے لکھا اس میں وہ لکھتے ہیں:

''اسی زمانہ میں پادری لفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہوکر بڑا اتلاطم برپا کیا... حضرت عیسیٰ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے۔ اور لفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہوکر دفن ہوچکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کرلو۔ اس ترکیب سے اس نے لفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔''

(معجز نما کلام قرآن شریف مترجم، دیباچہ صفحہ 30 از مولوی نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی)

عیسائیت کے ان جارحانہ حملوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں دوسرے مذاہب نے بھی اسلام اور بانیٔ اسلام پر تند و تیز حملے شروع کر دیے۔ جس میں سے ایک اور نمایاں نام آریہ سماج کا تھا۔ ایک نئی جنم لینے والی پر جوش تنظیم، جس کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی تھے۔ برہمو سماج اور دیگر تنظیموں اور مذاہب کے عفریت اس کے سوا اسلام کے نازک جسم پر اپنے اپنے پنجے گاڑنے کے لئے تیار تھے۔ اور اسلام تھا کہ مظلوم و بے کس ''ہیچو زین العابدین'' اس کا دفاع کرنے والا اول تو کوئی تھا نہیں اور جو چند ایک تھے وہ اپنی سی کوشش ناتمام میں مصروف تو تھے لیکن اس تند و تیز طوفانی ہواؤں کا مقابلہ کرنے کے لیے لاچار و بے بس تھے۔ اور منتظر تھے کہ کوئی مرد خدا غیب سے ظہور میں آئے اور ظلمت وضلالت کے گہرے سمندر میں ڈوبتے ہوئے، یاس و امید کے بھنور میں پھنسے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں کو تھام لے۔

اس دور کے مسلمانوں کی کس مپرسی کا ذکر کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب قادیانیت میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں پر عام طور پر یاس و ناامیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔ 1857ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی اور عسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقۂ کار سے انقلابِ حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چلے تھے اور عوام کی بڑی تعداد کسی مردِ غیب کے ظہور اور ملہم اور مویّد من اللہ کی آمد کی منتظر تھی........

پنجاب ذہنی انتشار و بے چینی، ضعیف الاعتقادی اور دینی ناواقفیت کا خاص مرکز تھا...... پنجاب کے مسلمانوں کے عقائد میں تزلزل اور دینی حمیت میں خاصا ضعف آ چکا تھا۔ صحیح اسلامی تعلیم عرصہ سے مفقود تھی۔ اسلامی زندگی اور معاشرے کی بنیادیں متزلزل ہو چکی تھیں۔ دماغوں اور طبیعتوں میں انتشار و پراگندگی تھی۔''

(قادیانیت از سید ابوالحسن علی ندوی ص 12- 13 مکتبہ دینیات لاہور)

سید ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب قادیانیت میں لکھتے ہیں:

''عالم اسلام مختلف دینی و اخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا اس کے چہرہ کا سب سے بڑا داغ وہ شرکِ جلی تھا جو اس کے گوشہ گوشہ میں پایا جاتا تھا۔ قبریں اور تعزیئے بے محابا پُج رہے تھے۔ غیر اللہ کے نام کی صاف صاف دہائی دی جاتی تھی۔ بدعات کا گھر گھر چرچا تھا۔ خرافات اور توہمات کا دَور دَورہ تھا۔ یہ صورت حال ایک ایسے دینی مصلح اور داعی کا تقاضا کر رہی تھی جو اسلامی معاشرہ کے اندر جاہلیت کے اثرات کا مقابلہ اور مسلمانوں کے گھروں میں اس کا تعاقب کرے جو پوری وضاحت اور جرأت کے ساتھ توحید و سنت کی دعوت اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ کا نعرہ بلند کرے۔''

(قادیانیت از سید ابوالحسن علی ندوی ص 80-81 مکتبہ دینیات لاہور)

نواب نور الحسن خان صاحب اپنی کتاب اقتراب الساعۃ میں فرماتے ہیں:

''خلق کا یہ حال ہے کہ جو لوگ اچھے کام رات دن کرتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یا جو مال اپنے اوپر یا اپنے گھر بار پر صَرف کرتے، اٹھاتے ہیں اس میں بھی تو ان کی نیت مطابق شرع کے نہیں ہوتی ہے۔ یا تو دکھانا، سنانا، ناموری حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے یا اسراف و تبذیر میں گرفتار ہوتے ہیں۔ پھر بھلا خدا کی راہ میں جان دینے کو بے مطلب دنیا کے آج کل کون نکل سکتا ہے۔ وہ دن گئے کہ لوگ دین کے پیچھے دنیا پر لات مارتے تھے۔ اب تو جو کام دین کے پردے میں بھی ہوتا ہے وہ بھی غالباً دنیا طلبی ہی کے لئے ہوتا ہے۔ پھر اس جدال و قتال کو کس طرح جہادِ دین سمجھا جاوے۔ غزو فی سبیل اللہ ٹھہرایا جاوے۔ عوام تو جب سے دنیا ہے تب ہی سے کالانعام ہو رہے ہیں۔ خواص میں چراغ لے کر، مشعل جلا کر اگر ڈھونڈو گے تو ہزار میں ایک بھی بے ریا وسمع نہ ملے گا۔ یہ بڑے بڑے فقیہ، یہ بڑے بڑے مدرس، یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری، خدا پرستی کا بجا رہے ہیں، ردّ حق، تائید باطل، تقلید مذہب، تقیید مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے، نفس کے مرید، ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چندیں شکل از برائے اکل

ان کی دوستی دشمنی ان کے باہم کارد ّو کد ّفقط اسی حسد و کینہ کے لئے ہے نہ خدا کے لئے، نہ امام کے لئے، نہ رسول کے لئے۔ علم میں مجتہد، مجدد ہیں لیکن حق، باطل، حلال، حرام میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ غیبت، سبّ وشتم، خدیعت و زور، کذب و فجور افتراء کو گویا صالحات باقیات سمجھ کر رات دن بذریعۂ بیان وزبان خلق میں اشاعت فرماتے ہیں۔ یہی زبان ذریعہ ان کی معاش کا ہے۔ تھوڑا بہت ڈر خدا کا اگر کسی کو ہے تو انہیں بیچارے غرباء موحدین متبعین سنت کو ہے جن کو سب نے اپنے خیال خام میں ناکام سمجھ رکھا ہے۔''

(اقتراب الساعۃ از نواب نور الحسن صاحب صفحہ 7-8 مطبع: مفید عام آگرہ 1301ھ)

☆...☆...(باقی آئندہ)...☆...☆

جماعت احمدیہ گھانا کے مبلغین کرام کی امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے (آن لائن) ملاقات

(رپورٹ: علیم محمود۔ مبلغ سلسلہ و معاون امیر جماعت گھانا)

مربیان سلسلہ سے محبت کا اور ان کے حالات سے گہری واقفیت کا یہ ایک عجیب پر لطف نظارہ تھا جو مبلغین کے دلوں میں محبت کے جذبات گرما گیا

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 14؍مارچ 2021ء کو جماعت احمدیہ گھانا کے مرکزی مبلغین کو اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے Virtual ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سے قبل مورخہ 28؍نومبر 2020ء کو نیشنل مجلس عاملہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ پیارے آقا سے Virtual ملاقات کرسکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کرواکر اس میٹنگ کا باقاعدہ آغاز فرمایا۔

دعا کے بعد محترم امیر و مشنری انچارج مولوی محمد بن صالح صاحب نے حضور پُرنور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ امیر صاحب نے تین مبلغین کی بباعث ناسازیٔ طبع میٹنگ میں حاضر نہ ہوسکنے پر اُن کے لیے دعا کی درخواست کی۔

اس کے بعد حضور پُرنور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نائب امیر اول مکرم محمد یوسف یاؤسن صاحب سے ان کے فرائض کے بارہ میں دریافت فرمایا اور فرمایا کہ آپ سب کام کرنے والوں کے لیے دعا کیا کریں۔ یہ آپ کا کام ہے۔

مولوی عمر فاروق یحیٰی صاحب، ایڈمنسٹریٹو سیکرٹری صاحب سے استفسار کے جواب میں انہوں نے عرض کی کہ ہیڈکوارٹر میں 54 سٹاف ممبرز ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ نیشنل ہیڈکوارٹر تو بہت ترقی کرگیا ہے۔ اتنے سٹاف کے ساتھ آپ کو گھانا پر غالب آجانا چاہیے۔

محترم نعیم احمد محمود چیمہ صاحب، انچارج دفتر وصیت سے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ میرے مطابق گھانا میں ایک لاکھ موصیان ہونے چاہئیں۔

خاکسار (معاون امیر جماعت گھانا) کو ہدایات دیتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ گھانا کے پرانے بزرگان کی قبریں ٹھیک طرح سے maintain نہیں ہیں۔ صرف تحریری طور پر تاریخ جمع نہ کریں بلکہ ان کی maintenance اور اسی طرح ریکارڈ کیپنگ اور آرکائیوز کو محفوظ کرنے کے کام کے لیے پروگرام بنائیں اور بجٹ منظور کرواکر کام کریں۔

معاون امیر جماعت حافظ شرف الدین صاحب کو ہدایات دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ اردو سیکھیں تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اردو کتب براہ راست پڑھ سکیں۔ نیز تبلیغ کے حوالے سے ایم ٹی اے گھانا پر ہفتہ وار لائیو پروگرام کیا کریں۔ کیونکہ لائیو پروگرام کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

میدان عمل میں مامور مبلغین سے گفتگو کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مبلغین کے علاقوں کا تعارف لیا۔ جس سے واضح ہوتا تھا کہ حضور انور ایدہ اللہ گھانا کے حدود اربعہ سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔



مولوی رانا بلال احمد صاحب کے تعارف کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے استفسار فرمایا کہ اپنے لیے کتنی بیعتوں کا ٹارگٹ مقرر کیا ہے؟ حضور پُرنور نے فرمایا کہ اپنے لیے کم از کم اس سال کے ختم ہونے یعنی جولائی سے پہلے تک سو بیعتیں کروانے کا ٹارگٹ رکھیں۔

مولوی نعمت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ سے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ صبر سے اور برداشت سے مبلغ نے کام کرنا ہوتا ہے۔ اور اپنے لیے خاص ٹارگٹ مقرر کریں عام سا نہیں۔ مبلغ خاص کام کرے گا تو دوسرے احمدی بھی اس کے نمونہ کو دیکھ کر کام کریں گے۔

مولوی مبارک احمد عادل صاحب مبلغ سلسلہ کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ تبلیغ کے ساتھ اور تربیت کے ساتھ بھی عدل کریں۔ تبلیغی اور تربیتی پروگرام جو کر رہے ہیں ان کو دیکھیں کہ نتیجہ کیا نکل رہا ہے۔ اب اپریل تا جون کوشش کریں۔ خانہ پری کرنے کے لیے نہیں۔ بلکہ دعا سے اور عملی کوشش سے بیعتیں کروانے کی طرف توجہ کریں۔

محترم مولوی یٰسین ربانی صاحب مبلغ سلسلہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پوچھا کہ آپ کو کتنا عرصہ ہوگیا ہے گھانا میں۔ انہوں نے بتایا کہ تیرہ سال۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ نے ان کی تصحیح فرمائی کہ زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ آپ 2006ء میں آئے ہیں۔ سولہواں سال ہے آپ کو گھانا میں۔ فرمایا کہ آپ بھول جاتے ہیں مَیں نہیں آپ کو بھولتا۔ مربیان سلسلہ سے محبت کا اور ان کے حالات سے گہری واقفیت کا یہ ایک عجیب پر لطف نظارہ تھا جو مبلغین کے دلوں میں محبت کے جذبات گرما گیا۔ پھر حضور نے سالٹ پانڈ میں ان کے کمپاؤنڈ کے حوالہ سے گہرائی سے جائزہ لیا اور زریں ہدایات سے نوازا۔

مکرم عبدالحکیم صاحب مبلغ سلسلہ وولٹا زون کو حضور نے فرمایا کہ وولٹا میں سینٹرل ریجن جتنے احمدی ہونے چاہئیں۔

حضور پُرنور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا چہرۂ مبارک دوران ملاقات مشفقانہ اور محبانہ مسکراہٹ سے کِھلا رہا اور حضور اپنے غلاموں کو ہلکے پھلکے انداز میں اہم اور زریں ہدایات سے نوازتے رہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گھانین مبلغین کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کم از کم ایک صفحہ روزانہ بآواز بلند پڑھا کریں تاکہ اردو میں بات کرنے کی پریکٹس ہو۔ مبلغین کو ہدایات دیتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ پرانے احمدیوں سے رابطہ کریں اور انہیں جماعت کے قریب لائیں۔ نیز یہ کہ دو نفل بیعتوں کے لیے پڑھیں، دو جماعت کی تربیت کے لیے پڑھیں اور پھر اپنے لیے یا جس مرضی مقصد کے لیے باقی نفل پڑھیں۔ پبلک پریچنگ کے علاوہ ذاتی تعلق بنائیں۔ پرانے احمدی جو تیس چالیس سال پہلے احمدی تھے اور اب پیچھے ہٹ گئے ہیں، ان سے بھی انفرادی رابطہ کریں اور احمدیوں کی تربیت بھی کریں۔ جماعتوں میں مسجدیں بنائیں۔ امیر صاحب کے پاس مسجدوں کے لیے بہت پیسہ ہے۔ امیر صاحب مساجد کے لیے حصہ رسدی دیں۔ تعمیرات کے لیے ایک سالہ، تین سالہ اور پانچ سالہ پلان بنائیں۔ اپنے بڑے بڑے ٹھیکیداروں اور رشتہ داروں کو کہیں کہ ایک مسجد بنوا کر دیں۔ جامعہ احمدیہ گھانا عمارت کے لحاظ سے دنیا بھر کے جامعات سے بہت خوبصورت ہے۔ لوگ دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، معیار بھی اچھا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے لیے بڑے ٹارگٹ رکھیں اور ان کو حاصل کریں۔ مجھے مخلص احمدی چاہئیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر ٹارگٹ نہیں رکھیں گے تو سوتے رہیں گے۔ ایم ٹی اے کے مبلغین کو بھی حضور نے فرمایا کہ صرف دفتری معاملات نہیں دیکھنے بلکہ وقت نکال کر تبلیغ کے لیے بھی نکلیں اور تربیت کے پروگرام بنائیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ اس بابرکت مجلس میں کُل تیس مبلغین نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مذکورہ بالا احباب کے علاوہ مندرجہ ذیل تمام مبلغین کو بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے فرداً فرداً بات کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مولوی محمد اسحاق اوپوکو صاحب، مبلغ سلسلہ Kasoa زون، حافظ علی فورسن صاحب، مبلغ سلسلہ Akim Oda زون، مکرم ابوبکر ابراہیم صاحب، مبلغ سلسلہ Nkwakwa زون، مکرم عامر فہیم صاحب مبلغ سلسلہ Sunyani زون، مکرم ملک غلام احمد صاحب مبلغ سلسلہ Sekyere زون، مکرم راشد محمود منہاس صاحب مبلغ سلسلہ Sefwi زون، مکرم فہد احمد سید صاحب مبلغ سلسلہ Obwasi زون، مکرم عبدالحمید ظفر صاحب مبلغ سلسلہ کماسی زون، مکرم عبدالجبار صاحب مبلغ سلسلہ Tamale زون، مکرم مصطفیٰ صاحب مبلغ سلسلہ Damango زون، مکرم محمد قوے صاحب Bolgatanga زون، مکرم اسماعیل صاحب Assin زون، مکرم شاہد محمود احمد صاحب Bedum زون، مکرم احسان اللہ





صاحب مبلغ سلسلہ Tarkwah زون، مکرم شمس الدین بواٹنگ صاحب مبلغ سلسلہ Takoradi زون، حافظ عبد الناصر بھٹی صاحب مبلغ سلسلہ Mankessim زون، مکرم ابوبشیر صاحب مبلغ سلسلہ Mangoase زون، مکرم اسماعیل ایڈوسائی مبلغ سلسلہ و انچارج ایم ٹی اے وہاب آدم سٹوڈیو، مکرم عبد الخالق صاحب مبلغ سلسلہ ایم ٹی اے وہاب آدم سٹوڈیو اور مکرم عبد الحکیم صاحب مبلغ سلسلہ Volta زون۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خارق عادت لمبی زندگی اور صحت و سلامتی عطا فرمائے اور ہمیں خلیفہ وقت کی توقعات کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مبلغین کے تأثرات

محترم امیر صاحب گھانا نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک انوکھا تجربہ تھا۔ فاصلوں کے باوجود تمام میدان عمل میں کام کرنے والے مبلغین کا حضور انور سے ایک نشست میں ملاقات کر کے ہدایات حاصل کرنا ایک بہت غیر معمولی بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان بھی ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر غیروں کو ہدایت حاصل کرنی چاہیے کیونکہ یہ ایک نشان ہے، اگر دیکھنے والی آنکھ ہو تو۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور محنت کے ساتھ ہمیں خلیفہ وقت کی توقعات کے مطابق کام کی توفیق عطا کرے۔ آمین

مولوی مبارک احمد عادل زونل مشنری Koforidua نے لکھا: حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی محبت و اپنائیت بھری ملاقات سے دل و دماغ خوشی، مطہر خیالات اور خدمت دین کے نئے جوش و ولولہ سے معطر ہوا۔ حضور کی پر لطف پاکیزہ مجلس میں محبت بھری ہدایات سن کر کمزوریاں و سستیاں دور کرنے اور تبلیغی و تربیتی خدمت کرنے کا نیا شوق و جذبہ پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان پاک اثرات و جذبات کو اپنے قلب و ذہن میں مقید رکھنے اور ان پاکیزہ ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رکھتا نہ کیوں میں روح و بدن اس کے سامنے
وہ یوں بھی تھا طبیب، وہ یوں بھی طبیب تھا

مولوی نعیم احمد چیمہ صاحب، نیشنل سیکرٹری وصیت لکھتے ہیں: حضور انور کی مجلس میں بیٹھنا ہمیشہ ہی باعث فخر اور باعث برکت ہوتا ہے۔ حضور انور نے مربیان سلسلہ کو ہدایت فرمائی ہے کہ ہم روزانہ دو نوافل تبلیغ اور دو نوافل جماعت کی تربیت کے لیے ادا کریں۔ نیز حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ ہر مشنری باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کرے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرے۔ حضور انور کی گھانا جماعت سے توقعات بہت بلند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور کی توقعات کے مطابق خدمت بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولوی فہد احمد سید صاحب، زونل مشنری Obuasi نے لکھا: حضور انور کے ساتھ میٹنگ ایک عجیب کیفیت کی حامل تھی۔ حضور انور کے سکرین پر آتے ہی ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ حضور کی موجودگی اور آپ کے وجود میں خدائی رعب سے بدن کانپ جاتا ہے لیکن حضور کی شفقت فوراً اس کیفیت کو خود میں سمو لیتی ہے۔ آج کی میٹنگ میں آپ نے نہایت شفقت سے ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور نصائح فرمائیں جو ہم سب کے لیے مشعل راہ ہیں۔ حضور انور کی گھانا سے متعلق یادداشت نے یقیناً سب کو ورطہ حیرت میں ڈالا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس کا ذکر ہوا ہو اور حضور انور نے اس کے نواحی علاقوں کا ذکر نہ کیا ہو۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور انور کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولوی ملک غلام احمد مربی سلسلہ، سیچرے زون نے لکھا: آج حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے زندگی میں پہلی بار ٹیلی ویژن پہ لائیو بات کر کے دل میں سرور ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ حضورِ اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مسکراتا چہرہ، محبت بھرے سوال، چہرہ شناسی، ہماری سستی پر رہنمائی، گھانا کے علاقوں حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے قصبوں کے ناموں کا معلوم ہونا اور گھانا میں بروقت تربیتی و تبلیغی سرگرمیوں کو احسن رنگ میں کرنے کے طریق اور پرانے احمدیوں کی اولادوں سے روابط کے متعلق رہنمائی اور نمازوں اور نوافل سے خدائی نصرت کے حصول اور ذمہ داریوں کا احساس بتا رہا تھا کہ حقیقتاً خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اے قادر مطلق خدا! ایِّد سیدنا و مرشدنا و امامنا بروح القدس و انصرہ بنصرک العزیز و بارک لنا فی امرہ و عمرہ۔ اللھم آمین

مولوی محمد اسحاق صاحب Opoku-Kasoa زون لکھتے ہیں: حضور انور کی شخصیت میں جو پہلی چیز میں نے محسوس کی وہ آپ کی کمال درجہ شفقت ہے۔ آپ بہت ہی پیار کرنے والے وجود ہیں۔ حضور انور کو ہمارے اردو بولنے کے معیار کے متعلق بہت فکر ہے اور آپ نے ہمیں اسی لئے ہدایت فرمائی ہے کہ ہمیں اپنی اردو زبان زیادہ سے زیادہ بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مولوی بلال احمد قمر صاحب، ٹیما زون، لکھتے ہیں:

آج حضور انور سے ورچوئل ملاقات کی دلی طور پر خاکسار کو بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ جب حضور کے متبسم چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو ایک عجیب قسم کی مسرت کی لہر میرے سارے بدن میں دوڑ گئی اور واقعۃً دل باغ باغ ہو گیا۔ جس پر خاکسار نے تہ دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے ہمیں خلافت جیسی نعمت عطا فرمائی ہے جو ہمارے دلوں کا سکون اور چین ہے۔ فالحمد للہ

مولوی عبد الحمید اسماعیل Baafi صاحب زونل مشنری Assin لکھتے ہیں:

الحمد للہ، ہم اللہ تعالیٰ کے نہایت شکر گزار ہیں جس نے ہمیں حضور انور کے ساتھ دوسری مرتبہ ملاقات کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

ہم حضور انور کی ہدایات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ حضور انور کے بابرکت چہرہ کو دیکھ کر میرے اندر کی روح پھر سے روشن ہو گئی ہے اور ملاقات کی یہ سعادت مجھے واقف زندگی ہونے کی برکت سے ملی ہے۔ خلافت احمدیہ زندہ باد۔

مولوی عبد الجبار آدم صاحب، Tamale لکھتے ہیں:

الحمد للہ! یہ خلیفہ وقت کے ساتھ نتیجہ خیز ملاقات تھی۔ یہ ہمارے لیے اپنا کام کرنے کے لیے رہنما اصول کے طور پر کام کرتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ہمیں خلیفۃ المسیح کے ساتھ ایک اور موقع ملے اور تب تک ہم اس سے کہیں زیادہ بہتر کام کر رہے ہوں۔ اللہ خلفائے راشدین کی حفاظت اور صحت مند لمبی زندگی جاری رکھے۔ جزاکم اللہ۔

مولوی حافظ عبد الناصر بھٹی صاحب، منکسم زون لکھتے ہیں: پیارے حضور سے ملاقات کر کے عجیب روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔ تبلیغ اور تربیت کی بابت ہدایات سن کر کام کے لیے ایک نیا جوش جذبہ اور امنگ پیدا ہوئی ہے اور ایسے لگتا رہا کہ جیسے کوئی شفیق باپ اپنے بچوں سے محبت بھری گفتگو کر رہا ہو۔

مولوی یوسف عبد الخالق صاحب، مربی سلسلہ، ایم ٹی اے سٹوڈیو لکھتے ہیں: خاکسار کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے براہ راست رابطے کا موقع ملا۔ یہ میری زندگی کا ایک بابرکت لمحہ تھا، میرے پاس اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں، میں بیک وقت نروس اور پرسکون لگتا تھا۔ یہ زندگی کا ایک بہت بڑا لمحہ ہے جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا۔

مولوی راشد محمود منہاس صاحب، سیفوی زون، لکھتے ہیں: الحمد للہ آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف گفتگو نصیب ہوا۔ خلیفۃ المسیح سے ملاقات، آپ کی ایک جھلک دیکھنے کو ہر احمدی ترستا ہے۔ یہ نعمت تو واقعی نصیب والوں کو ملتی ہے۔ خلیفۃ المسیح کے دربار میں حاضری کا سوچ کر ایک رعب اور دبدبہ ذہن پر طاری ہو جاتا ہے کہ اس وجود سے ملنا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے تخت مسیح کا وارث بنایا ہے۔ پر قربان جائیں اس پیارے وجود پر جب ملاقات ہوتی ہے تو باپ سے بھی زیادہ شفقت اور ہمدردی کا سلوک ہوتا ہے۔ جس پیارے اور دلربا انداز میں پیارے آقا نے آج ہمیں نصائح فرمائی ہیں اور ہم سب نے اس کا اتنا اثر لیا ہے کہ شاید کوئی دوسرا سالہا سال بھی نصائح کرے تو اتنا اثر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب آقا کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولوی عبد الحمید طاہر صاحب مربی سلسلہ، کماسی لکھتے ہیں: پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایم ٹی اے کی سکرین میں جلوہ گر ہونا ایسا ہی لگا جیسے بادلوں سے اچانک چودھویں کا چاند نکل آئے۔ پھر ساری میٹنگ میں حضورِ اقدس کا مسکرانا بہت دیدنی تھا۔ ہماری نظریں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مسکراتے چہرے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ حضور کا ہر ایک سے تفصیلی تعارف اور اپنے اپنے حلقے کے بارے میں رپورٹس سے آگاہی اور ہماری کمزوریوں پہ پردہ پوشی فرمانا ایسا ہی تھا جیسے نور کی شعائیں ہمارے اندر سے گزر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو لمبی اور صحت والی زندگی عطا فرمائے آمین۔

مولوی سید نعمت اللہ صاحب طائر، مبلغ سلسلہ اکرا زون، لکھتے ہیں: حضور انور کے ساتھ ملاقات سے دل کے زنگ اتر گئے مردہ دل میں زندگی کی لہریں پیدا ہو گئیں اور سستی ایسی دور ہو گئی کہ جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ یقین سے کہتا ہوں ایک ذرہ بھی اس میں مبالغہ یا ریاء نہیں کہ جیسے بیمار کو بروقت اور صحیح دوائی دی جاتی ہے اور وہ ٹھیک ہو جاتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل اور پیارے حضور انور کی نظر اور الفاظ سے غیر معمولی روحانی تبدیلی اپنے اندر محسوس کی، نئی روح اپنے اندر محسوس کی۔

مولوی احسان اللہ صاحب مبلغ سلسلہ Tarkwah زون لکھتے ہیں: حضور پُرنور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے شاداب و مسکراتے چہرے کے دیدار اور روح پرور ہدایات سے بہت دلی سکون اور خوشی ملی۔ میری تو گویا عید ہو گئی۔ اس بابرکت اور پُرنور مجلس کا حصہ بننے پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ اللہ تعالیٰ پیارے حضور کو ہر آن اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

مولوی عامر فہیم صاحب، زونل مشنری Sunyani لکھتے ہیں: انتہائی خوش بختی ہے کہ آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بالمشافہ بات کرنے اور ملاقات کی توفیق نصیب ہوئی۔ خلافت کی محبتیں، دعائیں اور نصائح سمیٹنے کا موقع ملا۔ چند لمحوں کی گفتگو زندگی بھر کی یادگار اور سرمایہ بن گئی ہے۔ آئندہ دنوں میں یہ باتیں زبان کا ورد رہیں گی۔ یہ روح کو معطر کرتی رہیں گی اور عملی میدان میں یہ ہمارے لیے آسانیوں اور رہنمائی کا سامان ہیں۔

آخر پر خاکسار اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سامنے جب بھی پیش ہونا ہوتا ہے تو مجھے میرے پیارے استاد محترم میر محمود احمد ناصر صاحب کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

تجھ پہ مرتا بھی ہوں تجھ سے ڈرتا بھی ہوں

خلافت کی محبت جیسی تو کوئی اور چیز نہیں ہے۔ لیکن خطا کار ہونے کے ناطے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو ناراضگی کا باعث ہو۔ ملاقات سے پہلے دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، لیکن بات کرتے ہی یوں لگا جیسے حضور انور نے ہاتھ تھام لیا ہو۔ چند لمحے حضور کی زیارت نصیب ہو جائے تو اور کیا چاہیے اور زیارت بھی ایسی کہ امام صرف روبرو نہیں بلکہ آپ سے ہمکلام بھی ہو، ہدایات سے بھی نوازے، حوصلہ بھی بڑھائے اور اُڑان اونچی کرنے کی توجہ دلائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفہ وقت کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا کرے اور کمزوریوں کی پردہ پوشی فرمائے اور انجام بخیر ہو۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشقِ قرآن

(قسط اوّل)

(ظہیر احمد طاہر ابن نذیر احمد خادم۔ جرمنی)

خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک قرآنِ مجید تھا۔ اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو!

وہ لوگ جنہیں ابتدا سے ہی دستِ قدرت تھام لیتا ہے۔ اُن کی سوچوں، اُن کے ارادوں اور اُن کی امیدوں کا مرکز ومحور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہوجاتی ہے۔ اُن کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، بولنا اور خاموش رہنا اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اُس کی رضا کے تابع ہوجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا دستِ قدرت اُن کے ہاتھ اور اُن کے مختلف اعضا بن کر اُن کی مدد کو آتا ہے اور اُس کی تائید ونصرت ہمیشہ اُن کے شامل حال رہتی ہے۔ ایسے میں وہ اُن کی زبان اور قلم سے حقائق ومعارف کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ جاری کر دیتا ہے جو زندگی بخش تاثیرات سے پُر اور خارق عادت رنگ لیے ہوئے ہوتا ہے۔

جو ہمارا تھا وہ دلبر کا سارا ہوگیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہوگیا

اللہ تعالیٰ کے کام بہت پرحکمت اور نرالے ہیں۔ جن کی کنہ کو ایک عام آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور جب وہ مقررہ وقت آپہنچتا ہے تو پھر وہ کام کُنْ سے فَیَکُوْن کے دائرے میں داخل ہوکر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق اپنی تکمیل کے مراحل طے کرنے لگتا ہے۔ جب آسمان پر کسی تبدیلی کا فیصلہ ہوجائے تو زمینی حالات خود بخود سازگار ہونا شروع جاتے ہیں۔ تب صاحبِ بصیرت ہواؤں کے رُخ کو دیکھ کر موسم کی تبدیلی کا اندازہ لگالیتے ہیں:

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد اُسی آسمانی نظام کا حصہ ہے جو اس سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے ذریعہ دنیا میں جاری ہوچکا ہے۔ یہ نظام امن وآشتی، صلح وخیر، محبت واخوت اور بھلائی وخیرخواہی کا پیغام ہے جو نفرتوں کو مٹانے اور محبتوں کو پھیلانے والا پیغام ہے۔ اس نظام کا مقصد مخلوق خدا کو اُن ابدی سچائیوں کی طرف دعوت دینا ہے جو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ کے نور کی طرف لے جاتی ہیں۔ ہادی کامل حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے چودہ سو سال پہلے خبر دی تھی کہ

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا، لَنَالَهٗ رِجَالٌ، اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ

(صحیح البخاری کتاب التفسیر، زیر آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْبِهِم)

اگر ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہوگا تو ان (یعنی اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص اس کو پالیں گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں ابنائے فارس میں سے ایک ایسا شخص برپا کرے گا جو ایمان کو ثریا سے واپس لاکر اسے دوبارہ دنیا میں قائم کرے گا اور قرآن کی اصل تعلیم کو دنیا میں پھیلائے گا۔ نظر بینا رکھنے والے جانتے ہیں کہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے وقت مسلمانوں کے دلوں سے قرآن کریم کے ایک زندہ اور زندگی بخش کتاب ہونے کا احساس ختم ہوچکا تھا۔ وہ اس بابرکت کلام کو چھوڑ کر ایک مردہ قوم کی طرح ہوگئے تھے اور اُن میں روحانیت نام کی کوئی چیز باقی نہ رہی تھی۔ ان انتہائی نازک حالات میں اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آیا اور اُس نے حضور علیہ السلام کو خلعت آسمانی پہنا کر قرآنی علوم کو دنیا میں پھیلانے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ آپؑ نے تحریر وتقریر اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ قرآن کریم کی عظمت وشان کو ایسے موثر اور پرحکمت انداز میں بیان فرمایا کہ پیاسی روحیں جوق در جوق آپ کے گرد اکٹھا ہونا شروع ہوگئیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی جملہ تصانیف میں قرآن کریم کی بلند شان اور اس کے اعلیٰ مقام کو بڑی کثرت اور والہانہ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ جسے پڑھ کر فطرتِ سلیم رکھنے والا انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن کریم سے آپ کی عقیدت ومحبت اور بے پناہ عشق کے نظارے آپ کی عملی زندگی کے علاوہ آپ کے اردو، عربی اور فارسی کلام میں جابجا نظر آتے ہیں۔ آپ نے جس طرح عشق وجذب میں ڈوبے الفاظ میں قرآن کریم کے محاسن، اس کی خوبیوں اور اَن گنت اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے اُنہیں پڑھ کر انسان کا دل بے اختیار پکار اُٹھتا ہے:

جمال وحسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 198تا200)

اللہ کا کلام

قرآن شریف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق ومحبت کی سب سے بڑی وجہ اس کا کلام اللہ ہونا ہے۔ آپ قرآن شریف کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور اس کا پڑھنا پڑھانا اور اس کی تعلیم کو پھیلانا آپ کی زندگی کا اوّلین مقصد تھا۔ حضور علیہ السلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں ہمہ وقت یہ جذبہ اور خواہش موجزن رہتی کہ جلد سے جلد دنیا کلام پاک کی خوبیوں سے آگاہ ہو اور وہ کلام پاک کی خوبیوں اور محاسن سے اطلاع پاکر اس زندگی بخش آسمانی پانی سے اپنی پیاس بجھاویں اور جاودانی زندگی سے ہمکنار ہوجاویں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور میں اپنی عظمت انہیں دکھلاؤں گا یہاں تک کہ سب عظمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ ہوجائیں گی … ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلماتی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13صفحہ 65)

دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے
اس عشق میں مصائب سَو سَو ہیں ہر قدم میں
پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دیا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ 48)

قرآن کریم کی عظمت وشان

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم رہتی دنیا تک نوع انسان کے لیے چراغ راہ اور دائمی نمونہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تعلیم قرآن کو ہاتھ میں لیا اور دنیا کے تمام مذاہبِ سابقہ کو یہ چیلنج دیا کہ وہ قرآن کریم کے مقابل پر اپنی الہامی کتابیں پیش کر کے اُن کے اوصاف اور خوبیاں دنیا کو دکھلائیں تالوگ جان سکیں کہ کس کتاب کے ساتھ الٰہی تائیدات شامل ہیں۔ آپ کے بار بار چیلنج کرنے کے باوجود کسی بھی مذہب کے ماننے والے کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے 80/ سے زائد تصانیف میں قرآن کریم کے حقائق ومعارف کا جو بیش قیمت خزانہ پیش فرمایا ہے وہ براہین قطعیہ اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے پُر اور قرآن شریف کا بے مثل وبے نظیر ہونا ثابت کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’زندہ مذہب وہی ہوتا ہے جس پر ہمیشہ کے لئے زندہ خدا کا ہاتھ ہو سو وہ اسلام ہے۔ قرآن میں دو نہریں اب تک موجود ہیں ایک دلائل عقلیہ کی نہر دوسری آسمانی نشانوں کی نہر۔‘‘

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13صفحہ 92تا93)

خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے قرآن کریم کی صورت میں ایک ایسا کلام نازل فرمایا ہے جو خوبی ورعنائی میں سب سے بڑھ کر اور ہر لحاظ سے مکمل شریعت ہے جس کے پڑھنے سے دلوں کی تاریکی دُور ہوتی ہے اور دل نور ایمان سے منور ہوجاتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلماتی پردے اُٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔‘‘

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13صفحہ 65)

جو لوگ آسمانی آقا کی محبت میں کھوئے جاتے ہیں اُن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہوجاتی ہے اور اُن کی نظریں اُسی کے آستانے کی طرف مرکوز رہتی ہیں اور وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اُس سے جدا ہونا اپنی موت خیال کرتے ہیں۔ پس حضور علیہ السلام نے جب عشق کی آنکھ سے اپنے محبوب کے کلام کو دیکھا تو آپؑ اُس کے والا وشیدا ہوگئے تب قرآن کریم ہی آپ کی زندگی کا مرکز ومحور بن گیا۔ حضور علیہ السلام اسی جوش عشق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گردِ گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20صفحہ 457)

لعل یمن بھی دیکھے دُرِّ عدن بھی دیکھے
سب جوہروں کو دیکھا دل میں جچا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20صفحہ 458)

آپؑ نے دنیا کے سامنے یہ اعلان فرمایا:

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ اَنوار کا دریا نکلا
یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1صفحہ 305 حاشیہ در حاشیہ نمبر 2)

تلاوت قرآن کے ذریعہ عشق

حضور علیہ السلام کو بچپن سے ہی قرآن کریم کے ساتھ والہانہ عشق ومحبت تھا کیونکہ آپ کی سعید فطرت نے یہ جان لیا تھا کہ قرآن کریم علم ومعرفت کا خزانہ اور خدا تعالیٰ سے ملانے والی کتاب ہے۔ حضور علیہ السلام کے بچپن کے حالات سے واقف کار بیان کرتے ہیں کہ

’’مرزا صاحب مطالعہ میں ہی مصروف رہتے… مرزا

صاحب کی مرغوب خاطر اگر کوئی چیز تھی تو وہ مسجد اور قرآن شریف، مسجد میں ہی عموماً ٹہلتے رہتے اور ٹہلنے کا اس قدر شوق تھا اور محو ہو کر اتنا ٹہلتے کہ جس زمین پر ٹہلتے وہ دب دب کر باقی زمین سے متمیّز ہو جاتی۔'' (حیات احمد جلد اوّل حصہ اوّل صفحہ 81)

آپؑ اوائل عمری میں ہی دیگر مذاہب کی تعلیمات اور ان کی الہامی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ فی زمانہ قرآن کریم ہی وہ واحد کتاب ہے جو حق تعالیٰ کا کلام اور اُس کا قرب عطا کرسکتی ہے۔

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 حاشیہ در حاشیہ صفحہ 305)

حضور علیہ السلام جن دنوں بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ آپ دفتری اوقات کے بعد اپنی رہائش گاہ پر گوشہ نشین ہو جاتے اور اپنا زیادہ وقت عبادت الٰہی میں گزارتے۔ آپ کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور کلام پاک کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور درد و الحاح سے دعائیں کرتے۔ اس سلسلہ میں حضرت بابو برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نہایت قابل ذکر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

''...میں نے حکیم حسام الدین صاحب سیالکوٹی سے دریافت کیا کہ آپ باوجود اتنے مغلوب الغضب ہونے کے جبکہ آپ کی یہ حالت ہے کہ آپ کسی کی بات بھی نہیں سن سکتے تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیسے مان لیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے بات تو معقول کی ہے۔ میں تو کبھی بھی نہ مانتا اگر میں ان کے چال چلن سے پوری طرح واقف نہ ہوتا جبکہ حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں ملازم تھے اور اس وقت آپ عالم شباب میں تھے تو میں نے اُس وقت آپ کو دیکھا کہ آپ سوائے کچہری کے اوقات کے ہر وقت عبادت میں رہتے تھے اور کوئی ایک آیت قرآن مجید کی سامنے لٹکا لیتے تھے۔ میں اکثر آپ کے پاس جایا کرتا تھا۔ جب آتا تو کوئی نہ کوئی آیت سامنے لکھ کر لٹکائی ہوتی تھی۔ آخر میں نے ایک دن دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں مختلف اوقات میں مختلف آیات لٹکی ہوئی دیکھتا ہوں۔ ایک وقت میں ایک آیت ہے اور دوسرے وقت میں اس کی جگہ دوسری یہ کیا تماشا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تجھے اس سے کیا... آخر میں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ پر دس ہزار اعتراض ہوا ہے۔ تو میں نے کہا کہ کیا ہوا آپ کو اس سے کیا غرض؟ اگر دشمنانِ اسلام نے اعتراض کیے ہیں تو وہ مولوی جانیں آپ کو اس سے کیا غرض؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں تو برداشت نہیں کرسکتا۔ تو میں نے کہا پھر آپ کیا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں وہ آیات جن پر مخالفین نے اعتراضات کیئے ہیں اُن میں سے ایک ایک آیت کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔ جب تک اس کا جواب نہیں ملتا تب تک اسے نہیں چھوڑتا۔ جب اس کا جواب مل جاتا ہے تو دوسری آیت لٹکا دیتا ہوں۔ پس جتنا عرصہ وہ سیالکوٹ میں رہے ہیں اسی طرح کرتے رہے۔ پھر جب آپ سیالکوٹ سے چلے گئے اور دعویٰ کیا تو اس وقت میں نے آپ کو مان لیا اس لئے کہ آپ کی جوانی کی زندگی بالکل پاک تھی اور قرآن مجید خدا سے سیکھا تھا۔''

(الحکم 28/ جولائی 1938ء صفحہ 3 کالم 1،2
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 21/ مارچ 2003ء صفحہ 9 تا 10)

ابتدائے زمانہ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلوت اور جلوت قرآن کریم کی محبت سے معمور تھی جس کی گواہی غیروں نے بھی دی ہے۔ شمس العلماء جناب مولانا سید میر حسن مرحوم حضور علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''حضرت مرزا صاحب ... کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع وخضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔''

(حیات طیبہ مرتبہ شیخ عبدالقادر صاحب صفحہ 25۔ مطبوعہ 1960ء)

یا اللہ! تُو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں

قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا بزرگ کلام ہے اس کو سمجھنا اور اُس کے معارف سے اطلاع پانا انسان کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ جس علیم وخبیر ہستی کا یہ کلام ہے وہی سمجھائے تو انسان اس کو سمجھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کلام الٰہی کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور رجوع ہوتے، اُسی سے مدد و استمداد کے طالب ہوتے اور درد و الحاح سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ جب وہ اپنے کمرے یا حجرے میں بیٹھتے تو دروازہ بند کرلیا کرتے تھے۔ یہی طرز عمل آپ کا سیالکوٹ میں تھا لوگوں سے ملتے نہیں تھے۔ جب کچہری سے فارغ ہو کر آتے تو دروازہ بند کر کے اپنے شغل اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ عام طور پر انسان کی عادت متجسس واقع ہوئی ہے۔ بعض لوگوں کو یہ ٹوہ لگی کہ یہ دروازہ بند کر کے کیا کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن اُن ٹوہ لگانے والوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی اس مخفی کارروائی کا سراغ مل گیا۔ اور وہ یہ تھا کہ آپ مصلّی پر بیٹھے ہوئے قرآن مجید ہاتھ میں لیے دعا کر رہے ہیں کہ ''یا اللہ تیرا کلام ہے۔ مجھے تو تُو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن فہمی کے لیے دعاؤں اور توجہ الی اللہ کو ہی اپنا راہ نما بناتے تھے کیونکہ آپ کا عقیدہ تھا کہ

مشکلِ قرآں نہ از ابنائے دنیا حل شود
ذوقِ آں مے داند آں مستے کہ نوشد آں شراب

آپ کی خلوت وجلوت قرآن مجید کی محبت وغیرت سے معمور ہوتی تھی۔ اور اب وقت آ گیا تھا کہ آپ تائید اسلام کے لیے پبلک میں آئیں۔ اور قرآن مجید کے حقائق اور معارف کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔''

(حیاتِ احمد جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 175)

اوپر بیان کیے گئے فارسی شعر کا مطلب یہ ہے کہ
قرآن کے رموز دنیا دار نہیں سمجھ سکتے۔ اس مزے کا ذوق وہی جانتا ہے جس نے یہ شربت پیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تصوف کی کونسی کتاب پڑھا کرتے تھے۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی تصوف کی کتاب کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو خود مجسّم تصوّف تھے۔ تصوّف کی کتاب قرآن تھی جو آپ دن رات پڑھا کرتے تھے۔ اُس کی ایک ایک آیت تصوف کے مضامین سے بھری ہوئی ہے۔'' (روزنامہ الفضل قادیان دارالامان 26/ جولائی 1944ء صفحہ 2)

مشکل آیات اور معارف و حقائق

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ایسا دل عطا کیا تھا جو فطری طور پر خدمت دین کے جذبہ سے سرشار تھا۔ آپ اوائل عمری سے ہی تعلیم اسلام اور معارف قرآن کو پھیلانے کے لیے ہر وقت مستعد اور تیار رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوچوں کا مرکز ومحور اللہ تعالیٰ کا پاک کلام قرآن مجید تھا کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ قرآن کریم کو سمجھے بغیر دین کی خدمت ایک ناممکن اور بے سود امر ہے۔ حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے قرآن کریم کے مشکل مقامات کے متعلق بتایا کہ بظاہر مشکل مقامات کے نیچے معارف اور حقائق کے خزانے چھپے ہوتے ہیں۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے بیان فرمایا کہ قرآن شریف کی جو آیات بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہیں اور ان پر بہت اعتراض ہوتے ہیں۔ دراصل ان کے نیچے بڑے بڑے معارف اور حقائق کے خزانے ہوتے ہیں اور پھر مثال دے کر فرمایا کہ ان کی ایسی ہی صورت ہے جیسے خزانہ کی ہوتی ہے۔ جس پر سنگین پہرہ ہوتا ہے اور جو بڑے مضبوط کمرے میں رکھا جاتا ہے۔ جس کی دیواریں بہت موٹی ہوتی ہیں اور دروازے بھی بڑے موٹے اور لوہے سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں اور بڑے بڑے موٹے اور مضبوط قفل اس پر لگے ہوتے ہیں اور اس کے اندر بھی مضبوط آہنی صندوق ہوتے ہیں۔ جن پر خزانہ رکھا جاتا ہے اور پھر وہ صندوق بھی خزانہ کے اندر اندھیری کوٹھڑیوں اور تہ خانوں میں رکھے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر شخص وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ بمقابل نشست گاہ ہونے کے جو کھلے کمرے ہوتے اور دروازوں پر بھی عموماً شیشے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے باہر والا شخص بھی اندر نظر ڈال سکتا ہے اور جو اندر آنا چاہے بآسانی آ سکتا ہے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 165 روایت نمبر 166)

تدبر فی القرآن

حضور علیہ السلام سیالکوٹ کی ملازمت چھوڑنے کے بعد جب واپس قادیان تشریف لائے تو مختلف امور میں والد محترم کی مدد کرنے کے علاوہ اپنے وقت کا زیادہ تر حصہ قرآن شریف پر غور وتدبر اور دینی کاموں میں گزارا کرتے۔ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ

''جب میں حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور اُن ہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 187 حاشیہ)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی جوانی کے مشاغل کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

''اس وقت کے مشاغل بجز عبادت وذکر الٰہی اور تلاوتِ قرآن مجید اور کچھ نہ تھے۔ آپ کو یہ عادت تھی کہ عموماً ٹہلتے رہتے اور پڑھتے رہتے۔ دوسرے لوگ جو حقائق سے ناواقف تھے۔ وہ اکثر آپ کے اس شغل پر ہنسی کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت اُس پر تدبّر اور تفکّر کی بہت عادت تھی۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک قرآنِ مجید تھا۔ اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو! اس قدر تلاوت قرآن مجید کا شوق اور جوش ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی اس مجید کتاب سے کس قدر محبت اور تعلق تھا۔ اور آپ کو کلامِ الٰہی سے کیسی مناسبت اور دلچسپی تھی۔ اسی تلاوت اور پُر غور مطالعہ نے آپ کے اندر قرآن مجید کی صداقت اور عظمت کے اظہار کے لیے ایک جوش پیدا کر دیا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے علوم قرآنی کا ایک بحر ناپیدا کنار آپ کو بنا دیا تھا۔ جو علم کلام آپ کو دیا گیا اس کی نظیر پہلوں میں نہیں ملتی... غرض ایک تو قرآن مجید کے ساتھ غایت درجہ کی محبت تھی۔ اور اس کی عظمت اور صداقت کے اظہار کے لیے ایک رَو بجلی کی طرح آپ کے اندر دوڑ رہی تھی۔ جس کا ظہور بہت جلد ہو گیا۔''

(حیاتِ احمد جلد اوّل صفحہ 172 تا 173)

مذکورہ بالا روایت میں حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا بیان خاص توجہ کے قابل ہے۔ حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ آپ قرآن کریم کو جلدی جلدی پڑھنے کی بجائے نہایت توجہ، انہماک اور تدبر وتفکر سے پڑھتے تھے۔ آپ قرآن کریم کے مضامین کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لیے اس بیان سے یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے جب بھی اپنے والد بزرگوار کو دیکھا آپ کو کلام الٰہی میں محو پایا۔ اسی بنا پر آپ نے یہ اندازہ لگایا کہ آپؑ نے شاید دس ہزار مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کیا ہو گا۔

جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا

حضور علیہ السلام کے والد شفقت پدری کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپؑ کے بارے میں فکر مند رہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ کو کوئی اچھی ملازمت مل جائے تا کہ زندگی بہتر طور پر گزر سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی فطرت میں نیکی، تقویٰ اور خدمت دین کا ایسا جوہر ودیعت کر دیا تھا جو ہر پل آپ کی توجہ اس اہم فریضہ کی طرف مبذول رکھتا تھا۔ آپؑ دنیاوی فکروں اور اُس کے رنج وغم میں مبتلا ہونے کی بجائے اسلام، بانی اسلام ﷺ اور قرآن کریم کی عظمت وشان بلند کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔

جھنڈا سنگھ نامی ایک شخص کاہلواں متصل قادیان کا رہنے والا بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم نے اس کو کہا کہ حضرت مسیح موعود کو بلا لاؤ۔ جب وہ بلا کر لایا تو بڑے مرزا صاحب نے فرمایا: غلام احمد تم میرے ساتھ چلو کہ میں تمہیں کسی معزز عہدہ پر ملازم کرا دوں۔ غلام قادر تو

نوکر ہوگیا ہے۔ تجھے بھی کسی جگہ کرادوں۔حضرت مسیح موعود نے جواب دیا کہ میں نے تو جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا۔ مرزا صاحب قبلہ مرحوم یہ جواب سن کر بولے کہ اچھا نوکر ہو گئے؟ پھر جواب میں کہا کہ جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا۔ اس پر انہوں نے آپ کو رخصت کر دیا اور آپ جا کر اپنے شغل میں مصروف ہو گئے۔

(حیاتِ احمد جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 172)

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اکثر اوقات مرزا اسماعیل بیگ کو بلا کر آپؑ کے بارے میں پوچھتے اور فرماتے:

''سُنا تیرا مرزا کیا کرتا ہے میں کہتا تھا کہ قرآن دیکھتے ہیں۔ اس پر وہ کہتے کہ کبھی سانس بھی لیتا ہے۔ پھر یہ پوچھتے کہ رات کو سوتا بھی ہے؟ میں جواب دیتا کہ ہاں سوتے بھی ہیں۔ اور اُٹھ کر نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اس پر مرزا صاحب کہتے کہ اس نے سارے تعلقات چھوڑ دیئے ہیں میں اَوروں سے کام لیتا ہوں۔''

(حیات احمد جلد اوّل نمبر سوم صفحہ 91۔
بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 65)

غیروں کے قرآن کریم پر اعتراضات

کلام پاک پر انگشت نمائی اور زبان طعن دراز کرنا روزِ اوّل سے دشمنانِ اسلام کا وطیرہ رہا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام اور بانی اسلام پر لگائے جانے والے الزامات کو اپنے دردمند دل پر محسوس کرتے ہوئے دیگر مذاہب کی تعلیمات کا بغور مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ آپؑ دعاؤں کے علاوہ قرآن مجید کا کثرت سے مطالعہ کرتے اور بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ قرآن کریم کے مضامین پر غور و تدبر فرمایا کرتے تا کہ حقائق و معارف کے ان خزانوں پر اطلاع پاسکیں۔ آپ کی ابتدائی زندگی کے بارے میں پٹیالہ کے ایک غیر احمدی تحصیلدار منشی عبد الواحد صاحب کی گواہی ہے کہ

چودہ پندرہ سال کی عمر میں سارا دن قرآن شریف پڑھتے تھے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے کہ یہ کسی سے غرض نہیں رکھتا سارا دن مسجد میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔

(ریویو آف ریلیجنز اردو قادیان جنوری 1942ء صفحہ 9
بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 64)

ایک ہندو پنڈت جناب دیوی رام 1875ء۔1876ء میں آپؑ کی مصروفیات کے متعلق بتاتے ہیں کہ

آپ ہندو مذہب اور عیسائی مذہب کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔ اور آپ کے ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ انہیں دنیا کی اشیاء میں سے مذہب کے ساتھ محبت تھی۔مرزا صاحب مسجد یا حجرہ میں رہتے تھے۔ آپ کے والد صاحب آپ کو کہتے تھے کہ غلام احمد تم کو پتہ نہیں کہ سورج کب چڑھتا ہے اور کب غروب ہوتا ہے اور بیٹھے ہوئے وقت کا پتہ نہیں۔ جب میں دیکھتا ہوں چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 178تا182 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 65)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔''

(کتاب البریۃ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 181 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں شانِ اسلام اور عظمتِ قرآن کے لیے جو انتہا درجہ غیرت اور دلی جوش موجزن تھا اُس کے ہوتے ہوئے آپ کیونکر یہ برداشت کر سکتے تھے کہ کوئی انسان کلام پاک پر زبانِ طعن دراز کرے اور آپ اُس کا جواب نہ دیں۔ چنانچہ آپ نے ساری زندگی کمال جرأت اور بغیر خوف لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ دشمنان اسلام کی طرف سے قرآن شریف پر کیے گئے تمام اعتراضات کا ایک ایک کر کے نہ صرف جواب دیا بلکہ مسکت دلائل اور اعجاز نما براہین سے غیروں کے منہ بند کر دیے۔ اور اُن کے سامنے قرآن شریف کو عجائبات روحانیہ کا ایک حسین مرقع ثابت کر دکھایا۔حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف تو بجائے خود ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور نہ صرف معجزانہ بلاغت و فصاحت رکھتا ہے بلکہ معجزات اور پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے اور جن قوی دلائل سے وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا ثبوت دیتا ہے وہ ثبوت نہ توریت کی رُو سے مل سکتا ہے نہ انجیل کی رُو سے حاصل ہو سکتا ہے۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 271)

نیز فرمایا:

''قرآن کریم صرف اپنی بلاغت و فصاحت ہی کے رُو سے بےنظیر نہیں بلکہ اپنی ان تمام خوبیوں کی رُو سے بےنظیر ہے جن خوبیوں کا جامع وہ خود اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور یہی صحیح بات بھی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ صادر ہے اُس کی صرف ایک خوبی ہی بےمثل نہیں ہونی چاہئے بلکہ ہر یک خوبی بےمثل ہو گی ... خدا تعالیٰ کی پاک اور سچی کلام کو شناخت کرنے کی یہ ایک ضروری نشانی ہے کہ وہ اپنی جمیع صفات میں بےمثل ہو۔''

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 60)

پس یہ اُسی والہانہ عشق اور محبت کا نتیجہ ہے کہ عاشق قرآن کا دل، غیروں کے کلام اللہ پر بےجا حملوں اور توہین آمیز باتوں سے سخت غمگین ہو جاتا ہے اور وہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کا واسطہ دیتے ہوئے اس مقدس کلام کی بےجا مخالفت سے روکنے کی کوشش کرتا ہے:

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 202)

قرآن کریم کی تحدّی نظیر پر قلمی مباحثہ

پنڈت شونرائن اگنی ہوتری جو براہم سماج کے منسٹر اور کرتا دھرتا تھے انہوں نے جنوری 1883ء میں اپنے اخبار ''دھرم جیون'' میں ایک آرٹیکل لکھا اور یہ دعویٰ کر دیا کہ دانشمند انسان ایسی تالیف کر سکتا ہے جو کمالات میں مثل قرآن شریف کے یا اس سے بڑھ کر ہو۔حضور علیہ السلام نے فوراً براہین احمدیہ میں اس کا جواب لکھا اور آپ نے سورت فاتحہ اور گلاب کے پھول کی مماثلت پر ایک بصیرت افروز بحث فرمائی۔ اسی سال حضور علیہ السلام کا پنڈت شونرائن اگنی ہوتری کے ساتھ قرآن مجید کی تحدّی نظیر پر ایک مباحثہ قلمی شروع ہو گیا۔ اس تمام صورت حال کو حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کے قلم سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

''اس سال کے شروع ہی میں حضرت اقدسؑ کو پھر پنڈت شونرائن اگنی ہوتری سے خطاب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ براہین کی پہلی تین جلدوں خصوصاً تیسری جلد کی اشاعت پر براہم سماج میں ایک زلزلہ آیا۔ براہمو اور دوسرے منکرین وحی والہام جو اعتراض کرتے تھے آپ نے براہین میں ان کا تفصیل اور بسط کے ساتھ معقول ردّ کیا۔ پنڈت شونرائن اگنی ہوتری جو براہم سماج کے منسٹر اور کرتا دھرتا تھے اس کے جواب کے لیے آمادہ ہوئے اگرچہ اس سے پیشتر بھی ان سے مسئلہ الہام پر ایک خط وکتابت ہو چکی تھی ... مگر اب انہوں نے اپنے اخبار ''دھرم جیون'' میں آغاز بحث کیا اور جنوری 1883ء کے دھرم جیون میں قرآن مجید کی تحدّی بےنظیری پر ایک آرٹیکل لکھا اور یہ دعویٰ کر دیا کہ دانشمند انسان ایسی تالیف کر سکتا ہے جو کمالات میں مثل قرآن شریف کے یا اس سے بڑھ کر ہو۔ آپ نے پنڈت جی کے اس سوال کا جواب فوراً براہین احمدیہ کے حاشیہ نمبر 11 میں صفحہ 329 پر لکھا۔ اور اسی سلسلہ میں آپ نے سورۃ فاتحہ اور گلاب کے پھول کی مماثلت پر ایک بصیرت افروز بحث کی... اس طرح پر اس سال کا آغاز ستیانند اگنی ہوتری جی کے ساتھ قرآن مجید کی تحدّی نظیر پر ایک مباحثہ قلمی شروع ہو گیا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت کی اس تحریر کی اشاعت کے بعد اگنی ہوتری جی قرآن شریف پر کسی قسم کا حملہ کرنے سے پیچھے ہٹ گئے اور خاموش ہو گئے۔

پنڈت شونرائن اگنی ہوتری کے اس اعتراض نے معارف و حقائق قرآنی کے ایک چشمہ کے جاری کر دینے کی تحریک کی اور خدا تعالیٰ نے وہ معارف آپ کو دیئے کہ آپ سے پیشتر کسی نے اس خصوص میں نہ لکھے تھے۔ اس ضمن میں آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات قرآنِ مجید کے متعلق بھی آپ نے ردّ کئے اور ان کی تعلیمات کا قرآنی تعلیم سے مقابلہ کر کے قرآن مجید کی عظمت اور فضیلت کا اظہار فرمایا۔ اس طرح پر یہ سال برہموؤں، آریوں، عیسائیوں پر مشترکہ فتح کے ساتھ شروع ہوا۔''

(حیات احمد جلد دوم حصہ اوّل صفحہ 123تا124)

کتاب اعجاز المسیح اور تفسیر سورت فاتحہ

اللہ تعالیٰ جو حضور علیہ السلام کے دل کا راز دان تھا اُسی نے آپ کو خدمت اسلام اور خدمت قرآن کے لیے چن لیا تھا۔ پس آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے خدمت اسلام کی ایسی توفیق پائی جس کی مثال چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ آپ نے ایسا عدیم المثال لٹریچر تیار کیا جو قرآنی علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ اور معرفت الٰہی عطا کرنے والا سیدھا رستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا کہ

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ۔ یَااَحۡمَدُ فَاضَتِ الرَّحۡمَۃُ عَلٰی شَفَتَیۡکَ

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 617 حاشیہ در حاشیہ)

''یعنی خدا نے تجھے اے احمد قرآن سکھلایا اور تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 230)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس الہام کی تفہیم مجھے اِس طرح ہوئی کہ کرامت اور نشان کے طور پر قرآن اور زبان قرآن کی نسبت دو طرح کی نعمتیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ معارف عالیہ فرقان حمید بطور خارق عادت مجھ کو سکھلائے گئے جن میں دُوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۲) دوسرے یہ کہ زبانِ قرآن یعنی عربی میں وہ بلاغت اور فصاحت مجھے دی گئی کہ اگر تمام علماء مخالفین باہم اتفاق کر کے بھی اس میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں تو ناکام اور نامراد رہیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ جو حلاوت اور بلاغت اور فصاحت لسان عربی مع التزام حقائق و معارف و نکات میری کلام میں ہے وہ ان کو اور ان کے دوستوں اور ان کے استادوں اور ان کے بزرگوں کو ہرگز حاصل نہیں۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 230)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اکتسابی علم سے واقف کار جانتے ہیں کہ آپ نے سوائے چند درسی کتب کے کسی طرح کی دینی یا دنیاوی تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ آپ خود بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ آپ بجز معمولی شد بد کے عربی نہ جانتے تھے مگر اس کے باوجود آپ ساری دنیا کے بظاہر نامی گرامی لوگوں کو یہ چیلنج دے رہے تھے کہ عربی زبان میں جو فصاحت و بلاغت مجھے عطا کی گئی ہے وہ دیگر علماء و فضلاء میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ اس الہام کے بعد حضور علیہ السلام نے قرآن شریف کے بعض مقامات اور بعض سورتوں کی عربی زبان میں نہایت بلیغ و فصیح تفسیریں لکھیں اور مخالفین کو مقابلہ کے لیے بلایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے بڑے بڑے انعام مقرر کیے لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ کے مقابلہ میں آسکے۔حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی اس ملک کے تمام مولویوں میں سے معارف قرآنی میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہے اور کسی سورۃ کی ایک تفسیر میں لکھوں اور ایک کوئی اور مخالف لکھے تو وہ نہایت ذلیل ہوگا اور مقابلہ نہیں کر سکے گا۔''

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 292تا293)

(باقی آئندہ)

☆...☆...☆

مسیح و مہدی کا مقام و مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

(محمود احمد ناصر۔ جرمنی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے مسلمانو)! تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جہاں امت کے عروج اور ترقی کے بارے میں عظیم الشان خبر دی تھی وہاں آخری زمانہ میں اس امت پر آنے والے تنزل و ادبار کی بھی بڑے واضح الفاظ میں پیشگوئیاں فرمائی تھیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ

لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ، مَسَاجِدُ ھُمْ عَامِرَۃٌ وَھِیَ خَرَابٌ مِنَ الْھُدٰی عُلَمَآءُ ھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِھِمْ

(مشکوٰۃ کتاب العلم فصل الثالث صفحہ 38)

یعنی اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ اور قرآن مجید صرف الفاظ میں رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔

اس کے علاوہ آپؐ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں عابد جاہل ہوں گے قاری لوگ فاسق ہوں گے۔ میاں اپنی بی بی کی اطاعت کرے گا۔ مسجدوں میں شور ہو گا عالم اس لیے علم سیکھیں گے کہ روپیہ کما سکیں، قرآن کو تجارت ٹھہراویں گے۔ لوگ مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کریں گے خطباء بہت ہوں گے آمر بالمعروف کم ہوں گے۔ شراب پی جائے گی۔ مرد عورتوں کی شکل بنائیں گے۔ عورتیں مرد کی ہم شکل بنیں گی۔ بے گناہ قتل ہوں گے۔

(اقتراب و الساعۃ صفحہ 38)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں امت کے اس ادبار اور تنزل کی بڑی واضح پیشگوئیاں فرمائی تھیں وہاں آپ نے امت کو یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ اس تنزل اور ادبار کے بعد پھر میری امت پر بہار کا زمانہ آئے گا اور یہ امت اپنی کھوئی ہوئی ابتدائی شان و شوکت دوبارہ حاصل کرے گی اور آخری زمانہ میں جبکہ مندرجہ بالا پیشگوئیوں کے مطابق حالات وقوع پذیر ہوں گے تو ایک عظیم وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے امت میں کھڑا کیا جائے گا جس کو آپ نے مہدی اور مسیح کے نام سے یاد فرمایا۔

چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:

کَیْفَ تَھْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا

(کنز العمال جلد 7 صفحہ 203 حدیث 2144)

کہ میری امت کبھی تباہ و برباد نہیں ہو سکتی جس کے اول میں خدا نے مجھے بھیجا اور جس کی حفاظت اور حمایت کے لیے آخر میں مسیح موعود علیہ السلام آئے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ بھی واضح ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کا آنا ایسے زمانہ میں مقدر تھا جو امت محمدیہ کے لیے انتہائی خطرات کا زمانہ تھا۔

عن عبد الرحمان بن جبیر بن نفیر عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَیُدْرِکَنَّ الدَّجَّالُ قَوْمًا مِّثْلَکُمْ اَوْ خَیْرًا مِّنْکُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَنْ یُّخْزِیَ اللّٰہُ اُمَّۃً اَنَا اَوَّلُھَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا۔

(مستدرک حاکم کتاب المغازی باب ذکر فضیلۃ جعفر)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمان بن جبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لازم ہے کہ دجال تمہارے جیسے یا تم سے بہتر لوگوں کا زمانہ پائے اور اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا جس کے آغاز میں مَیں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں صرف فرقہ بندی، فتنہ و فساد، دجالوں کذابوں کی آمد اور ان کے ذریعہ تباہی و بربادی کی خبر ہی نہیں دی گئی بلکہ اس امت مرحومہ کو ہلاکت سے بچانے کے لیے عیسیٰ بن مریم جیسے وجود کے نجات دہندہ بن کر تشریف لانے کی بشارت بھی دی گئی ہے۔ یہ حدیث سنی اور شیعہ دونوں مکاتب فکر کی کتب میں کسی قدر لفظی فرق کے ساتھ موجود ہے۔ شیعہ روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو گی جس کے شروع میں مَیں اور علی اور میری اولاد کے گیارہ صاحب فہم و بصیرت افراد اور آخر میں مسیح ہے۔ لیکن درمیانی زمانہ کے لوگ ہلاک ہوں گے میرا ان لوگوں سے اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں امت کو ہلاکت سے بچانے کے لیے عیسیٰ بن مریم کا ذکر کیا ہے پس یہی مسیح موعود علیہ السلام دراصل امام مہدی ہے۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں صراحت سے ذکر ہے کہ مسیح موعود ہی مہدی ہو گا۔

مہدی کی تائید و نصرت واجب ہے

عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہُ الْحَارِثُ بْنُ حَرَّاثٍ عَلٰی مُقَدِّمَتِہٖ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مَنْصُوْرٌ یُوَطِّئُ اَوْ یُمَکِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا مَکَّنَتْ قُرَیْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَجَبَ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُہٗ اَوْ قَالَ اِجَابَتُہٗ

(ابو داؤد کتاب المہدی آخری باب)

ترجمہ: حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ماوراء النہر سے ایک شخص ظاہر ہو گا جو حارث کے نام سے پکارا جائے گا اس کے مقدمۃ الجیش کے سردار کو ''منصور'' کہا جائے گا۔ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مضبوطی کا ذریعہ ہو گا۔ جس طرح قریش (میں سے اسلام قبول کرنے والوں) کے ذریعہ رسول ﷺ کو مضبوطی حاصل ہوئی۔ ہر مومن پر اس کی مدد و نصرت اور قبولیت فرض ہے۔



اس حدیث میں ماوراء النہر (یعنی سمرقند و بخارا) کے علاقہ کے ایک شخص کے ظہور کا ذکر ہے۔ جس کا لقب ''حارث بن حراث'' ہو گا۔ اس میں اس شخص کے ذاتی اور آبائی پیشہ کاشتکاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ معزز زمیندار خاندان سے ہو گا۔ پھر وہی علامت جو قرآن شریف کی آیت استخلاف میں خلفاء کی نشانی کے طور پر بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دین کو مضبوطی بخشے گا۔ پس اس حدیث میں مسیح کا علاقہ اور کام بیان فرما کر اس کی تائید و نصرت واجب قرار دی گئی ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آج تک سمرقند کے کسی معزز زمیندار نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ایک حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ ہی وہ مدعی مسیح و مہدی ہیں جن کے آباو اجداد کا تعلق سمرقند سے تھا۔ آپ کے آبا وہاں سے شہنشاہ بابر کے زمانہ میں ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے اور پنجاب میں کئی دیہات بطور جاگیر آپ کے خاندان کو ملے تھے اس لحاظ سے آپ کا خاندان ایک معزز زمیندار خاندان تھا۔ پس یہ آپ کی ذاتی خاندانی علامت تھی جو اس حدیث میں ''حارث'' کے لفظ میں بیان ہوئی۔

عیسیٰ اور مہدی ایک ہی وجود کے دو لقب

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لَا یَزْدَادُ الْاَمْرُ اِلَّا شِدَّۃً وَلَا الدُّنْیَا اِلَّا اِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: معاملات شدت اختیار کرتے جائیں گے۔ دنیا اخلاقی پستی میں بڑھتی چلی جائے گی اور لوگ حرص و بخل میں ترقی کرتے چلے جائیں گے اور صرف برے لوگوں پر ہی قیامت آئے گی اور کوئی مہدی مسیح عیسیٰ بن مریم کے سوا نہیں ہو گا۔

بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ عیسیٰ کی روح مہدی میں بروز کرے گی جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

مشہور شیعہ مفسر علامہ طبرسی نے بھی انہی معنی کی تائید میں لکھا ہے کہ روح عیسیٰ مہدی میں بروز کرے گی جو حدیث لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی کے مطابق ہے۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث میں بہت اختلاف ہے اس وجہ سے امام بخاری اور مسلم نے مہدی کے بارے میں کوئی روایت قبول نہیں کی اور جو احادیث لی ہیں ان سے اول تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ بن مریم ہیں دوم یہ کہ ابن مریم امام (مہدی) بن کر تشریف لائیں گے گویا امام بخاری اور مسلم کے نزدیک موعود مسیح ہی مہدی ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقام عیسویت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''مہدی کے کامل مرتبہ پر وہی پہنچتا ہے جو اوّل عیسیٰ بن جائے یعنی جب انسان تبتّل الی اللہ میں ایسا کمال حاصل کرے جو فقط روح رہ جائے تب وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک روح اللہ ہو جاتا ہے اور آسمان میں اس کا نام عیسیٰ رکھا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ایک روحانی پیدائش اس کو ملتی ہے۔''

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 368)

موعود امام...امت محمدیہ کا ایک فرد

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَإِمَامُکُمْ مِنْکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَمَّکُمْ مِّنْکُمْ

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی بن مریم و مسلم کتاب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے مسلمانو)! تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔

قرآن شریف کی آیت استخلاف میں وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ... (النور: 56) کے الفاظ میں مسلمانوں میں ان سے پہلی قوم (بنی اسرائیل) کی طرح خلیفہ قائم کرنے کا عظیم الشان وعدہ فرمایا گیا۔ لفظ مِنْکُمْ میں صراحت کر دی گئی کہ وہ

خلفاء امت محمدیہ ہی میں سے ہوں گے۔ یہ حدیث بھی دراصل اسی آیت کی تفسیر ہے جس میں بتایا گیا کہ وہ مسلمان کیسے خوش قسمت ہوں گے جن کے دَور میں خلافت کا الٰہی وعدہ پورا ہوگا اور ان کی نازک حالت کے وقت بنی اسرائیل کے حضرت مسیح ابن مریمؑ کا مثیل مسلمانوں میں سے پیدا ہوگا۔ حدیث میں بھی مِنۡکُمۡ کے الفاظ کی موجودگی صاف اشارہ کرتی ہے کہ وہ امام مسلمانوں میں سے ہوگا۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ ہی وہ امتی مسیح موعود اور امام مہدی ہیں جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں اپنے زمانہ کے اس امام کو پہچاننے کی توفیق ملی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

ثریا کی بلندی سے ایمان واپس لانے والا مردِ فارس

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النبيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، فَأُنْزِلَتْ عليه سُورَةُ الجُمُعَةِ: {وَآخَرِينَ مِنهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ} قالَ: قُلتُ: مَن هُمْ يا رَسولَ اللَّهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا، وفينَا سَلْمَانُ الفَارِسِيُّ، وضَعَ رَسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يَدَهُ علَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قالَ: لو كانَ الإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا، لَنَالَهُ رِجَالٌ - أوْ رَجُلٌ - مِن هَؤُلَاءِ، حَدَّثَنَا عبدُ اللَّهِ بنُ عبدِ الوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عبدُ العَزِيزِ، أخْبَرَنِي ثَوْرٌ، عن أبِي الغَيْثِ، عن أبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النبيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ: لَنَالَهُ رِجَالٌ مِن هَؤُلَاءِ

(مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس و بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے آیت واخرین منھم کی تلاوت فرمائی جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض دوسرے لوگوں میں بھی مبعوث فرمائے گا (جن کو آپ کتاب وحکمت سکھائیں گے اور پاک کریں گے) جن کا زمانہ صحابہ کے بعد ہے۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ اے خدا کے رسولؐ! یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اس سائل نے دو تین مرتبہ یہ بات پوچھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہمارے درمیان سلمان فارسی موجود تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں یعنی قوم سلمان رضی اللہ عنہ میں سے کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے اور قائم کریں گے۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک مرد یا کچھ لوگ ایمان کو واپس لائیں گے۔

1۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری آمد یا بعثت کا زمانہ اس وقت ہوگا جب ایمان دنیا سے اٹھ جائے گا اور اسلام پر عمل باقی نہ رہے گا۔

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دوسری بعثت ایک ایسے شخص کے رنگ میں ہوگی جو عربی نہیں عجمی ہوگا اور سلمان فارسی کی قوم سے ہی ہوگا وہی سلمان فارسی جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ان کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہے، سلمان اہل بیت میں سے ہے۔

3۔ رسول اللہ کی اس دوسری بعثت کی غرض اور مقصد ایمان کا قیام اور اسلام کا احیائے نو ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس حدیث کے مصداق ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی نے مجھے ٹھہرایا ہے اور بتصریح بیان فرمایا کہ وہ میرے حق میں ہے۔ آپ نے بڑی تحدی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اس وحی کو خدا کا کلام قرار دیتے ہوئے مفتری پر خدا کی لعنت ڈالی اور انکار کرنے والے کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے جسے آج تک کسی نے قبول کرنے کی جرأت نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازسرنو ایمان قائم کرنے والے، قرآن ثریا سے واپس لانے کی عظیم الشان خدمت انجام دینے والے رجل فارسی کو ہی مسیح موعود قرار دیا ہے اور اس کے حق میں منطقی دلیل دی ہے کہ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ رجل فارسی مسیح موعود سے افضل ہے کیونکہ مسیح کا کام مومن کامل بنانا ہے جو افاضہ خیر ہے اور زیادہ بھاری دینی خدمت ہے مزید یہ کہ جسے آسمان کی بلندی سے ایمان لانے کی طاقت ہے وہ زمین کا شر کیوں دور نہیں کرسکتا لہٰذا یہی رجل فارسی ہی مسیح موعود علیہ السلام ہے اور اس کے مصداق وحی الٰہی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں۔

سلام مصطفےٰ بنام مہدی و مسیح

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَلْيَقْرَأْهُ مِنِّي السَّلَامَ

(مستدرک حاکم کتاب الفتن باب ذکر نفخ الصور)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو عیسیٰ بن مریم کو پائے وہ اسے میرا اسلام پہنچائے۔

اس حدیث سے آخری زمانے میں آنے والے مثیل مسیح کے مقام اور اسے قبول کرنے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے جسے ان کے آقا ومطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا محبت بھرا سلام بھجوایا۔ اپنی امت کو گویا یہ پیغام دیا کہ وہ میرا پیارا مسیح اور مہدی ہے اس کی قدر کرنا ہاں! وہی مہدی جس کی سچائی کے نشان کے طور پر چاند گرہن کے آسمانی گواہوں کا ذکر کرتے ہوئے ''ہمارے مہدی'' کے الفاظ میں آپ نے اس کے ساتھ اپنی محبت اور پیار کا اظہار فرمایا۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ اَلَا اِنَّهٗ خَلِيْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ یعنی وہ مسیح موعود میری امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔ پس تم میں سے جو بھی اسے پائے میرا اسلام کا پیغام پہنچائے۔

سلامتی کے اس پیغام میں یہ بھی اشارہ تھا کہ ہمیشہ کی طرح دنیا اس مامور زمانہ کی مخالفت کرے گی اور لعنت وملامت کا سلوک کرے گی مگر اپنے سچے امتیوں سے آپ نے سلامتی کے پیغام کی ہی توقع رکھی اور انہیں اس مسیح موعود کے ماننے اور قبول کرنے کی تاکید کی کیونکہ محض سلامتی کا پیغام پہنچانے میں فضیلت تو ہے مگر یہ موجب نجات نہیں ہوسکتی اسی لیے رسول اللہؐ نے فرمایا۔

فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المھدی)

کہ جب تم اس مہدی کو دیکھو تو اس کی بیعت کرنا خواہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔ ابن ماجہ کی ہی دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امام کی نصرت اور مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ بعض اور روایات میں اس مہدی کے حق میں آسمان سے خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِي کی آواز آنے کا جو ذکر ہے جس سے مراد آسمانی نشانوں کا ظہور اور مہدی کی قبولیت پھیلنا ہے۔ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ مسیح ومہدی کو قبول کرنا اور اس کی بیعت کرکے مدد کرنا کتنا ضروری اور لازمی ہے۔

حرف آخر

سینکڑوں اور ہزاروں سال کے غلط راسخ عقیدے کو لاکھوں انسانوں کے دلوں سے دُور کرکے ان کو صحیح عقیدے پر قائم کردینا تائید الٰہی کے بغیر ہرگز ممکن نہیں اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مہتم بالشان کارنامہ ہے کہ اگر آپ صرف اسی بنا پر یہ فرماتے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے اور جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی تھی وہ مسیح میں ہوں تو بھی نہایت صحیح اور برمحل اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد کی طرح بالکل بجا اور درست ہوتا جو آپؑ نے ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے کا مطالبہ کرنے والے یہود سے فرمایا تھا کہ ایلیا تو نازل ہوگیا پر تمہیں خبر نہیں ہوئی۔ وہ ایلیا یوحنا ہے۔ مگر حضرت اقدس علیہ السلام کے مسیح موعود ہونے پر تو بفضلہٖ تعالیٰ اور بھی بکثرت دلائل موجود ہیں اور آپ نے بفضلہٖ تعالیٰ وہ تمام عظیم الشان کام کسر صلیب اور قتل خنزیر اور مذاہب عالم پر دلائل و براہین کی رو سے اظہار غلبہ اسلام باحسن وجوہ انجام دے دیے ہیں جو احادیث نبویہ میں خاص طور پر مسیح موعود و امام مہدی معہود کے کام بتائے گئے ہیں۔

پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامل شرح صدر اور پورا اطمینان قلب ہے اور ہم باآواز بلند اعلان کرتے ہیں کہ سید الاولین والآخرین خاتم النبیین شفیع المذنبین محبوب رب العالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت میں مسیح موعود و امام مہدی معہود کے ظہور کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ حضور پرنور کے خاص غلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود باجود میں پوری ہوگئی ہے۔ اور اس پیشگوئی سے لاکھوں درجہ بڑھ کر صفائی کے ساتھ پوری ہوئی جو ملاکی نبی نے ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی نسبت کی تھی۔

تمام مسلمان کہلانے اور آنحضرت ﷺ کی محبت اور پیروی کا دم بھرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ کے معاملے میں وہ روش اختیار نہ کریں جو یہود نے اپنے موعود مسیح کے معاملہ میں اختیار کی تھی بلکہ اس عارفانہ طرز سے فائدہ اٹھائیں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یہود کے جواب میں اختیار فرمائی تھی اور اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کے اس مبارک ارشاد پر عمل کریں جو حضور نے یہود و نصاریٰ کی پیروی سے بچنے کے لیے فرمایا تھا۔ مبارک وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موعود مسیح کو قبول کریں جس کا راستہ مسیح علیہ السلام ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی حقیقت ظاہر کرکے صاف کرچکے ہیں اور وہ ایسی حقیقت ہے جس کو مسلمان تیرہ سو برس سے بھی زیادہ مدت سے مانتے آئے ہیں اور جس کو مانے بغیر حضرت مسیح علیہ السلام سچے نہیں مانے جاسکتے۔

مبارک اور بہت مبارک ہیں وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کریں اور آپ کی جماعت میں شامل ہوکر اکناف عالم میں خدمت اسلام بجالانے کا اہم فریضہ ادا کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخروئی حاصل کریں۔ اور جو آپ کو قبول نہ کریں گے اور انکار پر مصر رہیں گے وہ اپنے خیالی مسیح کو آسمان سے نازل ہوتے ہوئے ہرگز نہیں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دنیا میں پھیلائے گا اور اسے فوق العادت برکات دے گا اور اسے دنیا کے باقی تمام مذاہب پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

خاکسار اپنے اس مضمون کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی پر ختم کرتا ہے جو حضورؑ نے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ 1903ء میں درج فرمائی ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین وآسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یٰس:31) پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہوکر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66تا67)

☆...☆...☆

آپ کیا ہو گا کہ جب عالم ہے یہ تصویر کا

تذکرہ امام الزمانؑ کی تصاویرِ مبارکہ کا

(م م محمود)

ہم نے اپنی تصویر محض اِس لئے اتروائی تھی کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیج دیں

رسولِ کریم ﷺ نے آنے والے موعود مسیح کی متعدد علامات میں سے ایک علامت ظاہری حلیہ کی صورت میں بھی بیان فرمائی تھی کہ اُس موعود مسیح کے بال لمبے اور رنگ گندمی ہو گا (بخاری کتاب اللباس باب الجعد) جبکہ پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہو گی۔ (ابو داؤد کتاب المہدی حدیث نمبر 7) لہٰذا سیدنا و امامنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس ظاہری علامت کی شناخت کے مشیتِ ایزدی سے ایسے وسائل اور سامان پیدا ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کی مذکورہ بالا پیشگوئی کے معیارِ صداقت کو خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر کے ذریعہ حق کے متلاشیوں کی خاطر قیامت تک محفوظ فرما دیا۔ فالحمدللہ تعالیٰ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ تصویر کشی کی خاطر جدید کیمرہ کی ایجاد کے لیے امام الزمان حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے زمانہ کو ہی مقدر ٹھہرایا بلکہ یہی وہ زمانہ تھا جس میں کیمرہ اور فوٹو گرافی کے فن نے نہایت سرعت کے ساتھ جدّت کے مراحل طے کیے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے قریباً ایک دہائی قبل 1826ء میں فرانس کے جوزف نیپس (Joseph Nicéphore Niépce) نے دنیا کی پہلی تصویر کھینچی۔ مختلف مراحل کو طے کرتے ہوئے 1839ء میں فرانس ہی کا لوئس ڈیگوور (Louis Jacques Mandé Daguerre) فوٹو گرافی میں جدت لے کر آیا اور ڈیگورو فوٹو گرافی کا عمل متعارف کروایا۔ فوٹو گرافی کی تاریخ میں 1888ء کا سال اس طور سے نہایت تاریخی اور اہمیت کا حامل سال کہلاتا ہے کیونکہ اس سال پہلی مرتبہ ایک امریکی موجد جارج ایسٹ مین (George Eastman) نے عوام الناس کے عام استعمال کے لیے کوڈک نامی کیمرہ مارکیٹ میں متعارف کروایا۔

ایک دہائی کے بعد وہ تاریخی دن آیا جب تاریخِ عالم میں پہلی مرتبہ خدا تعالیٰ نے اس ایجاد کے ذریعہ اپنے کسی فرستادہ اور نبی کی تصویر آئندہ زمانوں کے لیے حق کی شناخت و حصولِ برکت کی خاطر محفوظ فرما دی۔

کیا تصویر کھنچوانا شرعاً جائز ہے

تصویر کی حلت و حرمت کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے ایک شخص نے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

’’اصل بات یہ ہے کہ تصویر کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا اس سے کوئی دینی خدمت مقصود ہے یا نہیں۔ اگر یوں ہی بے فائدہ تصویر رکھی ہوئی ہے اور اس سے کوئی دینی فائدہ مقصود نہیں تو یہ لغو ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المومنون: 4) لغو سے اعراض کرنا مومن کی شان ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے لیکن ہاں اگر کوئی دینی خدمت اس ذریعے سے بھی ہو سکتی ہو تو منع نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ علوم کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 32، ایڈیشن 2016ء)

اسی طرح ایک اور موقع پر آپؑ نے اسی نوعیت کے سوال پر جواباً ارشاد فرمایا:

’’یہ ایک نئی ایجاد ہے پہلی کتب میں اِس کا ذکر نہیں۔ بعض اشیاء میں ایک منجانب اللہ خاصیت ہے جس سے تصویر اتر آتی ہے۔ اگر اِس فن کو خادمِ شریعت بنایا جاوے تو جائز ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 479، ایڈیشن 1988ء)

پھر آپؑ نے مولوی سید محمد عبد الواحد صاحب مدرس و قاضی برہمن بڑیہ کے بعض شبہات کا صراحت کے ساتھ ازالہ فرماتے ہوئے تصویر کسی سے متعلق مسئلہ تفصیلاً تحریر فرمایا:

’’مَیں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اس کو بُت پرستوں کی طرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ مَیں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے اور مجھ سے زیادہ بُت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہو گا۔ لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اوّل خواہشمند ہوتے ہیں جو اُس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے۔ اور اکثر اُن کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔ اور وہ لوگ بباعث ہزارہا کوس کے فاصلہ کے مجھ تک پہنچ نہیں سکتے اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں لہٰذا اُس ملک کے اہلِ فراست بذریعہ تصویر میرے اندرونی حالات میں غور کرتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو انہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف چٹھیاں لکھی ہیں اور اپنی چٹھیوں میں تحریر کیا ہے کہ ہم نے آپ کی تصویر کو غور سے دیکھا اور علمِ فراست کے ذریعہ سے ہمیں ماننا پڑا کہ جس کی یہ تصویر ہے وہ کاذب نہیں ہے۔ اور ایک امریکہ کی عورت نے میری تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پس اس غرض سے اور اس حد تک مَیں نے اس طریق کے جاری ہونے میں مصلحتاً خاموشی اختیار کی۔ وَاِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ اور میرا مذہب یہ نہیں ہے کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرقہ جِنّ حضرت سلیمان کے لئے تصویریں بناتے تھے اور بنی اسرائیل کے پاس مدّت تک انبیاء کی تصویریں رہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی تصویر ایک پارچہ ریشمی پر جبرائیل علیہ السلام نے دکھلائی تھی۔ اور پانی میں بعض پتھروں پر جانوروں کی تصویریں قدرتی طور پر چھپ جاتی ہیں۔ اور یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور وَجعُ المَفَاصِل و نقرس وغیرہ امراض کی تشخیص کے لئے اس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اور مرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں۔ چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں۔ جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔ پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہلِ فراست کے لئے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام جہالتیں ہیں جو پھیل گئی ہیں۔ ہمارے ملک کے مولوی چہرہ شاہی سکّہ کے روپیہ اور دونّیاں اور چونّیاں اور اٹھنّیاں اپنی جیبوں اور گھروں میں سے کیوں باہر نہیں پھینکتے۔ کیا اُن سکّوں پر تصویریں نہیں، افسوس کہ یہ لوگ ناحق خلاف معقول باتیں کر کے مخالفوں کو اسلام پر ہنسی کا موقع دیتے ہیں۔ اسلام نے تمام لغو کام اور ایسے کام جو شرک کے مؤید ہیں حرام کئے ہیں نہ ایسے کام جو انسانی علم کو ترقی دیتے اور امراض کی شناخت کا ذریعہ ٹھہرتے اور اہلِ فراست کو ہدایت سے قریب کر دیتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ مَیں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مُضطر کرتی ہے وہ میرے فوٹو کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنالیں۔ کیونکہ اِسی طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں اور شرک تک پہنچتی ہیں۔ اس لئے مَیں اپنی جماعت کو اس جگہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک اُن کے لئے ممکن ہو ایسے کاموں سے دستکش رہیں۔ بعض صاحبوں کے مَیں نے کارڈ دیکھے ہیں اور ان کی پُشت کے کنارہ پر اپنی تصویر دیکھی ہے۔ مَیں ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں اور مَیں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسے کام کا مرتکب ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کے لئے کام کرنا اور امر ہے اور ہندوؤں کی طرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جابجا در و دیوار پر نصب کرتے ہیں یہ اور بات ہے۔‘‘

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 365 تا 367)

حضرت مسیح موعودؑ کا فوٹو کھنچوانے کا سبب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

’’ہم نے اپنی تصویر محض اِس لئے اتروائی تھی کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیج دیں کیونکہ اُن لوگوں کا عام مذاق اس قسم کا ہو گیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اُس کی تصویر دیتے ہیں جس سے وہ قیافہ کی مدد سے بہت سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 24-25، ایڈیشن 1984ء)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر

شیخ یعقوب علی ایڈیٹر

اخبار الحکم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر

مولوی عبد الکریم صاحب کا خط معمولی ڈاک میں سے ایک دوست کے نام

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پورے قد کی اور ایک گروپ

الشتہر

معراج الدین عمر

تصاویر حضرت اقدس

www.aaml.org

چنانچہ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا، انہی اغراض یعنی تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فوٹو لینے کی اجازت عطا فرمائی۔

عہدِ ماموریت کا پہلا باقاعدہ فوٹو

جون 1899ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا پہلا فوٹو لینے کی غرض سے لاہور سے تعلق رکھنے والے صحابی حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ انارکلی بازار لاہور سے گردھر لعل نامی ایک فوٹو گرافر لے کر آئے۔ اس فوٹو گرافر نے حضورؑ کے تین فوٹو لئے۔ خدا تعالیٰ کے اس فرستادہ کا ایک فوٹو [پورے قد کا] جبکہ دو فوٹو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرسی پر تشریف فرما ہونے کی حالت میں بعض خوش قسمت اصحاب کے ہمراہ لیے گئے۔ اس موقع پر فوٹو گرافر نے حضورؑ سے لباس اور نشست سے متعلق بھی معروضات کیں۔ مگر حضور نے انتہائی سادگی اور بے تکلفی سے فوٹو کھنچوایا۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 57 و تاریخ احمدیت لاہور مصنفہ شیخ عبد القادر صاحب سابق سوداگرمل لاہور صفحہ 107)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اس پہلے فوٹو کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

’’سب سے پہلا فوٹو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیا گیا...اِس ضرورت کے لئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یورپ میں اشاعت کے واسطے ایک کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جس کا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب نے انگریزی میں کرنا تھا۔ اور تجویز ہوئی کہ چونکہ یورپ میں ایسے قیافہ شناس اور مصوران تصاویر بھی ہیں۔ جو صرف تصویر کو دیکھ کر کسی شخص کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرتے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہو گا کہ اس کتاب کے ساتھ مصنف اور مترجم کی تصاویر بھی لگا دی جائیں۔



امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس غرض کے لئے لاہور سے ایک فوٹو گرافر منگوایا گیا۔''
(ذکرِ حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 299))

قادیان میں پہلی مرتبہ باقاعدہ فوٹو لینے کے لئے آنے والے فوٹو گرافر کا نام

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تصویر کھینچنے کی غرض سے جو فوٹو گرافر قادیان آئے اُن کے نام سے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں۔تاریخِ احمدیت لاہور میں محترم شیخ عبدالقادر صاحب نے مکرم مولوی محب الرحمان صاحب کی جو روایت تحریر کی ہے اُس روایت میں اس فوٹو گرافر کا نام گردھرلال بیان کیا جاتا ہے۔(تاریخ احمدیت لاہور مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل لاہور صفحہ 107)اسی طرح حضرت شیخ محمد نصیب صاحبؓ نے اپنی ایک روایت میں اس فوٹو گرافر کا نام لالہ شنکر داس درج کیا ہے۔(الفضل 21 جولائی 1942ء صفحہ 3-4)۔سیرۃ المہدی کی ایک روایت کے مطابق (تفصیلی روایت مضمون ھٰذا میں شامل ہے)حضورؑ کی ابتدائی تصویر جو ولایت روانہ کرنے کے لیے تیار کروائی گئی وہ حکیم محمد کاظم فوٹو گرافر انارکلی لاہور کی تیار کردہ ہے۔(سیرۃ المہدی جلد دوم، صفحہ 108،روایت 1137)۔ریویو آف ریلیجنز 1902ء میں جب حضورؑ کی یہ تصویر شائع ہوئی تو اس تصویر کے ایک جانب مذکورہ فوٹو گرافر (حکیم محمد کاظم) کا نام بھی تحریر ہے۔خاکسار کی ناقص رائے میں یہ ممکنات میں سے ہے کہ دو سال بعد یہی تصویر جب ریویو آف ریلیجنز کے لئے تیار کروائی گئی تو اُس وقت حکیم محمد کاظم نامی فوٹو گرافر نے تیار کی ہو۔واللہ اعلم

حضورؑ کی پہلی تصویر کے بارے میں اعلان

یہ تصویر حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ نے خرید لی اور 10/اگست 1899ء کو اخبار الحکم کے صفحہ اول پر اس تصویر کے متعلق درج ذیل الفاظ میں ایک اعلان شائع ہوا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر: قربان تیرے اے مجدد!اس اختلاف کا قضیہ بھی چکادیا۔تصویر کی بحث لفظ پرستوں، معنی ناشناسوں میں دیر سے چلی آتی تھی۔خلیفۃ اللہ نے



امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو مصداق مَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ہے۔اپنے عمل سے اس راہ کو صاف کر دیا۔

حضرت اقدس امام علیہ السلام کی تین تصویریں

ایک بَسٹ[نصف قد۔ناقل]اور ایک پورے قد کی اور ایک گروپ میں۔قیمت ذیل میں درج ہے۔درخواستیں مشتہر کے نام جلد آنی چاہئیں۔درخواست کی تعمیل نقد قیمت پر یا وی پی کے ذریعہ ہوگی۔المشتہر معراج الدین عمر ٹھیکیدار لنگے منڈی لاہور''(الحکم 10/اگست 1899ء صفحہ 1)

حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سینہ مبارک تک اور مکمل قد مبارک کی جن تصاویر کا اشتہار میں ذکر فرمایا وہ اس صفحہ کے پہلے دو کالموں کی زینت ہیں۔

غالباً اسی تصویر میں حضرت اقدس علیہ السلام نے جو کوٹ زیب تن فرمایا ہوا ہے، اس کے متعلق ایک نہایت ایمان افروز روایت بھی ملتی ہے جس کا ذکر یقیناً ازدیادِ ایمان کا باعث ہے۔نیز اس روایت کے آخر میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک وضاحت بھی فرمائی ہے:

''شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ خاکسار نے پٹیالہ میں خواب دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں۔دن کا وقت ہے۔حضرت مولوی صاحب والے کمرے سے باہر نکلا ہوں کہ میرے دل میں آیا کہ اب کی دفعہ جو پٹیالہ جاؤں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ایک چوغہ تیار کرواکر ارسال کروں۔جب چوک میں پہنچا تو کسی شخص نے کہا کہ حضرت صاحب مسجد اقصیٰ کی چھت پر تشریف فرما ہیں۔میری خواہش ہوئی کہ حضرت صاحبؑ سے کیوں نہ دریافت کرلیا جائے کہ حضور کیسا چوغہ پسند فرماتے ہیں تاکہ ویسا ہی تیار کرواکر بھیج دیا جائے۔یہ بات دریافت کرنے کے لئے خاکسار مسجد کی چھت پر چڑھ گیا۔دیکھا حضرت صاحب تشریف فرما ہیں۔اور آپؑ کے ایک طرف خواجہ کمال الدین صاحب بیٹھے ہیں۔اور دوسری طرف ایک اور شخص بیٹھا تھا جس کو میں نہیں جانتا تھا۔خاکسار سامنے جاکر بیٹھ گیا۔ابھی میں کچھ عرض کرنے نہ پایا تھا کہ حضورؑ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اب کی دفعہ جو تم پٹیالہ جاؤ۔تو ہمارے لئے ایک چوغہ تیار کرواکر ارسال کرنا اور جو چوغہ اس



ابتدائی گروپ فوٹو نمبر 1

دائیں جانب سے کھڑے ہوئے:1۔حضرت منشی کرم علی صاحبؓ (1897ء) 2۔حضرت مولوی عبداللہ عرب صاحبؓ (1891ء تا1893ء) 3۔مولوی محمد علی صاحبؓ (1897ء) صاحب 4۔حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ (بیعت 1891ء) 5۔حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ بھیروی (1891ء) 6۔حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰؓ (1892ء) 7۔حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ (1892ء) 8۔حضرت منشی فضل الرحمٰن صاحبؓ (1891ء) 9۔حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ سابق جگت سنگھ (1894ء)

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے:1۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ (1891ء) 2۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ 3۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ 4۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، 5۔ گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ 6۔حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ (1889ء) 7۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی (1889ء) 8۔حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ مصنف قاعدہ یسرنا القرآن (1892ء)

فرش پر بیٹھے ہوئے:1۔حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ (1889ء) 2۔حضرت حکیم قطب الدین صاحبؓ (1892ء) 3۔حضرت ملک شیر محمد صاحبؓ بی اے جموں 4۔حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ (1897ء) 5۔حضرت مولوی محمد صادق صاحبؓ (موضع سرکاں تحصیل وڈاکخانہ شکر گڑھ ضلع گورداسپور مدرس جموں بیعت 1892ء)

وقت حضور نے پہنا ہوا تھا۔اس کے گریبان کے نیچے سے دونوں اطراف دونوں ہاتھوں سے پکڑے اور اُن کو ملا کر فرمایا کہ ایسا ہو کہ جو سردی سے محفوظ رکھے۔خاکسار نے حیرت زدہ ہوکر عرض کی کہ حضور ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ نیچے چوک میں مجھ کو یہی خیال آیا تھا کہ اس دفعہ پٹیالہ جانے پر ایک چوغہ حضور کے لئے بنواکر روانہ کروں اور حضور کے تشریف فرما ہونے کی اطلاع پر اس ارادہ سے حاضر ہوا تھا کہ حضور سے دریافت کروں کہ حضور کیسا چوغہ پسند فرماتے ہیں۔تعجب ہے کہ ابھی میں عرض بھی کرنے نہ پایا تھا کہ حضورؑ نے خود ہی فرمادیا۔یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ یہ درست ہے۔خدا تعالیٰ اپنے فضل سے بعض اوقات اپنے بندوں کی بعض ضروریات دوسرے اشخاص کے قلوب پر القا کرتا ہے۔اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔کیا دیکھتا ہوں کہ میں پٹیالہ میں ہی ہوں۔چونکہ سرما کا موسم تھا۔خاکسار نے اسی خیال سے کہ اس خواب کی جو کوئی اور تعبیر خدا کے علم میں ہو وہ ہو۔لیکن ظاہری الفاظ کے مطابق مجھے ایک چوغہ تیار کرواکر روانہ کرنا چاہئے۔چنانچہ ہفتہ عشرہ کے اندر ایک گرم کشمیر کا چوغہ قطع کرا کر اور اس کے ہر چہار طرف اُسی رنگ کی ریشمی ڈوری کا کام نکلوا کر جسم مبارک کا اندازہ درزی کو بتا کر ایک چوغہ تیار کرواکر بذریعہ پارسل ڈاک حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو روانہ کردیا۔اور خط میں مفصل لکھ دیا کہ ایک خواب کی ظاہری تعبیر پورا کرنے کے خیال سے ایسا کیا گیا ہے۔آپ پارسل پہنچنے پر یہ چوغہ میری طرف سے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کردیں۔اس کے جواب میں مولوی صاحب مرحوم نے مجھے تحریر فرمایا کہ پارسل پہنچنے پر فوراً حضرت صاحبؑ کی خدمت میں وہ پارسل خود لے جاکر پیش کیا۔حضورؑ نے فرمایا اسے کھولو۔جب چوغہ نکالا گیا تو حضورؑ نے فوراً کھڑے ہوکر اپنا پہلا چوغہ اُتار کر اس مرسلہ چوغہ کو زیب تن کیا۔اور مولوی صاحب سے فرمایا کہ خدا کی کیا شان ہے کہ اپنے بندوں کی بعض ضروریات دوسرے لوگوں کے قلوب پر القا فرمادیتا ہے۔فی الواقعہ ہمارا یہ چوغہ اس قدر میلا ہوگیا تھا کہ جب کپڑے بدلتے تو چوغہ پہننے کو دل نہ چاہتا۔اور ارادہ کرتے کہ جلد کوئی چوغہ نیا تیار کروائیں گے۔مگر پھر سلسلہ کی ضروریات اور مصروفیات کی وجہ سے سہو ہوجاتا۔پھر بٹنوں کو دیکھ کر فرمایا۔کہ مولوی صاحب اس نے یہ کیسی عقل کی بات کی ہے کہ باوجود چوغہ کی طرح لمبا ہونے کے آگے بٹن لگوا دیئے ہیں۔تا سردی سے بچاؤ ہو۔پرانی قسم کے چوغوں میں مجھے یہ بات نا پسند ہے کہ سب سے اوپر کا کپڑا آگے سے کھلا ہوا ہوتا ہے۔جس سے سردی سے حفاظت نہیں ہوسکتی۔پھر فرمایا کہ مولوی صاحب تعجب تو یہ ہے کہ بدن پر ایسا درست آیا ہے کہ جیسے کسی نے ناپ لے کر بنوایا ہو۔مولوی صاحب نے آخر میں خاکسار کو یہ بھی لکھا کہ آپ کا خواب صحیح اور تعبیر بھی ٹھیک ثابت ہوئی۔کیونکہ جو الفاظ اس بارہ میں حضور نے فرمائے تھے۔بالکل وہی الفاظ چوغہ پیش کرنے پر فرمائے۔خدا تعالیٰ نے آپ کی سعی کو مشکور فرمایا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ شیخ کرم الٰہی صاحبؓ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ جہاں تک میرا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو فوٹو ولایت روانہ کرنے کے لئے حکیم محمد کاظم فوٹو گرافر انارکلی لاہور کا تیار کردہ ہے جس میں حضورؑ نے بٹن والا چوغہ نما لمبا کوٹ پہنا ہوا ہے وہ وہی ہے۔''

(سیرۃ المہدی جلد دوم صفحہ 108، روایت نمبر 1137)

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اپنے صحابہ کے ساتھ دو گروپ فوٹو بھی بنائی گئیں۔

دوسری گروپ فوٹو میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم راہ جن صحابہ کرامؓ کو شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، اُن میں اکثر صحابہؓ پہلے گروپ فوٹو میں بھی موجود تھے۔



ابتدائی گروپ فوٹو نمبر 2

دائیں جانب سے کھڑے ہوئے:1۔حضرت ملک غلام حسین صاحبؓ رہتاسی نان پُز(1892ء)، 2۔حضرت مولوی حکیم قطب الدین صاحبؓ بدوملہوی(1892ء)3۔حضرت مہر نبی بخش صاحبؓ بٹالوی(1889ء)4۔حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ مرہم عیسیٰ (1892ء)5۔حضرت عبداللہ عرب صاحبؓ (1891ء تا1893ء)، 6۔حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ بھیروی(1891ء)، 7۔حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ سابق جگت سنگھ(1894ء)8۔حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ(1892ء) (اُن کی گود میں اُن کی بچی ہے)9۔ حضرت مرزا اسماعیل بیگ صاحبؓ پریس مین بعدہ شیر فروش(حضورؑ کے پرانے خدام میں سے تھے۔ (بیعت 1889ء)

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے:1۔ 2۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓحضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ(1891ء)کی گود میں 3۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ(1891ء)، 4۔حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ(1889ء)5۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 6۔ گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ 7۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی(1889ء) 8۔مولوی محمد علی صاحبؓ ایم اے(1897ء)، 9۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ

نیچے بیٹھے ہوئے:1۔حضرت منشی کرم علی صاحبؓ کاتب(1897ء)2۔حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ(1897ء)3۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ(1892ء)4۔حضرت ملک شیر محمد صاحبؓ بی اے جموں 5۔حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ(1889ء) ان کی گود میں ان کا بچہ فرقان الرحمان ہے جو کم سنی میں فوت ہوگیا تھا، 6۔حضرت مفتی فضل الرحمان صاحبؓ(1891ء)7۔حضرت مولوی محمد صادق صاحبؓ(موضع سرکاں تحصیل وڈاکخانہ شکر گڑھ ضلع گورداسپور مدرس جموں بیعت 1892ء)



خطبہ الہامیہ کے مبارک موقع پر لیا جانے والا گروپ فوٹو نمبر 1

دائیں جانب سے: کھڑے ہوئے:1۔ شیخ عبدالحمید صاحب ابن شیخ رحمت اللہ صاحبؓ، 2۔حضرت حکیم فضل الٰہی صاحبؓ(1892ء)

3۔حضرت منشی تاج الدینؓ(1892ء)4۔حضرت سید میر ناصر نواب صاحبؓ(1891ء)5۔حضرت میر حامد شاہ صاحبؓ ابن حضرت میر حکیم حسام الدین صاحبؓ(1890ء)6۔حضرت ماسٹر غلام محمد صاحب(1891ء)،7۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ المصلح موعود

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے:1۔ شیخ رحمت اللہ صاحب(1891ء)2۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ(1889ء)

3۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام4۔حضرت مولوی غلام حسن صاحبؓ پشاوری(1890ء)5۔6۔حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ (1889ء)کی گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔

نیچے بیٹھے ہوئے:1۔حضرت خلیفہ رشیدالدین صاحبؓ(1892ء) ،2۔حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحبؓ

3۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ(1890ء) 4۔مرزا خدا بخش صاحبؓ(1889ء)،5۔ شیخ مولا بخش صاحبؓ(1892ء)،

6۔ شیخ عبدالزاق صاحبؓ(شیخ رحمت اللہ صاحب کے بھتیجے) ولد شیخ عبدالرحمان صاحب

صحابہؓ کے اضافہ اور ترتیب کی معمولی تبدیلی کے ساتھ دوسری تصویر بنائی گئی۔ ہر دو تصاویر میں شامل ہونے والے صحابہ کرامؓ کے اسماء مذکورہ فوٹو کے ذیل میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

ان ابتدائی تصاویر کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کی روایت ہے کہ

’’حضرت صاحبؑ مع چند خدام کے فوٹو کھینچوانے لگے تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا کہ حضور ذرا آنکھیں کھول کر رکھیں ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا بھی مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہوگئیں۔‘‘

(سیرۃ المھدی حصہ دوم صفحہ 364روایت نمبر 407)

حضرت شیخ محمد نصیب صاحبؓ مذکورہ ابتدائی فوٹو کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

’’غضِ بصر میں حضور کو کمال حاصل تھا۔ اور یہ امر آپ کی جبلت میں داخل تھا نہ کہ تصنع کے طور پر۔ باوجود آنکھیں صاف اور موٹی ہونے کے کھلی نہ رہتی تھیں۔ بلکہ بند سی معلوم ہوا کرتی تھیں۔ جہاں نواب صاحب کا شہر والا مکان ہے، سب سے پہلے اُسی جگہ لاہور سے ایک فوٹو گرافر غالباً لالہ شنکر داس کو فوٹو اتارنے کے لئے بلایا گیا۔ فوٹو اتروانے کی غرض غیر ممالک میں تبلیغ تھی کہ جہاں حضور علیہ السلام نہیں پہنچ سکتے یا کثرت سے وہاں کے لوگ یہاں نہیں آسکتے اُن تک حضور علیہ السلام کا فوٹو پہنچا دیا جائے تا کہ قیافہ دان تصویر سے خدوخال دیکھ کر اندازہ لگالیں کہ یہ شخص صادق ہے۔ فوٹو لینے کے وقت فوٹو گرافر بار بار عرض کرتا کہ حضورؑ آنکھیں کھولیں۔ حضورؑ بڑے تکلف سے آنکھیں کھول کر اوپر نگاہ کرتے مگر پھر وہ جلد ہی اپنی اصل حالت میں آکر بند ہو جاتیں۔ حضورؑ کی ایک آنکھ کے پردہ پر نہایت سرخ رنگ کا ایک تِل بھی نظر آتا تھا جو بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔‘‘

(الفضل 21/ جولائی 1942ء صفحہ 3 تا 4)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مختلف اوقات میں کھینچے گئے 6 تاریخی اور یادگار گروپ فوٹو ملتے ہیں جن میں سے دو کا قبل ازیں ذکر کیا جاچکا ہے۔

خطبہ الہامیہ کے مبارک موقع پر کھینچے گئے گروپ فوٹوز

11/ اپریل 1900ء عیدالاضحیٰ کا وہ تاریخی اور بابرکت دن جس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے اذن پاکر عربی زبان میں خطبہ الہامیہ ارشاد فرمایا۔ اس روز بھی حضورؑ کے اپنے اصحابؓ کے ہم راہ تصاویر لی گئیں۔ یہ فوٹو ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب (مالک کارخانہ ہمدم صحت) نے لیا تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 57)۔ اس موقع پر لی گئیں دو تصاویر ملتی ہیں۔ یہ تصاویر مقامِ خطبہ الہامیہ یعنی مسجد اقصیٰ میں ہی لی گئی ہیں۔ پہلی تصویر میں دیگر اصحاب کے علاوہ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بھی دیگر اصحاب کرامؓ کے ساتھ موجود ہیں۔ جبکہ دوسری تصویر میں بیشتر صحابہؓ سیالکوٹ اور اس کی قریب کی جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے۔

مذکورہ تصویر پہلی مرتبہ 26/ دسمبر 1958ء کو روزنامہ الفضل میں شائع ہوئی۔ اس تصویر کے متعلق ایڈیٹر صاحب الفضل نے ایک روز قبل (25 دسمبر 1958ء) کے اخبار میں ان الفاظ میں ایک اعلان شائع کیا۔

’’کل مؤرخہ 26 دسمبر کو الفضل کا جلسہ سالانہ نمبر شائع ہو رہا ہے۔ الفضل کا یہ خاص نمبر اہم اور بیش قیمت دینی مضامین کے علاوہ بعض نہایت اعلیٰ تصاویر پر مشتمل ہے۔ اس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نایاب فوٹو بھی شامل کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا۔ الفضل کے سائز کا یہ بڑا فوٹو نہایت قیمتی آرٹ پیپر پر خاص اہتمام سے طبع کرایا گیا ہے۔ احباب اسے فریم بھی کرا سکتے ہیں...‘‘

(روزنامہ الفضل 25/ دسمبر 1958 صفحہ 1)

چنانچہ اگلے روز الفضل کے جلسہ سالانہ نمبر میں یہ تصویر ’’مسیحِ پاک علیہ السلام اپنے خالص اور دلی محبّوں کے ایک گروہ کے درمیان‘‘ کے جلی الفاظ کے ساتھ شائع ہوئی۔

مذکورہ بالا ہر دو تصاویر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰہ والسلام کے ساتھ شامل صحابہ کرامؓ کے اسماء مع سنِ بیعت درج کر دیے گئے ہیں۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کے صحن میں دو گروپ فوٹو

قبل ازیں ایک روایت میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے غضِ بصر کا ذکر ہو چکا ہے۔ تصویر کھنچواتے ہوئے سیرتِ طیبہ کے اس پہلو کا ذکر حضرت ملک نور خان صاحبؓ کی بھی بیان فرمودہ ایک روایت میں ملتا ہے جو پہلی مرتبہ جون 1899ء میں قادیان آئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ حضورِ انور کا فوٹو کھنچوانے کے لئے غالباً لاہور یا امرتسر سے فوٹو گرافر بلوایا گیا۔ مدرسہ کے صحن میں فوٹو کھنچوانے کا انتظام ہوا۔ حضورِ انور کو ایک کرسی پر بٹھایا گیا۔ باقی دوست پیچھے کھڑے ہوگئے۔ فوٹو گرافر نے فوٹو لینے سے قبل کئی دفعہ حضور کا چہرہ دیکھا اور پھر وہ کیمرہ کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں آجاتا اور حضور سے چہرہ مبارک کو اونچا کرنے کی درخواست کرتا۔ اس کے بعد وہ کیمرہ کے پاس چلا جاتا۔ مگر جب وہ کیمرہ کے اندر سے دیکھتا تو اُسے حضور علیہ السلام کی نگاہ نیچی نظر آتی اور چہرہ مبارک بھی کچھ نیچے ہو جاتا۔ وہ پھر آکر عرض کرتا۔ تقریباً چار دفعہ اُس نے ایسا ہی کیا اور آخر فوٹو لے لیا۔ اس کے بعد حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآنِ شریف کے درس میں غضِ بصر کی تشریح کرتے ہوئے مثال دی کہ آپ لوگوں نے حضرت صاحب کو فوٹو کے روز دیکھا تھا کہ بار بار فوٹو گرافر حضور کے چہرہ کو اٹھواتا۔ مگر حضور کی نظر پھر نیچے ہو جاتی تھی۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ لوگوں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی فطرت میں یہ غضِ بصر موجود ہوتا ہے اور اُن کی نگاہیں خود بخود نیچے رہتی ہیں۔‘‘

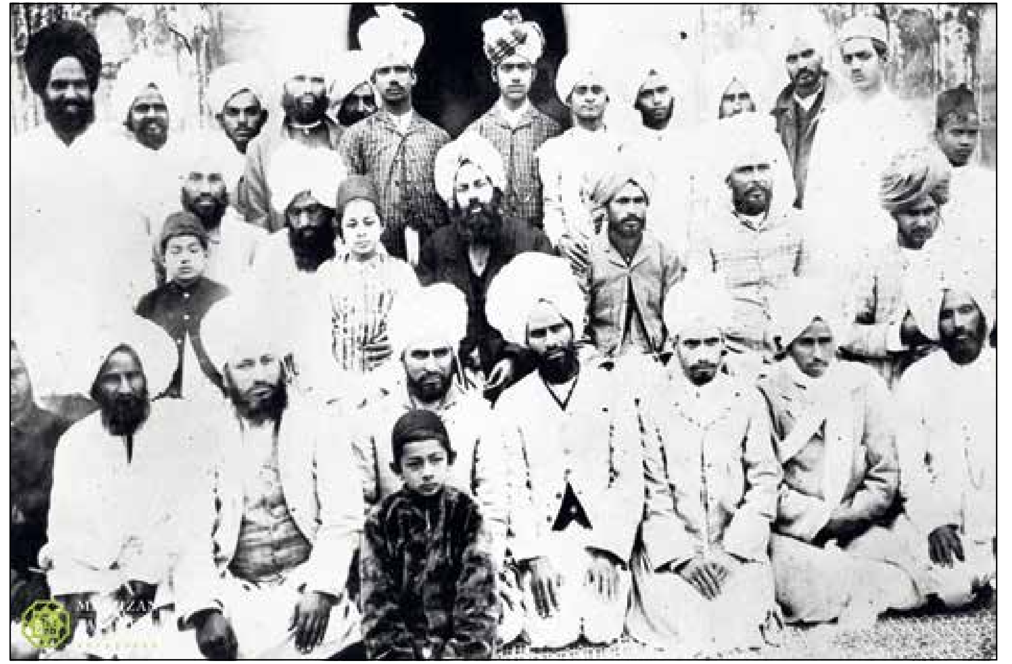
(الفضل 3/ ستمبر 1942ء صفحہ 3)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے اصحاب کے ہم راہ یہ دو تصاویر بھی ایک ہی موقع پر لی گئیں۔ یہ دونوں تصاویر اور ان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شامل صحابہ کرامؓ کے اسماء مع سنِ بیعت تصاویر کے ذیل میں درج ہیں۔

بعض ایسی تصاویر جن میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ اکیلے موجود ہیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تصاویر صحابہ کرامؓ کے گروپ کے علاوہ علیحدہ بھی کھینچی گئیں۔ جن میں سے دو کا ذکر قبل ازیں ابتدا میں کیا جاچکا ہے جو جون 1899ء میں لی گئی تھیں۔ اسی طرح آپؑ کی ایک تصویر ایسی بھی ملتی ہے جس میں آپ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے ساتھ عصا پکڑے ہوئے قیام فرما ہیں۔

اس تصویر کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ



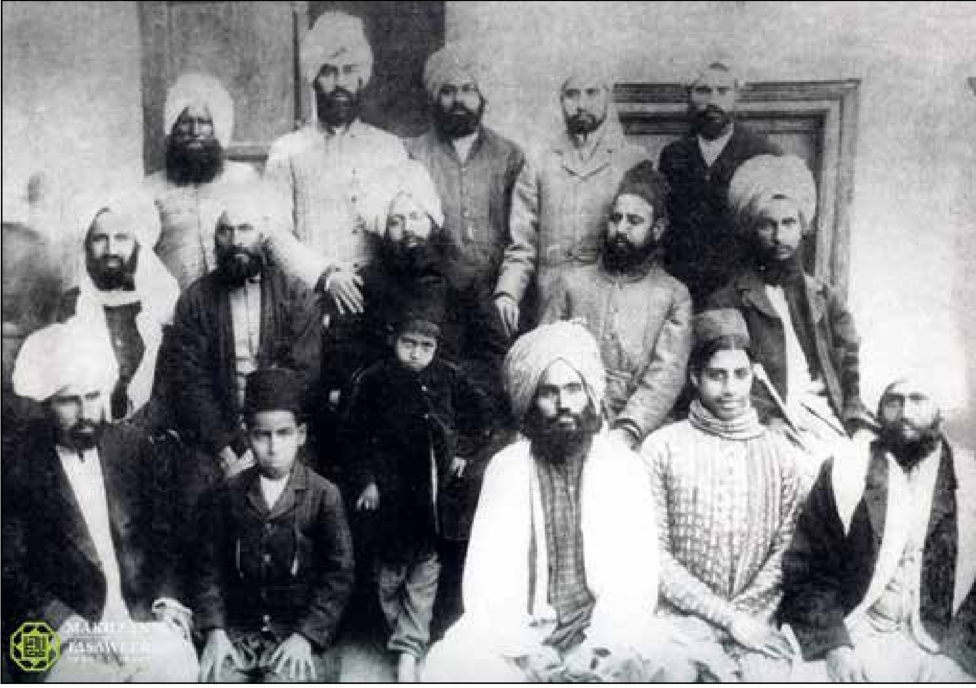
خطبہ الہامیہ کے مبارک موقع پر لیا جانے والا گروپ فوٹو نمبر 2

(اس تصویر میں غالب اکثریت سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرامؓ کی ہے)

دائیں جانب: سے کھڑے ہوئے: 1۔ (نامعلوم)، 2۔ (نامعلوم)، 3۔ (نامعلوم)، 4۔ (نامعلوم) 5۔ شیخ غلام حسین صاحب (حاجی پورہ سیالکوٹ) 6۔ میاں بشارت احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ سیالکوٹ 7۔ سید ارشاد شاہ صاحب سیالکوٹی 8۔ (نامعلوم) 9۔ حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیرویؓ (1891ء) 10۔ میاں غلام محمد صاحب کاتب (1897ء) 11۔ شیخ محمد اکبر صاحب (حاجی پورہ سیالکوٹ) 12۔ میاں خدا بخش صاحب (سیالکوٹ چھاؤنی) 13۔ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی (1892ء)

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے: 1۔ (نامعلوم)، 2۔ حضرت منشی اللہ دتہ صاحبؓ (سیالکوٹ موری دروازہ) 3۔ حضرت میاں نظام دین صاحبؓ سیالکوٹ (1904ء) 4۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 5۔ 6۔ حضرت حکیم میر حسام الدین صاحبؓ اور اُن کی گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ 7۔ 8۔ میاں فضل دین صاحب زرگر سیالکوٹی (1892ء) اور اُن کی گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

فرش پر بیٹھے ہوئے: 1۔ (نامعلوم) 2۔ مستری شہاب الدین صاحب، 3۔ حضرت منشی محمد عبد اللہ صاحبؓ سیالکوٹی (1899ء) 4۔ میاں محمد دین صاحب کانسٹیبل سیالکوٹی (1891ء) 5۔ 6۔ منشی رحیم بخش صاحب (فتوکے ضلع نارووال 1901ء) اور اُن کے سامنے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ 7۔ حضرت شیخ جان محمد صاحب وزیر آبادی (1891ء) 8۔ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ (1889ء)



مدرسہ تعلیم الاسلام کے صحن میں کھینچا جانے والا گروپ فوٹو نمبر 1

دائیں جانب سے کھڑے ہوئے: 1۔ (نامعلوم) 2۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (1892ء) 3۔ حضرت مفتی فضل الرحمن صاحبؓ (1891ء) 4۔ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ (1892ء) 5۔ حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ بھیروی (1891ء)

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے: 1۔ (نامعلوم) 2۔ حضرت چودھری مولا بخش صاحبؓ آف چونڈہ (1900ء)، 3۔ 4۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مع حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ 5۔ حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ (1892ء) 6۔ مستری فیض احمد صاحب جموں (1897ء)

نیچے بیٹھے ہوئے: 1۔ حضرت حکیم شمس الدین صاحبؓ سیالکوٹی، 2۔ حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کے ایک عزیز، 3۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ (1889ء) 4۔ محمد یعقوب صاحب ابن حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی 5۔ حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ قریشی موجد مفرح عنبری لاہور (1892ء)

نے الفضل میں ایک اعلان بعنوان ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو مطلوب ہے‘‘ شائع فرمایا جو درج ذیل ہے:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فوٹو ایسا ہے جس میں حضور پورے جسم کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں ایک طرف کو جھکی ہوئی ایک چھڑی ہے اور سر پر لنگی ہے۔ حضور کے ساتھ عزیزم مکرم میاں شریف احمد صاحب کھڑے ہیں۔ اور فوٹو میں ان کی عمر اس وقت قریباً سات آٹھ سال نظر آتی ہے۔ اگر کسی دوست کے پاس اس فوٹو کی صاف اور اصل تصویر موجود ہو تو چند دن کے لئے مجھے کسی معتبر ذریعہ سے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ انشاء اللہ اس کی نقل لینے کے بعد واپس بھجوا دیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تصویر بہت صاف ہے اور اپنے اندر خاص روحانی اثر رکھتی ہے۔ اور پھر ہے بھی وہ پورے جسم کی۔ نہ کہ صرف چھاتی تک کا بسٹ (Bust)۔ میرا خیال ہے کہ جہاں آئندہ کسی کتاب کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر چھاپنی ضروری سمجھی جائے تو چھاتی تک کی تصویر کی بجائے یہ تصویر چھاپنی زیادہ مفید ہو گی۔‘‘

(الفضل 11 مارچ 1955ء)

نیز اسی تصویر سے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے الفضل میں ایک وضاحت بھی بعنوان ’’حضرت مسیح موعود کے ایک فوٹو کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ‘‘ شائع فرمائی۔ آپؓ نے تحریر فرمایا:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فوٹو ایسا ہے جس میں حضور کھڑے ہیں اور حضور کی دائیں جانب حضور کی طرف جھکے ہوئے ایک بچہ کھڑا ہے جس کی عمر فوٹو میں اندازاً چھ سات سال نظر آتی ہے۔ اس فوٹو کے متعلق اکثر دوستوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جو بچہ اس فوٹو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کھڑا ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔ مگر یہ خیال درست نہیں بلکہ یہ فوٹو ہمارے چھوٹے بھائی عزیزم میاں شریف احمد صاحبؓ کا ہے۔ پُرانے احباب کو تو یہ غلط فہمی نہیں ہے کیونکہ وہ حقیقتِ حال سے واقف ہیں اور ہم تینوں بھائیوں کے بچپن کی شکل و صورت سے بھی آشنا ہیں مگر نوجوان احباب اور بعد کے احمدیوں اور خصوصاً دیہات میں رہنے والے دوستوں میں یہ غلط فہمی زیادہ کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے لکھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والا فوٹو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے بلکہ عزیزم میاں شریف احمد صاحب کا ہے۔ جیسا کہ احباب جانتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی فوٹو ہیں۔ بعض میں حضور کے ساتھ حضور کے متعدد اصحاب حضور کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے بیٹھے یا کھڑے ہیں (اور ایسے فوٹوؤں میں سے اکثر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور یہ خاکسار بھی شامل ہیں) اور بعض میں حضور اکیلے ہیں۔ مگر ایسا فوٹو جس میں حضور کے ساتھ اکیلا بچہ کھڑا ہے وہ صرف ایک ہی ہے یعنی وہی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ پس اس فوٹو کے متعلق احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حضور کے ساتھ والا فوٹو میاں شریف احمد صاحب کا ہے نہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا۔ چونکہ یہ معاملہ سلسلہ کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے میں نے ضروری خیال کیا ہے کہ اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جائے۔‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 مارچ 1959ء)

اس تصویر کے علاوہ ایک مزید تصویر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملتی ہے۔ مذکورہ فوٹو کے معین سن کی تعیین نہیں ہو سکی۔ یہ تصویر اسی مضمون کے آخری کالم میں دی جا رہی ہے۔

حضور علیہ السلام کی ایک تصویر کی بابت حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیرؓ کی روایت

’’حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیرؓ روایت فرماتے ہیں:

’’حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہونے والی ہی تھی چونکہ اس میں حضور کا فوٹو بھدا (غیر واضح۔ ناقل) سا لگا تھا اس لئے میں نے ۲۰ مئی ۱۹۰۷ء کو حضرت کے حضور ایک خط لکھا کہ ’’سیدی و مولائی و امام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضور کا عکس عربی استفتا میں ہے اردو میں نہیں۔ حقیقۃ الوحی منگوا کر ملاحظہ فرمالیں۔ اگر کاغذ لگ جائے یا اصل فوٹو لگ جائے تو بہتر ہو گا۔ اس موجودہ صورت کو عام طور پر ناپسند کیا جاتا ہے دراصل مسیح موعود کا فوٹو اور ایسا بھدا (غیر واضح۔ ناقل) کم از کم میرے جیسی طبیعت کو تو اس کا نہ ہونا اچھا معلوم ہوتا آئندہ حضور بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ دعا کا خواستگار۔

حضور کا ادنیٰ غلام۔ عبد الرحیم سکول ماسٹر

وہ لکھتے ہیں کہ حضورؑ نے تحریر فرمایا ’’السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ میں حقیقۃ الوحی کو دیکھوں گا پھر جو مناسب ہو کیا جائے گا۔ والسلام۔ غلام احمد‘‘ (علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ ناقل) اس کے بعد فوٹو کے متعلق احکام صادر ہوئے۔

(رجسٹر روایات نمبر 11 از روایات حضرت مولانا عبد الرحیم نیر صاحبؓ)

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیرؓ نے مذکورہ بالا روایت میں حضرت اقدسؑ کے جس عکس کا ذکر فرمایا ہے یہ حقیقۃ الوحی کے ابتدائی ایڈیشن میں استفتاء صفحہ 72 پر شائع ہوا اور یہ حضورؑ کا قلمی خاکہ تھا۔ ازاں بعد یہ خاکہ اس کتاب سے حذف کر دیا گیا۔

حضور علیہ السلام کی تصویر کی مغربی ممالک میں اشاعت

1902ء میں ریویو آف ریلیجنز 1902ء صفحہ 423 پر حضورؑ کی پورے قد مبارک کی تصویر شائع ہوئی جس کے نیچے یہ تحریر تھا

Mirza Ghulam Ahmad, Chief of Qadian, Panjab, the Promised Messiah

ایسی تصاویر جو منظرِ عام پر نہ آسکیں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعض ایسی تصاویر کا ذکر بھی ملتا ہے جو مختلف مواقع پر متفرق اشخاص نے کھینچیں تاہم یہ تصاویر ابھی تک منظرِ عام پر نہ آسکی ہیں۔ ایسی ہی چند تصاویر کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

قادیان میں کھینچا جانے والا فوٹو

(1894ء یا 1895ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دعویٰ کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ میں چھ سات سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ایک دفعہ سیر کے لئے نکلے۔ آپ مسجد مبارک کے سامنے جو چوک ہے اس میں پہنچے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دوست حضور کی تصویر لینے کی خاطر یہاں آئے ہیں۔ یہ 1894ء یا 1895ء کی بات ہے۔ اس زمانہ میں ابھی کیمرہ کا زیادہ رواج نہیں تھا۔ اس شخص نے ایک سٹینڈ کھڑا کیا اور اس کے اوپر گتے کی ایک چیز رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی فوٹو لی۔ جب آپ سیر کے لئے آگے تشریف لے گئے تو اس شخص کے متعلق بات شروع ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو بتایا گیا کہ وہ شخص مڈل تک تعلیم رکھتا ہے اور اس نے بڑی محنت کے ساتھ کیمرہ کی ایجاد کی ہے اور یہ کیمرہ



مدرسہ تعلیم الاسلام مدرسہ کے صحن میں کھینچا جانے والا گروپ فوٹو نمبر 2

دائیں جانب سے: کھڑے ہوئے: 1۔ (نامعلوم) 2۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ (1892ء)3۔ اغلباً حضرت حکیم شمس الدین صاحبؓ سیالکوٹی، 4۔حضرت چوہدری مولا بخش بھٹی صاحبؓ آف چونڈہ (1900ء)5۔ (نامعلوم)6۔حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحبؓ (1900ء)
کرسیوں پر بیٹھے ہوئے: 1۔حضرت منشی عبدالعزیز صاحبؓ دہلوی (1892ء)2۔حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحبؓ گوڑیانی (1892ء)3۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 4۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (1892ء)5۔مرزا نیاز بیگ صاحب کلانوری والد مرزا یعقوب بیگ صاحب (1893ء)
نیچے بیٹھے ہوئے: 1۔ (نامعلوم)2۔حضرت چوہدری رستم علی صاحبؓ (1889ء)3۔حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ (1889ء)4۔حضرت منشی کرم علی صاحبؓ کاتب (1897ء) 5۔حضرت چوہدری فضل دین صاحبؓ دفتری

جس سے آپ کی فوٹو لی گئی ہے اس کا اپنا ایجاد کردہ ہے۔ اس شخص نے ایجادات کے شوق میں روس تک کا سفر بھی کیا ہے اور متعدد ایجادیں کی ہیں۔ وہ دوست جلد ہی فوت ہو گئے کیونکہ اس کے بعد وہ دکھائی نہیں دیئے۔''

(خطباتِ محمود جلد 33 صفحہ 321، 322۔خطبہ جمعہ 21/ نومبر 1952ء بشکریہ انچارج صاحب شعبہ مخزنِ تصاویر لندن)

امرتسر اسٹیشن پر
انگریز نوجوانوں کا حضورؑ کی تصویر کھینچنا

سیرۃ المہدی میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:

''منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی سے واپسی پر امرتسر اُترے۔حضرت ام المومنین بھی ہمراہ تھیں۔ حضور نے ایک صاحبزادے کو جو غالباً میاں بشیر احمد صاحب (خاکسار مؤلف) تھے گود میں لیا۔ اور ایک وزنی بیگ دوسری بغل میں لیا اور مجھے فرمایا آپ پاندان لے لیں۔ میں نے کہا حضور مجھے یہ بیگ دے دیں۔ آپ نے فرمایا۔نہیں۔ ایک دو دفعہ میرے کہنے پر حضور نے یہی فرمایا۔تو میں نے پاندان اٹھالیا اور ہم چل پڑے۔ اتنے میں دو تین جوان عمر انگریز جو اسٹیشن پر تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضور سے کہو ذرا کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے عرض کی کہ حضور یہ چاہتے ہیں کہ حضور ذرا کھڑے ہو جائیں۔حضور کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اُسی حالت میں حضور کا فوٹو لے لیا۔''

(سیرۃ المہدی جلد دوم صفحہ 58-59روایت نمبر 1073)

لاہور میں
ایک انگریز عورت کا حضورؑ کی تصویر لینا

15/ جنوری 1903ء کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مولوی کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے جانے کی غرض سے قادیان سے روانہ ہوئے اور ایک دن لاہور میں قیام فرمایا۔ امرتسر سے لاہور تشریف لاتے وقت لاہور ریلوے اسٹیشن پر ایک انگریز خاتون نے حضورؑ کی تصویر لینے کی سعادت حاصل کی۔ اس تصویر کے بارہ میں حضرت میاں معراج الدین عمر صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ

''سفر جہلم میں امرتسر کے مقام سے ایک لیڈی نے حضرت صاحب کو دیکھنا شروع کیا وہ ایک جرنیل کی بیوی تھی۔ ولایت سے آرہی تھی۔ ہجوم کو دیکھ کر حیران رہ گئی لاہور آکر پھر اس نے ہجوم دیکھا ادھر ادھر پھرتی رہی۔ آخر مجھ سے انگریزی میں سوال کیا کہ یہ کون ہے اور ہجوم اس قدر کیوں ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ خداوند یسوع مسیح اپنی دوسری بعثت میں آیا ہوا ہے۔ اس نے کہا یہ تو انسان ہے مگر وہ خدا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ وہ مریم مقدسہ کا بیٹا تھا اور وہ چونکہ انسان تھی۔ اس لئے یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو۔ پھر اس نے کہا کہ کیا میں ان کے قریب جا سکتی ہوں۔ میں نے انتظام کر دیا اس نے قریب جا کر ہاتھ ملانا چاہا مگر حضرت صاحب نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی اس پر اس نے حضور کا فوٹو لے لیا۔''

(رجسٹر روایات از روایات حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ روایت نمبر 3)

جہلم میں دو انگریز عورتوں کا حضورؑ کی تصویر لینا

حضرت میاں فیروز الدین صاحبؓ (سن بیعت 1892ء) ولد میاں گلاب دین صاحب سکنہ سیالکوٹ روایت کرتے ہیں کہ

''میں جہلم بھی حضور کے ساتھ گیا تھا۔ اس سفر میں بھی رستہ میں بے شمار مخلوق تھی۔ جب جہلم پہنچے تو دو یورپین لیڈیوں نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیوں ہے۔ کسی دوست نے کہا کہ مسیح موعود علیہ السلام ہیں انہوں نے کہا ذرا ہٹ جاؤ ہم فوٹو لینا چاہتی ہیں۔ چنانچہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے فوٹو لے لیا۔''

(رجسٹر روایات از روایات حضرت میاں فیروز الدین صاحبؓ)



امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ

ایک انگریز کی قادیان آمد اور حضورؑ کے فوٹو لینا

17/ نومبر 1901ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ صبح کی سیر سے واپسی پر حضرت حکیم مولانا نور الدینؓ کے مطب میں تشریف فرما ہو کر وعظ فرما رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک انگریز سیاح ڈی ڈی ڈکسن نامی جس کا تعلق انگلینڈ سے تھا، مطب میں داخل ہوا۔حضرت مسیح موعودؑ موصوف سے مختلف استفسارات فرماتے رہے۔ آپؑ کی ترجمانی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے کی۔ ڈکسن صاحب ایک روز قادیان میں ٹھہرے۔ ان کی رہائش کا انتظام گول کمرے میں کیا گیا۔ اسی روز عصر کی نماز کے بعد ڈکسن صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے تین فوٹو لیے۔ دو فوٹو آپؑ کے احباب کے ساتھ لیے اور ایک فوٹو الگ لیا۔ 18/ نومبر 1901ء کی صبح ڈکسن صاحب واپس بٹالہ روانہ ہو گئے۔حضورؑ ڈکسن صاحب کو روانہ فرمانے کی خاطر نہر کے پل تک پیدل تشریف لے گئے۔ راستہ میں آپؑ نے ڈکسن صاحب کو وعظ و نصائح بھی فرمائیں۔حضورؑ کے ان ارشادات کی ترجمانی مولوی محمد علی صاحب نے کی۔

(الحکم 24و 30/ نومبر 1901ء)

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے بھی اپنی ڈائری میں ڈکسن صاحب کی لی گئی تصویر سے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے 17/ نومبر 1901ء کی ڈائری میں تحریر فرمایا:

''عصر کے بعد ڈکسن نے حضرت کی مع مریدین تصویر کھینچی۔ اس سے واپس آکر مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نور الدین صاحب سے گفتگو کی۔'' (اصحابِ احمد جلد دوم صفحہ 181)

ڈکسن صاحب کے لیے گئے مذکورہ بالا تینوں فوٹو بھی دستیاب نہیں ہو سکے ہیں۔

دعویٰ ماموریت سے قبل
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تصویر

دعویٰ سے قبل کے ایک نادر و نایاب فوٹو کے متعلق تاریخِ احمدیت جلد دوم میں ذکر ہے:

''حال ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیامِ سیالکوٹ 67-1864ء کے دور کا فوٹو دریافت ہوا ہے۔ اس فوٹو کے دیکھنے والے احمدی دوست محمد فریدون خاں



امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ولد رحمت اللہ خاں (ساکن شیخ البانڈی تحصیل ایبٹ آباد ہیڈ کلرک محکمہ امدادِ باہمی) کا حلفیہ بیان ہے کہ 1958-1959ء کا ذکر ہے کہ میں خان محمد اصغر صاحب قریشی اسسٹنٹ رجسٹرار کواپریٹو سوسائیٹیز ہزارہ کے ہمراہ بحیثیت کیمپ کلرک کے دورہ پر موضع نگری ٹوٹیال تحصیل ایبٹ آباد برائے معائنہ انجمن امدادِ باہمی گیا۔ دورانِ گفتگو جب ہمارے میزبان...... کو معلوم ہوا کہ میں جماعتِ احمدیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس مرزا صاحب کا فوٹو ہے۔ جو اُن کے زمانہ ملازمت سیالکوٹ کا ہے وہ میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ چنانچہ بموجودگی......، ...... موصوف ایک گروپ فوٹو لے آئے جو فریم میں نہیں تھا بلکہ ایک گتے پر چسپاں تھا۔ میں نے اُن کے بتانے کے بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک پہچان لی۔حضرت اقدسؑ کھڑے تھے اور فوٹو کے دائیں جانب سے تیسرے چوتھے نمبر پر تھے۔ اس فوٹو کا سائز فل اسکیپ کے قریب دو تہائی کے برابر تھا۔ یہ ایک گروپ فوٹو تھا۔ آگے کرسیوں پر کئی اصحاب بیٹھے تھے جن میں ایک انگریز بھی تھا۔ فوٹو کا رنگ پیازی تھا اور نقوش نہایت واضح تھے۔ میں نے ......مذکور سے درخواست کی کہ یہ فوٹو چند دن کے لئے مجھے عنایت فرمادیں تامیں اس کی نقول تیار کروا کر اصلی کاپی آپ کو واپس کر دوں مگر ......نے مجھے ٹال دیا۔ اس کے بعد وہ کئی دفعہ مجھے ملے اور میں اِس کے لئے اُن سے اکثر کہتا بھی رہا۔ چنانچہ ایبٹ آباد میں انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میں فوٹو دے دوں گا۔

خاکسار مرتب (مولانا دوست محمد شاہد صاحب) عرض کرتا ہے کہ 25/ جنوری 1961ء کو محمد فریدون خان صاحب اور خاکسار دونوں نے سردار صاحب سے اُن کی رہائش گاہ واقع مری روڈ راولپنڈی پر ملاقات کی۔جس پر انہوں نے مئی 1961ء میں فوٹو دکھانے کا وعدہ کیا۔ مگر جب میں دوبارہ اُن کے ہاں پہنچا تو اُنہوں نے بعض نامعلوم وجوہ کی بنا پر دکھانے سے معذرت کر دی۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو یہ تاریخی فوٹو دیکھنے کی بہت آرزو تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اہم تاریخی یادگار کے برآمد ہونے کی کوئی غیبی صورت پیدا کر دے۔''

(تاریخِ احمدیت جلد دوم صفحہ 66حاشیہ نمبر 14)

اللہ تعالیٰ اس دعا کو جلد مقبول فرمائے تا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی مذکورہ بالا خواہش ہم غلامانِ مسیح موعودؑ اپنی زندگیوں میں پوری ہوتے دیکھ سکیں۔ آمین

☆...☆...☆

تین سلطنتوں کی دلچسپ کہانی

برطانوی، عثمانی اور آسمانی

(1897ء میں سلطنتِ عثمانیہ کے سفیر حسین کامی کی حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کا احوال)

(قسط اول)

(آصف محمود باسط۔ یوکے)

معلوم ہوتا ہے کہ حسین کامی مسلمانانِ ہند کو انگریز کے خلاف بغاوت پر ابھارنے کے مشن کی پوری تیاری کے ساتھ وارد ہوا تھا



ہندوستان میں انگریز کس طرح وارد ہوئے اور وہاں اپنے قدم کس طرح جمائے اور کس طرح اسے سلطنتِ برطانیہ کی کالونی میں تبدیل کرلیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جو سردست اس مضمون کا موضوع نہیں۔ تاہم یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ 1857ء کے غدر سے لے کر آزادی وتقسیمِ ہندوستان کا صدی بھر پر محیط عرصہ برطانوی سلطنت کے لیے کبھی بھی ایسا نہ تھا کہ وہ بے فکری سے بیٹھ کے حکومت کر سکے ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کی جغرافیائی و سیاسی حالت

اٹھارھویں اور انیسویں صدی کا زمانہ کئی سلطنتوں کے تصادم کا دور تھا۔ سبھی بڑی طاقتیں نوآبادیات کے قیام اور اپنی عملداری کے پھیلاؤ کے لیے سرگرمِ عمل تھیں۔ انگریزوں نے فرانسیسی سلطنت سے نبرد آزما ہو کر ہندوستان پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ برصغیر میں کوئی منظم مسلم سلطنت تو باقی نہ رہی تھی، مگر اپنی عظمتِ رفتہ کی یاد کہیں کہیں مخصوص مسلم طبقات میں مزاحمت کا رنگ رکھتی تھی۔ ٹیپو سلطان کی مزاحمتی تحریک اسی عظمتِ رفتہ پر مبنی تھی۔

روس کسی بھی طرح وسطی ایشیا پر تسلط چاہتا تھا۔ روس کے لیے یہ خطہ نہایت اہم تھا کہ یہ خطہ اس کی کسی بھی سمت میں پیش قدمی کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔

سلطنتِ عثمانیہ اپنی جغرافیائی اور سیاسی حیثیت میں مشرق ومغرب کے درمیان ایک فصیل بنی ہوئی تھی جو مغربی سلطنتوں کے پھیلاؤ، استحکام اور زوال میں اہم کردار ادا کرسکتی تھی۔ ہندوستان جغرافیائی لحاظ سے سلطنتِ عثمانیہ کا پڑوسی تھا۔ یوں ہندوستان پر عثمانیوں کی نظر تو تھی مگر وہاں انگریز کا تسلط ایسے خوابوں کے شرمندۂ تعبیر ہونے میں ایک بڑی روک تھا۔

آگے چل کر ہم جن حقائق پر نظر ڈالیں گے، ان کے بیان سے پہلے یہ یاد رکھ لینا ضروری ہے کہ سلطنتِ عثمانیہ کی پڑوسی سلطنتوں میں مشرق میں برطانوی ہندوستان، شمال میں روس، مغرب میں جرمنی اور جنوب میں افریقہ کی فرانسیسی نوآبادیات تھیں۔

ہم برطانوی ہندوستان کے جس دَور پر آج بات کریں گے، اس دور کے عالمی سیاسی اکھاڑے میں مذکورہ بالا طاقتوں کا دنگل جاری تھا۔

برطانیہ عثمانیہ اتحاد

برطانوی راج سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی ایک ارہاص کے طور پر ہندوستان آئی اور اقتصادیات کے ذریعہ برصغیر ہندوستان کو اپنے زیرنگیں کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ انہیں جنوبی ہند میں مقامی باشندوں کی طرف سے جس مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، ان میں سب سے اہم ٹیپو سلطان کی مزاحمت تھی جسے نپولین بوناپارٹ اور اس کی فرانسیسی افواج کی پشت پناہی حاصل تھی۔ وہ جنگیں جو Anglo-Mysore Wars کے نام سے موسوم ہیں، اسی مزاحمتی/عسکری تحریک کے زیر اثر لڑی گئیں۔

ایسے میں ہندوستان میں تعینات انگریز فوجی اہلکار Arthur Wellesley (جو بالعموم Duke of Wellington کے نام سے جانے جاتے ہیں)، اپنی عسکری قابلیتوں کے ساتھ ساتھ سیاسی شعور کو بھی بروئے کار لائے اور ترکی کے سلطان سلیم ثالث سے ٹیپو سلطان پر دباؤ ڈلوایا۔ سلطان سلیم ثالث نے 20/ستمبر 1798ء کو ٹیپو سلطان کو خط تحریر کیا اور اسے فرانسیسیوں کے مسلمانوں پر مظالم کی یاددہانی کروا کر ان کی پشت پناہی کو ترک کرنے اور انگریزوں کے خلاف جنگ نہ کرنے کی تلقین کی۔ سلطان سلیم ثالث نے سلطنتِ عثمانیہ اور سلطنتِ برطانیہ کے خیرسگالی مراسم کو برقرار رکھنے میں ٹیپو سلطان سے تعاون کی درخواست کرتے ہوئے اس خیرسگالی کو ''مذہبی فریضہ'' قرار دیا۔

(تفصیل کے لیے Britain, India and the Turkish Empire، مصنفہ Ram Lakhan Shukla، نئی دہلی، 1973ء)

سلطانِ ترکی کو برطانیہ سے دوستانہ مراسم اتنے عزیز کیوں تھے، اس کی سیاسی وجوہات تفصیل طلب ہیں، مگر اختصار سے یہ بیان کردینا ضروری ہے کہ روس جن وسط ایشیائی ریاستوں پر تسلط چاہتا تھا، وہ سلطنتِ عثمانیہ کی عملداری میں تھیں۔ چونکہ اس تسلط کو روکنے میں برطانیہ اور ترکی کے مفادات مشترک تھے، لہٰذا ترکی کو برطانیہ سے دوستانہ مراسم رکھنے میں ہی خیر نظر آتی تھی۔

چونکہ ٹیپو سلطان کے زور کو توڑنے میں سلطانِ ترکی نے اہم کردار ادا کیا، لہٰذا برطانیہ کو سلطنتِ عثمانیہ کے مفادات میں شامل ہونا پڑا۔

سلطنتِ برطانیہ اور ہندوستانی مسلمانوں کی ہمدردی کا حصول

یاد رہے کہ اس سیاسی دنگل میں ممنونیتِ محض نامی کوئی چیز نہیں تھی۔ سب کچھ سیاسی مفادات کے گرد گھومتا تھا۔ برطانیہ خود روس کی وسطی ایشیا کی طرف پیش قدمی کا سدِباب چاہتا تھا کیونکہ وسطی ایشیا کا روس کے دامن میں جاگرنے کا مطلب تھا افغانستان کی طرف پیش قدمی اور افغانستان گویا ہندوستان کا پھاٹک تھا، جسے یوں روس کے لیے کھولا نہیں جاسکتا تھا۔

یوں سلطنتِ عثمانیہ کے لیے وسطی ایشیا (یعنی اپنی سلطنت کے ایک بڑے حصے) کو روس کے آگے ہار جانا اور سلطنتِ برطانیہ کے لیے ہندوستان کی طرف روس کی پیش قدمی کی راہیں ہموار کر دینا ایک مشترک تشویش تھی جو سلطنتِ عثمانیہ اور سلطنتِ برطانیہ کے اتحاد کی وجہ بنی رہی۔ (تفصیل: ایضاً)

مگر ایک بڑی وجہ اس اتحاد کی یہ بھی تھی کہ انگریز کو معلوم تھا کہ سلطانِ ترکی کا یہ اثر ورسوخ جو انہوں نے ٹیپو سلطان پر استعمال کیا تھا، وہ ہم مذہب ہونے کے باعث تھا۔ سلطانِ ترکی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک اہم حیثیت رکھتا تھا جس کی ایک وجہ اس کی سلطنت کے ذریعہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت کا اظہار تھا، اور حرمین شریفین کا والی ہونا بھی۔ دنیا بھر سے عازمینِ حج اسی سلطنت میں جاتے اور یوں ایک مذہبی اور جذباتی لگاؤ بھی محسوس کرتے۔

(تفصیل: Empire and the Hajj: Pilgrims, Plagues, and Pan-Islamism، مصنفہ Michael Christopher Low، مضمون مطبوعہ International Journal for Middle East Studies، شمارہ 40، 2008ء)

یوں برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی رجحانات پر سلطانِ ترکی کس طرح اثر انداز ہوسکتا تھا، برطانیہ اس سے کبھی غافل نہ ہوا۔ اور اس مذہبی/جذباتی لگاؤ میں اپنی جگہ بنانے کے لیے کوشاں رہا۔ برطانیہ کے خود کو greatest Muslim empire کہنے کے پیچھے بھی یہی سیاسی سوچ کارفرما تھی۔

کریمین جنگ (Crimean War) (1853-1856) میں برطانیہ نے سلطنتِ عثمانیہ کے اتحادی کے طور پر روس کو شکست دی اور مسلمانوں کے دلوں میں خاص جگہ بنالی۔ ہندوستانی مسلمانوں کے اکثر حلقے انہیں سلطان کا دوست اور اسلام کا خیرخواہ سمجھنے لگے۔

اس جنگ کے دوران لارڈ ڈلہوزی (Lord Dalhousie) نے مسلمانانِ ہند میں انگریز کے لیے بڑھتی ہوئی ہمدردی کو محسوس کرلیا۔ اگرچہ اس نے کبھی اس حقیقت کو فراموش نہ ہونے دیا کہ برطانیہ کی طرف سے ترکی کی پشت پناہی دینِ اسلام کے تحفظ کے لیے نہ تھی بلکہ ایک خالصۃً سیاسی حربہ تھا جس کا مقصد روس کو مشرق میں بالادستی حاصل کرنے سے روکنا تھا۔

(تفصیل: Private Letters of the Marquess of Dalhousie مولفہ J.G.A. Baird، مطبوعہ William Blackwood & Sons, London, 1910)

کریمین جنگ میں مسلمان فوجی دستے ہندوستان سے اس نعرے کے ساتھ روانہ کیے گئے کہ وہ اپنے ''اسلامی بھائیوں'' کی مدد کو نکلیں۔ یوں برطانیہ کو مسلمانوں میں انگریز حکمران کے لیے قبولیت کا ثبوت بھی مل گیا اور انگریز کے اسلام دوست ہونے کا تاثر مزید مستحکم بھی ہوگیا۔

(تفصیل: Relations of the Ottoman Empire with the Indian Rulers، شمشاد علی، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، 1988ء)

کریمین جنگ کا اختتام ہوا ہی تھا کہ ہندوستان میں غدر کے بادل منڈلانے لگے۔ اس دوستانہ تعلق کو قائم رکھنے کی خاطر 1857ء کے غدر میں سلطانِ ترکی نے مسلمانانِ ہند کے نام اپنے شاہی فرمان میں یہ باور کرایا کہ وہ انگریز کے خلاف مزاحمت سے باز رہیں ورنہ وہ سلطان کی نافرمانی کے مرتکب ہو کر اس کی نظر سے گر جائیں گے۔ اس فرمان میں بھی سلطانِ ترکی (عبدالمجید اوّل) نے کریمین جنگ میں برطانیہ کی خدمات کا تذکرہ کیا اور مسلمانانِ ہند کے دل میں انگریز کے خلاف اشتعال کو سرد کرنے کی کوشش کی۔

جب انگریز غدر میں ملوث مسلمان طبقات پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئے، تو سلطانِ ترکی نے غدر کے نقصانات کے ازالہ کے لیے ایک ہزار پاؤنڈ ہندوستان کی برطانوی حکومت کو عطیہ کیے۔

یوں سلطانِ ترکی کی مدد سے انگریز کے خلاف جہاد کا وہ فتویٰ بھی گویا کالعدم ہوگیا جو 34/علمائے اسلام (بشمول فضلِ

حق خیر آبادی) کے دستخط کے ساتھ ’’اردو اخبار‘‘، دہلی نے 26/ جولائی 1857ء کو شائع کیا تھا اور اس کی نقول دیگر مسلم اخبارات (مثلاً صادق الاخبار، دہلی) نے شائع کی تھیں۔

(تفصیل: Pan-Islamism in British Indian Politics از نعیم قریشی، Brill,1999)

(آگے چلنے سے پہلے قارئین یہ نوٹ فرمالیں کہ انگریز کے خلاف جنگ نہ کرنے کا سب سے پہلا فرمان سلطانِ ترکی کی طرف سے آیا تھا، جو اکثر امتِ مسلمہ کی نظر میں خلیفۃ المسلمین کا مقام رکھتے تھے اور واجب الاطاعت تھے)۔

1867ء میں سلطان عبدالعزیز پہلا سلطانِ ترکی تھا جس نے انگلستان کا دورہ کیا۔ انگریز حکومت نے اس دورہ کو سرکاری اعزاز سے نوازا اور خوب آؤ بھگت کی۔ بعد میں اس ساری تواضع کے اخراجات India Office کے بجٹ میں ڈال کر وہاں سے وصول کیے گئے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس ساری مہمان نوازی کا اصل سبب ہندوستانی مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنا تھا۔

(بحوالہ اخبار Friend of India، یکم اگست 1867ء)

سلطان ترکی اس دورے سے واپس آئے تو ایشیا کی صورت حال کچھ ایسی شکل اختیار کرچکی تھی جس میں روسی سلطنت کا ایشیا میں پھیلاؤ ناگزیر نظر آرہا تھا۔ ایسے میں برطانوی سلطنت کا ترکی کی سلطنت کے ساتھ متحد رہنا بھی ناگزیر ہوگیا۔ نیز برطانوی ہندوستان کی افواج میں مسلمان سپاہیوں کی بھرتی کی ضرورت بھی ایک اہم ضرورت تھی۔ اس ضرورت کا پورا ہونا مسلمانانِ ہند میں انگریز کے لیے نرم گوشہ پیدا کیے بغیر ممکن نہ تھا۔ لہٰذا برطانوی حکومت نے ایک ایسی پالیسی ترتیب دی جس کے ذریعہ مسلمانانِ ہند کے دل میں یہ خیال راسخ کرنا تھا کہ برطانیہ سلطنتِ عثمانیہ کا خیرخواہ ہے اور یوں مسلمانوں کے مذہبی مفادات کا محافظ بھی۔

سلطنتِ عثمانیہ کے وزیرِ اعظم علی پاشا نے اپنے ایک مکتوب میں مسلمانانِ ہند کو مبارکباد دی کہ وہ انگریز حکومت کے تحت زندگی گزارتے ہیں جو انہیں ہر طرح کی مذہبی آزادی دیتی ہے۔ یہ بھی باور کرایا کہ سلطانِ ترکی کی حکومت کبھی مسلمانانِ ہند کی کسی ایسی حرکت کو قبول نہ کرے گی جو حکومتِ انگلستان کے خلاف کی جائے۔

(بحوالہ: انڈیا آفس ریکارڈ، FD Secret H, Progs. Vol, 1869, No. 111 بعنوان British ambassador at Constantinople to foreign secretary, (9October 1869

دوسری طرف ہندوستان میں بارسوخ مسلمان مثلاً سرسید احمد خان سلطانِ ترکی کے گُن گاتے تھے اور مسلمانوں کے دل میں ترکی سے وابستگی پیدا کرتے تھے۔ دورِ حاضر کے متعصب مورخین جب سرسید احمد خان کو بین الاسلامیت (Pan-Islamism) کے سرخیلوں میں نمایاں مقام دیتے ہیں، تو وہ اس بات کا ذکر تو بہت شد و مد سے کرتے ہیں کہ سرسید نے علیگڑھ میں ترکی ٹوپی تک کے استعمال کو رواج دیا، مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ سرسید ایسا صرف انگریز پالیسی کو دیکھتے ہوئے کرتے تھے۔ جہاں انگریزوں کا نقطہ نظر سلطانِ روم سے متضاد ہوتا، وہاں سرسید یا تو خاموش رہتے یا مسلمانانِ ہند کی حمایتِ ترکیہ کو غلط قرار دیتے۔

(تفصیل: تحریک اتحاد بین المسلمین، از خالد امین، مطبوعہ تحقیقی مجلہ ’’تحصیل‘‘، جولائی 2018ء)

سلطنتِ عثمانیہ کے ہندوستان میں سفارت خانے

برطانیہ اور عثمانیہ سلطنتوں کے درمیان ان دوستانہ مراسم میں ایک اہم موڑ تب آیا جب برطانیہ نے ترکی سفیروں کو ہندوستان کی سرزمین پر سفارت خانے قائم کرنے کی اجازت دی۔ ترکی کے پہلے سفارت کار 1849ء میں کلکتہ اور بمبئی کے لیے روانہ کیے گئے اور شاہی فرمان میں ان کا مقصد ’’ہمارے لوگوں اور بحری تاجروں کے معاملات کو دیکھنا‘‘ اور ’’ان کے اموال و املاک کی حفاظت میں ان کے مفادات کا تحفظ‘‘ بیان کیا گیا۔

(تفصیل: Pan-Islamism: Indian Muslims, the Ottomans and Britain، مصنفہ Azmi Ozcan، مطبوعہ Brill, 1997)

ہندوستان سے جانے والے عازمین حج بھی ان قونصل خانوں سے استفادہ کرتے اور یوں مسلمانانِ ہندوستان کثرت سے بحری سفر اختیار کرتے ہوئے سرزمینِ عثمانیہ میں وارد ہونے لگے۔ حرمین شریفین اسی سرزمین پر واقع ہونے کے سبب مسلمانوں کا اس سلطنت کی طرف رجحان فطری امر تھا، مگر دراصل وہاں قائم مسلم سلطنت انہیں اسلام کی عظمت کی آخری نشانی محسوس ہوتی۔ یوں نسلاً تشکیل پانے والی collective psyche بھی سلطنتِ عثمانیہ سے وابستگی میں اہم کردار ادا کرتی رہی۔



حسین بِک کامی آفندی (تصویر بشکریہ AARC)

قونصل خانوں کے قیام اور مسلمانانِ ہند کا کثرت سے ترکی کی عملداری میں جانا آنا ہندوستان کے انگریز حکمرانوں کو نئے اندیشوں سے دوچار کرنے لگا۔

Pan-Islamism میں ہندوستانی مسلمانوں کی دلچسپی

1870ء تک پہنچتے پہنچتے ہندوستانی مسلمانوں میں سلطنتِ عثمانیہ سے وابستگی منظم شکل اختیار کرچکی تھی۔ اس کے بنیادی عوامل میں خود انگریزوں کی کوشش بھی تھی (جس کا اوپر ذکر آچکا ہے)۔ مگر ساتھ ایک مسلم سلطنت کی موجودگی، ایک ’’خلیفہ‘‘ کی سربراہی، اتحاد بین المسلمین کے ذریعہ اسلام کے دورِ اوّل کی نشأۃ ثانیہ کا خواب اور ایک ’’کافر‘‘ حکمران کے تسلط سے نجات کے جذبات بھی کارفرما تھے۔

سلطانِ روم کو خود بھی احساس ہوچکا تھا کہ اگر دوسری سلطنتوں میں بطور رعایا رہنے والے مسلمان اب بھی اسے ’’خلیفہ‘‘ کے روحانی منصب پر قبول کرنے کو تیار ہیں اور اس کے فرمان کو واجب الاطاعت خیال کرتے ہیں، تو وہ ان مسلمانوں کو ایک زبردست سیاسی طاقت کے طور پر اپنے مفاد کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔

ان بڑھتے ہوئے مراسم پر انگریز حکومت نے گہری نظر رکھنا شروع کی اور ترک سفارت کاروں کی ہر حرکت وسکون کی رپورٹ حاصل کی جانے لگی۔

(تفصیل: Azmi Ozcan کی مذکورہ بالا کتاب؛ نیز Contested Subjects از فائز احمد، مشمولہ Journal of the Ottoman and Turkish Studies Association، جلد 3، 2016ء)

اسی طرح ہندوستان سے ترکی جانے والے مسلمانوں کی حرکات پر گہری نظر رکھی جانے لگی اور وہاں ان کی مصروفیات پر مفصل رپورٹ مخبروں کے ذریعہ حاصل کی جاتیں۔

1880ء کی دہائی تک سلطانِ روم کو مسلمانانِ ہند کی سیاسی طاقت کا رخ اپنی طرف موڑنے میں خاصی کامیابی حاصل ہوگئی۔ اسے احساس تھا کہ انگریز کا اتحاد محض سیاسی بنیادوں پر ہے اور کسی بھی طرح دیرپا نہیں۔ مسلمانانِ ہند بھی اپنی مذہبی شناخت کی تلاش میں سلطنتِ روم سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔

اسی دہائی میں باثر مسلمانوں نے سلطانِ روم کے پاس حاضری دینا شروع کی اور ہندوستان کے مسلمانوں میں اتحاد بین المسلمین (Pan-Islamism) کے ترکی ایجنڈے میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کیا۔ مئی 1880ء میں ترکی سے ایک اردو اخبار ’’پیکِ اسلام‘‘ کا اجرا ہوا جو کثرت سے ہندوستانی مسلمانوں تک پہنچایا جاتا۔ بالخصوص ہندوستان کی خودمختار مسلم ریاستوں کے سربراہوں کو جہاں سے اتحادِ مسلمین کے بہتر نتائج کی توقع تھی۔

(تفصیل: قیام الدین احمد، A Study of the Attempts for Indo-Turkish Collaboration against the British، مطبوعہ Journal of International History)

1870ء کی پوری دہائی میں بمبئی میں تعینات ترک سفارت کار حسیب آفندی کی کارگزاری پر کڑی نظر رکھی گئی اور اس کا اپنے مفوضہ فرائض سے ہٹ کر مسلمانوں سے میل جول انگریز کی نظر میں کھٹکنے لگا۔ خفیہ رپورٹوں میں اس کا مسلمان





رہائشی علاقوں کے قریب منتقل ہو جانا، وہاں جمعہ کی نماز ادا کرنا اور مسجد میں سلطانِ روم کے نام کا خطبہ پڑھوانا سب محلِ نظر سمجھا گیا۔ (تفصیل: Azmi Ozcan کی محولہ بالا کتاب)

تاہم سلطنتِ عثمانیہ کے لیے حسیب آفندی کا مسلمانانِ ہند میں ترکی سے وفاداری کی خفیہ مہم چلانا ستائش کی نظر سے دیکھا گیا اور اس طرز پر اس مہم کو بڑھانے کے لیے ترکی نے برطانیہ سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں سفارت خانے کھولنے کی اجازت چاہی۔
(تفصیل: محولہ بالا مضمون بعنوان Contested Subjects)

انگریز حکومت نے ایسی متواتر درخواستوں کو اس بنیاد پر ہر بار رد ّکیا کہ ترکی سفارت کاروں کی ذمہ داریاں بندرگاہوں تک محدود ہیں اور انہیں بندرگاہوں پر سفارت خانے میسر ہیں، لہٰذا ملک کے اندر ان کے قیام کا کوئی جواز نہیں۔ انگریز حکومت کا کہنا تھا کہ بمبئی اور کلکتہ کی بندرگاہوں پر ترک سفارت خانے اپنا مبینہ مقصد حاصل کر رہے ہیں اور اندرونِ ملک مزید سفارت خانوں کی ضرورت بے بنیاد ہے۔
(بحوالہ: National Archives of India, FD/63-6/Secret/March 1878)

سلطانِ روم کا اصرار تھا کہ انہیں حیدرآباد (دکن)، دہلی، لاہور، پشاور اور کراچی میں سفارت خانے کھولنے کی اجازت دی جائے۔ جیسا کہ ظاہر ہے، یہ تمام شہر مسلم اکثریت کے شہر تھے۔ باقی شہروں کو مسترد کرتے ہوئے، انگریز حکومت نے بندرگاہ ہونے کے سبب صرف کراچی میں ایک اور سفارت خانہ کھولنے کی اجازت دی۔
(بحوالہ: سلطنتِ عثمانیہ آرکائیو استنبول، Irade Hariciye, 19941, lef 1,3 and 20995 lef 3)

کراچی میں ترکی سفارت کار

1890ء کے اوائل میں کراچی میں ترکی سفارت خانہ قائم کیا گیا۔ یہ سلطان عبدالحمید ثانی کا زمانہ تھا جو جدید مغربی ذرائع ابلاغ سے بھرپور فائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت کے سیاسی و جغرافیائی بقا کے لیے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ سلطان عبدالحمید کے دَور میں اخبارات بھی کثرت سے شائع ہونے شروع ہوئے۔ ان اخبارات میں شائع ہونے والا مواد چونکہ اتحاد بین مسلمین کی ترغیب دیتا تھا، لہٰذا انگریز حکومت نے ان اخبارات کی ہندوستان میں ترسیل پر قانونی پابندی عائد کر دی۔ (تفصیل: رام لکھن شکلا کی محولہ بالا کتاب)

سلطان عبد الحمید نے ہندوستان میں موجود سفارت کاروں کو اتحاد بین المسلمین کے رجحانات کو ہندوستانی مسلمانوں میں عام کرنے کے لیے استعمال کیا۔

(تفصیل: Survey of International Affairs 1925, مرتبہ Arthur J Toynbee، مطبوعہ Oxford University Press، لندن، 1927)

سلطان عبدالحمید نے 1896ء میں حسین کامی کی کراچی میں تعیناتی اسی مقصد کے تحت کی۔ حسین بِک کامی آفندی نے ہندوستان پہنچتے ہی ہندوستان کے طول وعرض کے دوروں کا سلسلہ شروع کر دیا جس میں وہ عام مسلمانوں، مسلم انجمنوں اور مسلم مسالک کے سربراہوں سے ملاقاتیں کرتا اور انہیں سلطنتِ ترکیہ کی حمایت کی ترغیب دیتا۔
(تفصیل: Azmi Ozcan)

معلوم ہوتا ہے کہ حسین کامی مسلمانانِ ہند کو انگریز کے خلاف بغاوت پر ابھارنے کے مشن کی پوری تیاری کے ساتھ وارد ہوا تھا۔ 1857ء کے بعد سے مسلمانوں میں مختلف انجمنیں قائم ہونے کا سلسلہ شروع ہوا تھا جن کے ذریعہ ہم خیال مسلمانوں کو اپنے جذبات اور خیالات کے اظہار کا موقع مل جاتا۔
(تفصیل: Role of the Anjumans for the Promotion of Education in Colonial Punjab از مقبول احمد اعوان، مطبوعہ Bulletin of Education and Research، جلد 41، 2019ء)

ایسی انجمنوں میں سب سے پہلی قابلِ ذکر انجمنِ اسلامیہ لاہور تھی جو خان بہادر برکت علی کی کوششوں سے 1866ء میں قائم ہوئی۔ اکثر انجمنیں اسی سے متاثر ہو کر قائم ہوئیں مگر اس انجمن کو مسلمانانِ ہند کے سیاسی شعور کی تشکیل میں ممتاز مقام حاصل رہا۔ اس انجمن کا صدر مقام خان بہادر برکت علی خان کی رہائش واقع موچی دروازہ لاہور رہی۔ 1888ء میں ان کی رہائش سے ملحق محمڈن ہال کی تعمیر سے انجمن کی کارروائیاں وہاں منتقل ہو گئیں۔

اگرچہ اور انجمنیں بھی قائم ہو چکی تھیں، مگر خان بہادر برکت علی اور ان کی انجمن اسلامیہ لاہور کو گویا ان انجمنوں کے سرپرست کی حیثیت حاصل تھی۔ (ایضاً)

حسین کامی جب برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں کے دورے پر لاہور وارد ہوا، تو خان بہادر برکت علی ہی کے ہاں فروکش رہا۔ یہیں اس نے پنجاب کی سرکردہ مسلم قیادتوں سے ملاقاتیں کی اور یہیں جماعت احمدیہ کے بعض احباب نے اس سے مل کر اسے سلسلہ احمدیہ سے متعارف کروایا۔

(جاری ہے)

چیست دیں خود را فنا انگاشتن!

(دین کیا ہے: اپنے تئیں فنا سمجھنا)

منظوم فارسی کلام حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

تُو بہ عقلِ خویش در کِبرِ شدید
تُو اپنی عقل پر نازاں ہو کر سخت متکبر ہو گیا ہے

مافدائے آنکہ او عقل آفرید
اور ہم اس پر فدا ہیں جس نے خود عقل کو پیدا کیا ہے

در قیاسات تہی جانت اسیر
تیری جان خالی خولی قیاسوں میں گرفتار ہے

جان ما قربانِ علمِ آں بصیر
مگر ہماری جان اس بینا خدا کے علم پر قربان ہے

نیک دل بانیکواں دارد سرے
نیک دل انسان نیکوں سے تعلق رکھتا ہے

بر گہر تُف مے زند بد گوہرے
اور بد گوہر آدمی موتی پر تھوکتا ہے

ہست بر اسرار اسرار دگر!
بھیدوں پر بھید ہیں (یعنی اسرار کی انتہا نہیں)

تا کجا تا زد خرِ فکر و نظر
عقل و فکر کا گدھا کہاں تک دوڑے گا

ایں چراغِ مردہ از زورِ ہوا
حرص کی شدت سے یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ

چوں رہ باریک بنماید ترا
کس طرح تجھے باریک راہ دکھا سکتا ہے

وحی یزدانی زِرہ آگہ کند
خدا کی وحی تجھے راستہ سے آگاہ کرتی ہے

تا بمنزل نور را ہمرہ کند
اور منزل پر پہنچنے تک نور کو تیرے ساتھ کر دیتی ہے

مافتادہ بے ہنر در جسم و جاں
ہمارے جسم اور جان میں کوئی ہنر نہیں ہے

حُمق باشد دم زنی با آں یگاں
اس لاشریک کے مقابلہ پر کھڑا ہونا حماقت ہے

چیست دیں، خود را فنا انگاشتن
دین کیا ہے: اپنے تئیں فنا سمجھنا

و از سر ہستی قدم برداشتن
اور اپنی ہستی سے بالکل الگ ہو جانا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیرتِ توحید، محبتِ الٰہی اور توکّل علی اللہ

(نصیر احمد قمر۔ ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن)

اسلام کا خدا ایسا قدوس اور قادر خدا ہے کہ اگر تمام دنیا مل کر اس میں کوئی نقص نکالنا چاہے تو نہیں نکال سکتی۔ ہمارا خدا تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا خدا ہے

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت روحانی لحاظ سے دنیا کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ توحید مفقود ہوچکی تھی۔ شرک کادَور دورہ تھا۔ لوگ اپنے خود تراشیدہ بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے اور فساد حد کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کے قیام کے لیے مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پھر سے دنیا میں توحید قائم ہوئی۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت بھی روحانی لحاظ سے دنیا کی یہی حالت تھی۔ لوگ توحید سے منہ موڑ کر قسما قسم کے شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ لوگوں نے صدہا ارباب متفرقہ بنا رکھے تھے۔ مخلوق پرستی کا بازار گرم تھا۔ آریہ سماج یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا خالق نہیں ہے۔ بلکہ ذرّہ ذرّہ کائنات کا انادی اور اپنی ذات میں مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ یہ لوگ تینتیس کروڑ دیوتا ربوبیت کے کاروبار میں خدا کے شریک قرار دیتے تھے۔ ادھر عیسائیوں نے خدا کے ایک عاجز اور مسکین بندے کو خدا بنا رکھا تھا۔ اس فَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی پیشگوئیوں اور پہلے سے کیے گئے وعدوں کے عین مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو توحید باری تعالیٰ کے قیام اور غلبہ اسلام کی غرض سے مبعوث فرمایا۔

چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے تا میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ابن مریم کو خدا ٹھہرانا ایک باطل اور کفر کی راہ ہے۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 55)

آپؑ کی غیرت توحید نے قطعاً یہ برداشت نہ کیا کہ لوگ خدائے واحد و یگانہ کو چھوڑ کر شرک کی راہوں پر چلیں۔ چنانچہ آپؑ نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلام کے خدا کا حسین تصوّر پیش کیا اور تمام مذاہب باطلہ کا ردّ ثابت کیا۔ آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کی پہلی سورت، سورۂ فاتحہ کی ابتدائی آیات سے ہی ہندوؤں، آریوں اور عیسائیوں کے جھوٹے خداؤں کا بطلان ثابت فرمایا اور بتلایا کہ ہمارا خدا ایک قادر و توانا خدا ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے اور ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں اور یہ کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

آپؑ نے فرمایا کہ

’’اسلام نہایت ہی مبارک مذہب ہے جو اس خدا کی طرف رہبری کرتا ہے جو نہ تو عیسائیوں کے خدا کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ ایسا ہے کہ آریوں کے پرمیشر کی طرح مکتی دینے پر قادر نہ ہو...اسلام کا خدا ایسا قدوس اور قادر خدا ہے کہ اگر تمام دنیا مل کر اس میں کوئی نقص نکالنا چاہے تو نہیں نکال سکتی۔ ہمارا خدا تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا خدا ہے۔ وہ ہر ایک نقص اور عیب سے مبرا ہے کیونکہ جس میں کوئی نقص ہو وہ خدا کیونکر ہوسکتا ہے۔‘‘

(الحکم 6؍ جنوری 1908ء)

یوں حضور علیہ السلام نے دنیا میں قیام توحید کے لیے عظیم الشان جہاد کا علم بلند کیا۔ اس سلسلہ میں معرکہ آرا کتب تصنیف فرمائیں اور اسی غرض سے باذن الٰہی ایک عظیم الشان جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ جو آج بھی خدا کے فضل و کرم سے خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ کی زیر سیادت دنیا سے شرک و بت پرستی کو مٹانے اور وحدہ لاشریک خدا کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے ہمہ تن کوشاں ہے۔ جس کی مساعی کسی بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

قیام توحید کے مقصد کو کماحقہ حاصل کرنے کے لیے محبت الٰہی کا ہونا ضروری ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔ نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبت الٰہی کس چیز کا نام ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟

اس بارے میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس غرض ہر چیز پر اللہ کی رضا کو مقدم کرلیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرۃ:201)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188)

چنانچہ جب ہم اس لحاظ سے حضور علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپؑ کی محبت الٰہی واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔ ابتدائے عمر سے ہی دنیاوی امور سے بے رغبت تھے اور نماز، ذکر الٰہی اور تسبیح و تحمید سے شغف رکھتے تھے۔ آپؑ ہر معاملہ میں رضائے الٰہی کو مقدم فرماتے۔

آپؑ کا یہ نظریہ تھا کہ

’’خدا کی راہ میں ہر ایک ذلت اور موت فخر کی جگہ ہے۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 30)

محبت الٰہی میں آپؑ فنائیت کے مقام تک پہنچے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمیں
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

اپنے مخالفین و معاندین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

’’یاد رکھو جو مجھ سے مقابلہ کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں بلکہ اس سے مقابلہ کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 425)

اور پھر مخالفین اپنی سازشوں اور شرارتوں میں حد سے بڑھ گئے اور نعوذ باللہ آپ کے قتل کے منصوبے بنانے لگے تو بڑے جلال سے فرمایا:

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کامل مومنین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ جیسا کہ محبت کا حق ہے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(البقرۃ:166)

اور ظاہر ہے کہ کامل محبت الٰہی بجز اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن نہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران:32)

حضور علیہ السلام کی اطاعت رسولؐ بھی بے مثل و بے نظیر تھی۔ آپ نے اپنی تقاریر و تصانیف میں جابجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ حتی کہ اس شعر کے مصداق بنے کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کامل اطاعت الٰہی و اطاعت رسولؐ ہی کے نتیجہ میں آپ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان انعام، انعامِ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ چنانچہ فرمایا:

ایں آتشم ز آتش مہر محمدیؐ است
ویں آب من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

محبت الٰہی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محبوب کے کلام سے بھی محبت کی جائے۔ حضور علیہ السلام کو کلام الٰہی، قرآن مجید سے عشق و محبت کا جو عظیم الشان تعلق تھا اس کا علم حضورؑ کی تحریرات اور سیرت کے مطالعہ سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی بعثت ہی توحید الٰہی، عظمت رسولؐ اور حکومتِ قرآن پاک کے دلوں میں قیام کی خاطر ہوئی تھی۔ حضور کا یہ شعر آپؑ کی محبت الٰہی اور محبت قرآن پر زبردست دلیل ہے۔ فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اللہ تعالیٰ سے آپؑ کی یہ محبت یک طرفہ نہ تھی بلکہ وہ بھی آپؑ سے پیار کرتا تھا۔ وہ بکثرت آپؑ سے کلام کرتا تھا اور اپنی شیریں اور دلنشیں باتوں سے ہر خوف و حزن کے موقع پر آپؑ کو تسلی دیتا تھا۔ اس نے آپؑ سے فرمایا تھا:

......باقی صفحہ 41 پر......



دجّال کے خدوخال: ایک تاریخی مطالعہ(1548ء تا1813ء)

(قسط اوّل)

(عبد الرحمٰن رانا)

جوں جوں ہم سولہویں صدی سے 19ویں صدی تک جاتے ہیں مذہبی فتنہ کے خدوخال واضح ہوتے چلے جاتے ہیں

حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے آخری زمانہ میں پیدا ہونے والے عظیم مذہبی فتنہ کو الدجّال کے نام سے موسوم فرمایا۔ دراصل اس نام (الدجّال) سے فتنہ کے سارے خدوخال کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ الدجّال کے معنی لغت لسان العرب میں یہ کیے گئے ہیں:

1.سُمِّيَ دَجَّالًا لِتَمْوِيْهِهِ عَلَى النَّاسِ وَتَلْبِيْسِهِ وَتَزْيِيْنِهِ الْبَاطِلَ

اسے دجال کا نام لوگوں کو دھوکا دینے اور شک میں ڈالنے اور باطل کو خوبصورت کر کے دکھانے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

2.سُمِّيَ الدَّجَّالُ دَجَّالًا لِضَرْبِهِ فِي الْاَرْضِ وَقَطْعِهِ أَكْثَرَ نَوَاحِيْهَا

دجال کو دجال کا نام اس کے زمین پر سفر کرنے اور اس کے کناروں تک پہنچنے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

3.وَرُفْقَةٌ دَجَّالَةٌ: عَظِيْمَةٌ تُغَطِّي الْاَرْضَ بِكَثْرَةِ أَهْلِهَا

اور ایک عظیم گروہ جو اپنی کثرت کی وجہ سے زمین کو ڈھانپ لے گا۔

4.هِيَ الرُّفْقَةُ تَحْمِلُ الْمَتَاعَ لِلتِّجَارَةِ

ایسا گروہ جو مال تجارت لیے پھرتا ہے۔

تجارت کا لبادہ اوڑھ کر پادریوں کا دھوکے اور لالچ کے ذریعہ باطل مذہب پھیلانے کے لیے ساری دنیا میں پھیل جانا مذہبی دنیا کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ خاکسار اس مضمون میں چند اہم تاریخی واقعات کا ترتیب سے ذکر کرے گا جس سے دجالی فتنہ کی تعیین وتشخیص نہایت آسان ہو جائے گی۔ قارئین یہ دیکھیں گے جوں جوں ہم سولہویں صدی سے 19ویں صدی تک جاتے ہیں مذہبی فتنہ کے خدوخال واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سولہویں صدی

20/ جنوری1548ء کو پرتگالی مبلغ Fransic Xavier پرتگال کے بادشاہ کے نام لکھے گئے اپنے خط میں ہندوستان میں اپنے تبلیغی مشن کی ناکامی پر تجویز دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

‘‘I have discovered one only remedy for this evil, the adoption of which, if I mistake not, would increase the number of Christians in these parts…That remedy is, that your Majesty should signify and clearly explain your intention, both by letter to the Viceroy and magistrates now in India…namely, the spreading of our holy faith…that you will call each of them strictly to account; and that you will impute to them every success or failure in this respect and reward or punish them accordingly…wherever there is any opportunity of spreading Christianity, it rests upon the Viceroy or Governor of the Place and upon him alone.’’

(Henry Venn, The Missionary Life and Labors of Francis Xavier taken from his own correspondence pg.159to160)

(ترجمہ) میرے پاس اس خرابی کا ایک ایسا حل ہے جس سے ان علاقوں میں عیسائیوں کی تعداد بڑھ جائے گی… نسخہ یہ ہے کہ آنجناب اپنے ماتحت وائسرائے اور حکمرانوں کو اپنی نیت سے صاف الفاظ میں آگاہ کر دیں نیز انہیں یہ باور کروایا جائے کہ ان کو اس حوالہ سے کامیابی اور ناکامی کی صورت میں انعام یا سزا دی جائے گی… جہاں کہیں بھی عیسائیت پھیلانے کا موقع ملے تو اس کی ذمہ داری صرف اور صرف اس علاقہ کے گورنر یا وائسرائے پر ہے۔

یہ تجویز اپنی ذات میں عیسائیت کی مذہبی شکست کا عملی ثبوت ہے جو ان کے ایک نامی مبلغ کے قلم سے نکلی۔ اس بھیانک تجویز کا عملاً کیا نتیجہ نکلا؟ اس کی ایک مثال ہمیں Hidalcaon نامی ایک مسلمان شہزادے کے الفاظ میں ملتی ہے۔ 1570ء میں وہ اپنے فوج کے افسران سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

‘‘The Portuguese at first came among us under the notion of merchants, promising to help us to several goods that we wanted. They had built fortresses by which means they had strengthened themselves in India both by sea and Land…their compelling the Indians in all places where they had power to change their religion.’’

(Michael Geddes, The History of the Church of Malabar Pg. 26to27)

(ترجمہ) پرتگالی لوگ پہلے پہل ہمارے پاس تاجروں کے روپ میں آئے جو ہمیں روزمرہ سامان ضرورت مہیا کرنے کا وعدہ دیتے تھے۔ پھر انہوں نے یہاں قلعے بنا لیے جن کے ذریعہ سے انہوں نے خود کو ہندوستان میں بری اور بحری لحاظ سے خاصا مضبوط کر لیا… پھر ہر جگہ جہاں انہیں طاقت حاصل



ہوئی ہندوستانیوں کو مذہب بدلنے پر مجبور کرنے لگے۔

انہوں نے اور کون کون سے حربے باطل کی تزئین کے لیے استعمال کیے؟ اس کا ذکر ہمیں اس زمانہ کے ایک مسلمان عالم کی تحریرات میں بھی ملتا ہے۔ احمد زین الدین الملیباری (متوفیٰ:1583ء) لکھتے ہیں:

وتَحْرِيْضِهِمْ علىٰ قُبُولِ الرِّدَّةِ والسُّجُودِ لِصَلِيبِهِم وعَرْضِ الأَمْوَالِ لَهُمْ عَلىٰ ذالِكَ و تَزْيِيْنِ نِسوَانِهِم بِالحُلِيِّ وَالثِّيَابِ النَّفِيسَةِ لِتَفْتِيْنِ نِسْوَانِ الْمُسْلِمِيْنِ…وَكَمْ مِنْ مُسْلِمِيْنَ ومُسْلِمَاتٍ تَنَصَّرُوا

(تُحفةُ المُجاهِدِين في أَحوالِ البُرْتُغَالِيِين صفحہ 262-263)

(ترجمہ) وہ لوگوں کو مرتد ہونے اور اپنی صلیبوں کو سجدہ کرنے کی تحریض دلاتے ہیں اور اس کے بدلے اپنے اموال پیش کرتے ہیں نیز ان کی عورتیں زیوروں اور نفیس کپڑوں میں ملبوس ہو کر مسلمان عورتوں کے لیے فتنہ کا باعث بنتی ہیں…(ان حربوں کے نتیجہ میں)… کتنے ہی مسلمان مرد اور عورتیں عیسائی ہو گئے۔

1583ء میں Sir Humphrey Gilbert نے امریکہ کے ساحلی علاقوں کا سفر کیا۔ وہاں کے مقامی لوگوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی اور ان کے خیال میں عیسائیت کی تبلیغ ہی ان سفروں کا اصل اور بڑا مقصد ہونا چاہیے۔ چنانچہ Edward Haie لکھتے ہیں:

‘‘And which is more; the seed of Christian religion had been sowed amongst those pagans…Which must be the chief intent of such as shall make any attempt that way.’’

(Hakluyt, The Principal Navigations Voyages Traffiques & Discoveries of the English Nation Vol. 8 pg.35)

اسی قسم کی ایک اور مثال ہمیں مشہور مہم جو Richard Hakluyt کے حالات میں ملتی ہے۔ 1589ء کے ایک سفر کے حالات ملکہ برطانیہ کو لکھتے ہوئے اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ ہم تاجروں کے ساتھ عمومی تجارت کرنے کے ساتھ ساتھ ان اقوام کے پاس عیسائیت اور انجیل کی سچائی کا بے مثال خزانہ لے کر جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

‘‘For mine own part , I take it as a pledge of God`s further favour both unto us and them: to them specially, unto whose doors I doubt not in time shall be by us carried the incomparable treasure of the truth of Christianity, and of the Gospel, while we use and exercise common trade with merchants ’’

(Hakluyt, The Principal Navigations Voyages Traffiques & Discoveries of the English Nation Vol. 1pg.21)

مندرجہ بالا سطور میں ابھی سولہویں صدی کے تاریخی و مذہبی لٹریچر کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے مگر دجال کے خدوخال نمایاں ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ مندرجہ بالا چند حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ

1…روحانیت سے عاری یہ دجالی گروہ اپنی مشنری ناکامی کے بعد طاقت اور دھونس کے ذریعہ اپنے مذہب کو پھیلاتے نظر آتے ہیں۔

2…یہ تجارت کے لبادے میں حملہ آور نظر آتے ہیں۔

3…یہ گروہ اپنے اموال اور دیگر سامان زینت کو مذہب پھیلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

4…اس گروہ کو اپنے عزائم میں کامیابی بھی مل رہی ہے اور عوام ان کے فتنہ سے متاثر ہو رہی ہے۔

5…ان کے تمام تجارتی اسفار کا اصل محرک ومقصد عیسائیت کی تبلیغ ہے جس کو قرآن کریم صراحت سے جھوٹ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: إِنْ يَقُوْلُوْنَ إِلَّا كَذِبًا (الکہف:6)

سترھویں صدی

1600ء کے آخری روز ایسٹ انڈیا کمپنی کو ملکہ Elizabeth1 کی طرف سے ہندوستان میں تجارت کا چارٹر ملتا ہے۔تجارت کے ساتھ ان کے دیگر عزائم کی جھلک ہمیں تاریخ میں ملتی ہے۔مثلاً سال 1614ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ایک ہندوستانی نوجوان کو تربیت کی غرض سے انگلینڈ لے جایا جاتا ہے۔چنانچہ لکھا ہے:

''19 August 1614: Captain Best having brought home a young youth, an Indian, who was taught by Mr Copland the Preacher ''

(Court Minutes 19th August 1614 pg.202)

پھر دو سال سے زائد تربیت کے بعد 1616ء کے آخر میں اس بنگالی نوجوان کے عیسائی ہونے کی باقاعدہ تقریب سینٹ ڈینس چرچ میں منعقد ہوتی ہے۔جس میں ایسٹ انڈیا کمپنی، پریوی کونسل وغیرہ کے اہم اراکین حکومت شامل ہوتے ہیں اور نوجوان کو بادشاہ کی طرف سے پیٹر نام دیا جاتا ہے۔چنانچہ لکھا ہے:

''On Sunday , 22nd of December 1616, an unusual crowd surged toward the Church of Saint Dennis, for it had been announced that, by the rite of baptism, a lad a native of Bengala was to be initiated into the Church of Christ.The Privy Council, the Lord Mayor and Alderman,the members of the East India …Petrus Papa or Peter Pope, the name given to in baptism was chosen by King James.

(Edward D. Neill,Memoirs of Rev. Patrick Copland pg.12)

پھر اس بات کا ذکر بھی ملتا ہے کہ پیٹر نامی یہ تربیت یافتہ مبلغ دوبارہ ہندوستان آیا اور عیسائیت کی تبلیغ کی نیز اس کے بعد کئی جوان ہندوستانیوں کو لندن تعلیم وتربیت کے لیے لے جایا جاتا رہا۔Michael Fisher لکھتے ہیں:

''Peter later returned to India to evangelize. Reporting in Latin to his spiritual mentors. Many other young Indian men would go to London for their education over the centuries thereafter.''

(Fisher, Counterflows to Colonialism: Indian Travelers and Settlers in Britain 1600 to1857 pg.27)

اسی طرح John Wood نے 1618ء میں کتاب The True Honour of Navigation and Navigators تحریر کی۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ تجارتی سفروں کا حقیقی مقصد مقدس کتاب کے آخر میں خلاصۃً یوں تحریر کرتے ہیں:

''Let us strive by all means to win and draw these Heathen to faith in thy name ''(pg.128)

(ترجمہ) اے خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے تیرے نام پر غیر مذاہب کے لوگوں کو حقیقی دین کی طرف راغب کرسکیں۔

جب عیسائیت کا مقامی مذاہب کے ساتھ واسطہ پڑا تو ایک دوسرے کے عقائد کے ردّ میں تبلیغی لٹریچر کا لکھا جانا قدرتی عمل ہے۔خاص طور پر جب ایک قوم خاص اسی غرض کے لیے حملہ آور ہوئی ہو۔اس کی ایک مثال Hugo Grotius کی ایک کتاب ہے جو 1627ء میں عیسائیت کی حقانیت پر لکھی گئی۔اس کا ترجمہ The Truth of the Christian Religion in Six Books کے نام سے ہوا۔وہ اس کتاب میں مسلمانوں کو تبلیغ کرنے کے گُر بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

Jesus was taken up into heaven, by the confession of Mahomet ﷺ but Mahomet ﷺ remains in the grave. And now can any one doubt which to follow? (pg.235)

(ترجمہ) (حضرت اقدس) محمد (رسول اللہ ﷺ) کے اپنے اقرار کے موافق عیسیٰؑ آسمان پر مرفوع ہوئے مگر آپ ﷺ قبر میں مدفون ہیں۔اب کیا کسی کو شک ہے کہ کس کی پیروی کی جانی چاہیے؟

اگرچہ یہ بات غلط ہے کہ احادیث میں حضرت عیسیٰؑ کے جسمانی رفع الی السماء کا کوئی ذکر ہے، قابل توجہ امر یہ ہے کہ پادری اس زمانہ میں مسلمانوں کی اس عمومی غلط فہمی کو کیسے پر زور طور پر اپنے تبلیغی مقاصد کے لیے پیش کرتے ہیں۔

سترھویں صدی کے درمیان میں تجارتی کمپنیاں اپنے تبلیغی مقاصد میں زیادہ سنجیدہ ہوتی نظر آتی ہیں۔اس کی ایک مثال ہمیں 1657ء کے ابتدا میں ملتی ہے۔تجارتی کمپنی آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی سے مبلغین کی فراہمی کے لیے مدد کی درخواست کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''The East India Company having resolved to endeavor the advance and spreading of the gospel in India…you would be pleased to afford us your assistance herein by recommending unto us for this purpose some such person whom you shall approve and declare to be a fit instrument.''

(Henry Yule, The Diary of William Hedges Vol. 2 pg.cccli)

(ترجمہ) ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں انجیل و عیسائیت کی تبلیغ کا مصمم ارادہ کیا ہے…(امید ہے کہ) آپ اس مقصد کے لیے مناسب افراد کی فراہمی یقینی بنانے میں خوشی محسوس کریں گے۔

تجارتی کمپنیوں کی تاریخ اس ''مقدس'' مساعی کی تاریک جہات بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔مثلاً 1666-67ء میں پرتگالی مورخ Manuel deFaria اپنی کتاب Asia Portugueza میں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں خدا تعالیٰ نے یہ تجارتی راستے اپنے نام کی سر بلندی اور تبلیغ کی غرض سے کھولے مگر تاجروں نے اس موقع کو اپنے صندوق سونا چاندی سے بھرنے کے لیے استعمال کیا۔A Short History of the Church of Malabar (شائع شدہ 1694ء) میں اس تحریر کا ترجمہ یوں درج کیا گیا ہے:

''God Permitted the Discovery of this Voyage, only for the Propagation of his name and true worship these travelers have, for the most part… committing many injustices to fill their coffers ''(pg.23)

1677ء میں کمپنی نے 100 بائبل اور 200 کیٹی کیزم (سوالاً جواباً عقائد) اپنے ماتحتوں کے لیے ارسال کیے اور کیٹی کیزم کے زبانی یاد کرنے پر حوصلہ افزائی کی غرض سے 2 روپے دینے کا کہا۔اس کے ساتھ Ralph Orde کو سکول ماسٹر کے طور پر بھیجا جس کا مقصد غیر مذاہب کے بچوں کو انگریزی زبان مفت لکھنا اور پڑھنا سکھانا تھا اس کے ساتھ ساتھ ان بچوں کو پروٹسٹنٹ مذہب کی تعلیم دینا اور ان کو (انگریزی) آداب اکل وشرب سکھانا بھی اس کی ذمہ داری بتایا گیا۔چنانچہ لکھا ہے:

''We now send you a supply of one hundred bibles and two hundred catechisms, which we would have you dispose of there and at our subordinate factories, to such as you think will make the best use of them; and when any shall be able to repeat the catechism by heart, you may give to each of them two rupees for their encouragement…We send one Mr. Ralph Orde to be schoolmaster at our Fort… who is to teach all the children to read English, and to write and cipher, gratis ; and if any of the other nations, as Portuguese, Gentoos, or other, will send their children to school, we require that they be also taught gratis…and he is likewise to instruct them in the principles of the Protestant religion; and he is to diet at our table ''

(Peter Auber,Rise and Progress of the British Power in India Vol. 2 pg. 493)

ہمیں تاریخ کے اوراق میں ایک اور رنگ بھی نظر آتا ہے جس میں مختلف عیسائی فرقے تجارت کے ساتھ ساتھ عیسائیت کی تبلیغ میں بھی ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے نظر آتے ہیں۔مثلاً آکسفورڈ کے بشپ آرچ بشپ آف کینٹربری کو 21/جون 1681ء میں لکھے گئے خط میں کہتے ہیں:

''I enlarged upon the shame that lay upon us, who had so great opportunities by our commerce in the East, that we have attempted nothing toward the conversion of the Natives, when not only the papists, but even the Hollanders had labored herein.''

(W.W Hunter, The India of the Queen and other Essays pg.233)

(ترجمہ) میں ایک قابل شرم پہلو کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہمیں مشرقی ممالک (ہندوستان وغیرہ) میں تجارت کے جتنے مواقع ملے اس کے مقابل پر مقامی افراد کو عیسائی بنانے کی ہماری کاوش نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ رومن کیتھولک فرقہ اور ڈچ نے اس سلسلہ میں کافی کام کیا ہے۔

اس قسم کی ایک مثال ہمیں Sir Humphrey Prideaux کی 1694-95ء کی تحریر میں نظر آتی ہے جس میں وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی ترقی کی وجہ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو بتاتے ہیں اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی خسارے کی وجہ اس ''مقدس'' کام میں سستی بتاتے ہیں۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''If we will examine into the cause why the blessing of God is so largely given to the one while denied in so great a degree to the other, none appears more obvious than the care which the Dutch take to promote the honour of God, by converting the Infidel Indians to him.''

(The Life of the Reverend Humphrey Prideaux pg.167)

سترھویں صدی کے آخر یعنی 1698ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو جو چارٹر دیا گیا اس میں ان کو پابند کیا گیا کہ وہ ایک ایک پادری ہر فوجی چھاؤنی، فیکٹری میں رکھے اسی طرح ہر بحری جہاز جو 500 ٹن سے اوپر کا سامان لے کر جائے گا ضروری ہوگا ایک پادری ساتھ جائے۔پادریوں پر لازم ہوگا کہ وہ ہندوستان پہنچ کر ایک سال کے اندر اندر پرتگالی زبان اور مقامی زبان سیکھیں تا کہ بآسانی دیگر مذاہب والوں کو تبلیغ کرسکیں۔چنانچہ چارٹر کے متعلقہ الفاظ یوں ہیں:

''shall constantly maintain… one minister in every Garrison and superior factory…and shall also take a chaplain on board every ship, which shall be sent by the same Company to the said East Indies…which shall be of the burden of five hundred tons or upwards…We do further will and appoint that all such ministers as shall be sent to reside in India as aforesaid, shall be obliged to learn within One Year after their arrival, the Portuguese language and shall apply themselves to learn the native language of the country where they shall reside the better to enable them to instruct the Gentoos

(Charters granted to the East India company from 1601 pg.220 to 221)

تاریخ میں دعا کا بھی ذکر ملتا ہے جو تجارتی بحری جہازوں کی روانگی کے وقت کی جاتی تھی۔2/دسمبر 1698ء کی شائع شدہ ایک دعا کے آخری الفاظ یوں ہیں:

''These Indian nations who we dwell, beholding our good works, may be won over thereby to love our

most holy religion, and glorify thee our Father which art in heaven.''

(Richard Cobbe, Bombay Church:A True Account of the Building and Finishing the English Church at Bombay in the East Indies pg.76)

(ترجمہ) یہ ہندوستانی جن میں ہم رہتے ہیں، ہمارے اچھے کاموں کو دیکھ کر ہمارے مقدس مذہب سے متاثر ہو جائیں اور تیری اے باپ خدا جو آسمانوں میں ہے بزرگی بیان کریں۔

مندرجہ بالا چند سطور میں ہم نے سترھویں صدی کے مذہبی و تاریخی لٹریچر کا سرسری جائزہ لیا۔ ہم نے دیکھا کہ

1... ہندوستانی نوجوانوں کو تربیت کی غرض سے انگلستان لے جایا جاتا رہا۔حکومت کے سرکردہ اراکین خود اس کی نگرانی کرتے ہیں۔

2... مسلمانوں کو تبلیغ کے لیے خاص طور پر حیات مسیحؑ کے حربہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔

3... تجارتی کمپنیاں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے بڑی یونیورسٹیوں کو تعلیم یافتہ افراد کی فراہمی کی درخواست کرتی ہیں۔

4... تعلیم کی آڑ میں مقامی بچوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور ان کو معاشرتی طور پر بھی عیسائی بنانے کی سعی کرتے ہیں۔

5... عیسائیت کی تبلیغ کو تجارت میں کامیابی کی ضمانت سمجھا گیا۔

6... تجارتی جہازوں کی روانگی کے وقت کی جانے والی دعائیں ان کے عزائم پر گواہ ہیں۔

اٹھارھویں صدی

اب ہم اٹھارھویں صدی میں داخل ہوتے ہیں۔ اس صدی کا بڑا حصہ ہندوستان میں عدم استحکام رہا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی آہستہ آہستہ مختلف علاقوں پر قبضہ کرتی چلی گئی۔ اس لحاظ سے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے اس کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس صدی کے آخر میں باجود نامساعد حالات کے کمپنی کی اس مذہبی خدمت کو قانونی حیثیت دینے کی کوشش کی گئی اور ایک نہایت دلچسپ بحث کا آغاز ہوا جس نے دجال کے خدوخال کو نہایت روشن کر دیا۔ ذیل کی سطور میں اس کا مختصر سا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہندوستان میں مختلف ممالک کی سوسائٹیاں اور عیسائی فرقے تبلیغ میں مصروف تھے۔ اس لحاظ سے ان کا ایک گو نا مقابلہ بھی تھا مگر وہ ممکنہ حد تک ایک دوسرے کی مدد کرتے اور کام کو سراہتے تھے۔ اس کی ایک مثال ہمیں 1717ء میں King George1 کی طرف سے ڈینش مشن کی حوصلہ افزائی کے لیے لکھے گئے خط میں ملتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''Your letters, dated the 20th of January of the present year, were most welcome to us, not only because the work undertaken by you, of converting the heathen to the Christian truth, doth, by the grace of God, prosper; but also because that, in this our kingdom, such a laudable zeal for the promotion of the gospel prevails.''

(Christian Missionary Intellegencer July 1871 pg. 210)

(ترجمہ) آپ نے اپنے خط محررہ 20/ جنوری میں جن مساعی کا ذکر کیا ہے ہم ان کو سراہتے ہیں۔ نہ صرف اس لیے کہ آپ نے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو عیسائی بنانے کا کام شروع کیا اور خدا کے فضل سے آپ اس میں کامیاب ہوئے بلکہ اس لیے بھی کہ ہماری سلطنت میں انجیل کی تبلیغ کا جذبہ ترقی پائے۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ سترھویں صدی کے وسط میں اصولی طور پر تمام بیرونی قوتیں ہندوستان میں عیسائیت پھیلانے میں مستعد نظر آتی ہیں۔ اس کو G.Hutchinson یوں بیان کرتے ہیں:

''Up to this date we have the king by his letter, the English Government by the Charter, and the Company by their dispatch, all uniting in the support of missionary work in India.''

(Christian Missionary Intellegencer Jan. 1897 pg. 2)

1752ء میں کمپنی نے SPCK کی مشنری کاوشوں کی حوصلہ افزائی کے لیے متعلقہ افسران کو 500 Pagoda تک کی امداد کرنے کا کہا اور ساتھ ہدایت کی کہ ہم گاہے گاہے بچوں کی تعلیم اور پروٹسٹنٹ مذہب کے پھیلانے کے لیے کی گئی ان کی مساعی کے احوال سے اطلاع دیتے رہیں۔ اس سلسلہ میں وہ اگر کسی مزید مدد کے مستحق ہیں تو اس سے بھی آگاہ کریں۔ چنانچہ اس ہدایت کے اصل الفاظ یوں ہیں:

''as a further encouragement to the said missionaries to exert themselves in propagating the Protestant religion, we do hereby empower you to give them, at such times as you shall think proper, in our name, any sum of money, not exceeding 500 pagodas, to be laid out in such manner, and appropriated to such uses, as you shall approve of; and you are hereby directed to give us, from time to time, an account of the progress made by them in educating children and increasing the Protestant religion, together with your opinion upon their conduct in general, and what further encouragement they deserve.''

(John Clark, The Life and Times of Carey, Marshman and Ward Vol. 1 pg. 39)

ہمیں اس بات کی بھی صراحت ملتی ہے کہ مختلف سوسائٹیوں کے مشنریوں کے علاوہ تعلیمی ادارے بھی خاص عیسائیت کی تبلیغ کے لیے قائم کیے۔ چنانچہ 1771ء میں SPCK نے ایک درخواست کمپنی کو بھیجی جس میں انہوں نے کمپنی کی عملداری میں مشن کے قیام کی اجازت چاہی۔ انہوں نے لکھا کہ جس قسم کی کامیابی ہمیں اپنے جنوبی ہند کے مشن میں ہوئی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ثمرات سے انگریزی عملداری بھی محظوظ ہو جہاں پر مشنری مقیم ہیں اور اسکول مقامی جاہل لوگوں کو عیسائیت کی سچائی سے آشنا کرنے کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''The success with which that mission was blessed soon gave the hint of extending the benefit to the English settlements in those parts where Missionaries have been accordingly established and schools erected for the instruction of the ignorant natives in the truths of Christianity.''

(Frank Penny, The Church in Madras pg.487)

ذیل میں ہم پادری Joseph White کے ایک خطاب سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں 1784ء کے وسط میں کیا۔ اس خطاب میں دجال کے مذہبی فتنہ کے تمام عناصر کا بیان ایک جگہ ملتا ہے:

''It is ours to propagate the same religion in countries to which our commerce has extended…if we labour both for their spiritual and their temporal welfare there can be no reason to doubt of an ultimate reward…will no longer view us with coldness as strangers or with suspicion as foes…they will share with us in common danger and toil with us for the common interest… and at what period in the history of our empire could this attempt be made with a more favorable prospect of success than at present?''

(Joseph White, Sermons preached before the University of Oxford in the year 1784 pg.255, 265,266)

(ترجمہ) یہ ہماری ذمہ داری ہے جن ممالک میں ہماری تجارت پھیلی ہے ہم اس میں مذہب کو بھی پھیلائیں ...اگر ہم عوام کی روحانی اور دنیوی فلاح کے لیے کوشش کریں تو ہمیں حقیقی ثواب حاصل کرنے میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں...وہ (عوام) ہم سے اجنبیوں کی سی سرد مہری نہیں برتے گی نہ ہمیں دشمنوں کی مانند مشکوک گردانے گی ...ہمارے خطرات یکساں ہوں گے اور ہم مشترکہ مفاد کے لیے کوشش کریں گے۔ ... ہماری سلطنت کی تاریخ میں کامیابی کی قوی امید کے ساتھ اس قسم کی کوشش کرنے کا موقع کب ملا ہے؟

Charles Grant جو خود کمپنی کے ڈائریکٹر اور بعد میں چیئرمین بھی رہے 1787ء میں بڑے پرزور انداز میں عیسائیت کو حکومت کے استحکام نیز عوام اور حکمرانوں کو ملانے والی قوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنے مضمون A Proposal for Establishing a Protestant Mission in Bengal and Behar میں لکھتے ہیں:

''We and they ought to have some strong common principles; at present they are united to us neither in Interest nor in Sentiment. Those of the States around them are more congenial to them. Religion is that common Principle, the only just and durable one that can be established between us; not the Religion of error, but the Religion of Truth. If they were to converted to that, they would of course be freed from many ties which now connect them with their neighbours.''

(Henry Morris, The Life of Charles Grant pg.112)

(ترجمہ) ہم میں اور ان (عوام) میں کچھ مشترکہ اصول ہونے چاہئیں۔ فی الحال وہ نہ اپنے مفاد میں اور نہ جذبہ کے لحاظ سے ہمارے ساتھ جڑے ہیں۔ وہ اردگرد کی ریاستوں سے زیادہ مانوس ہیں۔ مذہب وہ مشترکہ، منصفانہ اور پائیدار اصول ہے جو ہمارے درمیان قائم کیا جا سکتا ہے مگر غلطی خوردہ مذہب نہیں بلکہ سچا مذہب۔ اگر انہیں اس کا پیروکار بنا لیا جائے (یعنی عیسائیت کا) تو پھر وہ بہت سے ایسے تعلقات سے آزاد ہو جائیں گے جن کے ذریعہ وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

ہمیں اس زمانہ کی تحریرات میں ایک دوسری انتہا بھی ملتی ہے۔ وہ یہ کہ عیسائیت کی تبلیغ اور ترقی محض تجارت کے فروغ سے ہو گی گویا معاشرتی طور پر تہذیب کا غلبہ ماتحتوں کو مذہب قبول کرنے پر مجبور کر دے گا۔ چنانچہ پادری Richard Watson 1788ء میں بڑے پرزور الفاظ میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ مشنریوں کے ذریعہ عیسائیت کی تبلیغ کی امید نہیں ہے بلکہ سائنس اور تجارت کے فروغ سے عیسائیت پھیلے گی۔ ان کے نزدیک روس طاقت پکڑنے کے بعد تبت، جاپان اور چین میں تجارت کے ذریعہ عیسائیت کو فروغ دے گا۔ ہندوستان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ حکومتِ برطانیہ کے ذریعہ عیسائی ہو گا۔ عیسائی بادشاہ اگرچہ صرف اپنی دنیوی سلطنت کے پھیلانے کی فکر میں رہتے ہیں مگر لاشعوری طور پر وہ یسوع مسیح کی روحانی سلطنت کو ترقی دے رہے ہوتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''I do not, indeed expect much success in propagating Christianity by missionaries from any part of Christendom, but I expect much from the extension of science and of commerce. The empire of Russia is emerging from its barbarism, and when it has acquired a stability and strength answering to its extent, it will enlarge its borders; and, casting an ambitious eye on Tibet, Japan, and China, may introduce, with its commerce, Christianity into those countries. India will be Christianized by the government of Great Britain. Thus Christian monarchs, who aim at nothing but an increase of their

temporal kingdoms, may become, by the providence of God, unconscious instruments in propagating the spiritual kingdom of his Son''

(Watson, Anecdotes of the Life of Richard Watson, Bishop of Landaff pg198)

مشہور مشنری William Carey تجارت اور عیسائیت کے تعلق کو بائبل کے حوالوں سے ثابت کرتے ہیں چنانچہ وہ یسعیاہ باب60 آیت 9 سے استنباط کرتے ہوئے 1792ء میں لکھتے ہیں:

''This seems to imply that in the time of glorious increase of the church, in the latter days, (of which the whole chapter is undoubtedly a prophecy) commerce shall subserve the spread of the gospel.''

(William Carey, an Enquiry into the obligations of Christians to use means for the conversion of the heathens pg.68)

(ترجمہ) یہ آیت آخری زمانہ میں عیسائیت کی عظیم الشان ترقی پر دلالت کرتی ہے (اگرچہ یہ پورا باب اس مضمون کو بیان کر رہا ہے) تجارت انجیل (عیسائیت) کے پھیلانے میں ممد و مددگار ہوگی۔

سترھویں صدی کی آخری دہائی میں عیسائیت کی تبلیغ کے بارے میں قانونی تگ و دو شروع ہوتی ہے۔ ان اہم قانونی مباحث میں مشنریوں نے کھل کر اپنے مقاصد کو بدلائل ثابت کیا۔ 1793ء میں جو قانونی شق مشنری منظور کروانا چاہتے تھے وہ پادری Wilberforce کے الفاظ میں یوں تھی:

''That it is the peculiar and bounden duty of the Legislature, to promote, by all just and prudent means, the interests and happiness of the inhabitants of the British dominions in India; and that for these ends, such measures ought to be adopted, as may gradually tend to their advancement in useful knowledge, and to their religious and moral improvement.''

(Journals of the House of Commons from Dec. 13th 1792 to Dec. 10th 1793 pg.792)

(ترجمہ) مقننہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمام جائز اور مناسب وسائل بروئے کار لا کر ہندوستان میں اپنے زیر تسلط علاقوں کے باسیوں کی خواہشات اور خوشی کا خیال رکھے۔ نیز ایسے اقدامات کرے جن سے ان کی مفید علمی ترقی ہو نیز ان کی مذہبی اور اخلاقی حالت بہتر ہو۔

نامساعد سیاسی حالات کی وجہ سے پادریوں نے عیسائیت کے فروغ کی عبارت صریحاً شامل نہیں کی بلکہ بقول پادری Wilberforce:

''The Proposal must be limited to the diffusion of knowledge generally, leaving it to be inferred that Christianity would be included in the plan.''

(Clark, The Life and Times of Carey, Marshman and Ward Vol. 1 pg. 35)

(ترجمہ) مجوزہ شق میں عمومی طور پر صرف علمی انتشار کا ذکر ہونا چاہیے اگرچہ بعد میں اس سے یہ استنباط کیا جائے گا کہ عیسائیت اس تجویز میں شامل ہے۔

Charles Grant 1797ء میں ایک دفعہ پھر بڑے پرزور انداز میں عیسائیت کو common bond کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(Grant, Observations on the State of Society among the Asiatic Subjects of Great Britain pg. 204)

خلاصہ یہ کہ اٹھارھویں صدی کے مذہبی تاریخی لٹریچر میں:

1۔ مختلف فرقے اور حکومتیں مشترکہ مقصد کی خاطر ایک دوسرے کے مشنری کام کو سراہتی ہیں نیز مالی امداد بھی کرتی ہیں۔

2۔ اسکولوں کے قیام کو عیسائیت کے فروغ کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

3. تجارت اور عیسائیت کے فروغ کو لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے۔

4۔ عیسائیت کے فروغ کو حکومت کی مضبوطی اور دوام کے لیے ضمانت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

5۔ معاشی اور معاشرتی غلبہ مشنریوں کی نسبت عیسائیت کے فروغ میں زیادہ ممد ثابت ہو سکتا ہے۔

مشنری عزائم کی ایک جھلک ہمیں 1807ء کے آخر میں ملتی ہے۔ سرامپور مشن سے فارسی اشتہار شائع کیے جاتے ہیں جو ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں کہ ''ہم ایک دور ملک سے تمہیں عیسائی بنانے آئے ہیں۔'' اس فارسی اشتہار کا انگریزی ترجمہ کمپنی کے افسران کو بھیجا گیا۔ شروع کے الفاظ یوں ہیں:

''Behold, O Brethren! We are come to convert you from a distant country.''

(Papers relating to East India Affairs pg. 47)

مشنریوں کی کوشش کے بعد آخر کار 1793ء میں پیش کی گئی مجوزہ شق جو The Pious Clause کے نام سے مشہور ہوئی، 1813ء میں کمپنی کے چارٹر میں شامل کی گئی نیز مشن کا مالی بوجھ بھی کمپنی پر ڈالا گیا البتہ اجازت کا اختیار کمپنی کے پاس رہا۔ متعلقہ الفاظ یوں ہیں:

''Sufficient facilities ought to be afforded by law to person desirous of going and remaining in India… and whereas it is expedient to make provision for granting Permission to Persons desirous of going and remaining in India for the above purposes, and also to persons desirous of going to and remaining there for other lawful Purposes; be it therefore enacted.

(A Collection of Charters and Statutes Relating to the East India Company, pg.1139)

ہم نے گذشتہ صفحات میں عیسائی پادریوں کی تین سو سالہ مساعی کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کے کیا ثمرات نکلے؟ عیسائیت کی غیر فطری اور باطل تعلیم نے کیسے لوگ پیدا کیے؟ اس کی صرف ایک مثال یہاں درج کی جاتی ہے۔ میسور کے مشنری Abbe J.A.Dubois انیسویں صدی کے آغاز میں لکھی جانے والی اپنی کتاب Letters on the State of Christianity in India میں لکھتے ہیں:

''The greater, the by far greater number, exhibit nothing but a vain phantom, an empty shade of Christianity. In fact, during a period of twenty five years that I have familiarly conversed with them, lived among them as their religious teacher and spiritual guide, I would hardly dare to affirm that I have anywhere met a sincere and undisguised Christian.''(pg. 63)

(ترجمہ) عیسائیوں کی ایک بہت بڑی تعداد میں عیسائیت کا واہمہ بھی نہیں۔ 25 سالوں سے میں ان کو جانتا ہوں ان میں ان کے مذہبی اور روحانی رہنما کے طور پر رہا ہوں، میرے لیے یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ میں نے کسی مخلص اور کھرے عیسائی کو دیکھا ہو۔

پس ثابت ہوا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانہ کے عظیم الشان مذہبی فتنہ کے لیے جو لفظ الدجال استعمال فرمایا، اس کا انطباق عیسائی پادریوں کے مذہبی فتنہ پر ہوتا ہے یعنی تجارت کے نعرے کے ساتھ وہ ساری دنیا میں عیسائیت کے جھوٹ کی تبلیغ کے لیے نکلے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ لغت میں الدجال کا ایک معنی ھِیَ الرُّفْقَةُ تَحْمِلُ الْمَتَاعَ لِلتِّجَارَةِ ہے یعنی ایسی کمپنی جو مال تجارت لیے پھرتی ہے بھی ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات اس بات کا قوی ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ ساری دنیا میں عیسائیت کے مذہبی فتنہ کی داغ بیل اور آبیاری تجارتی کمپنیوں کے ذریعہ ہی عمل میں آئی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''لغت عرب کے رو سے دجّال اُس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدیّن ظاہر کرے مگر دراصل نہ امین ہو اور نہ متدیّن ہو بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کے اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں۔ اور وہ گروہ جو طرح طرح کی کلوں اور صنعتوں اور خدائی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 243-244 حاشیہ)

''دجّال بہت گزرے ہیں اور شائد آگے بھی ہوں۔ مگر وہ دجّال اکبر جن کا دجل خدا کے نزدیک ایسا مکروہ ہے کہ قریب ہے جو اس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہی گروہ مشت خاک کو خدا بنانے والا ہے... یہ بات کسی پہلو سے درست نہیں ٹھہر سکتی کہ حال کے پادریوں کے سوا کوئی اور بھی دجّال ہے جو ان سے بڑا ہے۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 46 تا 47)

(جاری ہے)

☆...☆...☆

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کی غیرت توحید.....از صفحہ نمبر 37

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں؟

آپؑ بھی اپنے محبوب رب کی باتوں پر کامل یقین اور بھروسہ رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:

''ہم کو اپنے خدائے قادر و مطلق اور اپنے مولیٰ کریم پر اس سے زیادہ بھروسہ ہے کہ جو مُمسِک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے ان صندوقوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جن کی تالی ہر وقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ سو وہی قادر توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کے لئے آپ مدد کرے گا۔''

(اشتہار ''عرض ضروری بحالت مجبوری'' مشمولہ براہین احمدیہ حصہ دوم)

جب آپؑ نے خدا کے وہ الہامات اور وہ پیشگوئیاں جو اس نے آپؑ پر ظاہر کی تھیں، دنیا کے سامنے پیش فرمائیں تو مخالفین نے آپؑ کی ہنسی اڑائی اور تمسخر اور استہزا سے کام لیا۔ مگر چونکہ آپؑ خدا تعالیٰ کی باتوں پر یقین کامل رکھتے تھے اس لیے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''خدا کے کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں۔ دریا خشک ہو سکتے ہیں موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پورا نہ ہو لے۔''

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 458)

غرضیکہ محبت الٰہی کی طرح آپؑ کا توکل بھی بے نظیر اور مثالی تھا۔ فرماتے ہیں:

''میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں۔ جب سخت حبس ہوتا ہے اور گرمی کمال شدت کو پہنچ جاتی ہے تو لوگ وثوق سے امید کرتے ہیں کہ اب بارش ہوگی۔ ایسا ہی جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 325)

اسی طرح فرمایا:

''ہمارا اپنے کام کے لئے تمام و کمال بھروسہ اپنے مولیٰ کریم پر ہے اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ ہم سے اتفاق رکھتے ہیں یا نفاق اور ہمارے دعویٰ کو قبول کرتے ہیں یا رد اور ہمیں تحسین کرتے ہیں یا نفرین بلکہ ہم سب سے اعراض کر کے اور غیر اللہ کو مردہ کی طرح سمجھ کر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں''

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 464)

آپؑ کا تو یہ نعرہ تھا کہ

پناہم آں توانائیست ہر آں
زبخل نا توانم مترساں

(براہین احمدیہ حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد اول صفحہ 70)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ ہمارے دلوں میں بھی ایسی ہی غیرت توحید پائی جائے کہ ہم قیام توحید کے لیے اپنی زندگیاں صرف کرنے والے ہوں۔ ہمیں بھی ایسی ہی محبت الٰہی نصیب ہو اور ہم بھی توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

☆...☆...☆

مسیح کے نزول کی سچی حقیقت

(ابن قدسی)

سچے ملہم من اللہ کے بکثرت الہامات میں شان وشوکت اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں واحسانوں کا ذکر ہوتا ہے، ان نعمتوں کا بیان ہوتا ہے جن کا حصول اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کے بغیر ممکن نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل تھا۔ یہ ہم کلامی دعویٰ کی حد نہیں تھی بلکہ ثبوت کے طور پر آپ علیہ السلام نے اپنے الہامات بکثرت شائع کیے اور یہ اشاعت محدود نہیں تھی بلکہ کتب، اشتہارات، رسائل، اخبارات اور خطوط کے ذریعہ کی۔ اس لیے وہ الہامات اپنوں تک بھی پہنچے اور غیروں تک بھی، ماننے والوں کو بھی علم ہوا اور مخالفین نے بھی آگاہی حاصل کی۔ اس دعویٰ ملہم من اللہ کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی امت محمدیہ میں غیر معمولی اہمیت ہے۔ کوئی ملہم من اللہ جب یہ اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرتا ہے، اس پر اپنے الہامات نازل کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقربین اور پاکیزہ لوگوں میں شامل کرتا ہے۔ اس دعویٰ میں ہی اس کی پاکیزگی کا اعلان ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے الہام پانے کے دعویدار کے الہامات کی یہی صورتیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ وہ الہامات سچے ہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ اس مدعی سے ہم کلام ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ الہامات جھوٹے ہیں اور دعویدار نے عمداً وہ الہامات گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیے ہیں۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والا کہیں گے۔ سوم یہ کہ اسے کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے غلطی لگ رہی ہے۔ ایسے بیمار اور غلطی خوردہ کے الہامات کی کیفیات اس کا خطا پر ہونا ظاہر کر دیتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے مفتری کے متعلق قرآن کریم نے اصول بیان فرمایا دیا ہے کہ

وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰی۔ (طٰہٰ:62)

اور یقیناً وہ نامراد ہو جاتا ہے جو افترا کرتا ہے۔

پھر فرمایا:

أَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرَاهُ قُلۡ إِنِ افۡتَرَيۡتُهُ فَعَلَيَّ إِجۡرَامِي وَأَنَا بَرِيۡٓءٌ مِّمَّا تُجۡرِمُوۡنَ۔ (ہود:36)

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اُسے افترا کرلیا ہے تُو کہہ دے کہ اگر میں نے یہ افترا کیا ہوتا تو مجھ پر ہی میرے جرم کا وبال پڑتا اور میں اس سے بَری ہوں جو تم جرم کیا کرتے ہو۔

پھر فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ
(یونس:70)

یقیناً وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں کامیاب نہیں ہوں گے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ وَ ضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ۔

(ہود:22)

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا اور جو بھی وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے وہ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

مزید فرمایا:

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ قَالَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ وَ لَمۡ یُوۡحَ اِلَیۡہِ شَیۡءٌ وَّ مَنۡ قَالَ سَاُنۡزِلُ مِثۡلَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوۡۤا اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡہُوۡنِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَ کُنۡتُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہٖ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ۔

(الانعام:94)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا یا کہا کہ میری طرف وحی کی گئی ہے جبکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کیا گیا اور جو یہ کہے کہ میں ویسا ہی کلام اتاروں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے اور کاش تو دیکھ سکتا جب ظالم موت کی یورشوں کے نرغے میں ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (کہ) اپنی جانوں کو باہر نکالو آج کے دن تم سخت ذلّت کا عذاب دیئے جاؤ گے ان باتوں کے سبب جو تم اللہ پر ناحق کہا کرتے تھے اور اس کے نشانات سے تکبر سے پیش آتے تھے۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والا ہمیشہ نامراد رہتا ہے اور کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ وہ دنیا و آخرت میں گھاٹا کھانے والا ہوتا ہے۔ اس کے لیے سخت ذلت والا عذاب مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ کرتا ہے اور اس کا جھوٹ سب پر عیاں کر دیتا ہے۔ جو باتیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اسے پورا نہیں کرتا۔ مفتری جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اللہ تعالیٰ پابند نہیں کہ اسی طرح کرے۔ نعوذ باللہ کیا کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کرسکتا ہے۔

افترا کی پہچان اس طرح بھی ہوتی ہے کہ اس میں وہ شان وشوکت نہیں ہوتی جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو۔ اس میں ان کامیابیوں کا بیان نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی خاص تائید ونصرت سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان فضلوں اور احسانوں کا ذکر نہیں ہوتا جن کا حصول اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

اسی مضمون کا دوسرا رخ یہ ہے کہ سچے ملہم من اللہ کے بکثرت الہامات میں شان وشوکت اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں واحسانوں کا ذکر ہوتا ہے، ان نعمتوں کا بیان ہوتا ہے جن کا حصول اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسے غیبی امور پر مبنی الہامات پوری شان کے ساتھ پورا ہو کر سچے ملہم من اللہ کی سچائی ظاہر وباہر کر دیتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والے بے شمار الہامات اس بات کا ثبوت ہیں۔ مثال کے طور پر انہیں الہامات میں سے کچھ آپ علیہ السلام کی اولاد کے متعلق تھے جنہیں آپ علیہ السلام نے اسی زمانے میں بکثرت شائع کیا۔ انسان اپنی طرف سے اپنی نسل کے حوالے سے جو مرضی بات بیان کرسکتا ہے لیکن جب وہ یہ کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعہ اطلاع دی ہے تو یہ ایک نشان بن جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1886ء میں ایک اشتہار کے ذریعہ یہ الہام شائع کیا:

’’پھر خدائے کریم جلشانہ نے مجھے بشارت دیکر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہوجائے گی۔‘‘

(ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء بحوالہ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647 تا 648)

اب اس الہام کے الفاظ پر غور کریں کیسے ان سے اللہ تعالیٰ کی شان وشوکت اور قدرت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ’’تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی‘‘۔ انسان کو اپنی اگلی سانس کا علم نہیں لیکن یہاں نسل کے بکثرت ملکوں میں پھیلنے کی بات ہو رہی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جارہا ہے۔

اب ایک صورت تو یہ تھی کہ یہ ایک افترا ہے۔ افترا ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اصول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل بکثرت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ نسل انسانی کی بقا کا انحصار تو ہے ہی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل واحسان پر پھر کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ مفتری کو کامیابی دے۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل بکثرت ہوئی اور ملکوں میں پھیل گئی۔ موجودہ زمانے میں اس الہام کا پورا ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ الہام کے اگلے حصہ میں دوسری شان کا اظہار ہے فرمایا: ’’اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہوجائے گی‘‘ پھر واقعی جدی بھائیوں کی ہر شاخ کٹ گئی اور ان کی نسل ختم ہو گی۔ اللہ اللہ کیسا عظیم الشان نشان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملہم من اللہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ کس قدر اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق مفتری کو کبھی کامیاب نہیں کرتا لیکن 135/ سال بعد اس الہام کے لفظ لفظ کو پورا ہوتا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو ہمارا ایمان اور ہماری عقل و دانش ہمیں مجبور کرتی ہے کہ تسلیم کریں اور ایمان لائیں کہ وہ الہام یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ ملہم من اللہ میں سچے ہیں۔

اب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے



اللہ تعالیٰ کلام کرتا تھا۔ ان الہامات پر آپ علیہ السلام سے بڑھ کر کس کو یقین اور ایمان ہو گا۔ اس لیے ہی آپ علیہ السلام نے ان الہامات میں بیان امور کو پورے زور وشور سے بیان کیا۔ انہیں الہامات میں آپ علیہ السلام کو عیسیٰ کے نام سے مخاطب کیا گیا۔

’’وَجَعَلْنَاكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ‘‘

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 464)

یعنی تجھے ہم نے مسیح ابن مریم بنایا

پھر فرمایا:

’’اِنَّا جَعَلْنَاكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ لِاُتِمَّ حُجَّتِيْ عَلٰى قَوْمٍ مُّتَنَصِّرِيْنَ‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 373)

یعنی ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا ہے تا کہ نصرانیت کو اختیار کرنے والے لوگوں پر میں اپنی حجت پوری کروں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

’’يَا عِيْسٰى سَاُرِيْكَ اٰيَاتِي الْكُبْرٰى‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 382)

یعنی اے عیسیٰ! میں تجھے عنقریب بڑے بڑے نشان دکھاؤں گا۔

پھر فرمایا کہ

’’اِنِّيْ جَاعِلُكَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 426)

یعنی اور کہا کہ میں تجھے عیسیٰ ابن مریم بناتا ہوں اور اللہ ہر ایک بات پر قادر ہے۔

آپ علیہ السلام کو الہام میں مسیح اور عیسیٰ کے نام سے پکارا گیا۔ پھر آپ علیہ السلام کو واضح رنگ میں مثیل مسیح اور موعود مسیح قرار دیا گیا۔ فرمایا:

’’مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہوچکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا اَنْتَ مَعِيَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ، اَنْتَ مُصِيْبٌ وَمُعِيْن

لِلحَقِّ ''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 402)

یعنی اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ تو میرے ساتھ ہے اور تو روشن حق پر قائم ہے۔ تو راہِ صواب پر ہے اور حق کا مددگار ہے۔

انہیں الہامات کی بنیاد پر آپ علیہ السلام نے مثیل مسیح اور مسیح موعود (یعنی ایسا مسیح جس کا وعدہ دیا گیا) ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ آپ علیہ السلام کے اس دعویٰ کی اشاعت پر مخالفت کا شور برپا ہوگیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ

''اور یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح ہو اور خواہ مثیل موسیٰ ہو۔ یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں۔ مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 341)

اصل اور حقیقی فضیلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام سے کلام کرتا تھا۔ جب آپ علیہ السلام کا دعویٰ ملہم من اللہ سچ ثابت ہوگیا تو نازل شدہ الہام میں جو بھی نام رکھا گیا، جس طرح بھی مخاطب کیا گیا اس پر کوئی بحث نہیں بنتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''پھر جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہوگئی اور کسی خدمت دین کیلئے مامور من اللہ ہوگیا تو اللہ جلّ شانہٗ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے۔ یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اسلام میں موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، سلیمان، یعقوب وغیرہ بہت سے نام نبیوں کے نام پر لوگ رکھ لیتے ہیں اس تفاؤل کی نیت سے کہ ان کے اخلاق انہیں حاصل ہو جائیں پھر اگر خدا تعالیٰ کسی کو اپنے مکالمہ کا شرف دیکر کسی موجودہ مصلحت کے موافق اس کا کوئی نام بھی رکھ دے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 341)

جیسے ہم کسی بچے کا نام اس نیت سے نیک تفاؤل کے طور پر کسی نبی کے نام پر رکھ لیتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں جس طرح وہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے پیارے تھے اسی طرح یہ بچہ بھی نیک اور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے مجدد کا نام عیسیٰ رکھا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ ہاں یہ سوچنے والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کا کوئی نام رکھتا ہے تو اس میں کیا مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے کیونکہ ہمارا نام رکھنا تو آئندہ کے لیے نیک امید پر ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کو کوئی نام دیتا ہے تو اس میں کوئی مصلحت اور حکمت ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی حکمت اور مصلحت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''اور اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کیلئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہوسکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کیلئے ضرور تھا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی آوے اور جیسا کہ میرے پر کشفًا کھولا گیا ہے۔ حضرت مسیح کی روح ان افتراؤں کی وجہ سے جو ان پر اس زمانہ میں کئے گئے اپنے مثالی نزول کیلئے شدت جوش میں تھی اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرتی تھی کہ اس وقت مثالی طور پر اس کا نزول ہو۔ سو خدائے تعالیٰ نے اس کے جوش کے موافق اس کی مثال کو دنیا میں بھیجا تا وہ وعدہ پورا ہو جو پہلے سے کیا گیا تھا۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 341)

پھر مزید فرمایا کہ

''میرے پر کشفًا یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت عیسیٰ کو اس کی خبر دی گئی تب ان کی روح روحانی نزول کے لئے حرکت میں آئی اور اس نے جوش میں آکر اور اپنی امت کو ہلاک [سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ''ہلاکت'' ہونا چاہیے (ناشر)] کا مفسدہ پرداز پاکر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہہ چاہا جو اس کا ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو۔ سو اس کو خدائے تعالیٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ عطا کی اور اس میں مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی اور اس میں اور مسیح میں بشدّت اتصال کیا گیا گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے اور مسیح کی توجہات نے اُس کے دل کو اپنا قرارگاہ بنایا اور اُس میں ہو کر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا۔ پس ان معنوں سے اس کا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا اور مسیح کے پُرجوش ارادات اس میں نازل ہوئے جن کا نزول الہامی استعارات میں مسیح کا نزول قرار دیا گیا یاد رہے کہ یہ ایک عرفانی بھید ہے کہ بعض گذشتہ کاملوں کا ان بعض پر جو زمین پر زندہ موجود ہوں عکس توجہ پڑ کر اور اتحاد خیالات ہو کر ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ ان کے ظہور کو اپنا ظہور سمجھ لیتے ہیں اور ان کے ارادات جیسے آسمان پر ان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں ویسا ہی باذنہٖ تعالیٰ اس کے دل میں جو زمین پر ہے پیدا ہو جاتے ہیں اور ایسی روح جس کی حقیقت کو اس آدمی سے جو زمین پر ہے متحد کیا جاتا ہے ایک ایسا ملکہ رکھتی ہے کہ جب چاہے پورے طور پر اپنے ارادات اس میں ڈالتی رہے اور ان ارادات کو خدا تعالیٰ اُس دل سے اِس دل میں رکھ دیتا ہے غرض یہ سنت اللہ ہے کہ کبھی گذشتہ انبیاء و اولیاء اس طور سے نزول فرماتے ہیں اور ایلیا نبی نے یحییٰ نبی میں ہو کر اسی طور سے نزول کیا تھا سو مسیح کے نزول کی سچی حقیقت یہی ہے جو اس عاجز پر ظاہر کی گئی اور اگر اب بھی کوئی باز نہ آوے تو میں مباہلہ کے لئے طیار ہوں''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 254 تا 256)

سچے ملہم من اللہ ہونے کی وجہ سے آپ علیہ السلام پر کشفًا منکشف ہونے والے مسیح کے نزول کی حقیقت بھی سچی ہے۔ اور یہ اس کی مضمون کی سچائی پر بہت بڑی اور پختہ دلیل ہے۔ کوئی اور شخص بیان کرتا تو اس میں شبہ ہوسکتا تھا لیکن آپ علیہ السلام پر نازل ہونے والے بکثرت سچے الہامات اس بات کے گواہ اور ثبوت ہیں کہ یہ نزول مسیح کی سچی حقیقت پر مبنی کشف بھی یقیناً سچا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنے زمانے میں کھلا چیلنج دیا تھا کہ اگر کسی کو شبہ ہے اور وہ اس مسیح کے نزول کی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا تو مباہلہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کروا لے لیکن کوئی اس حوالے سے فیصلہ کروانے کے لیے سامنے نہیں آیا بلکہ مخالفت برائے مخالفت کا رویہ ہی اختیار کیے رکھا۔

مسیح کے نزول کی سچی حقیقت کے لیے یہی دلیل کافی تھی لیکن اس کشف میں بیان کردہ امور کی سچائی پر چار چاند لگ جاتے ہیں جب انہیں بیان کردہ امور کے حوالے سے مذہبی تعلیمات میں اور بھی دلائل مل جاتے ہیں۔ مثلاً اگر نزول مسیح کی حقیقت سمجھنے میں دقت کا سامنا ہے تو قرآن کریم اس حوالے سے رہنمائی فرماتا ہے کہ

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(الانبیاء: 8)

''تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔''

(تفہیم القرآن جلد سوم از ابو الاعلیٰ مودودی ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

جب اہل کتاب کے پاس جاتے ہیں تو وہاں بھی ایک پرانے نبی کے دوبارہ نزول کا عقیدہ ملتا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ وہاں پرانے نبی کے دوبارہ نزول کے عقیدہ کو کس طرح لیا گیا اور اس پر کیا بحث ہوئی اور کس طرح اس مسئلہ کو حل کیا گیا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہی سامنے ایک پرانے نبی کے نزول کا مسئلہ رکھا گیا۔ یہودی علماء نے پرانے نبی کے نزول کے عقیدہ کو بنیاد بنا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ پرانے نبی کے نزول کا عقیدہ کیا تھا، یہود نے کس طرح اسے اعتراض کے رنگ میں پیش کیا اور حضرت عیسی علیہ السلام نے اس کا کیا جواب دیا؟ آئیں دیکھتے ہیں:

پرانے عہد نامے میں ایلیاہ نبی کے متعلق لکھا ہے

''اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا''

(سلاطین 2 باب 2 آیت 11)

پھر ذکر ہے کہ

''دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاؔہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف مائل کرے گا۔''

(ملاکی باب 4 آیت 5 تا 6)

اب بنی اسرائیل میں اپنی مذہبی کتاب کی روشنی میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ ایلیاہ نبی آسمان پر گیا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قبل اسی ایلیاہ نے واپس آنا ہے۔ اس حوالے سے جب یہودی علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایلیاہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کا ذکر کر کے کہا کہ

''سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی اور چاہو تو مانو۔ ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے۔ جس کے سننے کے کان ہوں وہ سن لے''

(متی باب 11 آیت 13 تا 15)

پھر لکھا کہ

''شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے اس نے جواب میں کہا ایلیاہ البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے۔''

(متی باب 17 آیت 10 تا 13)

شاگرد سمجھ گئے کہ پرانے نبی ایلیاہ کے دوبارہ نزول کی حقیقت یہی ہے کہ نیا نبی یوحنا اس پرانے نبی ایلیا کے نام پر آئے گا لیکن یہودی علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نزول ایلیا کی اس وضاحت اور حقیقت کو قبول نہ کیا اور آپ علیہ السلام کا انکار کر دیا اور آج تک اس انکار پر قائم ہیں۔ انہوں نے کسی پرانے نبی کے دوبارہ نزول کی اس حقیقت کو تسلیم نہ کر کے ایک سچے نبی کا انکار کر دیا۔

یہود کی طرح مسلمانوں میں بھی ایک پرانے نبی کے نزول کا عقیدہ پایا جاتا ہے جس کا اصالتاً ذکر احادیث میں ہے یعنی نزول مسیح کا عقیدہ۔ عام مسلمان نزول مسیح کی یہی حقیقت سمجھتے ہیں کہ بنی اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ جسم سمیت آسمان پر موجود ہیں اور وہی زندہ جسم سمیت آسمان سے نازل ہوں گے۔ جو غلطی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل یہودی علماء نے کی اور آپ علیہ السلام کی سچائی کا انکار کر دیا وہی غلطی دہرا کر موجودہ زمانے کے نام نہاد علماء حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا انکار کر رہے ہیں۔ اور کسی نبی کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے مخالفت کیے جا رہے ہیں۔ یہودی علماء کے پاس حقیقت سمجھنے کے لیے اتنے دلائل نہیں تھے جتنے دلائل موجودہ زمانے کے مسلمان علماء کے پاس موجود ہیں۔ مثلاً

(1) موجودہ زمانے کے علماء کے پاس مثال موجود ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی پرانے نبی کے دوبارہ نزول کی حقیقت کیا ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اس حقیقت کو بیان کیا تھا لیکن یہودی علماء نے اسے قبول نہیں کیا تھا بالکل اسی طرح موجودہ زمانے کے نام نہاد علماء بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ اس حقیقت کو قبول نہیں کر رہے۔ جس عذر کی بنیاد پر یہودی علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اسی عذر کی بنا پر موجودہ زمانے کے نام نہاد علماء مثیل مسیح کا انکار کر رہے ہیں۔

(2) یہودی علماء کے پاس ایلیا نبی کی وفات کے دلائل موجود نہیں تھے بلکہ ان کی کتاب میں واضح طور پر ایلیا کے آسمان پر جانے اور پھر واپس آنے کا ذکر موجود تھا لیکن یہاں تو قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واضح رنگ میں اعلان کر رہا ہے۔ بے شمار دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح ان کے زندہ جسم سمیت آسمان پر جانے کی کلیتہً نفی ہوتی ہے۔ جب وہ زندہ جسم سمیت آسمان پر گئے ہی نہیں تو واپس کیسے آئیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پختہ اور مضبوط دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا۔ اس سے ان کے زندہ جسم سمیت آسمان پر جانے اور پھر واپس آنے کے عقیدے کی تردید ہوگئی۔ آپ علیہ السلام نے پیشگوئی کے رنگ میں فرمایا کہ

''ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 67)

ابھی صرف ایک صدی ہی گزری ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ کئی غیر احمدی نامی علماء علی الاعلان میڈیا پر وفات مسیحؑ کے

وہی دلائل بیان کرتے نظر آتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیحؑ کے اثبات کے لیے اپنی کتب میں بیان فرمائے۔ اسی طرح احمدیت مخالف علماء حیات و وفات مسیحؑ جیسے بنیادی اختلافی مسئلہ کو چھوڑ کر دیگر امور پر ہی بات کرتے نظر آتے ہیں اور باوجود اصرار کے اس پر گفتگو نہیں کرتے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ ان کے پاس حیات مسیحؑ کے دلائل نہیں اور ہمارے وفات مسیحؑ کے دلائل کا جواب نہیں ہے۔ جب حیات ہی ثابت نہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت نزول کیسا؟ یہودی علماء کی نسبت اس زمانے کے علماء زیادہ قصور وار ٹھہریں گے کیونکہ ان کے سامنے تو ہر چیز کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔

ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ''نزول'' کا لفظ آیا اور اس سے مراد آسمان سے نازل ہونا ہی ہے۔ اس ایک لفظ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم سمیت آسمان پر چڑھاتے اور پھر آسمان سے نازل کرتے ہیں حالانکہ لفظ ''نزول'' ایسا نہیں جو صرف جسمانی نزول کے لیے آتا ہے اور نہ احادیث میں نزول مسیحؑ کے ساتھ آسمان کا لفظ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''آسمان سے اترنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سچ مچ خاکی وجود آسمان سے اترے بلکہ صحیح حدیثوں میں تو آسمان کا لفظ بھی نہیں ہے۔ اور یوں تو نزول کا لفظ عام ہے۔ جو شخص ایک جگہ سے چل کر دوسری جگہ ٹھہرتا ہے اس کو بھی یہی کہتے ہیں کہ اس جگہ اترا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں جگہ لشکر اترا ہے یا ڈیرا اترا ہے کیا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ لشکر یا وہ ڈیرا آسمان سے اترا ہے۔ ماسوائے اس کے خدائے تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں صاف فرما دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمان سے ہی اترے ہیں۔ بلکہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ لوہا بھی ہم نے آسمان سے اتارا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ یہ آسمان سے اترنا اس صورت اور رنگ کا نہیں ہے جس صورت پر لوگ خیال کر رہے ہیں۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 132-133)

قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کا ذکر نزول کے لفظ کے ساتھ:

قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا۔ رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ (الطلاق: 11 تا 12)

''بے شک اللہ نے اتاری ہے تم پر نصیحت رسول ہے جو پڑھ کرسناتا ہے تم کو اللہ کی آیتیں''

اس آیت میں ''ذکر'' سے مراد ''یعنی قرآن یا ذکر بمعنی ذاکر ہو تو خود رسول ﷺ مراد ہوں گے''

(تفسیر عثمانی زیر آیت ھذا۔ جلد سوم صفحہ 719، ترجمہ: شیخ الہند مولانا محمود الحسن، تفسیر: علامہ شبیر احمد عثمانی دار الاشاعت کراچی)

اسی طرح قرآن کریم میں لوہے کے لیے نزول کا لفظ اس آیت میں آیا ہے:

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔

(الحدید: 26)

اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا سامان اور انسانوں کے لئے بہت سے فوائد ہیں

لباس کے لیے نزول لفظ اس آیت میں ہے:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا...

(الاعراف: 27)

اے بنی آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے۔...

قرآن کریم کے مطابق نزول لفظ سے کسی کا اصلی جسم کے ساتھ آسمان سے نازل ہونا مراد نہیں ہے نہ رسول کریم ﷺ آسمان سے نازل ہوئے اور نہ کسی نے لوہے کو آسمان سے نازل ہوتے دیکھا اور نہ لباس کو۔

ویسے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا جو مفہوم علماء لیتے ہیں اس مفہوم کے لیے نزول کا استعمال ہی نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیحؑ کی آمد کے واسطے جو لفظ آیا ہے وہ نزول ہے اور رجُوع نہیں ہے۔ اوّل تو واپس آنے والے کی نسبت جو لفظ آتا ہے وہ رجُوع ہے اور رجُوع کا لفظ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہیں نہیں بولا گیا۔ دوم نزول کے معنے آسمان سے آنے کے نہیں ہیں۔ نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 5)

یہ علماء احادیث میں آنے والے لفظ ''نزول'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ جسم سمیت آسمان سے نازل ہونا مانتے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جسم سمیت نازل ہونا ہے تو پھر کس مقام پر ہونا ہے؟ جسم سمیت نزول کی صورت میں ایک ہی مقام ہونا چاہیے لیکن احادیث میں ''مقام نزول'' کے حوالے سے اختلاف ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے ایک شدید مخالف کی کتاب ''علامات قیامت اور نزول مسیح'' میں لکھا ہے:

''علامہ علی قاری رحمۃ اللہ نے حافظ ابن کثیرؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک روایت میں ''دمشق کے مشرقی جانب'' کی بجائے ''بیت المقدس'' کا لفظ ہے اور ایک روایت میں ''اردن'' اور ایک روایت میں مسلمانون کی لشکر گاہ کا ذکر ہے کہ وہاں نازل ہوں گے۔''

(علامات قیامت اور نزول مسیح از سید انور شاہ کشمیری، ترجمہ و تشریح مفتی محمد رفیع عثمانی صفحہ 51 حاشیہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

سوچنے والی بات ہے کہ اگر نازل ہونے والا جسم ایک ہے تو وہ مختلف مقامات پر کیسے نازل ہوگا۔ اس پر تو بحث ہوتی ہے کہ یہ مقام ہوگا وہ مقام ہوگا لیکن لفظ ''نزول'' پر اصرار ہوتا ہے کہ اس کے صرف ایک ہی معنی ہیں یعنی جسم سمیت آسمان سے نازل ہونا حالانکہ نزول لفظ کے یہ معنی قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

ان علماء کے لیے یہ سب مسائل اس لیے پیدا ہوئے کہ انہوں نے مسیح کے نزول کی سچی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اگر مسیح کے نزول کی وہ سچی حقیقت مان لیں جسے سچے ملہم من اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشفًا منکشف ہونے پر بیان فرمائی تو سب سچائیاں ان پر آشکار ہو جاتیں۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس امر پر وغور وفکر کرنے اور اصل حقیقت تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو مانا ہے اپنے عہد بیعت کا حق ادا کرنے والا بنائے۔ آمین۔

☆...☆...☆

جو لوگ تیری ذات سے منسوب ہو گئے

جو لوگ تیری ذات سے منسوب ہو گئے ۔۔۔ ارض و سما و عرش کے محبوب ہو گئے

جن کی زباں پہ نعرۂ منصور آ گیا ۔۔۔ کھینچے گئے وہ دار پہ مصلوب ہو گئے

وہ افترا کہ جن کا ہمیں علم تک نہیں ۔۔۔ کیا کیا نہ اپنی ذات سے منسوب ہو گئے

دعویٰ تھا جن کو ساری خدائی کی عقل کا ۔۔۔ پہنچے ترے حضور تو مرعوب ہو گئے

خودبین و خود نگر تھے تماشا پسند تھے ۔۔۔ تیری گلی میں آئے تو مجذوب ہو گئے

لینا ہے کچھ تو حضرتِ مہدیؑ کے در پہ آ ۔۔۔ باقی تمام سلسلے معیوب ہو گئے

جو بد نصیب راہِ ہدایت سے پھر گئے ۔۔۔ مغضوب و ضال ومنکر ومعتوب ہو گئے

کچھ یوں جنونِ عشق نے رمز آشنا کیا ۔۔۔ ہم آپ اپنے طالب ومطلوب ہو گئے

اس دور کے امامِ خُدایار کے طفیل ۔۔۔ پہلے جو دل کے زشت تھے وہ خوب ہو گئے

دیکھو تو ان کی وسعتِ رحمت کا حال شوقؔ ۔۔۔ ہم جیسے لوگ بھی انہیں مرغوب ہو گئے

(عبدالحمید خان شوقؔ)

بقیہ: مصلح عالم مسیح محمدی علیہ السلام کی اعجازی برکات......از صفحہ نمبر 46

منظر اور مہیب نظارہ دکھلانے والی ہے۔ جس کے مقابل اب ہم بے بس ہیں۔ اور اس بے بسی کے عالم میں اب ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب ہر ایک کشتی والا خدا کی تقدیر کے حوالے ہے۔ چاہے تو خدا تعالیٰ کشتی والوں کو غرق کر کے ہلاک کرے چاہے تو کوئی صورت بچاؤ کی پیدا کرے لیکن ہم ملاح اس موقع پر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ملاحوں کا یہ کہنا تھا کہ کشتی والوں کی چیخیں بلند ہونے لگیں اور رونے اور چیخنے چلانے کی صدائیں بلند ہو کر ہوا کی مہیب آواز سے مل کر اور بھی وحشت اور دہشت کے اثرات دکھلا رہی تھیں اور وہ شور اور چلاہٹ کا سماں اس قدر دردناک اور حشر بپا کرنے والا تھا کہ اس وقت ہر طرف رونا ہی رونا اور چیخیں ہی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور ابتدا میں تو ملاحوں نے خواجہ خضر کا نام بھی لیا اور پیر بخاری اور پیر جیلانی کو بھی امداد کے لیے یاد کیا اور بار بار ان کے نام کا ذکر کیا۔ لیکن جب بالکل بے بسی کا عالم پیدا ہوگیا اور سب نے محسوس کرلیا کہ ہیبت اور دہشت کے بھیانک نظاروں کے ساتھ موت کشتی والوں کے سر پر منڈلا رہی ہے اس وقت ہر طرف سے تو ہی تو ہے، تو ہی تو ہے۔ لاالٰہ الا اللّٰہ، لاالٰہ الا اللّٰہ۔ تیرے سوا کوئی نہیں جو اس وقت بچا سکے۔ تیرے بغیر کوئی نہیں جو اس کشتی کو کنارے لگا سکے تو ہی تو ہے ہاں تو ہی تو ہے، کے الفاظ منہ پر جاری تھے۔ اور شرک آلود اسباب کی جگہ فطرت کے اندر سے خالص توحید کی آواز آرہی تھی۔ اس وقت میرے پاس حضرت اقدس سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب تھیں جو میں قادیان مقدس سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس قیامت خیز منظر اور شور محشر کے مہیب نظارہ کے وقت میں نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور حضرت اقدس علیہ السلام کی کتب مقدسہ کو ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے مولا کریم اگر ہم سب اس قابل ہی ہیں کہ غرق ہونے کے ساتھ ہلاک کر دیے جائیں اور اس وقت اگر کسی کا عجز بھی باعث نجات نہیں ہوسکتا تو آپ اپنے پیارے اور مقدس مسیح کے منہ کی برکت کے طفیل اور آپ کی ان کتب مقدسہ کے طفیل جو حضور اقدس نے لوگوں کی ہدایت اور نجات ہی کے لیے لکھ کر شائع فرمائی ہیں اس آندھی کو جلد از جلد ٹھہرا دے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس سے بہتر اور بڑھ کر کون جانتا ہے کہ ابھی میں نے ایک یا دو مرتبہ ہی ان دعائیہ کلمات کو دہرایا ہوگا کہ آناً فاناً آندھی فوراً تھم گئی۔ اور گو اس مہلک اور مہیب منظر کے تبدیل ہونے میں دوسرے لوگوں کی آہ وزاری اور رو رو کر دعا کرنے کا بھی اثر اور دخل ہو لیکن میری دعا سے پہلے اس آندھی کی تیزی میں کچھ بھی فرق ظاہر نہ ہوا۔ مگر جب میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور حضرت اقدس کی کتب مقدسہ کو ہاتھ میں لے کر اور انہیں پیش کرتے ہوئے دعا کرنی شروع کی تو ادھر ہاتھ اٹھائے اور دعا شروع کی تو ادھر آندھی جو قوت کے ساتھ تیزی دکھاتے ہوئے موت کو دعوت دے رہی تھی فوراً بند کر دی گئی مجھے اس وقت یوں محسوس ہوا کہ آندھی کا تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے یکدم اور فوراً بند ہو جانا محض حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی برکات اور اعجازی نجات کا نشان ہے جو اس وقت ظاہر ہوا جب آندھی یکدم بند ہوگئی۔ اس کے بعد ہم سب نے شکر ادا کیا اور کشتی محض خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے سلامتی کے ساتھ کنارے آ لگی۔

(ماخوذ از الفرقان ربوہ مئی 1960ء صفحہ 15-16)

☆...☆...(جاری ہے)...☆...☆

مصلح عالم مسیح محمدی علیہ السلام کی اعجازی برکات

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی قوت قدسیہ کی بدولت لقائے الٰہی و دیدار الٰہی

(قسط اوّل)

('م۔ ا۔شہزاد')

مجھے اس وقت یوں محسوس ہوا کہ آندھی کا تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے یکدم اور فوراً بند ہوجانا محض حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی برکات اور اعجازی نجات کا نشان ہے

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین درحقیقت مذہب کی بنیاد اور روحانیت کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس کے بغیر مذہب کا تصور ہی کالعدم ہوجاتا ہے۔ اسلام نے خدا تعالیٰ کی ہستی کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس خدا کا دیدار اس دنیا میں ممکن ہے۔ لیکن افسوس کہ جب اس دَور آخرین میں مسلمانوں پر عقائد و اعمال میں کمزوری کا دَور آیا تو مجیب الدعوات زندہ خدا پر ان کا ایمان اٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی لقا اور وحی والہام کے منکر ہوگئے۔ کوئی نہ تھا جو خدا تعالیٰ کے زندہ کلام کی بات کرتا۔ اس انتہائی تاریکی اور مایوسی کے عالم میں قادیان کی گمنام بستی سے یہ نعرۂ توحید بڑے جلال سے بلند ہوا

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

یہ پرشوکت اعلان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کا تھا۔ آپ نے دل شکستہ مسلمانوں کو یہ نوید سنائی کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے جس کی پیاری صفات حسنہ میں سے کوئی صفت بھی مرور زمانہ سے معطل نہیں ہوتی۔ وہ آج بھی سنتا ہے جیسے پہلے سنتا تھا۔ وہ آج بھی بولتا ہے جیسے پہلے بولتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ ملہَم کرسکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ ملہم کو دیکھ سکیں۔ سو میں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 311 ایڈیشن لندن 1984ء)

آپ علیہ السلام نے اپنی ذات اور ذاتی تجربہ کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے دنیا کو یہ خوشخبری عطا کی کہ دیکھو خدا نے مجھے اس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسیٰؑ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہوگیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 62)

آپ علیہ السلام کا یہ اعلان ایک انقلاب آفرین اعلان تھا جس نے مذہب کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یہ نقیب اور شاہد ایک مقناطیسی وجود ثابت ہوا جس کی طرف سعید فطرت لوگ قافلہ در قافلہ آنے لگے۔ اور اس وجود کے فیضان سے سیراب ہوکر باخدا انسان بن گئے۔ یہ وہ گروہ قدسیاں تھا جو ایک عالم کے لیے خدا نمائی کا وسیلہ بن گیا۔ آپ علیہ السلام نے ایسے خدا نما قدوسیوں کا ایک گروہ کثیر دنیا کو عطا فرمایا جن کے زندگی بخش تجربات ہمیشہ نسلِ انسانی کے لیے خدا نمائی کے راستوں کو منور کرتے رہیں گے۔ ان ہزاروں مثالوں میں سے چند ایک بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانیؑ کا خدا مجھ سے بھی کلام کرتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ریاست قلات کے قاضی القضاۃ عبدالعلی اخوندزادہ نے مستونگ کے ایک بڑے مجمع میں علی الاعلان آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا سارے صوبہ سرحد میں آپ کو کوئی روحانی پیر نہیں ملا جو آپ نے پنجاب جاکر ایک پنجابی مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کر لی ہے؟ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ نے برجستہ فرمایا: دراصل بات یہ ہے اخوندزادہ صاحب مجھ سے میرا خدا گم ہوگیا تھا میں ہر مذہب میں اس کو ڈھونڈتا رہا۔ ہر مذہب مجھے پرانے قصوں کی طرف لے جاتا۔ میں ہر ایک سے پوچھتا کہ وہ خدا اب بھی بولتا ہے؟ تو وہ کہتے اب نہیں بولتا۔ میں مسلمانوں کے بہتر فرقوں میں سے ہر ایک کے پاس گیا، تو انہوں نے بھی مجھے یہی جواب دیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب خدا نہیں بولتا۔ وحی کا دروازہ مطلق بند ہے۔ تب میں اس نتیجے پر پہنچا کہ خدا حقیقت نہیں ہے بلکہ ایک فلسفہ ہے۔ جو پرانے قصوں پر منحصر ہے، ورنہ اللہ تو وہ ہونا چاہیے، جس کی تمام صفات حسنہ کی کوئی صفت بھی معطل نہ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پہلے بولتا تھا اور اب اس کی صفت تکلم پر مہر لگ جائے۔ میں عنقریب دہریہ ہونے والا تھا۔ پیچھے سے ایک نرم ہاتھ نے میرے کندھے کو پکڑا اور کہا: کیوں محمد الیاس کیا بات ہے۔ کیوں پریشان ہے۔ میں نے کہا کہ خدا کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ وہ ایک فلسفہ ہے۔ حقیقت میں نہیں ہے کیونکہ جس سے پوچھتا ہوں وہ یہی کہتا ہے کہ خدا پہلے بولتا تھا۔ اب نہیں بولتا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ تھے۔ اور کہا آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ خدا اب بھی بولتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو کیونکہ میں خدا کی طرف سے مسیح اور مہدی ہوں وہ خدا تم پر بھی نازل ہوجائے گا۔ اگر چاہے تو تم سے بھی کلام کرے گا۔ اب عبدالعلی اخوندزادہ صاحب میں **خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا خدا مجھ سے بھی کلام کرتا ہے۔** میں آپ سے پوچھتا ہوں کوئی ہے جو دعویٰ سے کہے کہ خدا اس سے بولتا ہے؟ تمام مجمع پر سناٹا چھا گیا اور کچھ دیر خاموشی رہی اور کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو مولوی صاحب نے فرمایا: میں ایسے مسلک اور ایسے فرسودہ اسلام کو جو صرف رسوم وبدعات کا اسلام رہ گیا ہے کیا کروں؟ جس میں خدا کلام نہیں کرتا اور کیوں نہ مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے اسلام کو قبول کروں جو حقیقی اسلام ہے جس سے خدا ملتا ہے اور پیار و محبت سے کلام سے نوازتا ہے۔

(ماخوذ از حیات الیاس، مصنفہ عبدالسلام خان صفحہ 118)

صادق یقین کرو یہ جہاز صحیح سلامت پہنچے گا

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں کہ 1917ء میں جب جنگ عالمگیر اپنے پورے شباب پر تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجھے حکم دیا کہ تبلیغ اسلام کے لیے انگلستان جاؤ۔ عورتوں نے حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی حضور سمندری سفر خطرے سے خالی نہیں۔ لوگ گیہوں کی طرح پِس رہے ہیں۔ اگر حضرت مفتی صاحب کو ابھی روک لیا جائے تو بہتر ہے۔ اس کے جواب میں حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گیہوں چکی میں پسنے کے لیے ڈالے جاتے ہیں۔ مگر ان میں سے بھی کچھ اوپر رہ جاتے ہیں جو نہیں پستے۔ تو یہ مفتی صاحب بچے ہوئے گیہوں ہیں پسنے والے نہیں۔ جب ہمارا جہاز بحیرہ روم میں داخل ہوا تو جہاز کے کپتان نے جہاز کے تمام مسافروں کو اوپر ڈیک پر بلایا اور ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ یہ سمندر جس میں ہم داخل ہوئے ہیں جرمن جہازوں سے بھرا پڑا ہے اور معلوم نہیں کہ کب ہمارا جہاز ان کے نشانے سے ڈوب جائے۔ اگر ایسا ہوا تو جہاز کے ڈوبنے سے پہلے ایک سیٹی بجے گی۔ چنانچہ کپتان نے سیٹی بجا کر سنائی۔ پھر کہا کہ جب یہ سیٹی بجے تو یہ کشتیاں جو جہاز کے دونوں طرف لٹک رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے لیے ہیں پھر اس نے نام بنام کشتیوں کے نمبر بتائے اور سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ ایسے موقع پر اپنی اپنی کشتیوں میں بیٹھ جائیں۔ پھر یہ کشتیاں جہاں کہیں آپ لوگوں کو لے جائیں آپ کی قسمت۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتے۔ کپتان کے اس لیکچر کو سننے کے بعد میں اپنے کمرے میں آیا۔ اور اس خطرے سے بچنے کے لیے اللہ کریم سے گڑگڑا کر دعا کی۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے کمرے میں کھڑا ہوا ہے اور مجھے انگریزی میں کہتا ہے۔ صادق یقین کرو یہ جہاز صحیح سلامت پہنچے گا۔ اس خوشخبری کو پاکر میں نے تمام مسافروں اور کپتان کو اطلاع دی اور ایسا ہی ہوا۔ ہمارا جہاز ساحل انگلستان پر سلامتی سے پہنچ گیا۔ کئی جہاز ہمارے سامنے آگے پیچھے دائیں بائیں ڈوبے اور جہازوں کی لکڑیاں پانی میں تیرتی ہوئی دیکھیں مگر خداوند تعالیٰ نے ہمارا جہاز سلامت پہنچا دیا۔

(ماخوذ از کتاب لطائف صادقؓ صفحہ 130 تا 131،
کتاب حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 166 تا 167)



تم اس کمیٹی کے سربراہ ہو

چودھری ظہور احمد باجوہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ افریقہ میں تشریف لائے تو مجھے بھی حضور رحمہ اللہ کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں سیرالیون میں ایک بزرگ احمدی جن کا نام علی روجرز تھا وہاں کی جماعت کے پریذیڈنٹ تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ احمدی کیسے ہوئے۔ کہنے لگے کہ میں تو خدا کا نشان دیکھ کر احمدی ہوا ہوں۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ جب مولانا نذیر احمد صاحب علی ہمارے گاؤں میں پہلی بار آئے تو اُن کی ایک غیر از جماعت مولوی سے لوگوں کے سامنے احمدیہ عقائد پر گفتگو ہوئی جس کو سن کر مولوی نے فتویٰ دیا کہ آپ کافر ہیں۔ جب وہ اجلاس منتشر ہوا تو شام پڑ چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب نے ایک دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا کہ کیا میں آج رات آپ کے ہاں بسر کرسکتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں آپ کافر ہیں۔ پھر دوسرے گھر گئے تو وہاں سے بھی ایسا ہی جواب ملا پھر انہوں نے تیسرا دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے بھی رات ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ میں یہ سارا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ مجھے ان پر ترس آیا کہ چلو یہ شخص کافر ہی سہی پر انسان تو ہے میں ان کو اپنے گھر ٹھہرا لیتا

ہوں۔ چنانچہ اپنے گھر لے جانے کی نیت سے جب ان سے پوچھا تو وہ جنگل کی طرف جارہے تھے۔ میں نے انہیں اپنے گھر ٹھہرنے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا کہ نہیں اب میں نے رات جنگل میں ہی بسر کرنی ہے اور دعا میں گزارنی ہے۔ چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ جنگل میں پہنچ کر انہوں نے ایک جگہ سے پتے وغیرہ صاف کر کے اپنی چادر بچھا دی اور اس پر نماز پڑھنی شروع کر دی نماز میں ان کی رقت اور انہماک دیکھ کر میں حیران ہوتا رہا کہ اس شخص کو اتنی سخت کیا تکلیف ہے۔ پھر انہیں سخت درد گردہ شروع ہوگئی۔ میں نے کہا کہ گھر چلتے ہیں شاید کوئی اسپرو وغیرہ مل جائے۔ لیکن انہوں نے کہا میں اسی تکلیف کی حالت میں دعا کروں گا۔ پھر حضرت مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ ابھی خدا نے مجھے کشفاً بتایا ہے کہ جس جگہ تم بیٹھے ہوئے ہو وہاں ایک جماعت کا سکول ہے اس سکول کا انتظام چلانے والی ایک کمیٹی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ تم اس کمیٹی کے سربراہ ہو۔ یہ بیان کرتے ہوئے علی روجرز صاحب پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ بعد میں ہمارے علاقہ میں احمدیت پھیلی اور عین اسی جگہ پر جہاں حضرت مولوی صاحب نے درد اور شکستہ دلی کے ساتھ رات گزاری تھی آج ہمارا اسکول ہے اور اس کی انتظامیہ کمیٹی کا میں صدر ہوں پھر فرمایا کہ ہم تو زندہ خدا کا نشان دیکھ کر احمدی ہوئے ہیں۔

(ماخوذ از کتاب چودھری ظہور احمد باجوہ صفحہ 138-139)

مجید کو کہو کہ پرچوں پر رول نمبر تو لکھ آئے

عبدالمجید صاحب سیال بی اے ایل ایل بی بیان کرتے ہیں کہ 1943ء کا ذکر ہے کہ مجھے میٹرک کے امتحان میں شریک ہونا تھا۔ لیکن 5-6 سال کا طویل عرصہ بے حد مصروف گزر جانے کے باعث میری ہمت جواب دے رہی تھی اور میں عجیب قسم کی ذہنی پریشانی میں مبتلا تھا۔ ان دنوں میری رہائش 'بیت الظفر' کوٹھی حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ میں تھی اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ Guest House میں انگریزی ترجمۃ القرآن کا کام کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ قرابت، نیز مہربانی و تلطف کے تعلق خاص کی وجہ سے ان کو میرے تمام حالات کا بخوبی علم تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ میں میٹرک کے امتحان میں ضرور شریک ہوں۔ چنانچہ آپ کے ہمت دلانے پر میں نے لیٹ فیس کے ساتھ داخلہ بھیج دیا۔ آپ نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب پہلا پرچہ ہو جائے تو مجھے بتانا کیسا ہوا ہے۔ میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ تم بغیر کسی فکر کے دلجمعی کے ساتھ امتحان دیتے جاؤ۔ جب میں انگلش کا پرچہ دے کر آیا تو نہایت مایوسی کے لہجہ میں حضرت مولوی صاحبؓ سے ذکر کیا کہ صرف دو چار نمبر کا پرچہ کر سکا ہوں۔ آپ اس وقت اپنے گھر کے چبوترہ پر تشریف رکھتے تھے۔ میری کارگزاری سن کر مسکرائے اور فرمایا: میں نے تمہارے لیے خاص طور پر دعا کی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ''مجید سے کہو کہ پرچوں پر رول نمبر تو لکھ آئے باقی ذمہ داری ہم لے لیں گے۔'' نیز یہ بھی فرمایا: جب تک نتیجہ نہ نکلے اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے تمام پرچے نہایت ہی خراب ہوئے تھے جن میں سے کسی ایک میں بھی کامیابی کی امید نہیں تھی۔ لیکن میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب میٹرک کا نتیجہ نکلا تو میں 444 نمبر لے کر سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ 253 تا 254)

ڈھونڈو تو خدا کو پالو گے

حضرت ماسٹر عبدالرحمان صاحب جالندھریؓ اپنے زندہ خدا کے لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ 1908ء میں جب میں سینٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھا تو میرے ساتھ ہندو، مسلمان اور چار پانچ عیسائی بھی ایس۔ اے۔ وی کلاس میں ٹریننگ حاصل کرتے تھے۔ ان عیسائیوں میں ایک پٹھان کالڑ کا یوسف جمال الدین بی۔ اے ہیڈ ماسٹر مشن اسکول جالندھر بھی تھا۔ ان عیسائیوں نے مجھے عصرانہ پر مدعو کیا اور کہا کہ آپ نے اچھا کیا کہ سکھوں کا مذہب ترک کر کے اسلام اختیار کیا۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھاؤ اور عیسائی بن جاؤ۔ ٹرینڈ ہو کر آپ کو مسلمانوں سے کیا تنخواہ ملے گی۔ ہم تو جاتے ہی تین تین صد روپے تنخواہ پر متعین ہو جائیں گے۔ مسلمانوں سے آپ کو 50۔ 60 یا سو روپے ماہوار ملے گا۔ میں نے کہا کہ میں زندہ خدا کا شائق ہوں۔ اگر تم زندہ خدا سے میرا تعلق پیدا کر دو تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یوسف جمال الدین نے پوچھا کہ زندہ خدا سے کیا مراد ہے۔ میں نے کہا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو کھولا جائے گا۔ ڈھونڈو تو خدا کو پالو گے اور قرآن مجید میں بھی لکھا ہے کہ بحالت اضطرار دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے اگر یہ نعمت عیسائیت میں دکھا دو تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ طلباء نے کہا کہ وید، انجیل اور قرآن مجید کے بعد الہام و وحی کا دروازہ بند ہے۔ اب الہام نہیں ہوسکتا۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور دیکھتا تو ہے لیکن بولتا نہیں۔ میں نے کہا جو ذات سنتی اور دیکھتی ہے وہ بول بھی سکتی ہے۔ پہلے سوال کے متعلق میں نے کہا کہ ابھی اس مجلس میں مجھے الہام ہوگیا ہے کہ پہلے سوال بتا دیا جائے گا۔ طلباء نے کہا کہ ہم نے تو الہام نہیں سنا، میں نے کہا کہ تمہارا خون خراب ہو گیا ہے اسے قادیان میں درست کرا لو تو تم کو بھی الہام کی آواز سنائی دے گی۔ دوسرے تیسرے روز رات کو سونے کے لیے سرہانے پر سر رکھنے ہی لگا تھا کہ کشفی حالت میں مجھے ریاضی کا پرچہ دکھایا گیا جسے میں نے پڑھ لیا مگر مجھے صرف پہلا سوال ہی یاد رہا۔ جسے میں نے نوٹ کر لیا تین ہفتہ کے بعد ہمارا سہ ماہی امتحان ہوا اور اس میں ریاضی کا پہلا سوال وہی تھا جو میں نے بتایا تھا۔ یہ دیکھ کر یوسف وغیرہ دریائے حیرت میں ڈوب گئے۔ ایک شخص عبدالحمید (ایم۔ اے) سکنہ کٹڑہ بھنگیاں امرتسر دہریہ تھا وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا قائل ہوگیا۔ اس کی تحریر میرے پاس موجود ہے۔ ایک شخص ممتاز علی نے کہا کہ یہ اتفاق ہوگیا کہ آپ کو پہلے سوال کا پتہ لگ گیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ چالیس گریجویٹ ہیں اور مجھ سے لائق ہیں تین ماہ بعد پھر امتحان ہوگا سارے مل کر میری طرح پہلا سوال بتا دو۔ وہ کہنے لگا کہ ہم چیلنج نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا یہی تو معجزہ ہے جسے تم چالیس افراد نوے دن میں نہیں کر سکتے۔ میں نے دو تین دن میں کر دکھایا۔ اس پر سب طلباء نے کہا کہ اگر کوئی اور امر غیب ظاہر ہو جائے تو اتفاق والا ہمارا عذر لنگ بھی جاتا رہے۔ میں نے کہا اچھا میں دعا کروں گا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ کوئی اور غیب قبل از وقت بتا دے۔ انہیں ایام میں مجھے الہام ہوا: ''بچہ ہے بچہ ہے بچی نہیں ہے۔'' یعنی امسال ہمارے گھر اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمائے گا۔ وہاں مکرم صوفی غلام محمد صاحب (بی۔ اے) مرحوم (بعدہ مبلغ ماریشس) بھی ٹریننگ لے رہے تھے۔ یوسف وغیرہ نے بالائی طور پر ان کے ذریعہ قادیان سے پتہ منگوایا تو ان کی اہلیہ صاحبہ کا خط آیا کہ ماسٹر صاحب کے ہاں ابھی دو تین ماہ کی امیدواری ہے۔ جب لڑکا پیدا ہوگا تو اطلاع دوں گی۔ چنانچہ سالانہ امتحان اپریل 1909ء کے قریب اطلاع بھیجی چنانچہ یوسف بورڈ پر سے کارڈ لایا اور کہا کہ صوفی صاحب کی اہلیہ نے آپ کو دوہری مبارکباد لکھی ہے کہ لڑکا بھی پیدا ہوگیا اور پیشگوئی کا الہام بھی پورا ہوگیا۔ اس پر میں نے جلیبیوں کی دعوت دے کر بتایا کہ اگر تم پندرہ سال گرجے یا مندر یا ٹھاکر دوارے میں پوجا پاٹھ کرتے رہو اور وہاں سے کوئی جواب نہ آئے تو تم سمجھو کہ تم خدا کی عبادت نہیں کر رہے بلکہ مصنوعی خدا کی خودساختہ تصویر ہے جس کی عبادت کر رہے ہو۔ وہ بت ہے بت پرستی چھوڑ دو اے مسٹر یوسف! اگر تم پرنسپل کی کوٹھی پر جاؤ اور اسے سلام کرو اور وہ تمہیں سلام کا جواب نہ دیا کرے تو کیا پھر بھی تم اس کی کوٹھی پر سلام کرنے جایا کرو گے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر تم لوگ زندہ خدا کی عبادت کرو تو وہ ارحم الراحمین ضرور جواب دے گا۔ بعد ازاں میں نے یوسف مذکور اور مسٹر چیڑ جی عیسائیوں سے کہا کہ آپ لوگوں نے دو تین امور کے متعلق پیش گوئیاں پوری ہوتی دیکھی ہیں۔ اس لیے حسبِ وعدہ مسلمان ہو جاؤ۔ مگر وہ عذر کرتے رہے۔ آخر میں نے کہا کہ کم از کم ان امور کی تحریری شہادت دے دو۔ انہوں نے عذر کر کے اس سے بھی انکار کر دیا۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر تم یہ شہادت لکھ دو تو تم دونوں پاس ورنہ فیل ہو جاؤ گے یہ امر بھی الہام ہی (کی طرح یقینی) سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا کیا ہوا کہ جب نتیجہ نکلا۔ ہم سب کامیاب اور وہ دونوں فیل اس پر بعض غیر احمدی ہم جماعتوں نے شہادتیں تحریر کر دیں جو میرے پاس موجود ہیں۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ 73 تا 75 نیا ایڈیشن)

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِ اللّٰہِ

حضرت چودھری امیر محمد خانصاحبؓ فرماتے ہیں:

''جب مجھے شفاخانہ ہوشیار پور میں علاج کراتے ایک عرصہ گزر گیا اور باوجود تین دفعہ پاؤں کے اپریشن کرنے کے پھر بھی پاؤں اچھا نہ ہوا۔ تو ایک دن مِس صاحبہ نے جو بہت ہی رحم دل اور خلیق تھیں مجھے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو پاؤں کو ٹخنے سے کاٹ دیا جائے تا کہ مرض ٹخنے سے اوپر سرایت نہ کر جائے۔ میں نے گھر والوں سے مشورہ کر کے اجازت دے دی۔ اس پر مس صاحبہ نے بیوی کو جلاب دے کر اس کمرے میں لے گئی۔ جس کمرہ میں پاؤں کاٹنا تھا۔ میں نے ساتھ جانے کے لئے مس صاحبہ سے اجازت چاہی۔ مگر اس نے کہا کہ آپ یہیں رہیں۔ لہٰذا میں وہیں وضو کر کے نفلوں کی نیت باندھ کر دعا میں مصروف ہوگیا۔ اور دل اس خیال کی طرف چلا گیا کہ اے خدا تیری ذات قادر ہے۔ تُو جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ پس تو اس وقت پاؤں کو کاٹنے سے بچا لے۔ کیونکہ اگر پاؤں کٹ گیا تو عمر بھر کا عیب لگ جائے گا تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور اسی خیال میں سجدہ کے اندر سر رکھ کر دعا میں انتہائے سوز و گداز کے ساتھ مستغرق ہوا کہ عالم محویت میں ہی ندا آئی۔ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِ اللّٰہِ اور جب اس آواز کے ساتھ ہی میں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مس صاحبہ میری طرف دوڑی آرہی ہیں اور آتے ہی کہا کہ سول سرجن صاحب فرماتے ہیں کہ اس دفعہ میں خود زخم کو صاف کرتا ہوں اور پاؤں نہیں کاٹتا اس لئے کہ پاؤں کو ہر دفعہ کاٹا جا سکتا ہے مگر کاٹا ہوا پاؤں ملنا محال ہے۔ میں خدا کی اس قدرت نمائی اور ذرہ نوازی کے سو جان (سے) قربان جاؤں کہ جس نے کرم خاکی پر ایسے نازک وقت میں لَا تَقۡنَطُوۡا کی بشارت سے معجز نمائی فرمائی۔''

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 121-122 روایات حضرت امیر خان صاحبؓ)

آندھی یکدم بند ہوگئی

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خاکسار راقم حضرت اقدس کی زیارت اور صحبت چند روز کے بعد قادیان مقدس سے واپس اپنے وطن کو آرہا تھا اور جاملکے کا مشہور پتن (جو وزیر آباد کے قریب ہے) جہاں کشتیوں کی آمد و رفت بکثرت رہتی ہے وزیر آباد سے میں بھی جاملکے کے پتن پر پہنچا۔ اس وقت عصر کا آخری وقت تھا۔ یعنی شاید ایک گھنٹہ یا کچھ کم و بیش وقت سورج غروب ہونے میں باقی تھا۔ جب پتن پر پہنچا تو ایک بہت بڑی برات بھی وہاں پہنچی۔ برات واپس آرہی تھی اور ڈولی میں بیاہ والی لڑکی بھی ساتھ تھی اور کبوتریاں اور کچھ مویشی بھی تھے اور برات کے سواروں اور پیادوں کے علاوہ میرے جیسے کچھ مسافر افراد بھی تھے جو دریائے چناب سے پار جانے والے تھے۔ برات والوں نے ملاحوں سے کہا کہ آپ کشتی کو تیار کریں جو بہت بڑی ہو کیونکہ کشتی پر سوار ہونے والے کثیر التعداد افراد ہیں۔ ملاحوں نے کہا۔ ساون بھادوں کا موسم ہے، دریا زوروں پر ہے اور پھر وقت بھی تھوڑا باقی ہے اور سورج غروب ہونے کے قریب ہے مطلع بھی کچھ گرد آلود معلوم ہوتا ہے۔ ڈر ہے کہ کہیں آندھی کی صورت نہ بن جائے۔ اور ایسے حالات میں ہمیں گورنمنٹ کی طرف سے بھی ہدایت ہے کہ ہم احتیاط سے کام لیں۔ باوجود ملاحوں کے ان عذرات کے برات والوں کے حیلے جو نرم گرم الفاظ کے علاوہ منت سماجت کا نمونہ بھی اپنے اندر رکھتے تھے ان سے آخر ملاحوں کو کشتی تیار کرنی پڑی اور کشتی پر برات اور دوسرے لوگ سوار ہوگئے۔ خاکسار بھی سوار ہوگیا۔ کشتی بہت بڑی تھی۔ جب سب لوگ سوار ہوگئے تو ملاحوں نے کشتی کو چلانا شروع کیا۔ جب کشتی دریا کے نصف کے قریب پہنچی تو سورج بھی بہت ہی تھوڑا رہ گیا یعنی بالکل قریب الغروب تھا کہ آندھی چلنی شروع ہوگئی اور آناً فاناً تیز ہوگئی۔ کشتی ہچکولے کھانے لگی اور کچھ پانی بھی اس میں داخل ہونے لگا۔ اس وقت ملاحوں کو ان حالات سے بڑی تکلیف محسوس ہوئی اور باحساس تکلیف انہوں نے برات والوں کے متعلق تلخ سے تلخ تر کلمات بھی استعمال کیے اور نہایت غضب آلود اور حسرتناک الفاظ سے سب کشتی والوں کو سنا دیا کہ یہ آندھی جو اب سخت تیز ہو چکی ہے یہ نہایت ہی مہلک

......باقی صفحہ 44 پر......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپؑ کی تحریرات وسیرت کے آئینہ میں

(درثمین احمد۔ جرمنی)

اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 185)

کسی بھی انسان کی سیرت کا بیان ایک مشکل اور کٹھن کام ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ آپ اس کی مکمل شخصیت کی تصویر کشی کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ بیان اس وقت اور مشکل ہو جاتا ہے جب یہ کسی ایسی اعلیٰ و اکرم شخصیت کے متعلق ہو جو تمام دنیا کے لیے رحمت ہے، جو فخر انسانیت ہے، جس کے لیے رب کریم نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے یعنی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس محبت اور خوبصورتی سے اپنی تحریرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کی ہے اس کی مثال ہمیں کہیں اور نہیں ملتی کیونکہ ایک سچا عاشق ہی اپنے محبوب کی خوبیوں کو اس خوبصورتی سے بیان کرتا ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ میں اپنے معشوق کی محبت عیاں ہو رہی ہوتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی سچا عاشق نہیں۔ آپ علیہ السلام کی محبت اور عقیدت کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے کر سکتے ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

عشق رسولؐ کی بے مثال گواہی

یقیناً ہر مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور آپؐ کی سیرت طیبہ کو بیان کر کے اظہار محبت کرنے کو اپنی خوش قسمتی اور باعث ثواب سمجھتا ہے۔ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے زیادہ بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپؑ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے وہ نبی کریمؐ کی سچی محبت اور کامل متابعت کے فیض سے ہی ملا ہے۔ آپ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سچے عاشق تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو بذریعہ رؤیا "ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ" کی سند حاصل ہوئی۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہُنر سے اِس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اُس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصّہ پا سکتا ہے۔ اور مَیں اِس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذّت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلبِ سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32) یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف و گزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوّتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اُس کے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مَرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ تب خدا جو اُس کے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلّی کے ساتھ اُس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے پورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اُترتا ہے اور اُس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64 تا 65)

درود شریف کی برکات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؐ پر درود بھیجنے کی برکات کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں۔ جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ (المائدہ:36) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں۔ "ھٰذَا بِمَا صَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 131 حاشیہ)

درود کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

"اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں۔ لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقۂ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے پس جو فیضان شخص مَدْعُولَہٗ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضان حضرت احدیّت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والے کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتے ہیں۔"

(مکتوبات احمد جلد اوّل صفحہ 535 مکتوب بنام میر عباس علی شاہ، مکتوب نمبر 18)

متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

اپنی ایک تحریر میں حضورؑ فرماتے ہیں:

"خداوند کریم نے اُسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے۔ اور علوم لُدنیّہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضّلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیُمنِ متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 645 تا 646 حاشیہ نمبر 11)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ وارفع مقام

آنحضرت ﷺ کے مقام اور مرتبے کے حوالے سے آپؑ کی یہ تحریرات ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں:

"پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118 تا 119)

آپؑ فرماتے ہیں کہ

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب:57)۔ اُن قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم ان نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء۔ سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گزشتہ انبیاء کا صِدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا کیونکہ صرف قصّوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصے صحیح نہ ہوں۔ اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں۔ کیونکہ اب ان کا نام و نشان نہیں بلکہ ان گزشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور یقیناً سمجھ نہیں سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور

سے یہ سب قصّے حقیقت کے رنگ میں آ گئے۔ اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے۔ اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت ﷺ کی پیروی سے پایا اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ؎

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا، نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصّہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے۔ اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفّاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا اور کس نے صحت نیّت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے کھولا نہ گیا۔ لیکن افسوس! کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ وہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ نور ان کے اندر داخل ہو۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 301 تا 303)

اللہ تعالیٰ سے بے پناہ محبت

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذات کے عاشق زار اور دیوانہ ہوئے اور پھر وہ پایا جو دنیا میں کبھی کسی کو نہیں ملا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر محبت تھی کہ عام لوگ بھی کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 524، ایڈیشن 1988ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

حضور اقدس علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’...ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔ تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہو گا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول وعرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ وشمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 606 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اظہار سچائی کے لیے مجدد اعظم

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206)

بنی نوع انسان کا بے نظیر ہمدرد

’’اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اُٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں...اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسولؐ کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے۔ کہ یہ پاک رسولؐ شناخت کیا جائے چاہو تو میری بات کو لکھ رکھو...‘‘

(تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ 306 تا 307)

جلال اور جمال دونوں کے جامع نبیؐ

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔‘‘

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 443)

اعلیٰ درجہ کی پاک اور پرحکمت تعلیم دینے والا

آپؑ فرماتے ہیں:

’’مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں‘‘

(اربعین نمبر 1، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 345)

کوہِ وقار انسان

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ زندگی جو مکہ میں گزری اس میں جس قدر مصائب ومشکلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آئیں ہم تو ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دل کانپ اُٹھتا ہے جب ان کا تصور کرتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ حوصلگی، فراخدلی، استقلال اور عزم واستقامت کا پتہ چلتا ہے۔ کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں مگر اس کو ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتے۔ وہ مقصد کے ادا کرنے میں ایک لحظہ بھی سست اور غمگین نہیں ہوا۔ وہ مشکلات اس کے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکیں۔‘‘



(الحکم 30/ جون 1901ء صفحہ 3)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہونے کی شان کی جو تعریف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے اصل تو وہ شان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’...امانت سے مراد انسان کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی وجسمانی ہیں۔ جو خدا تعالیٰ انسان کامل کو عطا کرتا ہے۔ اور پھر انسان کامل برطبق آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا (النساء:59) اس ساری امانت کو جناب الٰہی کو واپس دے دیتا ہے۔ یعنی اس میں فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے...اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ 161 تا 162)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی وانکساری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیائے سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پکڑ کر لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو وہ بہت کانپتا تھا اور خوف کھاتا تھا۔ مگر جب وہ قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نرمی اور لطف سے دریافت فرمایا کہ تم ایسے ڈرتے کیوں ہو؟ آخر میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 548 ایڈیشن 1988ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی اور قناعت پسندی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر سادہ ماحول کا نقشہ ایک حدیث کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتع دنیاوی کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ سے ملنے گئے، ایک لڑکا بھیج کر اجازت چاہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا اے عمر! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟ عمرؓ نے عرض کی کہ کسریٰ وقیصر تو تنعّم کے اسباب رکھیں اور آپ جو خدا تعالیٰ کے رسول اور دو جہاں کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مجھے دنیا سے کیا غرض؟ میں تو اس مسافر کی طرح گزارا کرتا ہوں جو اونٹ پر سوار منزل مقصود کو جاتا ہو۔ ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی سخت شدت کی وجہ سے کوئی درخت دیکھ کر اس کے سایہ میں ستا لے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہوا ہو وہ پھر چل پڑے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 51 ایڈیشن 1988ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور بہادری

ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دشمن غار پر موجود ہے اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشان پا یہاں تک ہی آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہو گا مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے۔ کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں۔ اور آپؐ بڑی صفائی سے ان کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں۔ لیکن آپؐ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیق صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم ومخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پرواہ نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ کافی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 250 تا 251، ایڈیشن 1988ء)

انسان کامل ﷺ

حضرت مسیح موعودؑ سرتاج الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا...وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں...''

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

(اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1884ء)

میری جان اور دل محمد ﷺ کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک نبی اکرم ﷺ کی آل کے کوچہ پر قربان ہے۔

جب ہم سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپؑ کی ساری زندگی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک صحابی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اپنی ایک روایت میں حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاقِ حسنہ کا نہایت ہی پیارے انداز سے ذکر کرنے کے بعد آپ کے اخلاق کے متعلق کیا ہی پیارا لکھتے ہیں کہ

''اگر حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ''کَانَ خُلُقُهُ قُرآنُ'' تو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''کَانَ خُلُقُهُ حُبَّ مُحَمَّدٍ وَ اتِّبَاعُهُ علیہ الصّلوٰۃ و السلام''

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 827 روایت نمبر 975)

ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا

حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ جو حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بیوی سے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپؓ حضور کی زندگی میں جماعت احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیعت کی۔ آپ کے قبول احمدیت سے پہلے زمانہ کی بات ہے کہ اُن سے ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق و عادات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس پر فرمایا کہ

''ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دُہرایا۔''

(سیرت طیبہ از مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 28 تا 29)

کیا مَیں آنحضرت ﷺ کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا!

حضرت بانی جماعت احمدیہ کے فرزند قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ طبیعت ناساز تھی اور آپؑ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت امّاں جان نور اللہ مرقدہا اور ہمارے نانا جان یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہوگیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لیے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہیے اس وقت زیارت حرمین شریفین کے تصوّر میں حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپؑ اپنے ہاتھ کی اُنگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے حضرت نانا جان کی بات سُن کر فرمایا

''یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا؟''

یہ ایک خالصتاً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اُس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشقِ رسولؐ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلب صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس سچے مسلمان کو خواہش نہیں مگر ذرا اُس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاکؐ (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے اور اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔''

(سیرت طیبہ، از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 30 تا 31)

محبوبؐ کے لیے غیرت

حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

''...ایک بات جو میں نے خاص طور پر دیکھی کہ حضرت صاحب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ذرا سی بھی بات کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور آنکھیں متغیر ہو جاتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے اس مضمون کو بار بار دہرایا اور کہا کہ حضرت صاحب سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان کرتے تھے کہ جب دسمبر 1907ء میں آریوں نے وچھو والی لاہور میں جلسہ کیا دوسروں کو بھی دعوت دی تو حضرت صاحب نے بھی ان کی درخواست پر ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل کی امارت میں اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو لاہور شرکت کے لئے بھیجا۔ مگر آریوں نے خلافِ وعدہ اپنے مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت بدکلامی سے کام لیا۔ اس کی رپورٹ جب حضرت صاحب کو پہنچی تو حضرت صاحب اپنی جماعت پر سخت ناراض ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس مجلس سے کیوں نہ اٹھ کر آئے اور فرمایا کہ یہ پرلے درجہ کی بے غیرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مجلس میں برا کہا جاوے اور ایک مسلمان وہاں بیٹھا رہے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ سخت ناراض ہوئے کہ کیوں ہمارے آدمیوں نے غیرتِ دینی سے کام نہ لیا۔ جب انہوں نے بدزبانی شروع کی تھی تو فوراً اس مجلس سے اٹھ کر آنا چاہیے تھا۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر 1 صفحہ 201 روایت نمبر 196)

محب کی امتی عورت کی داد رسی

اہلیہ محترمہ قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹی قادیان نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت (قوم خانہ بدوش) آلے بھولے یعنی مٹی کے کھلونے بیچنے والی آئی اس نے آواز دی۔ ''لَونی آلے بھولے''۔ گرمی کا موسم تھا۔ حضور علیہ السلام اور اماں جان ان دنوں دن کو مکان کے نیچے کے حصہ میں رہتے تھے۔ حضورؑ کھانا کھا کر ٹہل رہے تھے کہ اس عورت نے آواز دی۔ ''لَونی آلے بھولے'' ابھی میں نے جواب نہیں دیا تھا کہ وہ پھر بولی کہ میں سخت بھوکی ہوں مجھے روٹی دو۔ صفیہ کی اماں جو حضور کی خادمہ تھی اس وقت کھانا کھلایا کرتی تھی۔ انہوں نے دو روٹیاں سلطانو کو دیں کہ ان پر دال ڈال کر اس کو دے دو۔ سلطانی مغلانی بھی حضور علیہ السلام کے گھر میں آنکھوں سے معذور اور غریب ہونے کی وجہ سے رہتی تھی۔ اس نے جب دال ڈال کر اس سائلہ کو دی تو اس عورت نے جلدی سے ٹوکرا زمین پر رکھ کر روٹی ہاتھ میں لی اور جلدی سے ہی ایک بڑا لقمہ توڑ کر اپنے منہ میں ڈالنے کے لیے منہ اوپر کیا اور ساتھ ہی ہاتھ بھی اونچا کیا۔ مکان کی پکی عمارت اس کو نظر آئی تو لقمہ اس کے ہاتھ میں تھا اور سخت بھوکی منہ اوپر کو کیے ہوئے اس نے پوچھا کہ ''یہ کس کا گھر ہے کہیں عیسائیوں کا تو نہیں''۔ سلطانو نے کہا کہ ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا کہ ''میں مسلمان امت رسول دی۔'' حضورؑ ٹہلتے ہوئے یہ بات سُن کر کھڑے ہو گئے فرمایا ''اس کو کہہ دو۔ یہی مسلمانوں کا گھر ہے۔'' پھر تین بار فرمایا کہ ''اس کو کہہ دو کہ یہ خاص مسلمانوں کا گھر ہے۔'' پھر ایک روپیہ اپنی جیب سے نکال کر اس کو دیا اور اس کے اس فعل سے کہ باوجود سخت بھوک ہونے کے اس نے جب تک تحقیق نہیں کر لی کہ یہ خیرات مسلمانوں کی ہے اس کو نہیں کھایا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔

(سیرت المہدی جلد دوم، حصہ پنجم، روایت 1476، صفحہ 263)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مداح اور آپؐ کی سیرت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند چیدہ چیدہ اقتباسات و واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کیے گئے جن سے نہ صرف ہمیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ آپؐ کے سچے عاشق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے پناہ محبت اور عقیدت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے مقصد کو پورا کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی عظمت کو اس دنیا میں پھیلانے والے بنیں۔ آمین ثم آمین۔

☆...☆...☆

بقیہ: لٹریچر کے انقلابی پہلو......از صفحہ نمبر 52

بقیہ: لٹریچر کے انقلابی پہلو......از صفحہ نمبر 52

کو اپنا بازو قرار دیا اور ریویو آف ریلیجنز جاری کر کے جماعت میں اخبارات و رسائل کے قلمی اسلحہ کی فیکٹریاں قائم کر دیں۔ انجمن تشحیذ الاذہان کی سرپرستی فرما کر اور خواتین سے الگ خطاب کر کے تمام ذیلی تنظیموں کی بنا ڈالی۔

جدید علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے حضورؑ نے تعلیم الاسلام سکول اور تعلیم الاسلام کالج قائم کیا اور آج ساری دنیا میں ان کے اظلال علم کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ خدمت خلق کی طرف اس شان سے راغب کیا کہ آج دنیا میں جماعت احمدیہ ہمدردی اور Love for all Hatred for none کے تاج سے پہچانی جاتی ہے۔ پس آج دنیا میں خلافت احمدیہ کے ذریعہ توحید باری کے قیام، خدمت نوع انسان اور وحدت اقوام کا جو روح پرور سلسلہ جاری ہے اس کا سہرا حضرت مسیح موعودؑ کے انقلاب انگیز لٹریچر اور تحریروں کے سر ہے۔

13۔ علم غیب کی فراوانی

حضرت مسیح موعودؑ کے آسمانی مائدہ کا ایک بڑا حصہ خدائی کلام اور علم غیب پر مشتمل ہے جو قیامت تک آنے والے تمام بڑے بڑے انقلابات کی کھلی کھلی خبریں دیتا ہے۔ اس میں واضح طور پر یہ ذکر ہے کہ جماعت احمدیہ پر ابتلا آئیں گے کفر کے فتوے لگیں گے شہادتیں ہوں گی اور اس زمانہ کے فرعون اور ہامان اور ابوجہل اور ابولہب اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ (تذکرہ صفحہ 318,317) اور خدا نے یہ بھی کہا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا اور بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ انہی کتب میں لندن کے منبر پر مدلل تقریر کرنے اور سفید پرندے پکڑنے کی بشارت بھی ہے۔ (تذکرہ صفحہ 147) اسی لٹریچر میں داغ ہجرت اور ایم ٹی اے کی پیشگوئی بھی ہے اور صلحائے عرب اور ابدال شام کی دعاؤں کا تذکرہ بھی ہے۔

(تذکرہ صفحہ 218، احمدیت کا فضائی دَور صفحہ 45، تذکرہ صفحہ 100)

سو سال پہلے اسی لٹریچر نے بتایا کہ برطانوی حکومت کا سورج غروب ہو جائے گا اور سچائی کا آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔ زار روس کا حال زار ہو جائے گا۔ ایوان کسریٰ میں تزلزل برپا ہوگا۔ کوریا کی حالت نازک ہو جائے گی۔ افغانستان کا نادر شاہ اچانک موت کا شکار ہو جائے گا۔ (تذکرہ صفحہ 650، مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 7) (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 152) (تذکرہ صفحہ 461,429) زلزلے آئیں گے اور امریکہ، ایشیا، یورپ اور جزائر کے رہنے والے امن کو ترسیں گے۔ بیماریاں پڑیں گی۔ موتا موتی لگے گی عالمی جنگیں ہوں گی خون کی ندیاں بہیں گی اور ایٹمی ہتھیاروں سے زندگی ناپید ہو جائے گی۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268) یہ لٹریچر بتاتا ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج کا نظام ٹوٹے گا اور پھر دین کی طرف کثرت سے رجوع ہوگا۔ یہ پاک کلام بتاتا ہے کہ خدا مسرور کا ساتھ دے گا اور اسے ہر میدان میں مظفر و منصور کرے گا۔ (تذکرہ صفحہ 630)

جلیں گے وقت کے ہر موڑ پر دیے اُس کے
تمام منزلیں اُس کی ہیں، راستے اس کے
جہانِ نَو کے نوشتے اسی کی تحریریں
محبتوں کے منادی مکالمے اُس کے

(جاری ہے)

☆...☆...☆

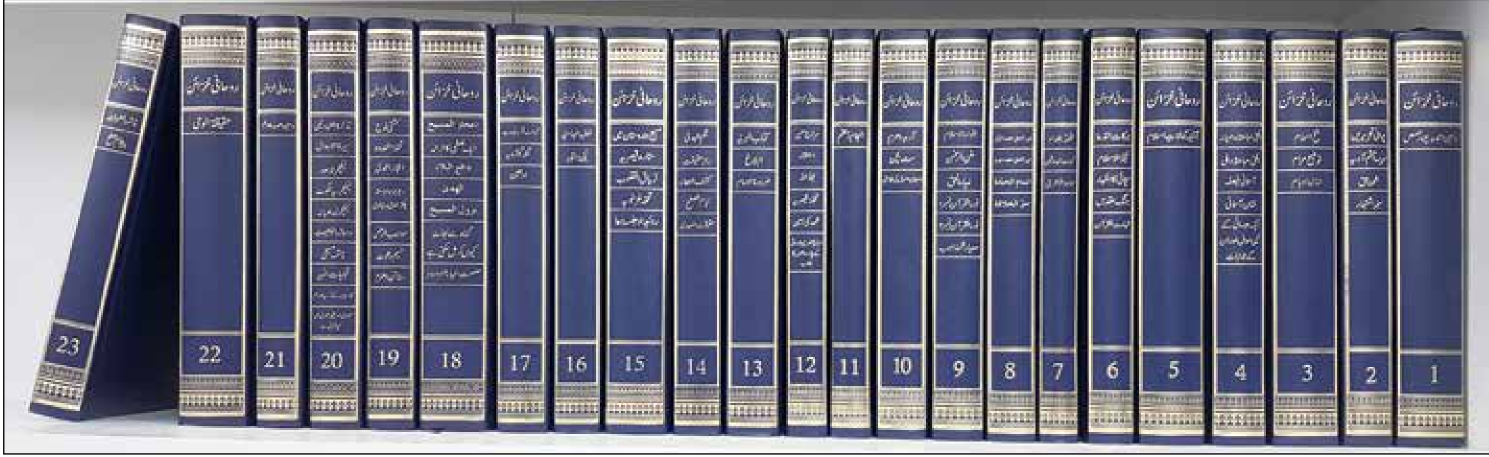
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انقلاب انگیز لٹریچر کے 17 امتیازی پہلو

آپؑ نے سیف کا کام قلم سے دکھایا اور نئے ارض و سما تخلیق کیے

(قسط اوّل)

(عبد السمیع خان۔ گھانا)

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سیف کا کام قلم سے لیا جائے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک کروں



اٹھارھویں صدی میں ہندوستان مذاہب عالم کا اکھاڑہ بن چکا تھا یہاں تک کہ مغرب سے عیسائیت بھی حکومتی کروفر کے سہارے تمام جدید سائنسی ایجادات کے جلَو میں روٹیوں کے پہاڑوں اور آگ کے شعلوں کے ساتھ مسیح کی خدائی کا جھنڈا لہراتے ہوئے آ پہنچی اور سب مذاہب نے مل کر عیسائیت کی سرکردگی میں اسلام کو علمی اور قلمی جنگ میں نیست و نابود کرنے کا نقارہ بجا دیا۔ یہ صدی عیسائیت کے پھیلنے کی صدی ہے۔

عیسائیت کے پھیلاؤ کی صدی

اٹھارھویں صدی کے آخر میں 1793ء میں پہلا عیسائی مبلغ William Carey ہندوستان آیا۔

(Turning the World upside down by A.Pulleng and 5 others. P.90 England,1972)

اور انیسویں صدی کے آخر تک عیسائی مبلغین، پادریوں اور چرچ کے عملے کی تعداد ساڑھے 9ہزار سے تجاوز کر چکی تھی۔

(Christianity in a Revolutionary Age ,Vol.III by K.S.Latourette, p.403 & 407,London,1961)

اسی لیے 7جلدوں میں عیسائیت کی تاریخ لکھنے والے مصنف لاٹریٹ نے 1815ءسے 1914ء تک کے دور کو عیسائیت کے پھیلاؤ کی عظیم صدی قرار دیا ہے۔

(Encyclopedia Britannica, Vol.15, P.573, London,1970)

عیسائی پادریوں نے وسط ایشیا میں عیسائیت کی ترقی کے لیے پنجاب کو قدرتی Base قرار دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 90)اسی میں شہر لدھیانہ واقع ہے۔

لدھیانہ کی اہمیت

پنجاب میں پہلا عیسائی مشن 1835ء میں لدھیانہ میں قائم کیا گیا۔ یہاں پہلے سے ایک عیسائی سکول بھی قائم تھا۔

(Our Missions in India by Merris Wherry,P.11,12 Boston,1 U.S.A,1926)

لدھیانہ احمدیت اور عیسائیت کی تاریخ میں بہت اہم مقام رکھتا ہے۔ محققین بتاتے ہیں کہ عیسائی مشنریوں نے پنجاب میں سب سے پہلے اس شہر لدھیانہ سے فارسی زبان میں 1833ء میں لدھیانہ اخبار جاری کیا جو قلمی اخبار کی صورت میں تھا 2سال بعد 1835ء میں چھاپہ خانہ قائم ہوا تو یہ ٹائپ میں چھپنے لگا۔ (پنجاب میں اردو صحافت کی تاریخ صفحہ 81ڈاکٹر مسکین علی حجازی۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 1977ء)

1837ء میں اسی شہر میں پنجاب کا پہلا گرجا گھر بھی تعمیر ہوا۔ (انگریز اور ربانی سلسلہ احمدیہ صفحہ 17مولانا عبدالرحیم درد حیدر آباد سندھ۔ 1954ء)

یہی وہ شہر ہے جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے 1889ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور لدھیانہ وہ باب لد بن گیا جہاں قلم کے ذریعہ دجال کا سر قلم کیا جانا مقدر تھا۔

سلطان القلم کا ظہور

اس موعود اقوام عالم حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے 1835ء کے سال میں قادیان کی دور دراز بستی میں آنکھ کھولی اور آخری ہزار سال کے انسان کو بصیرت کے نئے جہان سے متعارف کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سلطان القلم اور اس کے قلم کو ذوالفقار علی کا خطاب عطا فرمایا۔

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 399)

یعنی وہ کام جو جہاد بالسیف کے زمانہ میں علی کی تلوار کرتی تھی اب اس قلمی جہاد کے زمانہ میں مسیح موعود کا قلم سرانجام دے گا۔ اور تمام باطل عقائد جو خیبر کے قلعہ کا رنگ رکھتے ہیں اسی کی تلوار سے چکنا چور کیے جائیں گے۔ سرزمین دہلی کے ولی کامل نعمت اللہ ولی نے بھی اپنی پیشگوئیوں میں لکھا تھا۔

یدِ بیضا کہ با او تابندہ
باز با ذوالفقار مے بینم

یعنی اس امام موعود کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار تلوار کرتی تھی۔

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 399)

یاد رہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش سے 4سال قبل 13ویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد شہید نے 6/ مئی 1831ء کو دور جہاد بالسیف کے آخری معرکہ میں شہادت پائی تھی اور اب دین کی طرف سے جہاد بالقلم کا علم حضرت مسیح موعودؑ نے تھام لیا۔

روحانی فوجوں کا سالار

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے اس عظیم روحانی غلام کو اپنے الہام کلام اور برکات خاصہ سے مشرف کیا اور اسے فرمایا:

كَلَامٌ أُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ كَرِيْمٍ

(تذکرہ صفحہ 508)

تیرے کلام کو خدا کی طرف سے فصاحت و بلاغت عطا کی گئی ہے۔ اور یہ بشارت دی کہ

در کلام تو چیزے است کہ شعراء درآں دخلے نیست

(تذکرہ صفحہ 508)

تیرے کلام میں ایک ایسی چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں۔

چنانچہ دینی فوجوں کے سپہ سالار نے بڑی تحدی سے نوع انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سیف کا کام قلم سے لیا جائے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے...اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں۔ اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے۔ اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 37تا38)

پھر فرمایا:

’’اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک کروں۔ خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغ اعتراض سے منزہ و مقدس کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 38)

زندگی بخش تحریریں

اس آفتاب صداقت نے اسلام کے حق میں نئے ارض و سماء تخلیق کیے جس کے چاند تارے وہ زندگی بخش تحریریں ہیں جو اردو، عربی اور فارسی کی 88 تالیفات کے 11/ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ بیسیوں مضامین 300/ اشتہارات، 700/ مکتوبات اور ملفوظات کی جلدیں اس کے علاوہ ہیں۔

خدائے بزرگ و برتر نے نشر صحف اور قلم اور دوات کی قسم کھا کر جو پیشگوئیاں کی تھیں ان کے حقیقی ظہور کا زمانہ مسیح موعود ہی کا زمانہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے یہ پاک کلمات محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی سرزمین میں بوئے گئے۔ دعاؤں اور آنسوؤں نے ان کونپلوں کو سینچا۔ نصرت باری تعالیٰ کی ہوائیں ان کو ہلکورے دیتی رہیں۔ فرشتوں کے نزول نے ان کو بابرگ وبار کیا۔ وحی و الہام کے آسمانی محافظوں نے ہر شیطانی حملے کا رخ پھیر دیا اور پھر یہ چھوٹا سا پودا ایک تناور درخت بن گیا جس پر آج دنیا کے ہر خطے اور ہر رنگ و نسل کے پرندے خدا کی حمد اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے ترانے بلند کرتے ہیں۔

اس انقلاب انگیز لٹریچر کے کچھ امتیازی پہلو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

1۔ عالمی خطاب

مہدی دوراں کا قلم اپنے آقا کی نمائندگی میں کل عالم سے خطاب کرتا ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا:

’’اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو !اور اے تمام وہ انسانی رُوحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو!مَیں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 141)

2۔ بے نظیر کمانڈر

حضرت مسیح موعودؑ نے قلمی جہاد کے میدان کارزار میں قدم رکھا اور اس شان اور قوت اور فنی مہارت اور بے مثل فراست کے ساتھ اہل حق کی کمان سنبھالی کہ گذشتہ 13/ صدیوں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی آسمان کے خدا نے آپ کو

جَرِیُ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کالقب عطا کیا اور زمین پر آپؑ کا ڈنکا بجنے لگا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے آپؑ کی پہلی کتاب براہین احمدیہ کو تاریخ اسلام کی بے نظیر کتاب قرار دیتے ہوئے لکھا:

”یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا اور اس کا مؤلف بھی... کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے... میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص، انصار اسلام کی نشاندہی کر دے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑہ بھی اٹھالیا ہو۔“

(اشاعت السنہ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 169 تا 170)

3۔ زندہ خدا کی تجلیات

حضورؑ کی کتب زندہ خدا کی زندہ تجلیات کا شاہکار ہیں۔ اسلامی اصول کی فلاسفی کے متعلق آپؑ نے فرمایا:

”میں نے اس کی سطر سطر پر دعا کی ہے۔“

(ماہنامہ انصار اللہ جون 1996ء صفحہ 24)

عربی زبان کی 40 ہزار لغات آپ کو سکھائی گئیں آپؑ کی 20 کتب فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہیں اور خطبہ الہامیہ آپ کو اعجازی نشان کے طور پر عطا ہوا اپنی کتب کے متعلق فرماتے ہیں:

”یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں۔ میں ان کا نام وحی و الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں۔“

(سرالخلافہ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 415)

عربی کتب کے متعلق فرمایا:

”مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے چالیس ہزار مادہ عربی کا سکھایا گیا ہے اور مجھے ادبی علوم پر پوری وسعت دی گئی ہے۔“

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 234)

4۔ انعامی چیلنج

ان معجزنما 88/ میں سے 11/ کتابوں کا جواب لکھنے پر اور معارف قرآنی اور متعدد علمی صداقتوں کے مقابلہ کے لیے حضورؑ نے ہزاروں روپے کے انعامی چیلنج دیے ہیں مگر کسی کو آج تک مقابلہ کی توفیق نہیں ملی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
صف دشمن کو کیا ہم نے بحُجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

ان انعامی کتب کا مقابلہ کرنے پر انعامی رقوم کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

1۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصص 10000/- روپے
2۔ سرمہ چشم آریہ 500/- روپے
3۔ کرامات الصادقین 1000/- روپے
4۔ نور الحق 5000/- روپے
5۔ اعجاز احمدی 10000/- روپے
6۔ اتمام الحجۃ 1000/- روپے
7۔ تحفہ گولڑویہ 500/- روپے
8۔ سرالخلافہ 27/- روپے

ان کے علاوہ درج ذیل کتب کے بالمقابل کتاب لکھنے یا رد لکھنے پر اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کر لینے کے وعدہ پر مبنی چیلنج دیے۔

1۔ اعجاز المسیح
2۔ حجۃ اللہ
3۔ الھدیٰ والتبصرۃ لمن یری

5۔ مسیح موعودؑ کا پہلا تعارف

حضرت مسیح موعودؑ کی پرشوکت اور ایمان سے لبریز تحریریں ہی تھیں جنہوں نے مذاہب عالم کے دنگل میں آپ کا پہلا تعارف کروایا آپؑ کی ابتدائی کتب اور اشتہارات نے دلوں میں نور کی شمعیں روشن کیں اور پھر آپؑ کی قوت قدسیہ ان کو صیقل کرتی چلی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نورالدینؓ نشان نمائی کا اشتہار دیکھ کر قادیان آئے اور چہرہ اقدس دیکھ کر قربان ہو گئے۔ (الحکم 22/ اپریل 1908ء صفحہ 2)

حضرت صوفی احمد جانؓ، حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ، حضرت مولوی حسن علی صاحبؓ، حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ وغیرہ براہین احمدیہ سے مفتوح ہوئے۔

(الفضل 25/ اپریل 2002ء)

حضرت ذوالفقار علی خان صاحب گوہر، حضرت حاجی غلام احمد صاحب کریام، حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب وغیرہ کو ازالہ اوہام نے جیتا۔

(تفصیل الفضل 24-26/ اگست 2002ء)

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ اور حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوریؓ، شام کے پہلے احمدی السید محمد سعیدی طرابلسیؓ اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کو آئینہ کمالات اسلام نے فتح کیا۔

(الفضل 21/ جولائی 2001ء)

اور ایک کثیر تعداد ان فدائیوں کی ہے جو آپؑ کے لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی، لیکچر لاہور، لیکچر سیالکوٹ اور لیکچر لدھیانہ سن کر حلقہ عشاق میں داخل ہو گئے۔

(حیات قدسی صفحہ 17)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب براہین احمدیہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے۔ براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے حضور سے محبت ہو گئی۔

(اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 19)

حضورؑ اپنے اعجاز مسیحائی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہر گز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے مُنہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

وہی تو تھا کہ جو سلطانِ حرف و حکمت تھا
قلم کرشمہ تھا اور حرف معجزے اُس کے

6۔ فرشتوں کا نزول

یہ مقدس کتب ایسے شخص کے ہاتھ سے نکلی ہیں جس پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے تھے اس لیے جو لوگ ان کتب کو ذوق و شوق اور عقیدت سے پڑھتے ہیں ان پر بھی خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور آج ہزار ہا ایسے احمدی ہیں جن سے خدا ہم کلام ہوتا ہے انہیں سچی خوابیں دکھاتا ہے اور غیب سے مطلع فرماتا ہے۔

7۔ عظیم حکمت عملی

مذاہب عالم پر دین حق کو غالب کرنے کی حکمت عملی ہے۔ کاسر صلیب ہونے کے لحاظ سے آپ کا سب سے زیادہ لٹریچر مسیحیت کے متعلق ہے اور قریباً 17 کتب کا مرکزی مضمون رد عیسائیت ہے۔ آپؑ نے مسیح کی وفات کا انقلاب انگیز اعلان کر کے عیسائیت کا قلعہ زمین بوس کر دیا۔ مسیح کی جھوٹی خدائی کی دعوت دینے والے عیسائی پادریوں کو دجال قرار دیا۔ ان سے مباحثے کیے۔ مباہلے کی دعوت دی انعامی چیلنج دیے نشان دکھائے اور دنیا کی قیادت عیسائیت کے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسلتی چلی گئی۔ اس جری اللہ نے امریکہ میں عیسائیت کے نمائندہ ڈوئی کو للکارا جو آپ کی زندگی میں 9/ مارچ 1907ء کو ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ اور قتل خنزیر کی پیشگوئی پوری ہوئی اور امریکہ کے اخبارات نے لکھا

Great is Mirza Ghulam Ahmad-

(بوسٹن ہیرالڈ سنڈے ایڈیشن 23/ جون 1907ء)

لندن کے شہر میں پادری جان ہیوگ سمتھ پگٹ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حضورؑ نے اس کے بارے میں فرمایا:

”یہ دلیر دروغ گو یعنی پگٹ جس نے خدا ہونے کا لندن میں دعویٰ کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست و نابود ہو جائے گا۔“

(ریویو آف ریلیجنز 1907ء صفحہ 144)

حضورؑ نے جب یہ پیشگوئی شائع فرمائی پگٹ اپنے پورے عروج پر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیے کہ اس نے اپنے دعویٰ کا ذکر تک چھوڑ دیا اور پھر لندن چھوڑ کر سپیکسٹن چلا گیا جہاں اپنی زندگی کے باقی 25 سال گوشہ تنہائی میں گزارنے کے بعد مارچ 1927ء میں نامرادی کی موت مر گیا۔

ان پر زور حملوں سے مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول:

”عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے زیر سایہ ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا... بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔“

(اخبار وکیل امرتسر جون 1908ء)

مولانا نور محمد نقشبندی کے الفاظ میں حضرت مسیح موعودؑ نے وفات مسیح اور دعویٰ مسیح موعود کے ذریعہ ”ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی۔“

(دیباچہ بر ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

8۔ ہندو اور سکھ مت پر فتح

آپؑ کی قریباً 11/ کتب کا مرکزی مضمون ہندومت اور سکھ مت ہے۔ آپ نے ہندوؤں سے مباحثے اور مناظرے کیے۔ موجودہ ویدوں کو گمراہی سے بھرپور ثابت کیا۔ سنسکرت کی بجائے عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے پر سورج چڑھا دیا اور علم لسانیات میں انقلاب برپا کر دیا۔ روحانی دعوت مقابلہ اور پنڈت لیکھرام کی موت نے آریہ سماج کی زہریلی کلیاں توڑ دیں اور ایک ہندو رہنما نے لکھا کوئی عیسائی اور مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں داخل نہیں ہوتا۔

(خطابات طاہر۔ تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت صفحہ 242)

برہمو سماج کے سرگرم لیڈر پنڈت نرائن اگنی ہوتری سے تحریری مباحثہ کیا اور اس شان سے یلغار کی کہ پنڈت صاحب نے اپنے مذہب کو ہی خیرباد کہہ دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 163) سکھ مذہب کے بانی حضرت باوا گورو نانک کو مسلمان ولی اللہ ثابت کر کے اور چولہ بابا نانک پر کلمہ اور قرآنی آیات کا انکشاف کر کے سکھ مذہب کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔

(تفصیل کتاب ست بچن 1895ء)

9۔ لاثانی نظارہ

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے یہ لاثانی نظارہ بھی دکھایا جب آپؑ کے ہاتھوں دین کو تمام ادیان پر غلبہ نصیب ہوا اور آپؑ نے ہر شعبہ زندگی میں دین کو بالاتر کر کے دکھایا۔ 1896ء کے جلسہ مذاہب عالم لاہور میں 10 مذاہب اور مکاتب فکر کے سولہ نمائندگان نے اپنے مسالک کے حق میں تقاریر کیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا مضمون سب پر بالا رہا۔ چنانچہ اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ نے لکھا:

”اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔“

(اخبار جنرل و گوہر آصفی 24/ جنوری 1897ء)

10۔ ملک وکٹوریہ کو دعوت اسلام

مذاہب عالم پر اسلام کی قلمی فتح کے آپ اس قدر آرزو مند تھے کہ آپؑ نے انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ کو دعوت حق دی اور ملکہ کے نام اپنے رسالہ تحفہ قیصریہ میں جون 1897ء میں لندن میں جلسہ مذاہب عالم کے انعقاد کی تجویز پیش کی۔ (تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 279) 27/ دسمبر 1899ء کو بذریعہ اشتہار حضورؑ نے انگریز حکومت کو جلسہ مذاہب عالم کی ترغیب دلائی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 359)

کاش انگریز حکومت اس کو قبول کر لیتی تو دنیا قرآنی صداقتوں کے نئے سورج طلوع ہوتے دیکھتی اور اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔ حضور کو اسلام کا فاتح نصیب جرنیل قرار دیتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے لکھا:

”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شور قیامت

ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا... دنیا سے اٹھ گیا... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔''

(اخبار وکیل امرتسر 30/مئی 1908ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 560)

11۔ پاک زندگی کا لعل تاباں

حضرت مسیح موعودؑ کا قلم ایک طرف تو دفاع حق کی چومکھی لڑائی لڑ رہا تھا اور دوسری طرف آسمان سے نازل ہونے والے علوم قرآنی کے چشمے بہا کر دنیا کو ان کا والہ وشیدا بنا رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

یہ موعود امام قائم اور رجل فارس ایمان کو ثریا سے لایا اور اپنی تحریروں اور تعلیمات اور قوت قدسیہ کے ذریعہ ایمان کو دلوں کی زینت بنایا۔ آپؑ نے زندہ خدا کی دولت دے کر انہیں اسی دنیا میں بہشتی زندگی عطا کر دی۔ جواہرات کی تھیلی قرآن ان کے ہاتھوں میں تھمادی زندہ نبی اور خاتم النبیینؐ کے ساتھ سچی محبت عطا کی اور اس کی سچی پیروی کے معجزات دکھائے اور پاک زندگی کا لعل تاباں انہیں مرحمت فرمایا۔ آپ کے مسیحی انفاس اور انفاخ قدسیہ نے احمدیوں کے دلوں میں نیکی اور تقویٰ کا جو انقلاب برپا کیا مخالفین برسرعام اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ جناب دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر اخبار ریاست دہلی لکھتے ہیں:

''ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک اسلامی شعار کا تعلق ہے۔ ایک معمولی احمدی کا دوسرے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ احمدی ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کا عملی طور پر پابند ہو۔ چنانچہ ایڈیٹر ''ریاست'' کو اپنی زندگی میں سینکڑوں احمدیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا اور ان سینکڑوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں دیکھا گیا جو کہ اسلامی شعار کا پابند اور دیانتدار نہ ہو۔ اور ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ایک احمدی کے لئے بددیانت ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ یہ لوگ خدا سے ڈرتے ہی نہیں بلکہ خدا سے بدکتے ہیں۔''

(ریاست دہلی 13/نومبر 1952ء)

امرتسر کے صحافی محمد اسلم خلافت اولیٰ میں قادیان آئے اور اپنے مشاہدات کا خلاصہ ان الفاظ میں نکالا کہ احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا۔

(بدر قادیان 13/مارچ 1913ء)

جماعت کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

''آج دنیا کا کوئی دور دراز گوشہ ایسا نہیں جہاں یہ مردان خدا اسلام کی صحیح تعلیم... کی نشرواشاعت میں مصروف نہ ہوں... اور جب قادیان اور ربوہ میں صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے تو ٹھیک اسی وقت یورپ وافریقہ وایشیا کے ان بعید و تاریک گوشوں سے بھی یہی آواز بلند ہوتی ہے۔ جہاں سینکڑوں غریب الدیار احمدی خدا کی راہ میں دلیرانہ قدم آگے بڑھائے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔''

(ملاحظات نیاز صفحہ 45 بحوالہ ماہنامہ نگار لکھنو جولائی 1960ء صفحہ 119,117)

مشہور مسلم لیڈر جناب محی الدین غازی لکھتے ہیں:

''یورپ و امریکہ کی مذہب سے بیزاری اور اسلام کی حریف دنیا میں علم تبلیغ بلند کرنے کی کسی عالم دین یا کسی علمی ادارے کو توفیق نہیں ہوئی۔ اگر علم ہاتھ میں لے کر اٹھا تو وہ یہی قادیانی فرقہ تھا۔

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

اس جماعت نے تبلیغی مقاصد کے لئے سب سے پہلے اسی سنگلاخ زمین کو چنا اور یورپ و امریکہ کا رُخ کیا اور اُن کے سامنے اسلام کو اصلی و سادہ صورت میں اور اس کے اصولوں کو ایسی قابلِ قبول شکل میں پیش کیا کہ ان ممالک کے ہزارہا افراد و خاندان دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے اور یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔''

(تاثرات قادیان صفحہ 17تا18، تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 19)

12۔ بے مثال منتظم

مسیح دوراں کے قلم نے محبت الٰہی اور دین کی غیرت رکھنے والے فدائیوں کا صرف متفرق گروہ تیار نہیں کیا بلکہ ایک عظیم منتظم کی طرح جماعت احمدیہ کے تمام تربیتی دعوتی اور انتظامی ڈھانچے کی تشکیل کی ہے۔ آج جماعت کا کوئی ادارہ یا منصوبہ ایسا نہیں جس کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے نہ رکھی گئی ہو۔ آپ نے اپنی کتاب فتح اسلام میں کارخانہ احمدیت کی 5 شاخیں بیان کیں جس میں تصنیفات، اشتہارات اور خطوط کے علاوہ دارالضیافت کا بھی تذکرہ فرمایا جس کی سینکڑوں شاخیں پاکیزہ نان مہیا کر رہی ہیں۔ سلسلہ بیعت کا آغاز بھی فرمایا جو آج عالمی بیعت کی شکل میں گلشن احمد کی بہار بن چکا ہے اور ہر سال لاکھوں لوگ سلسلہ حقہ سے وابستہ ہو رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب الوصیت نے دنیا کو بہشتی مقبرہ جیسا جنتی نظام دیا۔ خلافت جیسا دائمی انعام عطا فرمایا جس کے لیے ساری دنیا ترس رہی ہے۔ حضورؑ کی کتاب آسمانی فیصلہ نے جلسہ سالانہ اور مشاورت کا پاکیزہ سلسلہ جاری کیا۔ حضور کی متعدد کتب میں مالی قربانی، اشاعت قرآن اور تعمیر مساجد کے پرزور پیغام بھی ہیں جنہیں آج تحریک احمدیت عملی جامہ پہناتے ہوئے 75/سے زیادہ زبانوں میں تراجم قرآن اور ہزاروں مساجد تعمیر کر چکی ہے۔

اس مقدس لٹریچر میں بیت الدعا اور منارۃ المسیح کا ذکر بھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

(درثمین فارسی صفحہ 195)

یعنی ہمارا جھنڈا ہر سعید فطرت کی پناہ گاہ ہوگا۔ اور فتح نمایاں کا اعلان ہمارے ساتھ وابستہ ہے۔ چنانچہ یہ جھنڈا آج لوائے احمدیت کی صورت میں دنیا کے 213/ممالک میں لہراتا ہے۔

اسی لٹریچر میں عالمی تبلیغ، وقف زندگی اور جامعہ احمدیہ کی بنیادیں بھی رکھی گئیں۔ آج دنیا میں جامعہ احمدیہ کی 14 شاخیں قائم ہیں اور ہزاروں داعیان الی اللہ دلوں کو فتح کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ حضورؑ نے الحکم اور البدر ......باقی صفحہ 49 پر......

جے ہو تیری مرزا!! تیری ہمت کو سلامی

پھر نام کمانے کے جو ارمان جگے ہیں
ایمان سلا کر یہ جو سلطان جگے ہیں

پھر سے کوئی اترا ہے صحیفوں کو اٹھائے
فرعون جو اٹھے ہیں تو ہامان جگے ہیں

صدیوں کے اندھیروں نے جنہیں ڈھانپ رکھا تھا
پھر سے وہی فرمودہ و فرمان جگے ہیں

اے مہدیٔ دوراں!! تیری آواز پہ قرباں
برسوں کے یہ سوئے ہوئے انسان جگے ہیں

جے ہو تیری مرزا!! تیری ہمت کو سلامی!!
دشمن کو بتایا کہ قلمدان جگے ہیں

درویش صفت ہیں، مگر ایسا بھی نہیں ہے
خاموش سمندر میں بھی طوفان جگے ہیں

پھر آنکھ نے درشن تری آمد کے کیے ہیں
ہم آنکھ کے لگنے کے بھی دوران جگے ہیں

اے ملتِ احمد!! تیری ناموس کی خاطر
ہم سر پہ کفن باندھ کے ہر آن جگے ہیں

یارب تو فرشتوں کو حفاظت پہ لگا دے!!
عنوان بتاتے ہیں کہ طوفان جگے ہیں

اقوام زمانہ کو فراز!! اپنا بنایا
ہم پر میرے مالک!! تیرے احسان جگے ہیں

('ا، ح فراز')

سلطان القلم

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اسلوب بیان

('اواب سعد حیات')

''ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے۔'' (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 437)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نصیحت کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ

''یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلے میں۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقارِ علی فرمایا۔''

(تذکرہ صفحہ 58)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لیے ''سلطان القلم'' کسی انسان کا بنایا ہوا خطاب نہیں جو کسی خوش اعتقاد مخلص نے اپنے آقا و مرشد کے لیے آپ ہی تجویز کر دیا ہو، چونکہ ہمیشہ سے ہی خدائے قادر مطلق کی طرف سے عطا کردہ خطاب اپنے ہر رنگ اور ہر معنی میں ظاہر و چسپاں ہوا کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں ظاہری، دنیاوی حکومتیں اپنے بعض مصالح کی تکمیل کے لیے اپنی رعایا میں سے بعض اشخاص کو دنیاوی خطابات عطا کیا کرتی ہیں لیکن لازمی نہیں ہوتا کہ حکومت و بادشاہ وقت کسی شخص کو ''خان بہادر'' کا خطاب دے کر اس میں کماحقہ بہادری کا وصف بھی ڈال سکے لیکن خدا تعالیٰ جس کو نبی کہتا ہے، اس کی نبوت کے کمالات ساری دنیا پر ظاہر کر کے ہی دم لیتا ہے، جس کو سلطان القلم کہتا ہے اس کے سامنے اہل دنیا کو قلم توڑنے ہی پڑتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے اسی بنا پر تو فرمایا ہے کہ

''یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا بلکہ مردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آبِ حیات خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے بے شک جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہو جائے گا۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا''۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 334 تا 335)

اسی مفہوم کو کھولتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1931ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزہ ''سلطان القلم'' کے تعلق میں فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے وجود سے دنیا میں جو بہت سی برکات ظاہر ہوئی ہیں ان میں سے ایک بڑی برکت آپ کا طرز تحریر بھی ہے۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے الفاظ جو ان کے حواریوں نے جمع کیے ہیں یا کسی وقت جمع ہوئے ان سے آپ کا خاص طرز انشاء ظاہر ہوتا ہے اور بڑے بڑے ماہرین تحریر اس کی نقل کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز تحریر بھی بالکل جداگانہ ہے۔ اور اس کے اندر اس قسم کی روانی، زور اور سلاست پائی جاتی ہے کہ باوجود سادہ الفاظ کے، باوجود اس کے کہ وہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے جن سے عام طور پر دنیا ناواقف نہیں ہوتی اور باوجود اس کے کہ انبیاء کا کام مبالغہ، جھوٹ اور نمائشی آرائش سے خالی ہوتا ہے اس کے اندر ایک ایسا جذب اور کشش پائی جاتی ہے کہ جوں جوں انسان اسے پڑھتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے الفاظ سے بجلی کی تاریں نکل نکل کر جسم کے گرد لپٹتی جا رہی ہیں۔ اور جس طرح جب ایک زمیندار گھاس والی زمین پر ہل چلانے کے بعد سہاگہ پھیرتا ہے تو سہاگہ کے ارد گرد گھاس لپٹتا جاتا ہے اسی طرح معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر انسانوں کے قلوب کو اپنے ساتھ لپیٹتی جا رہی ہے۔ اور یہ انتہاء درجہ کی ناشکری اور بے قدری ہو گی اگر ہم اس عظیم الشان طرز تحریر کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے طرز تحریر کو اس کے مطابق نہ بنائیں۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ ''میں تو عام طور پر دیکھتا ہوں کہ دانستہ یا نادانستہ طور پر دنیا اس طرز تحریر کو قبول کرتی جا رہی ہے جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اردو میں کتب لکھنی شروع کیں اس وقت تحریر کا رنگ ایسا تھا کہ آج اسے پڑھنا اور برداشت کرنا سخت مشکل ہے۔ مگر آہستہ آہستہ زمانے کی تحریر بھی اسی رنگ میں ڈھل گئی۔ جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ڈھالا... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر پُرزور ہونے کے باوجود سنجیدگی اور وقار سے باہر نہیں جاتی۔ پرانے زمانے میں آپ نے دوسروں کے اشعار بھی نقل کئے ہیں مگر ایسے برجستہ کہ شوخی کا نام نہیں بلکہ درد اور سوز کو قائم رکھا... پہلا مضمون جو میں نے تشحیذ میں لکھا وہ لکھنے سے قبل میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کو پڑھا تا اس رنگ میں لکھ سکوں... اور میرا تجربہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری تحریر میں ایسی برکت پیدا ہوئی کہ ادیبوں سے بھی میرا مقابلہ ہوا... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر اپنے اندر ایسا جذب رکھتی ہے کہ اس کی نقل کرنے والے کی تحریر میں بھی دوسرے سے بہت زیادہ زور اور کشش پیدا ہو جاتی ہے ... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں دلائل کے ساتھ درد اور سوز پایا جاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا پانی ہے جس میں ہلکی سی شیرینی ملی ہوئی ہے وہ بے شک شربت نہیں لیکن ہم اسے عام پانی بھی نہیں کہہ سکتے۔ وہ پانی کی تمام خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے مگر دوسری طرف پانی سے زائد خوبیاں بھی اس کے اندر موجود ہیں... حضرت



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متبرک دوات

مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کی روانی کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑوں پر برسا ہوا پانی بہتا ہے بظاہر اس کا کوئی رخ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ خود اپنا رخ بناتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں میں الٰہی جلال ہے اور وہ تصنع سے بالا ہے جس طرح پہاڑوں کے قدرتی مناظر ان تصویروں سے کہیں زیادہ دلفریب ہوتے ہیں جو انسان سالہا سال کی محنت سے تیار کر کے میوزیم میں رکھتا ہے، اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت بھی سب سے فائق ہے...''

(الفضل 16 جولائی 1931ء خطبات محمود جلد 13 صفحہ 217)

اب اگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا مختصر جائزہ لیا جائے تو سامنے آتا ہے کہ آپ کا زمانہ تصنیف قریباً 35 سال پر محیط ہے جو 1875ء سے شروع ہو کر 1908ء تک مسلسل جاری رہتا ہے، جس میں آپ نے 80 سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے بعض خاصی ضخیم ہیں، آپ نے 22 کتب عربی زبان میں تحریر فرمائیں۔ ان عربی کتب کے کل صفحات 2200 سے زیادہ ہیں، اور ان میں موجود عربی قصائد کے کل اشعار کی تعداد 3500 سے زیادہ ہے۔ اسی طرح آپ کی فارسی تصنیفات کی تعداد بھی ایک درجن کے لگ بھگ ہے۔ یاد رہے کہ برصغیر میں اردو ادب کے طلباء کو سرسید احمد، مولوی ذکاء اللہ، شبلی، حالی اور نذیر احمد وغیرہ کے ادبی کمالات کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کروایا جاتا ہے لیکن اختلاف عقیدہ کی بنا پر سلطان القلم کے زندگی بخش چشمہ کی سیر سے محروم رکھا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ مقابلہ کے جوش میں ان مقدم الذکر ادیب لوگوں کا اپنے چند خطوط اور مطبوعہ ادبی مضامین میں قلم کی جولانیاں دکھانا الگ ہے اور ایک مقدس فرض اور آفاقی مشن کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ادب کی بلندیوں کو قائم رکھنا بالکل الگ بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ کتب صرف اردو تک محدود نہیں بلکہ اردو، عربی اور فارسی میں ہیں جو ملک ہندوستان کی علمی اور مذہبی زبانیں تھیں۔ آپ کی کتب بار بار چھپتی تھیں اور چھپتی رہیں گی، اور ان کے دنیا بھر کی زبانوں میں تراجم کا سلسلہ بھی جاری ہے، لیکن یہ کتب بعینہٖ اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح لکھی گئی تھیں، ان کتب کی عبارتیں ستیارتھ پرکاش کی طرح ہر نئے ایڈیشن میں تنقید اور اعتراضات کی آندھی کے سامنے قلم زد نہیں کر دی جاتیں یوں نہ تو یہ کتب مسیح موعود ترمیم و تنسیخ کی مشکلات کا شکار ہوتی ہیں اور نہ ہی یہ بائبل وغیرہ کی طرح بقاء کی خاطر تحریف و تبدل کی مرہون ہیں۔ آپ کی یہ تحریرات مجلس، خلوت، جلوت، دن رات، سفر و حضر، تندرستی و بیماری غرض ہر حالت میں سامنے آتی رہیں۔ الغرض ایک بے تکلفی اور روانی تھی، روانی کا یہ عالم تھا کہ پریس والے اور کاتب پیچھے رہ جاتے تھے مگر آپ کی تحریر دونوں سے آگے نکل جاتی تھی، آپ قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے، یہ نہیں کہ بار بار تصحیح اور کانٹ چھانٹ ہو رہی ہے۔ اگر کبھی کچھ کاٹنا ہوتا تو پہلی دفعہ ہی تصنیف کے وقت قلم زد کر دیا کرتے تھے مگر وہ بھی شاذ کے طور پر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی تحریروں میں لفاظی نہیں بلکہ حضورؑ کی تمام تصانیف میں ٹھوس علمی حقائق اور گہرے معارف ہیں،

اور آئندہ کی خبریں ہیں۔ گویا جملوں کے جیلے آسمانی علوم کے چشمے بن کر بہ رہے ہوں۔ آپ ایک خاص اسلوب نگارش کے مالک تھے، اور آپ کی تحریر میں وقار، متانت، سنجیدگی اور پاکیزگی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ بایں ہمہ اس میں روانی، سلاست اور سادگی بھی موجود ہے۔ عقلی باتوں اور عجیب در عجیب علمی دلائل سے سب تصانیف مدلل ہیں۔ مثلاً ذات باری تعالیٰ کے متعلق اور منفرد فونٹ کے الفاظ کا استعمال اور بحث۔ عقل کے ساتھ الہام کی ضرورت۔ یا وحی الٰہی اور عقل انسانی کا لائیفک جوڑ جیسے روشنی اور آنکھ کا تعلق ہوتا ہے۔ یا جسمانیات سے روحانیات کی طرف دلائل اور استنباط۔ اسی طرح لغات سے عمیق در عمیق معانی کا استنباط۔ مثلاً کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے معانی اور لفظ لعنۃ سے عیسائیت کے بنیادی عقائد کا رد۔ استعارات کی حقیقت۔ عربی زبان کا ام الالسنہ ثابت کرنا۔ سچے مذہب کی آسان شناخت کی ترکیبیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصنیف کردہ یہ تمام موضوعات وقتی اور فروعی نہ تھے بلکہ دائمی نوعیت اور افادیت کے میدان تھے جن کو آپؑ نے کمال مہارت اور حکمت سے سرفرمایا۔ آپؑ کی تحریر کا اسلوب بتاتا ہے کہ کسی بھی مذہب اور فرقے سے مقابلہ کے وقت آپ نے فروعی بحثوں میں پڑنے کی بجائے ہر مسئلہ اور اختلاف کو جڑ سے پکڑا اور دلائل و استنباط کے حوالے سے اتمام حجت فرمائی۔ ایسا معلوم پڑتا ہے کہ آپؑ کا مقام ایک نہایت موزوں، نہروں کے درمیان، ایک زندگی بخش، میووں اور پھلوں سے لدے باغ کے قائم کرنے والے شخص کا تھا، آپ مکھی اور مچھر سے مقابلوں میں اپنی عمر رواں خرچ کرنے والے لوگوں میں سے نہ تھے۔ آپ نے اپنی تحریرات میں مذاہب و فرق کے میدان کارزار میں عقل و نقل کی کسوٹی پر چمکنے والا اعلان عام فرمایا کہ جو کتاب بھی الہامی ہونے اور من جانب اللہ ہونے کی دعویدار ہو، اسے چاہیے کہ اپنا دعویٰ بھی خود پیش کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہی وہ مضبوط بُرج تھے، اور آپ کے پیش کردہ ثقہ اصول و دلائل جن سے مقابل دشمن عاجز آ کر جان کے دشمن بنتے گئے اور جن کو سمجھ آتی جاتی تھی وہ ہر ہر فقرے پر داد دینے لگ جاتے تھے۔

آپ کے دشمن نے بھی آپ کے اسلوب تحریر کو محسوس کیا اور اظہار کیا مثلاً اخبار وکیل امرتسر نے آپؑ کی وفات پر لکھا کہ

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا، اور زبان جادو۔ ... جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں ... مرزا صاحب کا لٹریچر ... قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے ...''

(بحوالہ بدر قادیان۔ 18/ جون 1908ء جلد 7 نمبر 24 صفحہ 2 کالم 1)

پھر مرزا حیرت دہلوی نے کرزن گزٹ کے یکم جون 1908ء کے شمارہ میں لکھا کہ

''اس کے قلم میں اتنی قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ایک پُر جذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا ہے اور جب وہ لکھنے بیٹھتا ہے تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے ... واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔''

اسی طرح سخت عداوت کے زمانہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے یکم جنوری 1893ء کو ایک خط سخت غیظ و غضب کا بھرا ہوا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا اس کا ایک ٹکڑا ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ معاند مولوی بھی تسلیم کرتا ہے کہ آپ کے پاس جو چیز موثر ہے وہ زبان کی چالاکی اور فقرہ بندی ہے۔ یہ الفاظ گو عداوتاً اور جوش عناد میں لکھے گئے ہیں مگر اس میں بھی دشمن کا ایک مخفی اقرار موجود ہے کہ آپ کی تحریر و تقریر آپ کی کامیابی کا اصلی ہتھیار ہیں۔

''میرے خیال میں آپ کو مسمریزم وغیرہ میں دخل نہیں۔ اور آپ کے پاس جو ہتھیار اور دام تزویر ہے وہ صرف زبان کی چالاکی اور فقرہ بندی ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 316)

آپؑ کی تحریرات کا مطالعہ دکھاتا ہے کہ آپ کی غیر زبانوں پر دسترس بھی عند الضرورت کھل کر سامنے آتی ہے، اور اردو زبان کو امر کرنے میں آپؑ کی مذہبی تحریرات کا حصہ سب سے زیادہ ہے، آپؑ کی تحریرات ہر درجے کی قابلیت رکھنے والوں کے لیے موجود ہیں، ادنیٰ فہم سے اعلیٰ فہم تک سب کے لیے آپ کی تحریریں مفید ہیں۔ یہ نہیں کہ تحریر کا پایہ ایسا مشکل ہو کہ عوام ہی نہ سمجھ سکیں یا ایسا متبذل ہو کہ اعلیٰ لوگ ناپسند کریں بلکہ ہر فہم اور استعداد کے لیے ان میں پورا مصالحہ موجود ہے اور یہ کتب ہر طبقہ میں مقبول ہیں۔ الغرض آپ نے پرخلوص جذبات و خیالات کا اظہار نہایت نہایت پاک اور صاف زبان میں فرمایا ہے، جن کے ہر ہر لفظ سے مقصد عیاں اور مدعا ظاہر ہے۔

آپؑ کی ایک کتاب یا ایک باب میں ضمنی طور پر بیسیوں مضامین اور تحقیقات کا دروازہ کھلتا ہے اور استنباط ہوتا چلا جاتا ہے مثلاً وفات مسیح پر لکھنے لگتے ہیں تو بظاہر موضوع سے بعید بحثیں اور علوم کی شاخیں پھوٹتی چلی جاتی ہیں۔ گویا جس جگہ دشمن کو اعتراض پیدا ہوتا ہے، شبہ اٹھتا ہے، حضور علیہ السلام وہاں ممکنہ اعتراض کا جواب بھی ساتھ ساتھ شامل تحریر فرماتے جاتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو نئے مضامین اور نئے دلائل کے لحاظ سے پرکھیں تو نظر آتا ہے کہ یہ صرف تالیفات نہیں بلکہ تصنیفات ہیں یعنی پہلے لوگوں کے لکھے ہوئے مضامین یا ان کی کتابوں سے اخذ کیے ہوئے مضامین نہیں جو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر بیان کر دیے بلکہ حضورؑ کی تصنیفات ایک نئی چیز ہیں جو نئے علوم، نئے دلائل، نئے حقائق اور نئے مضامین سے مملو ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات جو جماعت احمدیہ عالمگیر کے لیے درجہ تقدس پر فائز ہیں کیونکہ یہ عام معمولی انسانی تصنیفات نہیں بلکہ ان کتب سے ہی جماعت کے عقائد، ایمانیات اور سب جھگڑے اور اختلافات سے فیصلہ پاتے ہیں، سو ان کتب کا عرصہ تصنیف کوئی دہائیوں پر محیط ہے، مگر سلطان القلم اوّل تا آخر قلم کا شاہسوار ہی رہا۔ نہ انحطاط عمر اس کے زور قلم کو کم کر سکا نہ کوئی اور سبب۔ باوجود بڑھاپے اور امراض کے آخری تصنیف تک زور قلم، قوت و بلند پروازی، فصاحت و بلاغت اور جوش و خروش اور روانی کلام آپ کی پہلی تصنیف کے عین بین رہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تحریر کے میدان میں ایک بحر ذخار ہے جو جوش مار رہا ہے۔ یا ایک سمندر ہے جو تلاطم میں ہے، غرض فوت ہونے تک قلم سلطان کے ہاتھ میں ہی رہا۔

چونکہ اپنی نظم و نثر میں، اردو، عربی اور فارسی میں، اپنی تحریر و تقریر میں آپ خدا سے تائید یافتہ قلم کار تھے، نہ کسی انسان کے شاگرد یا خوشہ چین۔ اس لیے آپ کا طرز تحریر تمام متقدمین سے جدا ہے، نہ لچھے دار عبارتیں ہیں، نہ لفاظی و فضول تک بندی، اور بے معنی لغویات اور طول کلامی جس پر متقدمین کو تو فخر تھا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو جہاں جہاں عربی میں عرب اور عجم کے علماء کے مقابلہ میں زبان دانی اور لغت میں اپنے علم کے اظہار کا موقع آیا تو وہاں چونکہ میدان خاص مقابلہ تھا اور مقابلہ اور امتیاز مطلوب تھا، وہاں آپ نے اس رنگ کی تحریر پیش فرمائی ہے کہ سب مقابل علماء دنگ اور عاجز رہ گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؑ نے اپنی تحریرات میں اس بات کے واضح اشارے چھوڑے ہیں کہ کسی ایک انسان کے لیے اپنی ذاتی جدّ و جہد اور کوشش سے ان تمام امور کا سیکھنا اور پھر انہیں سیاقِ عبارت میں برمحل استعمال کرنا بغیر خدائی عنایت کے ممکن نہیں ہے۔ اس بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارفِ حقائقِ قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی اس کو کلام الٰہی کا خادم بنایا جائے۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 437)

مزید برآں مخالفین اور حضور علیہ السلام کے اسلوب میں نمایاں فرق یہ ہے کہ حریری وغیرہ نے تو معانی کو الفاظ کا تابع کیا یعنی الفاظ کی بناوٹ کا خیال رکھا تا جملوں کا وزن اور ردھم قائم رہے اور سجع بنی رہے خواہ الفاظ کی رعایت رکھتے رکھتے وہ معنی جو اس کے ذہن میں ہے کیسا ہی قبیح یا فرسودہ ہو جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ایک معین معنے کو تبدیل کیے بغیر مسجع مقفیٰ الفاظ کی لڑی میں پرونے سے قاصر تھا بلکہ الفاظ کی لڑی اور ترتیب کو قائم رکھنے کی خاطر اس نے معنے اور مغز کا ستیاناس کر دیا۔ یوں حریری جیسوں کی کتب اور عبارات ظاہری الفاظ کی بناوٹ کے اعتبار سے تو ادبی رنگ ضرور رکھتی ہیں لیکن معنے کے حساب سے نہایت فرسودہ ہیں۔ اس کے بالمقابل حضور علیہ السلام نے اعلیٰ ادبی عبارات اور مسجع ومقفیٰ تحریرات میں اعلیٰ درجے کے مفاہیم اور معارف کو پرو دیا ہے جس نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا۔ حضور علیہ السلام نے نہ صرف اس فرق کو خود بیان فرمایا بلکہ اس کے بالمقابل اپنے دعویٰ کو بھی نمایاں طور پر پیش کیا۔ فرمایا:

''مقامات حریری بڑی عزّت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے حالانکہ وہ کسی دینی یا علمی خدمت کے لئے کام نہیں آ سکتی کیونکہ حریری اس بات پر قادر نہیں ہو سکا کہ کسی سچے اور واقعی قصہ یا معارف اور حقائق کے اسرار کو بلیغ فصیح عبارت میں قلمبند کرکے یہ ثابت کرتا کہ وہ الفاظ کو معانی کا تابع کر سکتا ہے۔ بلکہ اُس نے اوّل سے آخر تک معانی کو الفاظ کا تابع کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ وہ ہرگز اس بات پر قادر نہ تھا کہ واقعہ صحیحہ کا نقشہ عربی فصیح بلیغ میں لکھ سکے۔ لہٰذا ایسا شخص جس کو معانی سے غرض ہے اور معارف حقائق کا بیان کرنا اُس کا مقصد ہے وہ حریری کی جمع کردہ ہڈیوں سے کوئی مغز حاصل نہیں کرسکتا۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 433)

پس سوائے خاص مقابلہ زبان اور لغت دانی کے جہاں جہاں جو کچھ بھی تصنیف فرمایا ہے وہاں تمام تحریر نیچرل، سادہ اور صاف، زود فہم اور موثر ہے۔ جو سچے جوش اور خیر خواہی مخلوق کے چشمہ سے نکلی ہوئی ہے اور کسی جگہ کوئی تصنع اور عبارت آرائی مقصود نظر نہیں آتی۔

یہاں آپ کی زندہ جاوید طرز نگارش میں سے بطور نمونہ چند مثالیں پیش ہیں جو ''مشتے نمونہ از خروارے'' بھی ہیں اور ''مشک آں است کہ خود ببوید نہ آں کہ عطار بگوید'' کی عکاس بھی۔ اور آپ کی پاکیزہ تحریرات کی یہ عملی تصویر ان لوگوں کے لیے بھی جواب ہیں جو بغض و عناد میں اندھے ہو کر عوام کالانعام کو گمراہ کرنے کے لیے آپ علیہ السلام کی تحریرات کو نعوذ باللہ ''تعفن و بدبو''، ''فحش نگاری اور عریانی'' ''بدزبانی اور پھکڑبازی'' سے مطعون کرتے ہیں۔

آپؑ نے ایک دفعہ فرمایا:

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج، جس کا نام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔ جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہ مل سکتی تھی''

(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12 صفحہ 82)

''ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی ہے اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اُسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسی کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119)

''اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیاء تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے بسنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے، مکروہ کام کئے گئے۔ اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں، پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور

لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

’’خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی لذات کو چھوڑ کر اپنی عزت کو چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اٹھالوگے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307)

’’خدا نے ... اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے آسمان پر رمضان میں خسوف کسوف کیا اور نیر النہار اور نیر اللیل میرے لئے گواہ بنا کر دو نشان ظاہر فرمائے...بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو...باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو... نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا... گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو... ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی...اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا...غیر قوموں کی تقلید مت کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی...خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے...جو دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کی رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے... جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے... آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر مصطفیٰ ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو... یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے... وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا۔ تیز قدم اٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19 صفحہ 8 تا 26)

’’غرض ایک عقلمند اور منصف مزاج آدمی کے نزدیک اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ خدا کی کتاب کا فرض یہی ہے کہ وہ خدا کے ساتھ ملا دے اور خدا کی ہستی کے بارے میں یقین کے درجے تک پہنچا دے اور خدا کی عظمت اور ہیبت کو دل میں بٹھا کر گناہ کے ارتکاب سے روک دے ورنہ ہم ایسی کتاب کو کیا کریں جو نہ دل کا گند دور کر سکتی ہے اور نہ ایسی پاک اور کامل معرفت بخش سکتی ہے جو گناہ سے نفرت کرنے کا موجب ہو سکے۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23، صفحہ 306)

’’اے لوگو! تم یقیناً سمجھو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں۔ تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افتراء کے ساتھ ہو...‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 50)

’’اے ہم وطنو! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اس کا سورج اور چاند اور کئی ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں۔ دوسری خدمات بجا لا رہے ہیں ... پس یہ اخلاق ربانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں۔ اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔ دوستو! یقیناً سمجھو کہ اگر ہم دونوں قوموں میں سے کوئی قوم خدا کے اخلاق کی عزت نہیں کرے گی اور اس کے پاک خلقوں کے خلاف اپنا چال چلن بنائے گی۔ تو وہ قوم جلد ہلاک ہو جائے گی اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی ذریت کو بھی تباہی میں ڈالے گی جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقاء کے لئے ایک آب حیات ہے۔ اور انسانوں کی جسمانی اور روحانی زندگی اس امر سے وابستہ ہے کہ وہ خدا کے تمام مقدس اخلاق کی پیروی کریں جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23، صفحہ 439 تا 440)

خدا مغفرت کرے جس نے آپ کی شان میں کہا ہے کہ

حسن و جمالِ یوسفی، شانِ جلالِ موسوی
نفحِ مسیح ناصری، خلق و شیم محمدی
ملہم و نیز منطقی، عاشق و نیز فلسفی
رنگ کمال ہر نبی، سحر قلم ادا نئی

(استفادہ از مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ۔ مولانا جلال الدین شمس صاحب، پروفیسر محبوب عالم خالد صاحب بی اے آنرز۔ ایم اے (پنجاب) ایم اے (ناگپور)، خورشید احمد صاحب لاہور، محترم مولانا محمد طاہر ندیم صاحب عربی ڈیسک لندن، مطبوعہ اخبار الفضل، قادیان، ربوہ و لندن)

☆...☆...☆

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

(پروفیسر نصیر احمد حبیب۔ لندن)

تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

انیسویں صدی میں دجّالی فتنوں کا طوفان اس قدر تند و تیز تھا کہ دامان خیال یار چھوٹا جا رہا تھا خصوصاً 1857ء کے ہنگامے کے بعد سرسید لکھتے ہیں کہ اس غم نے مجھے بوڑھا کر دیا اور سوچا کہ یہاں سے ہجرت کر جاؤں۔

مسلمانوں کے لیے کوئی امید کی کرن نظر نہیں آتی تھی۔ مغرب کے سیاسی اور فکری غلبہ کا یہ عالم تھا کہ بقول غالب کعبہ میرے پیچھے ہے اور کلیسا میرے آگے سرسید کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین کے معاملات میں ہمارے مطاع ہیں لیکن دنیا کے معاملات میں نہیں۔ اور حیرت یہ ہے کہ علمائے کرام کے سامنے بھی اس جگرسوز اور جاں گداز صورت حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ نہیں تھا۔

چنانچہ مفتی محمود صاحب نقش حیات کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

’’عام لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ ہر حالت میں برا اور حرام ہے حالانکہ جھوٹ بعض اوقات فرض اور واجب ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے 1857ء میں سب کچھ کیا مگر جب انگریز حکام نے پوچھا تو سب انکار کر کے چلے آئے۔‘‘

(نقش حیات جلد دوم صفحہ 205)

آج سے چودہ سو سال قبل دانائے سبل ختم الرسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ صدی جس میں میں ہوں بڑی خیر و برکت کی بھری ہوئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسری صدی بھی خیر و برکت والی ہوگی اور پھر تیسری صدی پر بھی اس کا اثر پڑے گا پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَفْشُوْا الْکَذِبُ۔ حالانکہ قرآن پاک موجود تھا۔ تعامل اور حدیث ان میں تھی لیکن کوئی مزّکی نہیں رہا تھا لہٰذا ہر قوم میں سرایت کر گیا۔ آج بھی جس کا رونا لوگ رو رہے ہیں۔ وہ کسی نے خوب کہا ہے کہ

جو باتیں پی گیا تھا میں وہ باتیں کھا گئیں مجھے

اسی کا ہی شاخسانہ ہے کہ مسلم دنیا میں کرپشن کا مسئلہ سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ علماء کا یہ حال تھا اور مسلمانوں میں جو طبقہ مغربی تعلیم سے آراستہ تھا اس کے بھی آئیڈیل بدل گئے تھے۔ وہ بھی آہستہ آہستہ آستانِ یار سے اٹھ رہا تھا۔ چنانچہ پاکستان کے ایک سابق وزیر اعظم اپنی بیٹی کو لکھتے ہیں:

‘‘You have all the books you need. Read about Napoleon Bonaparte. The most complete man of modern History’’

(Daughter of the East page 37)

یہ وہ اثر تھا جو کہ سرسید احمد خان کے خیالات کے نتیجے میں مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کے خیالات پر پڑا۔

’’جو زہر پی چکا ہوں تمہی نے مجھے دیا‘‘

نپولین تو دنیا کے معاملات میں بھی میرے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پا بھی نہیں۔ جب واٹرلو کے میدان میں اس کی فوجیں بھاگ رہی تھیں اور نپولین یہ سوچ رہا تھا کہ اپنے آپ کو جرمنوں کے حوالے کروں یا انگریزوں کے۔ اور اسی طرح کا معاملہ جب غزوہ حنین میں پیش آیا تیروں کی بوچھاڑ میں مکے کے نومسلم بھاگ کھڑے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے اور فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اس وحشت ناک ماحول میں جب آنحضرت ﷺ کی صدا بلند ہوئی تو آپؐ کے جانثار صحابہ آپؐ کے روحانی حسن کی کشش سے اپنی بھاگتی ہوئی اونٹنیوں کی گردنیں کاٹتے ہوئے واپس پلٹے اور دشمن کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

اگر خواہی دلیل عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

چنانچہ یہ وہ عشق رسولؐ تھا جسے دلوں میں جاگزیں کرنے کے لیے حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے۔ اور اس تناظر میں جب علماء جھوٹ بول کر چلے آ رہے تھے اور مغربی تعلیم سے متاثر طبقہ مغرب کی دریوزہ گری کر رہا تھا آپؑ نے آواز حق بلند کیا کہ

’’تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13 تا 14)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت، بیعت اولیٰ کا تاریخی پس منظر اور شرائط بیعت

(محمد نور الدین ناصر۔ مربی سلسلہ قادیان)

12/ جنوری 1889ء کو حضرت مصلح موعودؓ پیدا ہوئے۔ اسی روز حضرت مسیح موعودؑ نے دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں جو جماعت میں داخلہ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں



انبیاء کی بعثت ایسے وقت میں ہوا کرتی ہے جب کفر و ضلالت اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ اور زمانہ بالطبع مصلح کا متقاضی ہوتا ہے۔ مصلح ربانی کی بعثت رحمت باراں بن کر روحانی خشکی کو تری میں بدلنے کا باعث بنتی ہے۔ اور ہر طرف سرسبزی و شادابی کا پُر کیف منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جب زمانہ آپ کا متقاضی اور منتظر تھا۔ اسلام دشمن کے نرغے میں گھرا ہوا تھا۔ عیسائیت کی یلغار کی تاب نہ لا کر نہ صرف سادہ لوح مسلمان عیسائیت کے دجل و فریب کا شکار ہو رہے تھے بلکہ مولوی اور وہ بھی شاہی مولوی کا لقب پانے والے پادری بن رہے تھے۔ اندرونی طور پر بھی اسلام کئی آفات اور مصائب کا شکار تھا طرح طرح کے غلط اور فاسد عقائد اسلامی عقائد میں راہ پا گئے تھے۔ اور بنیادی اور حقیقی عقائد اسلامی سے کوسوں دور جا پڑے تھے۔ بقول شاعر:

یارب یہ کیسے مسلماں ہیں جو دین کی عظمت بھول گئے
کلمہ تو زبانی یاد رہا کلمہ کی حقیقت بھول گئے

اس کس مپرسی کی حالت میں رحمت خداوندی نے جوش مارا اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو اسلام کی ڈولتی ہوئی کشتی کو ساحل عافیت سے ہمکنار کرنے کے لیے منتخب کیا۔ نسل فارس کے اس بطل جلیل کے سامنے صلیب کی چمکار ماند پڑ گئی۔ اور خانہ کعبہ پر صلیبی جھنڈا گاڑنے کے عزائم خاک میں مل گئے۔ اور سارے ہندوستان کو عیسائیت کی جھولی میں ڈالنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا آپ خود فرماتے ہیں:

''میں درحقیقت وہی مسیح موعود ہوں جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے اور جس کو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام حکم اور عدل اور امام اور خلیفۃ اللہ رکھا ہے...''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 328)

نیز فرمایا:

''وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہوگئی ہے اُس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں اُن کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دُعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔''

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180)

حضرت مسیح موعودؑ کی اسلام کے تئیں بے پناہ محبت اور اعلائے کلمہ اسلام کی سر بلندی کے لیے آپ کی شب و روز کی مساعی کو دیکھتے ہوئے اہل ایمان کچھ یوں پکار اٹھے:

ہم مریضوں کی ہے تم ہی پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

لیکن آپؑ کی طبیعت میں القاب و خطاب کی چاہت نہیں تھی اور طبعاً خلوت نشینی کو پسند کرتے تھے۔ بیعت لینے کے بارے میں جب آپ سے استفسار کیا جاتا تو آپ یہی جواب دیتے کہ لَسْتُ بِمَامُوْرٍ کہ میں مامور نہیں ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو کنج عزلت سے نکالا اور رفعت اور شہرت کی بلندیوں تک پہنچایا۔

آپؑ نے 23/ مارچ 1889 کو ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی جو آج 132/ سال بعد بھی خلافت حقہ اسلامیہ کی قیادت میں ترقیات کی نئی سے نئی منازل طے کر رہی ہے اور دنیا کے سامنے حقیقی اسلامی تعلیم کی علم بردار کے طور پر اپنا عظیم الشان کردار ادا کر رہی ہے۔

1888ء وہ سال ہے جب حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت لینے کا حکم ہوا۔ ایک طرف 4/ فروری 1888ء کو بشیر اول کی وفات کے نتیجہ میں مخالفین نے پیشگوئی پسر موعود کے تناظر میں ہنسی ٹھٹھا کیا اور طوفان بدتمیزی برپا کر دیا تو دوسری طرف حضرت اقدسؑ نے اس وقت اعلان بیعت کے لیے موزوں ترین وقت سمجھا تا کہ جو لوگ سلسلہ میں آئیں وہ پاک طینت اور طیب صفات ہوں۔ چنانچہ آپ نے یکم دسمبر 1888ء کو ایک اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ذریعہ سے بیعت لینے کا اعلان عام ان الفاظ میں فرمایا:

''میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہیں کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان طیار ہوں گے۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے:

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ''

(اشتہار یکم دسمبر 1888ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 188)

12/ جنوری 1889ء کو حضرت مصلح موعودؓ پیدا ہوئے۔ اسی روز حضرت مسیح موعودؑ نے دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں جو جماعت میں داخلہ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، اس اشتہار کے بعد حضرت اقدسؑ قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے اور حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلہ جدید میں فروکش ہوئے۔ یہاں سے آپؑ نے 4/ مارچ 1889ء کو ایک اشتہار میں بیعت کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:

''یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے... خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ

کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو ونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اُس ربّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 196 تا 198)

اسی اشتہار میں آپ نے ہدایت فرمائی کہ بیعت کرنے والے اصحاب 20/ مارچ کے بعد لدھیانہ پہنچ جائیں۔

حضرت منشی عبد اللہ صاحب سنوریؓ کی روایت کے مطابق 20/ رجب 1306ھ مطابق 23/ مارچ 1889ء کو حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقعہ محلہ جدید میں بیعت کا آغاز ہوا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لیے ایک رجسٹر تیار ہوا۔ جس کی پیشانی پر لکھا گیا۔ ’’بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت۔‘‘

حضرت اقدسؑ بیعت لینے کے لیے مکان کی ایک کچی کوٹھڑی میں (جو کہ بعد میں دار البیعت کے مقدس نام سے موسوم ہوئی) بیٹھ گئے اور دروازے پر حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کو مقرر فرمایا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرے میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کو بلوایا۔ حضرت اقدس نے آپؓ کا ہاتھ کلائی پر زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ اس طرح پہلے دن چالیس احباب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

مردوں کی بیعت کے بعد حضورؑ گھر تشریف لائے تو بعض عورتوں نے بھی بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کی اہلیہ اور حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کی بیٹی صغریٰ بیگم صاحبہؓ نے بیعت کی۔ حضرت اماں جان ابتدا سے ہی حضرت اقدسؑ کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتی تھیں اور شروع سے ہی اپنے آپ کو بیعت میں سمجھتی تھیں اس لیے آپ نے الگ سے بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بیعت اولیٰ کے بعد سب احباب کو کھانا کھلایا گیا اور حضور نے بھی کھانا نوش فرمایا۔ جس کے بعد نماز ہوئی۔

دس شرائط بیعت

اب خاکسار اپنے مضمون کے آخری حصے کی طرف آتے ہوئے دس شرائط بیعت بیان کرتا ہے۔ بیعت کو ان عشرہ کاملہ سے اس لیے مقید کیا گیا ہے تا نیک طینت اور پاکباز لوگ ہی اس جماعت کا حصہ بنیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا بنیادی مقصد ایک پاک جماعت کا قیام تھا جو کہ صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والی ہو۔ تبھی آپؑ نے اپنے منظوم کلام میں فرمایا کہ

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

دس شرائط بیعت کچھ اس طرح ہیں:

اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعت ہَوَا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12/ جنوری 1889ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 189 تا 190)

حضرت اقدسؑ نے بیعت لیتے وقت مبائعین کو نصائح سے نوازا اور اس کے بعد بھی بیعت کرنے والوں کو نصائح فرماتے رہے۔ چند ایک نصائح وقت کی رعایت سے پیش خدمت ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہئے کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔‘‘

ہے ارفع اُس کی شان اِس بیان سے

اُٹھی تھی وہ صدا جو قادیان سے
ندائے غیب تھی وہ آسمان سے

کہا، مثیل ہوں مسیح کا مگر
جڑا ہوں مصطفیٰ کے آشیان سے

دیں منکرینِ مہدی و مسیح کو
شہادتیں حدیث اور قُران سے

قلم میں اُس کے سحر تھا چھپا ہوا
تو بولتا خدا کی تھا زبان سے

صلیب اُس نے کسر کی تو دشمناں
بھی اعتراف کر اُٹھے لسان سے

جہاد بالقلم کا وہ امام تھا
قلم مگر تھا تیز تر سنان سے

بتائیے، عدو کدھر کہاں گئے
میں پوچھتا ہوں اب یہ کُل جہان سے

ہُوا کبھی نہ فائز المرام وہ
جدا ہوا جو مہدیٔ زمان سے

وہ جس کے تم دمشق سے ہو منتظر
ظہور کر چکا ہے قادیان سے

اٹھو کہ آفتاب سر پہ آ گیا
ہے عرض اب مری یہ خفتگان سے

وہ آ چکا ہے کیا، خدا سے پوچھ لو
عجب ہے، پوچھتے ہو بندگان سے

جو ڈھونڈنے گیا، خدا ملا اُسے
امامِ وقت کے ہی آستان سے

خوشا نصیب، جن نے اُس کو جان کر
قبول کر لیا ہے قلب و جان سے

خدا کے فضل سے ہی اُس کو پاؤ گے
ملے نہ محض، معرفت گیان سے

میں کیا کروں بیاں جو اُس کی شان ہے
ہے ارفع اُس کی شان اِس بیان سے

میں اُس کے اِک غلام کا غلام ہوں
یہ سب سخن مرا اُسی کی دان سے

(’م م محمود‘)

’’دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپرواکر دے۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔‘‘

’’فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔‘‘ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 343)

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک روح پرور اقتباس سے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

حضور فرماتے ہیں:

’’پس آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے امام وقت کو مانا اور اس کی بیعت میں شامل ہوئے۔ اب خالصتاً للہ آپ نے اس کی ہی اطاعت کرنی ہے، اس کے تمام حکموں کو بجالانا ہے ورنہ پھر خدا تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اطاعت کے اعلیٰ معیار پر قائم فرمائے اور یہ اعلیٰ معیار کس طرح قائم کئے جائیں۔ یہ معیار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کر کے ہی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ ستمبر 2003ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ نومبر 2003ء صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والا بنائے۔ آمین۔

☆...☆...☆

گھریلو زندگی میں مسیح دوراںؑ کے اخلاقِ عالیہ

(قسط اوّل)

(سیدہ منورہ سلطانہ۔ جرمنی)

''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے'' (حضرت مسیح موعودؑ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی امت پر آنے والے جن حالات کی خبر دی ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کے دلوں سے ایمان اٹھ جائے گا اور مسلمان ہونے اور کہلانے کے باوجود نور ایمان سے خالی ہوں گے۔ اس وقت امتی نبی کا نزول ہوگا۔ جو سچا عاشق خدا اور عاشق رسولؐ ہوگا۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان ثریا ستارے پر چلا جائے گا۔ تب اہل فارس میں سے ایک شخص اسے واپس لائے گا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعة)

جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے اس وقت لوگ اسلامی احکامات کو بھول کر بہت ساری بدعات میں مبتلا ہوگئے تھے۔ دوسرے مذاہب خاص طور پر ہندوؤں کی تہذیب کے زیر اثر عورت کا معاشرے میں کوئی مقام اور حیثیت نہیں تھی۔ آپؑ نے اپنے قول اور فعل سے عورت کو اس کا اصل مقام اور مرتبہ دلایا۔ آپؑ احباب جماعت کے سامنے ان کی تربیت اور حقوق کے لیے جو نصائح بیان فرماتے علیحدگی میں اپنی گھریلو زندگی میں بھی اس کا بھرپور اظہار فرماتے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی حیات طیبہ میں پاکیزہ زندگی کے ہر پہلو کی مثالیں اور خوبصورت نمونے موجود ہیں۔ ہم آپؑ کی پاکیزہ سیرت و کردار کا جتنا زیادہ گہرائی سے مطالعہ کریں اتنا ہی آپ علیہ السلام کے بلند اخلاق اور پاکیزہ کردار کے معترف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آپؑ نے پوری زندگی نہایت باریکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے گزاری۔ اور اپنے قول اور فعل سے اس کا اظہار فرمایا۔ زیر نظر مضمون میں آپؑ کے اپنے اہل خانہ کے ساتھ نیک سلوک کا ذکر کیا جائے گا۔

میاں بیوی کے تعلق کا معیار کیا ہونا چاہیے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''چاہئے کہ بیویوں سے خاوندوں کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اُس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ۔ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 418، ایڈیشن 1984ء)

بیوی سے حسن سلوک

عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307)

آپ علیہ السلام نے ایک اور موقع پر فرمایا:

''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔''

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ صفحہ 18)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زندگی بھر اپنے بیان فرمودہ سنہری اقوال کے مطابق عمل کر کے ہمارے لیے بہترین اسوہ قائم فرمایا۔ آپؑ کے اپنے اہل کے ساتھ بے مثال سلوک سے متعلق مروی واقعات میں سے چند ایک بطور تحدیث نعمت پیش ہیں۔

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات پر بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ

''ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔'' حضورؑ بہت دیر تک معاشرت نسواں کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا:

''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ مَیں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا۔ اور مَیں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے، اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد مَیں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307، ایڈیشن 1988ء)

رفیقہ حیات کے ساتھ محبت اور دلداری

آپؑ کی حیات طیبہ کا سب سے نمایاں پہلو آپ کا حسن اخلاق اور طرز معاشرت تھا جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور عکاسی کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان کی شادی ایک الہامی شادی تھی جو اذن الٰہی کے تابع ہوئی۔ اس بارے میں سیرت حضرت اماں جان میں مذکور ہے:

''یہ شادی 1884ء میں ہوئی۔ یہی وہ سال ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ اسلام نے اپنے دعویٰ مجددیت کا اعلان فرمایا تھا اور پھر سارے زمانہ ماموریت میں حضرت اماں جانؓ ... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رفیقہ حیات رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتہا درجہ شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی بے حد دلداری فرماتے تھے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ زبردست احساس تھا کہ یہ شادی خدا کے منشا کے ماتحت ہوئی ہے اور یہ کہ حضور کی زندگی کے مبارک دور کے ساتھ حضرت اماں جانؓ کو مخصوص نسبت ہے چنانچہ بعض اوقات حضرت اماں جان بھی محبت اور ناز کے انداز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کرتی تھیں ''میرے آنے کے ساتھ ہی آپ کی زندگی میں برکتوں کا دور شروع ہوا ہے'' اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسکرا کر فرماتے تھے ''ہاں یہ ٹھیک ہے۔''

(از سیرت و سوانح حضرت اماں جان مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 107)

حضرت اماں جانؓ بیان فرماتی ہیں کہ

''میں پہلے پہل جب دہلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت (مسیح موعودؑ) کو گُڑ والے چاول بہت پسند ہیں۔ میں نے بڑے شوق سے ان کے پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ وہ بالکل راب بن گئے۔ جب دیگچی چولہے سے اُتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہوگئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہوگیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آگئے۔ میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا:

''کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟''

پھر فرمایا:

''نہیں یہ تو بہت مزیدار ہیں۔ میری پسند کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے ہی زیادہ گڑ والے تو مجھے پسند ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں۔''

اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔ حضرت اماں جانؓ فرماتی تھیں کہ ''حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کو اتنی باتیں کیں کہ میرا دل بھی خوش ہوگیا۔''

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ صفحہ 6 تا 7)

حضرت اُمّ المومنین کا احترام: بعض روایات

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اُمّ المومنین سلمہا اللہ تعالیٰ کا اس قدر اکرام و اعزاز کرتے تھے آپ کی خاطر داری اس قدر ملحوظ رکھتے تھے کہ عورتوں میں اس بات کا چرچا رہتا تھا۔ جب میں لاہور میں ملازم تھا۔ 1897ء یا اس کے قریب کا واقعہ ہے لاہور کا ایک معزز خاندان قادیان آیا۔ ان میں سے بعض نے بیعت کی اور سب حسنِ عقیدت کے ساتھ واپس گئے۔ واپسی پر اس خاندان کی ایک بوڑھیا نے ایک مجلس میں یہ ذکر کیا کہ میرزا صاحب اپنی بیوی کی کس قدر خاطر اور خدمت کرتے ہیں۔ اتفاقاً اس مجلس میں ایک پرانے طرز کے صوفی بزرگ بھی بیٹھے تھے۔ وہ فرمانے لگے ہر سالک کا ایک معشوق مجازی بھی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میرزا صاحبؑ کا معشوق ان کی بیوی ہے۔ یہ خیال تو ان صوفی بزرگ کا تھا مگر اصل بات یہ ہے کہ اُمّ المومنینؓ کا احترام ان خوبیوں اور نیکیوں کے سبب سے تھا جو اُن میں پائی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے باعث تھا جو ہمیشہ ان پر ہوتے رہے۔''

آپ علیہ السلام کس طرح حضرت اماں جانؓ کے جذبات کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے ایک روایت لکھی ہے:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندرون خانہ جس دالان میں عموماً سکونت رکھتے تھے، جس کی ایک کھڑکی کوچہ بندی کی طرف کھلتی ہے اور جس میں سے ہو کر بیت الدعا کو جاتے ہیں۔ اس کمرے کی لمبائی کے برابر اس کے آگے جنوبی جانب ایک فراخ صحن ہوا کرتا تھا۔ گرمی کی راتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اہل و عیال سب اس صحن میں سویا کرتے تھے۔ لیکن برسات میں یہ دقت ہوتی کہ اگر رات کو بارش آجائے تو چارپائیاں یا تو دالان کے اندر لے جانی پڑتی تھیں یا نیچے کے کمروں میں۔ اس واسطے حضرت اُمّ المومنین نے یہ تجویز کی کہ اس صحن کے ایک حصہ پر چھت ڈال دی جائے تاکہ برسات کے واسطے چارپائیاں اس کے اندر کی جا سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تبدیلی کے واسطے حکم صادر فرمادیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم کو جب اس تبدیلی کا حال معلوم ہوا تو وہ اس تجویز کی مخالفت کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت مولوی صاحبؓ نے عرض کی کہ ایسا کرنے سے صحن تنگ ہو جائے گا، ہوا نہ آئے گی، صحن کی خوبصورتی جاتی رہے گی وغیرہ وغیرہ۔ دیگر احباب نے بھی مولوی صاحبؓ کی بات کی تائید کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی باتوں کا جواب دیا۔ مگر آخری بات جو حضورؑ نے فرمائی اور جس پر سب خاموش ہوئے وہ یہ تھی کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدوں کے فرزند اس بی بی سے عطا کیے ہیں جو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اس واسطے اس کی خاطر داری ضروری ہے اور ایسے امور میں اس کا کہنا ماننا لازمی ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ اس وفد کی پروا کی نہ ان دلائل کو وزنی قرار دیا بلکہ ان سب چیزوں کے مقابل میں عملی طور پر حضرت اُمّ المومنینؓ کی بات اور منشا کو ترجیح دی۔

ایک دفعہ حضرت اُمّ المومنینؓ نے اس سیڑھی کے بدلنے کی ضرورت محسوس کی جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے مکان کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اسے اس بالا خانہ کے ساتھ رکھنا تھا جس میں مولوی محمد علی صاحب رہتے تھے اور نیچے مولوی سیّد محمد احسن صاحب رہتے تھے۔ مولوی محمد احسن

صاحب نے اس سیڑھی کے وہاں رکھنے کی مخالفت کی کہ میرے حجرہ کو اندھیرا ہو جائے گا۔حضرت اُمُّ المومنین نے حکم دیا کہ سیڑھی وہیں رکھی جائے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ انتظام کر رہے تھے اور ان کو اس کے لیے بڑی جد و جہد کرنی پڑی۔ آخر ان کے مزاج میں گرمی تھی اور جہیر الصوت تھے۔ انہوں نے زور زور سے بولنا شروع کیا کہ یہ سیڑھی یہاں ہی رہے گی۔مولوی محمد احسن صاحب بھی اونچی آواز سے انکار اور تکرار کرتے رہے۔ اتنے میں حضرت صاحبؑ باہر سے تشریف لے آئے۔ اور پوچھا کیا ہے؟ میر صاحبؓ نے کہا کہ مجھ کو اندر سیّدانی (مراد اُمّ المومنین) آرام نہیں لینے دیتی اور باہر سیّد سے پالا پڑ گیا ہے۔ نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ مانتی ہیں میں کیا کروں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا:

’’مولوی صاحب! آپ کیوں جھگڑتے ہیں میر صاحبؓ کو جو حکم دیا گیا ہے ان کو کرنے دیجیے۔ روشنی کا انتظام کر دیا جائے گا۔ آپ کو تکلیف نہیں ہو گی۔‘‘

اس طرح پر حضرت اُمُّ المومنین کی خواہش کو پورا کر دیا گیا۔

الغرض کبھی بھی کوئی ایسا موقع نہیں آیا جس میں حضرت اقدسؑ کی طرف سے حضرت اُمُّ المومنین کی دل شکنی ہوئی ہو۔

پہلی بیوی کے جذبات کا خیال

گو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اپنی پہلی بیوی کے ساتھ طبیعت کے فرق کی وجہ سے اچھے تعلقات نہیں تھے لیکن آپؑ ان کو خرچ باقاعدہ دیتے تھے۔ جب آپؑ نے حضرت اماں جانؓ سے شادی کرلی تو اس وقت بھی ان کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ان سے الگ رہنے کی اجازت لی۔

ان کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں

’’والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا، ہوتا رہا۔ اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس لیے اب اگر دونوں بیویوں میں برابری نہیں رکھوں گا میں گناہ گار ہوں گا۔ اس لیے اب دو باتیں ہیں یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو۔ میں تم کو خرچ دیے جاؤں گا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ ... بس مجھے خرچ ملتا رہے۔ میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 394 مصنف مکرم شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

عائلی زندگی کے حوالے سے دوسروں کی گواہی

کسی شخص کی عائلی زندگی کے حوالے سے اس کے قریبی رشتہ دار ہی بہتر گواہی دے سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برادر نسبتی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور علیہ السلام کو حضرت ام المومنین سے ناراض دیکھا نہ سنا بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک idealجوڑے کی ہونی چاہیے۔‘‘

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم
مرتبہ حضرت شیخ محمود احمد عرفانی و شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 231)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلوک اس زمانہ کے دستور اور ماحول کے اس قدر مخالف تھا کہ بقول حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ اس بات کو اندرون خانہ کی خدمت گار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلف اور تصنع کی زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں بہت عمدہ طرح سے محسوس کرتی ہیں۔ وہ تعجب سے دیکھتی ہیں اور زمانہ اور اپنے اور اپنے گردو پیش کی عام عرف اور برتاؤ کے بالکل برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں اور میں نے بارہا انہیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ’’مرجا بیوی دی گل بڑی مندا ہے‘‘ (یعنی مرزا صاحب اپنی بیوی کی بات بہت مانتے ہیں)

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام
از مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ صفحہ 18)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب کشتی نوح میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے حسن سلوک نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

سکینہ بیگم اہلیہ ماسٹر احمد حسین فرید آبادی نے ماسٹر صاحب سے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضور اپنی مجلس میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کو چاہیے کہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آیا کریں۔ اور عورتوں کو فرمایا کرتے کہ عورتوں کو اپنے گھر کو جنت بنا کر رکھنا چاہیے اور مردوں کے ساتھ کبھی اونچی آواز سے پیش نہیں آنا چاہیے اور میں جب کبھی حضرت صاحب کے گھر آتی تو میں دیکھا کرتی کہ حضور ہمیشہ ام المومنین کو بڑی نرمی کے ساتھ آواز دیتے ’’محمود کی والدہ‘‘ یا کبھی ’’محمود کی اماں! یہ بات اس طرح سے ہے‘‘ اور اپنے نوکروں کے ساتھ بھی نہایت نرمی سے پیش آتے۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ حضور کبھی کسی کے ساتھ سختی سے گفتگو کرتے، ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ بولتے۔

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم
روایت 1576 صفحہ 319 ایڈیشن اگست 2008ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبد الکریم صاحبؓ جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں۔ آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبد الکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔

(سیرت المہدی جلد اول، حصہ اول صفحہ 56)

بیماری کی حالت میں سکون

پھر انسان پہ صحت اور بیماری کا دور بھی آتا ہے۔ بیماری میں چڑ چڑا پن بھی پیدا ہو جاتا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو اس زمانے کی اصلاح کے لیے آنحضرتؐ کی غلامی میں اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔ آپ کا اس زمانے میں کیا رویہ ہوتا تھا۔ اس بارے میں روایت سنیں۔



حضرت مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؑ کو سخت دردِ سر ہو رہا تھا۔ اور میں بھی اندر آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اور پاس حد سے زیادہ شور و غل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی؟ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں اگر یہ چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ جناب کیوں حکم نہیں کرتے۔ فرمایا: آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں۔ میں تو کہہ نہیں سکتا۔ بڑی بڑی سخت بیماریوں میں الگ ایک کوٹھڑی میں پڑے ہیں اور ایسے خاموش پڑے ہیں گویا مزہ میں سو رہے ہیں۔ کسی کا گلہ نہیں کہ تو نے ہمیں کیوں نہیں پوچھا۔ اور تو نے ہمیں پانی نہیں دیا اور تُو نے ہماری خدمت نہیں کی۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص بیمار ہوتا ہے اور تمام تیمار دار اس کی بدمزاجی اور چڑ چڑا پن سے اور بات بات پر بگڑ جانے سے پناہ مانگ اٹھتے ہیں۔ اسے گالی دیتا ہے۔ اسے گھورتا ہے اور بیوی کی تو شامت آجاتی ہے۔ بیچاری کو نہ دن کو آرام اور نہ رات کو چین۔ کہیں تکان کی وجہ سے ذرا اونگھ آ گئی ہے۔ بس پھر کیا خدا کی پناہ۔ آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ وہ بیچاری حیران ہے۔ ایک تو خود چُور چُور ہو رہی ہے اور ادھر یہ فکر لگ گئی ہے کہ کہیں مارے غضب و غیظ کے اس بیمار کا کلیجہ پھٹ نہ جائے۔ غرض جو کچھ بیمار اور بیماری کی حالت ہوتی ہے۔ خدا کی پناہ کون اس سے بے خبر ہے۔ برخلاف اس کے سالہا سال سے دیکھا اور سنا ہے کہ جو طمانیت اور جمعیت اور کسی کو بھی آزار نہ دینا۔ حضرت (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کے مزاج مبارک کو صحت میں حاصل ہے۔ وہی سکون حالت بیماری میں بھی ہے۔ اور جب بیماری سے افاقہ ہوا معاً وہی خندہ رُوئی، کشادہ پیشانی اور پیار کی باتیں ہیں۔ میں بسا اوقات عین اس وقت پہنچا ہوں جبکہ ابھی ابھی سر درد کے لمبے اور سخت دورہ سے آپؑ کو افاقہ ہوا۔ آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا ہے تو مسکرا کر دیکھا ہے۔ اور فرمایا ہے اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا آپ کسی بڑے عظیم الشان دلکشا نُزھت افزاء باغ کی سیر سے واپس آئے ہیں جو یہ چہرہ کی رنگت اور چمک دمک اور آواز میں خوشی اور لذت ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی
صفحہ 22-23 پبلشر ابو الفضل محمود قادیان)

جن دنوں امرتسر میں ڈپٹی آتھم سے مباحثہ تھا ایک رات خان محمد شاہ مرحوم کے مقام پر بڑا مجمع تھا۔ اطراف سے بہت سے دوست مباحثہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ حضرت اس دن جس کی شام کا واقعہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں معمولاً سر درد سے بیمار ہو گئے تھے۔ شام کو جب زیارت کا اشتیاق رکھنے والے ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے حضرت صاحب مجمع میں تشریف لائے منشی عبد الحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بنا پر بیماری کی تکلیف کی نسبت پوچھنا شروع کیا اور کہا آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے۔ آپ کو چاہیے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال کریں اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لیے ہر روز تیار ہونی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا ’’ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اَور باتوں کی چنداں پروا نہیں کرتیں۔‘‘ اس پر ہمارے پرانے موحد خوش اخلاق نرم طبع مولوی عبد اللہ غزنوی کے مرید منشی عبد الحق صاحب فرماتے ہیں اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے کے لیے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام خاص میں کوئی سرمو فرق آجائے ورنہ ہم دوسری طرح خبر لے لیں۔ میں ایک طرف بیٹھا تھا منشی صاحب کی اس بات پر اس وقت خوش ہوا اس لیے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب آقا کے حق میں تھی اور میں خود فرط محبت سے اسی سوچ بچار میں رہتا تھا کہ معمولی غذا سے زیادہ عمدہ غذا آپ کے لیے ہونی چاہیے اور ایک دماغی محنت کرنے والے انسان کے حق میں لنگر کا معمولی کھانا بدل ما یتحلل نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر میں نے منشی صاحب کو اپنا بڑا مؤید پایا اور بے سوچے سمجھے (درحقیقت ان دنوں الٰہیات میں میری معرفت ہنوز بہت سا درس چاہتی تھی) بوڑھے صوفی اور عبد اللہ غزنوی کی صحبت کے تربیت یافتہ تجربہ کار کی تائید میں بول اٹھا کہ ہاں حضرت منشی صاحب درست فرماتے ہیں حضور کو بھی چاہیے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔ حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسم سے فرمایا ’’ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیے۔‘‘

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از
حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 18 تا 19)

بیماری میں اہل خانہ کا خیال

اس کے برعکس جب گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ بہت

دلجمعی سے اس کا خیال رکھتے۔ اور اپنی بے انتہا مصروفیت کے باوجود علاج معالجے کی طرف توجہ فرماتے تھے۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں:

’’حضرت اُم المومنینؓ پر جب کبھی بیماری کا حملہ ہوتا تو آپؑ ہر طرح آپؓ کی ہمدردی اور خدمت کرنا ضروری سمجھتے تھے اور اپنے عمل سے آپؑ نے یہ تعلیم ہم سب کو دی کہ بیوی کے کیا حقوق ہوتے ہیں۔ جس طرح پر وہ ہماری خدمت کرتی ہے عند الضرورت وہ مستحق ہے کہ ہم اسی قسم کا سلوک اُس سے کریں چنانچہ آپؑ علاج اور توجہ الی اللہ میں مصروف نہ رہتے بلکہ بعض اوقات حضرت اُم المومنینؓ کو دباتے بھی تا کہ آپؓ کو تسلی اور سکون ملے۔ احمق اور نادان ممکن ہے اس پر اعتراض کریں مگر حقیقت میں نسوانی حقوق کی صیانت اور ان کے حقوق کی مساوات کا یہ بہترین نمونہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دکھایا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 285۔286 از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سے روایت ہے کہ

’’آپ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی۔ اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور خدا کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ کی پلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی آپ اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیا دار دنیا کی عرف اور اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مرگئی آپ یوں الگ ہوگئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔

اسی طرح صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی علالت کے ایام میں آپ نے شبانہ روز اپنے عمل سے دکھایا کہ اولاد کی پرورش اور صحت کے لئے ہمارے کیا فرائض ہیں۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

حضرت ام ناصر صاحبہؓ نے ایک دفعہ ذکر کیا کہ

’’حضرت اماں جانؓ ایک بار بیمار تھیں اور حضرت اقدسؑ تیمارداری فرما رہے تھے، کھڑے دوائی پلا رہے تھے اور حالت اضطراب میں حضرت اماں جانؓ کہہ رہی تھیں ہائے میں مرجاؤں گی آپ کا کیا ہے، بس اب میں مر چلی ہوں تو حضرت صاحبؑ نے آہستہ سے فرمایا تو تمہارے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے؟‘‘

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 117)

گھریلو کام کاج میں مدد

سکینہ بیگم اہلیہ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی مرحوم نے بذریعہ تحریر ماسٹر صاحب سے مجھ سے بیان کیا کہ

’’حضرت صاحب مردوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ مرد اپنی بیویوں کا گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کریں ثواب کا کام ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر کے کام میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ لفظ کہتے ’’ہمیں تو لکھنے سے فرصت ہی نہیں ہوتی۔‘‘

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1577 صفحہ 318)

سیرت المہدی میں مذکور ہے کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گھر کا کوئی کام کرنے سے کبھی عار نہ تھی۔ چارپائیاں خود بچھا لیتے تھے۔ فرش کر لیتے تھے۔ بستر اکر لیا کرتے تھے۔ کبھی یکدم بارش آجاتی تو چھوٹے بچے تو چارپائیوں پر سوتے رہتے۔ حضور ایک طرف سے خود اُن کی چارپائیاں پکڑتے دوسری طرف سے کوئی اور شخص پکڑتا اور اندر برآمدہ میں کروا لیتے۔ اگر کوئی شخص ایسے موقع پر یا صبح کے وقت بچوں کو جھنجھوڑ کر جگانا چاہتا تو حضورؑ منع کرتے اور فرماتے کہ اس طرح یکدم ہلانے اور چیخنے سے بچہ ڈر جاتا ہے۔ آہستہ سے آواز دے کر اُٹھاؤ۔

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 543)

ایک اور روایت ہے کہ مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ مرحوم ومغفور نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ

’’ایک دفعہ حضرت ام المومنینؓ اور سب نے مل کر آم کھائے۔ صحن میں چھلکوں اور گٹھلیوں کے دو، تین ڈھیر لگ گئے جن پر بہت سی مکھیاں آگئیں۔ اس وقت میں بھی وہاں بیٹھی تھی۔ کچھ خادمات بھی موجود تھیں مگر حضرت اقدسؑ نے خود ایک لوٹے میں فینائل ڈال کر سب صحن میں چھلکوں کے ڈھیروں پر اپنے ہاتھ سے ڈالی۔‘‘

(سیرت المہدی جلد دوم روایت 1470 صفحہ 261)

بچوں پر شفقت

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ترابؓ اپنی تصنیف سیرت مسیح موعودؑ حصہ سوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ

’’آپ بچوں کو گود میں اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا کرتے تھے اور سیر میں بھی اٹھا لیا کرتے۔ اس میں کبھی آپ کو تأمل نہ ہوتا تھا۔ اگرچہ خدام جو ساتھ ہوتے وہ خود اٹھانا اپنی سعادت سمجھتے مگر حضرت بچوں کی خواہش کا احساس یا ان کے اصرار کو دیکھ کر آپ اٹھا لیتے اور ان کی خوشی پوری کر دیتے۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضورؑ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے ناز اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ سیر کو جا رہے تھے۔ حضرت امّاں جانؓ نے کہلا کر بھیجا کہ امۃ الحفیظ رو رہی ہیں اور ساتھ جانے کی ضد کر رہی ہیں۔ آپؑ نے ملازمہ کے ہاتھ ان کو بلوایا اور گود میں اٹھا کر لے گئے۔ (دختر کرام از فوزیہ شمیم صفحہ 6 تا 7)

اسی طرح حضرت سیدہ چھوٹی آپا فرماتی ہیں درج ذیل واقعہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے بارہا سنا ہے اور ہر بار سن کر دل ایک نئی کیفیت سے دوچار ہوتا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

’’قادیان میں اس زمانہ میں ڈبل روٹی کہاں تھی؟ دودھ اور ساتھ مٹھائی یا پراٹھا ہم لوگوں کو ناشتہ ملتا تھا۔ چائے کا بھی باقاعدگی سے کوئی رواج نہ تھا۔ ڈبل روٹی کبھی تحفۃً لاہور سے آجاتی تھی۔ ایک روز کا واقعہ ہے صبح کا وقت تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر مردوں کے ہمراہ سیر کو تشریف لے گئے تھے۔ اصغری کی اماں جنہوں نے گیارہ سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کھانا پکانے کی خدمت بہت اخلاص سے کی، کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں اور حضرت اماں جانؓ بھی ان کے پاس باورچی خانہ میں جو اس وقت ہمارے صحن کا ایک کونہ تھا کوئی خاص چیز پکانا یا پکوانا چاہتی تھیں۔ اصغری کی اماں نے دودھ کا پیالہ اور دو توس کشتی میں لگا کر دیے کہ ’’لو بیوی ناشتہ کر لو‘‘ میں نے کہا مجھے توس تل کر دو۔ مجھے تلے ہوئے توس پسند تھے۔ انہوں نے اپنے خاص منت در آمد والے لہجے میں کام کا عذر کیا اور حضرت اماں جانؓ نے بھی فرمایا اس وقت اور بہت کام ہیں اس وقت اسی طرح کھالو۔ تل کر پھر سہی۔ میں سن کر چپکی چلی آئی اور اس کمرہ میں، جو اب حضرت اماں جانؓ کا کمرہ کہلاتا ہے، کھڑکی کے رخ (اب وہ کھڑکی بند ہو چکی ہے اور وہاں غسل خانہ بن گیا ہے) ایک پلنگ بچھا تھا اس پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔ دل میں یقین تھا کہ دیکھو میرے ابا آتے ہیں اور ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ دیکھوں کیسے نہیں تلے جاتے میرے توس۔ جلد ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر سے تشریف لے آئے۔ کمرہ میں داخل ہوئے۔ صرف میری پشت دیکھ کر روٹھنے کا اندازہ کر لیا اور اسی طرح خاموش واپس صحن میں تشریف لے گئے۔ باہر جاکر پوچھا ہوگا اور جواب سے تفصیل معلوم ہوئی ہوگی۔ میں تھوڑی دیر میں ہی کیا دیکھتی ہوں پیارے مقدس ہاتھوں میں سٹول اٹھائے ہوئے آئے اور میرے سامنے لاکر رکھ دیا۔ پھر باہر گئے اور خود ہی دونوں ہاتھوں میں کشتی اٹھا کر لائے اور سٹول پر میرے آگے رکھ دی جس میں میرے حسب منشا تلے ہوئے توس اور ایک کپ دودھ کا رکھا تھا اور فرمایا ’’لو اب کھاؤ۔‘‘ میں ایسی بدتمیز نہ تھی کہ اس کے بعد بھی منہ پھولا رہتا، میں نے فوراً کھانا شروع کر دیا۔ آج تک جب بھی یہ واقعہ، وہ خاموشی سے سٹول سامنے رکھ کر اس پر کشتی لا کر رکھنا یاد آتا ہے اور اپنی حیثیت پر نظر جاتی ہے تو آنسو بہ نکلتے ہیں۔ بڑے ہوکر ٹیسٹ (taste) بدل جاتے ہیں۔ مگر اس یاد میں، اب تک میں، بہت چاہت سے تلے ہوئے توس کبھی کبھی ضرور کھاتی ہوں۔‘‘

(سیرت وسوانح سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مصنفہ ومرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ نمبر 70)

سیرت مسیح موعودؑ میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

’’محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگادی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مشغول ہیں۔ سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہوگئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق وسباق عبارت کے ملانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش! اُس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دئے۔ عورتیں بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدندان کہ اب کیا ہوگا اور درحقیقت عادتاً بری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں، ’’خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔‘‘

(سیرت مسیح موعود از حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

’’ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) جب چھوٹے تھے تو اُن کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی بہت عادت ہوگئی تھی۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے ’’ابا چٹی‘‘ حضرتؑ تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اُٹھتے۔ کوٹھڑی میں جاتے۔ شکر نکال کر اُن کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دستِ سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے ’’ابا چٹی‘‘ (چٹی شکر کو کہتے تھے کیونکہ بولنا پورا نہ آتا تھا اور مراد یہ تھی کہ چٹے رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحبؑ پھر اٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے غرض اس طرح دونوں میں روزانہ کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی مگر حضرت صاحبؑ باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے بلکہ ہر دفعہ اُن کے کام کے لیے اٹھتے تھے یہ 1895ء یا اس کے قریب کا ذکر ہے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 823 تا 824، روایت 972)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایام طفولیت کا ایک واقعہ ہے جس کو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کس شفقت پدری کا نمونہ تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جاڑے کا موسم تھا محمود نے جو اس وقت بچہ تھا آپؑ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ ڈال دی۔ آپؑ جب لیٹیں وہ اینٹ چبھے۔ میں موجود تھا۔ آپؑ حامد علی سے فرماتے ہیں۔ ’’حامد علی! چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے‘‘ وہ حیران ہوا اور آپؑ کے جسدِ مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا ’’یہ اینٹ تھی جو آپ کو چبھتی تھی‘‘ مسکرا کر فرمایا کہ ’’اوہو چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 356 جلد سوم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اوقات گھر میں بچوں کو کہانیاں بھی سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بُرے بھلے کی کہانی بھی آپ عموماً سناتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک بُرا آدمی تھا اور ایک اچھا آدمی تھا۔ اور دونوں نے اپنے رنگ میں کام کئے اور آخر کار بُرے آدمی کا انجام بُرا ہوا اور اچھے کا اچھا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ایک بینگن کی کہانی بھی آپ سناتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک آقا تھا اس نے اپنے نوکر کے سامنے بینگن کی تعریف کی تو اس نے بھی بہت تعریف کی چند دن کے بعد آقا نے مذمت کی تو نوکر بھی مذمت کرنے لگا۔ آقا نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ اس دن تو تُو تعریف کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہے۔ نوکر نے کہا میں تو حضور کا نوکر ہوں بینگن کا نوکر نہیں ہوں۔

(سیرت المہدی، حصہ اوّل صفحہ 48)

(جاری ہے)

☆...☆...☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی شگفتہ مزاجی اور پاکیزہ حسِّ مزاح

(طلحہ علی۔مربی سلسلہ فلپائن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور مطیع کامل، حضرت مسیح موعودؑ کے مزاج مبارک میں بھی شگفتہ مزاجی، بے تکلفی اور پاکیزہ حسِّ مزاح خاص طور پر پائی جاتی تھی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تُو تندخو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گِرد سے دُور بھاگ جاتے۔

(آل عمران:160)

پس، اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے قلوب رحمت الٰہی سے خاص طور پر تلخی اور سختی سے پاک کیے جاتے ہیں، اور اس کی ایک شکل ان کی شگفتہ مزاجی اور بے تکلفی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ مسکرانے والے اور خوش مزاج تھے، گھر میں ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہتے، سچے پاکیزہ مزاح کو پسند فرماتے تھے، اچھے لطیفے سنتے اور سناتے تھے۔ آپ کی مجالس میں اصحاب جاہلیت کے زمانے کے اشعار اور دیگر باتیں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمانے کے بجائے سنتے اور تبسم فرماتے تھے۔

(اسوۂ انسان کامل، صفحہ 651 تا 653)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور مطیع کامل، حضرت مسیح موعودؑ کے مزاج مبارک میں بھی شگفتہ مزاجی، بے تکلفی اور پاکیزہ حسِّ مزاح خاص طور پر پائی جاتی تھی۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ حسِّ مزاح کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''بعض اوقات حضور علیہ السلام کسی ہنسی کی بات پر ہنستے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ یہاں تک میں نے دیکھا ہے کہ ہنسی کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں پانی آجاتا تھا۔ جسے آپ انگلی یا کپڑے سے پونچھ دیتے تھے۔ مگر آپ کبھی بیہودہ بات یا تمسخر یا استہزاء والی بات پر نہیں ہنستے تھے۔ بلکہ اگر ایسی بات کوئی آپ کے سامنے کرتا تو منع کر دیتے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک دفعہ ایک تمسخر کا نامناسب فقرہ کسی سے کہا۔ آپ پاس ہی چارپائی پر لیٹے تھے۔ ہُوں ہُوں کر کے منع کرتے ہوئے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ یہ گناہ کی بات ہے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 561، روایت نمبر 588)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی شگفتہ مجالس

حضرت مسیح موعودؑ کی مجالس وقار اور متانت کا نمونہ ہوتی تھیں، اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقام اور مرتبہ کا خیال رکھتے ہوئے باادب اور ہمہ تن گوش بیٹھے رہتے تھے۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ مجالس خشک ہوتی تھیں یا ان کی وجہ سے شاملین کو کسی بھی قسم کی مشکل یا بوجھ کا احساس ہوتا تھا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی مجالس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعودؑ جب کسی سے ملتے تھے تو مسکراتے ہوئے ملتے تھے اور ساتھ ہی ملنے والے کی ساری کلفتیں دور ہو جاتی تھیں، ہر احمدی یہ محسوس کرتا تھا کہ آپ کی مجلس میں جا کر دل کے سارے غم ڈھل جاتے ہیں۔ بس آپ کے مسکراتے ہوئے چہرے پر نظر پڑی اور سارے جسم میں مسرت کی ایک لہر جاری ہوگئی۔ آپ کی عادت تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کی بات بھی توجہ سے سنتے تھے اور بڑی محبت سے جواب دیتے تھے۔ ہر آدمی اپنی جگہ سمجھتا تھا کہ حضرت صاحب کو بس مجھی سے زیادہ محبت ہے۔ بعض وقت آداب مجلس رسول سے ناواقف، عامی لوگ دیر دیر تک اپنے لاتعلق قصے سناتے رہتے تھے اور حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ بیٹھے سنتے رہتے اور کبھی کسی سے یہ نہ کہتے تھے کہ اب بس کرو۔ نمازوں کے بعد یا بعض اوقات دوسرے موقعوں پر بھی حضور مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور اردگرد مشتاقین گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے تھے اور پھر مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہتی تھیں اور گویا تعلیم و تربیت کا سبق جاری ہو جاتا تھا۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگ محسوس کرتے تھے کہ علم و معرفت کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ جس سے ہر شخص اپنے مقدور کے موافق اپنا برتن بھر لیتا تھا۔ مجلس میں کوئی خاص ضابطہ نہ ہوتا تھا بلکہ جہاں کہیں کسی کو جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا اور پھر کسی کو کوئی سوال پوچھنا ہوا تو اس نے پوچھ لیا اور حضرت صاحب نے جواب میں کوئی تقریر فرما دی یا کسی مخالف کا ذکر ہو گیا تو اس پر گفتگو ہو گئی یا حضرت نے اپنا کوئی نیا الہام سنایا تو اس کے متعلق کچھ فرما دیا، یا کسی فرد یا جماعت کی تکالیف کا ذکر ہوا تو اسی پر کلام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ غرض آپ کی مجلس میں ہر قسم کی گفتگو ہو جاتی تھی اور ہر آدمی جو بولنا چاہتا تھا بول لیتا تھا۔ جب حضرت گفتگو فرماتے تھے تو سب حاضرین ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ خواہ کوئی پبلک تقریر ہو یا مجلسی گفتگو ہو۔ ابتداء میں دھیمی آواز سے بولنا شروع کرتے تھے اور پھر آہستہ آہستہ آواز بلند ہو جاتی تھی حتّٰی کہ دور سے دور بیٹھا ہوا شخص بھی بخوبی سن سکتا تھا۔ اور آپ کی آواز میں ایک خاص قسم کا سوز ہوتا تھا۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 227 تا 228، روایت نمبر 247)

آپؑ کی مجالس میں شاملین بلا تکلف ہر قسم کی باتیں کر لیا کرتے تھے۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی بیان کرتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ ایک عرب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا افریقہ کے بندروں کے اور افریقن لوگوں کے لغو قصے سنانے لگا۔ حضرت صاحب بیٹھے ہوئے ہنستے رہے۔ آپ نہ تو کبیدہ خاطر ہوئے اور نہ ہی اس کو ان لغو قصوں کے بیان کرنے سے روکا کہ میرا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ بلکہ اس کی دلجوئی کے لئے اخیر وقت تک خندہ پیشانی سے سنتے رہے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 727، روایت نمبر 790)

اسی طرح صحابہ آپؑ کی خدمت میں اپنے ہر قسم کے اشعار بھی پیش کر لیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ہر قسم کے اشعار خوش مزاجی سے سن لیا کرتے تھے۔

میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب مسکین فرید آبادیؓ اسی قسم کا ایک ذاتی واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک نظم پڑھی جسے سن کر حضورؑ بہت محظوظ ہوئے اور حضور علیہ السلام نے منہ پر رومال رکھ کر بمشکل ہنسی کو روکا۔ اسی طرح حضرت مولوی نورالدین صاحب و مولوی عبدالکریم صاحب اور نواب محمد علی خانصاحب بھی بہت ہی ہنسے اور خوش ہوئے۔ اسی خوشی میں مجھ کو تین کتابیں بطور انعام عنایت فرمائیں۔ اس نظم کے دو اشعار نمونۃً درج ہیں۔

مثیلِ مسیح نے جو دعویٰ پکارا
صلیبِ نصاریٰ کیا پارا پارا
غلامانِ احمد کو آیا فرارا
گروہ پادری بس ہوا ہارا ہارا

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 667 تا 668، روایت نمبر 731)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس کا ایک مزاحیہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

''اوائل میں جب مَیں قادیان جاتا تو اس کمرے میں ٹھہرتا تھا جو مسجد مبارک سے ملحق ہے اور جس میں سے ہو کر حضرت صاحب مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مولوی، جو ذی علم شخص تھا، قادیان آیا۔ بارہ نمبردار اس کے ساتھ تھے۔ وہ مناظرہ وغیرہ نہیں کرتا تھا بلکہ صرف حالات کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو تنہائی میں وہ میرے پاس اس کمرہ میں آیا۔ اور کہا کہ ایک بات مجھے بتائیں کہ مرزا صاحب کی عربی تصانیف ایسی ہیں کہ ان جیسی کوئی فصیح بلیغ عبارت نہیں لکھ سکتا۔ ضرور مرزا صاحب کچھ علماء سے مدد لے کر لکھتے ہوں گے۔ اور وہ وقت رات کا ہی ہوسکتا ہے تو کیا رات کو کچھ آدمی ایسے آپ کے پاس رہتے ہیں جو اس کام میں مدد دیتے ہوں۔ مَیں نے کہا مولوی محمد چراغ اور مولوی معین الدین ضرور آپ کے پاس رات کو رہتے ہیں۔ یہ علماء رات کو ضرور امداد کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کو میری یہ آواز پہنچ گئی۔ اور حضور اندر بہت ہنسے۔ حتی کہ مجھ تک آپ کی ہنسی کی آواز آئی۔ اس کے بعد مولوی مذکور اُٹھ کر چلا گیا۔ اگلے روز جب مسجد میں بعد عصر حسب معمول حضور بیٹھے تو وہ مولوی بھی موجود تھا۔ حضور میری طرف دیکھ کر خود بخود ہی مسکرائے اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ ''اُن علماء کو اِنہیں دکھلا بھی تو دو'' اور پھر ہنسنے لگے۔ اس وقت مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی رات کا واقعہ حضور نے سنایا اور وہ بھی ہنسنے لگے۔ میں نے چراغ اور معین الدین کو بلا کر مولوی صاحب کے سامنے کھڑا کر دیا۔ چراغ ایک بافندہ اَن پڑھ حضرت صاحب کا نوکر تھا۔ اور معین الدین صاحب ان پڑھ نابینا تھے۔ جو حضرت صاحب کے پَیر دبایا کرتے تھے۔ وہ شخص ان دونوں کو دیکھ کر چلا گیا۔ اور رایک بڑے تھال میں شیرینی لے کر آیا اور حضور سے عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمالیں۔ اب کوئی شک و شبہ میرے دل میں نہیں رہا۔ اور اس کے بارہ ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی بیعت ہو گئے۔ حضرت صاحب نے بیعت اور دعا کے بعد ان مولوی صاحب کو مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ مٹھائی منشی صاحب کے آگے رکھ دو کیونکہ وہی آپ کی ہدایت کا باعث ہوئے ہیں۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 720 تا 721، روایت نمبر 777)

اسی طرح حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے ان مجالس میں شامل حاضرین پر خدا کے فرستادہ کا رعب، اور خوش مزاجی دونوں کا پتہ لگتا ہے۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ مسجد مبارک میں بعد نماز ظہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی شیر علی صاحب کو بلا کر کچھ ارشاد فرمایا۔ یا ان سے کچھ پوچھا مولوی صاحب نے (غالباً حضور کے رعب کی وجہ سے گھبرا کر) جواب میں اس طرح کے الفاظ کہے کہ ''حضور نے یہ عرض کیا تھا۔ تو مَیں نے یہ فرمایا تھا'' بجائے اس کے کہ اس طرح کہتے کہ حضور نے فرمایا تھا تو مَیں نے عرض کیا تھا۔ اس پر اہلِ مجلس ہنسی کو روک کر مسکرائے۔ مگر حضرت صاحب نے کچھ خیال نہ فرمایا۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 562، روایت 589)

اصحاب کے ساتھ بے تکلفی اور مزاح

حضرت اقدس مسیح موعودؑ خود بھی اپنے اصحاب سے ہلکا پھلکا، سچا، اور پاکیزہ مذاق کر لیا کرتے تھے۔ حافظ نور محمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک دن آپؑ نے ہم سے پوچھا کہ آج کس طرف سیر کو چلیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آج تتلے کی نہر کی طرف چلیں۔ حضور مسکرانے لگے اور فرمایا کہ کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا تھا کہ ایک اور ایک کتنے ہوتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ دو روٹیاں۔ سو میاں نور محمدؐ کا بھی یہی مطلب ہے کہ اسی راستے سے اپنے گاؤں کی طرف نکل جائیں۔''

اسی طرح آپ بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ حافظ نبی بخش صاحب نے ہنس کر عرض کیا کہ یہ (یعنی خاکسار نور محمدؐ) بہت وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو وظیفہ نہیں کرتا صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں۔ آپ مسکرا کر فرمانے لگے کہ تمہاری تو یہ مثال ہے

کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت عمدہ کھانا کھایا کرتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تو کوئی اعلیٰ کھانا نہیں کھاتا صرف پلاؤ کھایا کرتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سے بڑھ کر اور کون سا وظیفہ ہے۔ یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 317 تا 318روایت نمبر 347 تا 348)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ میں اور چند اور آدمی جن میں غالباً مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے حضرت صاحب سے ملنے کے لئے اندر آپ کے مکان میں گئے۔ اس وقت آپ نے ہم کو خربوزے کھانے کے لئے دیئے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جو خربوزہ مجھے آپ نے دیا وہ زیادہ موٹا تھا چنانچہ آپ نے دیتے ہوئے فرمایا اسے کھا کر دیکھیں یہ کیسا ہے؟ پھر خود ہی مسکرا کر فرمایا موٹا آدمی منافق ہوتا ہے۔ یہ پھیکا ہی ہوگا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں چنانچہ وہ پھیکا نکلا۔ مولوی صاحب نے یہ روایت بیان کر کے ہنستے ہوئے کہا کہ اس وقت میں دبلا ہوتا تھا۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 98 تا 99، روایت نمبر 120)

[نوٹ: اس روایت کی وضاحت میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر موٹا آدمی منافق ہوتا ہے بلکہ حضرت صاحب کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو آرام طلبی کے نتیجہ میں موٹا ہو گیا ہو وہ منافق ہوتا ہے۔'']

آپؑ کے عفو اور بے تکلفی کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقا پوریؓ روایت کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ مسجد مبارک میں حقیقۃ الوحی کے عربی استفتاء کا پروف دیکھتے وقت مولوی محمد احسن صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ فلاں لفظ تو صحیح ہے مگر حضور نے اس پر نشان لگایا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی نشان نہیں لگایا۔ اور مولوی صاحب کے عرض کرنے پر کہ پھر یہ نشان کس نے لگایا ہے حضرت صاحب نے فرمایا کہ شائد میر مہدی حسین صاحب (کتب خانے کے مہتمم) نے لگایا ہو گا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میر صاحب کو کیا حق تھا؟ حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ان کو بھی ایک حق ہے جسے دخل بے جا کہتے ہیں۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 430، روایت نمبر 450)

آپؑ صحابیات سے بھی از راہِ شفقت پاکیزہ مذاق فرمالیا کرتے تھے۔ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب (مہر سنگھ) بی اے کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ

''ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے لڑکا پیدا ہوا اور فاطمہ اہلیہ مولوی محمد علی صاحب پوچھتی ہیں ''بشریٰ کی اماں! لڑکے کا نام کیا رکھا ہے!'' اتنے میں دائیں طرف سے آواز آتی ہے کہ ''نذیر احمد''۔ میرے خاوند نے یہ خواب حضرت اقدسؑ کو سنا دیا۔ جب میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو ماسٹر صاحب نام پوچھنے گئے تو حضورؑ نے فرمایا کہ ''وہی نام رکھو جو خدا نے دکھایا ہے۔'' جب میں چلّہ نہا کر گئی تو حضورؑ کو سلام کیا اور دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ ''انشاء اللہ'' پھر حضور علیہ السلام ہنس پڑے اور فرمایا۔ ''ایک نذیر دنیا میں آنے سے تو دنیا میں آگ برس رہی ہے اور اب ایک اور آ گیا ہے۔''

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 205، روایت نمبر 1326)

اہل و عیال اور ملازمین سے شگفتہ مزاجی

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مصروف الاوقات اشخاص جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور خاص طور پر بچوں سے چھوٹا موٹا مذاق کرنا اپنے وقت اور مقام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اسی طرح کئی لوگ غیروں کے سامنے تو اپنی سخت دلی کو چھپا لیتے ہیں مگر گھر کے اندر اپنے اہل و عیّال اور ملازمین پر خوب سختی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کی اتباع میں، حضرت مسیح موعودؑ بچوں اور ملازمین سے خاص طور پر حسن اخلاق اور خوش مزاجی سے پیش آتے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ جب میں ابھی بچہ تھا ہماری والدہ صاحبہ یعنی حضرت امّ المومنین نے مجھ سے مزاح کے رنگ میں بعض پنجابی الفاظ بتا بتا کر ان کے اردو مترادف پوچھنے شروع کئے۔ اس وقت مَیں یہ سمجھتا تھا کہ شاید حرکت کے لمبا کرنے سے ایک پنجابی لفظ اردو بن جاتا ہے۔ اس خود ساختہ اصول کے ماتحت مَیں جب اُوٹ پٹا نگ جواب دیتا تھا تو والدہ صاحبہ بہت ہنستی تھیں اور حضرت صاحب بھی پاس کھڑے ہوئے ہنستے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی مجھ سے ایک دو پنجابی الفاظ بتا کر ان کی اردو پوچھی اور پھر میرے جواب پر بہت ہنسے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ اس وقت مَیں نے ''کتّا'' کی اردو ''کُوتا'' بتایا تھا۔ اور اس پر حضرت صاحب بہت ہنسے تھے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 561 تا 562، روایت نمبر 588)

اسی طرح مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بیان فرماتی ہیں کہ

''ایک مرتبہ میں آگرہ سے آئی تھی۔ میرے ساتھ ایک ملازمہ تھی۔ میری لڑکی عزیزہ رضیہ بیگم جو کہ ابھی چار سال کی تھی وہ اس کی کھلاوی تھی۔ کچھ باتیں مزاح کی بھی اس کو سکھایا کرتی تھی۔ ایک دن حضور علیہ السلام آنگن میں ٹہل رہے تھے۔ عزیزہ سلمہا نے چھوٹا سا برقعہ پہنا ہوا تھا۔ وہ حضورؑ کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ حضورؑ ٹھہر گئے۔ عزیزہ نے رونی صورت بنا کر کہا۔ اُوں اُوں مجھے جلدی بلا لینا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ''تم کہاں چلی ہو؟'' وہ نوکر کی سکھائی ہوئی کہنے لگی کہ میں سسرال چلی ہوں۔ اس پر حضور خوب ہنسے۔ فرمایا ''سسرال جا کر کیا کرو گی؟'' کہنے لگی۔ ''حلوہ پوری کھاؤں گی۔'' پھر آنگن میں ایک چکر لگایا پھر آکر حضورؑ کے قدموں سے چمٹ گئی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ''سسرال سے آ گئی ہو؟'' تمہاری ساس کیا کرتی تھیں؟'' عزیزہ سلمہا نے کہا کہ روٹی پکاتی تھی۔ تمہارے میاں کیا کرتے تھے؟ کہا کہ روٹی کھاتے تھے۔ پھر پوچھا ''تم کیا کھا کر آئی ہو؟'' کہنے لگی حلوہ پوری۔ حضورؑ نے فرمایا ''اس کی ساس اچھی ہے۔ بیٹے کو تو روٹی دیتی ہے مگر بہو کو حلوہ پوری۔''

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 238 تا 239، روایت نمبر 1409)

بچیوں کی بے تکلفی اور مزاح کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے محترمہ رسول بی بی صاحبہؓ اہلیہ حافظ حامد علی صاحبؓ روایت کرتی ہیں کہ

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت سونے کا زیور پہن کر آئی تو جس پلنگ پر حضرت اُم المومنین اور حضورؑ بیٹھے تھے آ کر بیٹھ گئی۔ ہم لڑکیاں دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ ہم نے کہا کہ اگر ہمیں بھی سونے کی بالیاں اور کڑے وغیرہ ملتے تو ہم بھی حضورؑ کے پلنگ پر بیٹھتیں۔ حضرت اُم المومنین نے حضور کو بتا دیا کہ یہ لڑکیاں ایسا کہہ رہی ہیں۔ حضورؑ ہنس پڑے اور فرمایا کہ ''آ جاؤ لڑکیو! تم بھی بیٹھ جاؤ۔''

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 291، روایت نمبر 1524)

مزاح کے رنگ میں تربیت فرمانا

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا طریقِ تربیت بھی اپنے اندر شگفتہ مزاجی کا ایک خاص رنگ رکھتا تھا، اور آپؑ اکثر حکایات کے رنگ میں تربیت کے اہم امور کو بیان فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپؑ کئی بار لطائف کے ذریعہ بھی کوئی مشکل بات سمجھا دیا کرتے تھے اور اس طرح زیر تربیت شخص کو بوجھ کا احساس بھی نہ ہوتا تھا اور بات بھی سمجھ آ جاتی تھی۔

فضل بیگم صاحبہ اہلیہ محترمہ مرزا محمود بیگ صاحبؓ بیان فرماتی ہیں کہ

''میں اکثر قادیان رہا کرتی تھی اور میرے خاوند قصور رہا کرتے تھے۔ وہ قصور سے آئے تو کچھ قصور کی جوتیاں اور خربوزے لائے اور حضورؑ کی خدمت میں پیش کئے اور ایک خط بھی بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا کہ حضورؑ مجھے کوئی کام نہیں آتا حضورؑ مجھے اپنے کپڑے ہی دھونے کے لئے دے دیا کریں۔ میں وہاں پر ہی بیٹھی تھی۔ حضورؑ نے فرمایا۔ ''فضل! مرزا صاحب تمہارے کپڑے دھویا کرتے ہیں؟'' میں نے کہا کہ حضورؑ وہ تو کبھی گھڑے میں سے پانی بھی ڈال کر نہیں پیتے۔ حضور علیہ السلام ہنس پڑے اور فرمایا۔ کہ ''ہم سے تو کپڑے دھونے کا کام مانگتے ہیں۔''

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 227، روایت نمبر 1380)

مزاح کے رنگ میں سمجھانے کی ایک مثال بیان فرماتے ہوئے میاں امام الدین صاحب سیکھوانی بیان فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعودؑ اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے کہ بقول ہمارے مخالفین کے جب مسیح آئے گا اور لوگ اس کو ملنے کے لئے اس کے گھر پر جائیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ مسیح صاحب باہر جنگل میں سؤر مارنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ پھر وہ لوگ حیران ہو کر کہیں گے کہ یہ کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور باہر سؤروں کا شکار کھیلتا پھرتا ہے۔ پھر فرماتے تھے کہ ایسے شخص کی آمد سے تو ساہنسیوں اور گنڈیلوں کو خوشی ہوسکتی ہے۔ جو اس قسم کا کام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیسے خوشی ہوسکتی ہے۔ یہ الفاظ بیان کر کے آپ ہنستے تھے۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات آپ کی آنکھوں میں پانی آ جاتا تھا۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 809، روایت نمبر 946)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ طبائع کے فرق اور قبولیت دعا کی شرائط کے ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک دلچسپ روایت بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ بازار میں چند بنئے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ کیا کوئی ایک پاؤ تِل کھا سکتا ہے۔ وہ ایک پاؤ تِل کھانا ایک بہت بڑا کام سمجھتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا جو ایک پاؤ تل کھائے اس کو میں پانچ روپے انعام دوں گا۔ پاس سے ایک زمیندار گزر رہا تھا اس نے جب سنا کہ پاؤ تل کھانے پر شرط لگ رہی ہے تو اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ اس نے خیال کیا کہ بھلا ایک پاؤ تل کھانا کونسی بڑی بات ہے جس پر انعام دیا جائے گا۔ ضرور اس کے ساتھ کوئی اور شرط ہو گی۔ وہ آگے بڑھا اور پوچھا، ''شاہ جی، تِل سلّیاں سمیت کھانے نے کہ بغیر سلّیاں دے۔'' یعنی پھلیوں سمیت تِل کھانے ہیں کہ الگ کئے ہوئے بیج کھانے ہیں۔ اس زمیندار کے نزدیک تو پاؤ تِل کھانا کوئی چیز نہ تھی لیکن وہ سب بنئے تھے جو آدھا پھلکا کھانے کے عادی تھے۔ جب اس نے یہ کہا کہ شاہ جی تل پھلیوں سمیت کھانے ہیں تو اس بنئے نے کہا چوہدری صاحب آپ جایئے ہم تو آدمیوں کی باتیں کرتے ہیں۔''

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 406)

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعودؑ شیعوں کے عقائد کے ضمن میں ایک غالی شیعہ کی کہانی کبھی کبھی سُنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک شیعہ جب مرنے لگا۔ تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور کہا کہ مَیں تم کو اب مرتے وقت ایک وصیّت کرتا ہوں۔ جس کو اگر یاد رکھو گے تو تمہارا ایمان قائم رہے گا اور یہ نصیحت میری تمام عمر کا اندوختہ ہے۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک سچا شیعہ نہیں ہوسکتا جب تک اُسے تھوڑی سی عداوت حضرت امام حسنؓ سے بھی نہ ہو۔ اس پر اس کے عزیز ذرا چونکے تو وہ کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنی خلافت بنو اُمیّہ کے سپرد نہ کر دیتے اور ان سے صلح نہ کر لیتے تو شیعوں پر یہ مصیبت نہ آتی۔ اصل میں ان کا قصور تھا۔ سو دل میں ان سے کچھ عداوت ضرور رکھنی چاہیئے۔ پھر چپ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ اب اس سے بڑھ کر نکتہ بتاتا ہوں۔ میرے مرنے کا وقت قریب آ گیا ہے مگر یہ سُن رکھو کہ شیعہ سچا وہی ہے جو تھوڑی سی عداوت حضرت علیؓ کے ساتھ بھی رکھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ شیر خدا اور رسولِ خدا کے وصی تھے۔ مگر ان کی آنکھوں کے سامنے ابو بکر اور عمر نے خلافت غصب کر لی۔ مگر وہ بولے تک نہیں۔ اگر اس وقت وہ ہمت دکھاتے تو منافقوں کا غلبہ اس طرح نہ ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ پھر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا۔ لو اب اس سے بھی ضروری بات بیان کرتا ہوں۔ سچے شیعہ کو ضرور تھوڑی سی عداوت آنحضرتؐ سے بھی رکھنی چاہیئے کہ اگر وہ ابو بکر اور عمر کا فیصلہ اپنے سامنے کر جاتے اور علیؓ کی خلافت سب کے سامنے کھول کر بیان کر دیتے اور اپنا جانشین انہیں بنا جاتے تو پھر یہ فساد اور مصیبتیں کیوں آتیں۔ ان کا بھی اس میں قصور ہے کہ بات کو کھولا نہیں۔ پھر ذرا اُٹھ کر کہنے لگا کہ اب تو میرے آخری سانس ہیں۔ ذرا آگے آ جاؤ۔ دیکھو اگر تم دل سے شیعہ ہو۔ تو جبرائیل سے بھی ضرور تھوڑی سی عداوت رکھنا۔ جب خدا نے وحی حضرت علیؓ کی طرف بھیجی تو وہ حضرت علی کی بجائے آنحضرت کی طرف لے آیا اور اس طرح ہمارا تمام کام بگاڑ دیا۔ خواہ بھول گیا یا جان بوجھ کر ایسا کیا مگر اس کا قصور ضرور ہے۔ اس کے بعد ذرا چپ رہا۔ جب بالکل آخری وقت آ گیا۔ تو کہنے لگا ذرا اور نزدیک ہو جاؤ۔ یہ آخری بات ہے اور بس۔ جب وہ لوگ آگے ہوئے تو کہنے لگا۔ آدمی اس وقت تک کامل شیعہ

......باقی صفحہ 74 پر......

امریکن مشنری H.D.Griswold کی قادیان آمد اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے انٹرویو

(غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا)

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں دو امریکن مشنریز کے قادیان آنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر.....اس سوال و جواب کا حال 18 صفحات پر مشتمل ہے

ڈاکٹر ایچ ڈی گرس وولڈ (Dr.Hervey DeWitt Griswold) امریکی ریاست نیویارک کے ایک چھوٹے سے شہر ڈرائڈن (Dryden) کے رہنے والے تھے جو 1860ء میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم کے بعد نیویارک شہر میں واقع مشہور عیسائی درسگاہ Union Theological Seminary سے تعلیم حاصل کی جس کے بعد بطور مشنری انڈیا میں متعین ہوئے۔ ڈاکٹر گرس وولڈ 1890ء میں انڈیا پہنچے اور پہلے جھانسی (یو پی) اور پھر لاہور کے ایف سی کالج (F.C.College) میں بطور پروفیسر آف فلاسفی تقرری ہوئی۔ ایف سی کالج میں بطور لائبریرین بھی نمایاں کام کیا، زیادہ عرصہ اسی کالج سے منسلک رہے۔ 1900ء میں Cornell University, Ithaca, New York سے پی ایچ ڈی کی۔ انڈیا میں 36/سال کام کرنے کے بعد واپس امریکہ چلے گئے اور مئی 1945ء میں وفات پاکر اپنے آبائی شہر Dryden میں ہی مدفون ہوئے۔ قبر آج بھی موجود ہے۔

ڈاکٹر گرس وولڈ کے تالیفاتی کاموں میں سے ایک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ان کا مقالہ The Messiah of Qadian بھی ہے جو 1905ء میں Victoria Institute لندن میں پڑھا گیا۔ اصل مقالہ 1902ء میں Mirza Ghulam Ahmad: The Mehdi & Messiah of Qadian کے نام سے لکھا گیا تھا جو دی امریکن ٹریکٹ سوسائٹی لدھیانہ نے شائع کیا بعد میں اس میں کچھ کانٹ چھانٹ کر کے دوسرا مقالہ بنایا گیا جو پہلے سے نسبتاً مختصر ہے۔ اپنے اس مقالہ لکھنے سے پہلے ڈاکٹر گرس وولڈ 1901ء میں قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کر کے سوالات کیے اور حضرت اقدسؑ سے تفصیلی جوابات پائے۔

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں دو امریکن مشنریز کے قادیان آنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر یوں درج ہے:

''19/اپریل 1901ء کو لاہور سے فورمین کالج اور امریکن مشن کے دو پادری مع ایک دیسی عیسائی کے قادیان آئے تھے، وہ حضرت مسیح موعودؑ سے بھی ملے اور اُنہوں نے کچھ سوالات حضورؑ سے کیے جن کا جواب حضرت اقدسؑ دیتے رہے....''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 487 تا488)

ملفوظات میں نام درج نہیں ہیں کہ کون امریکن مشنری آئے تھے نہ ہی جماعتی لٹریچر میں کہیں اور ان کے نام مذکور ہوئے ہیں لیکن ڈاکٹر گرس وولڈ کی خود نوشت سوانح (غیر مطبوعہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان حاضر ہونے والے یہ دو مشنریز وہ خود یعنی ڈاکٹر H.D.Griswold اور ان کے ایک جونیئر ساتھی مسٹر ڈی جے فلیمنگ (Daniel Johnson Fleming 1877 -1969) تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر گرس وولڈ اپنے اس مقالہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"It was the fruit of a visit to Qadian of D. J. Fleming of the FC. College, the manager of the Religious Book Dept. and myself. The Mirza Sahib received us kindly and submitted to our questioning ."

(Autobiography of Hervey DeWitt Griswold, Ph.D page 217. Rare and Manuscript Collections, 2B Carl A. Kroch Library, Ithaca, NY)

ملفوظات جلد اول میں اس سوال و جواب کا احوال موجود ہے، اس میں بھی ایڈیٹر صاحب الحکم نے لکھا ہے کہ وہ تاخیر سے پہنچے اور سلسلہ کلام پہلے سے جاری تھا اس لیے وہ صرف انہی باتوں کو نوٹ کر سکے جو ان کی موجودگی میں ہوئیں۔ اس سوال و جواب کا حال 18 صفحات پر مشتمل ہے جس کو سارا درج کرنا یہاں ممکن نہیں، ڈاکٹر گرس وولڈ نے درج ذیل سوالات کیے:

☆... آپ کی سمجھ میں خدا کا کلام کیا ہے، یعنی کیا آپ بھی کچھ نوشتے چھوڑ جائیں گے جیسے انجیل یا توریت ہے؟

☆... آپ کی رائے میں مذہب پھیلانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

☆... یہ روحانی زندگی کس طرح مل سکتی ہے؟ ہمیں کچھ کہنا چاہیے کہ روحانی زندگی ہم کو مل جاوے؟

☆... آپ کی کتابوں کے موافق آپ کا لقب مسیح موعود ہے، اس کے ٹھیک معنی کیا ہوتے ہیں؟

☆... آپ کی رسالت کا نتیجہ کیا ہوگا؟

☆... جبکہ مختلف مذاہب ہیں پھر کس طرح پہچانیں کہ سچا مذہب خدا کی طرف سے کون ہے؟

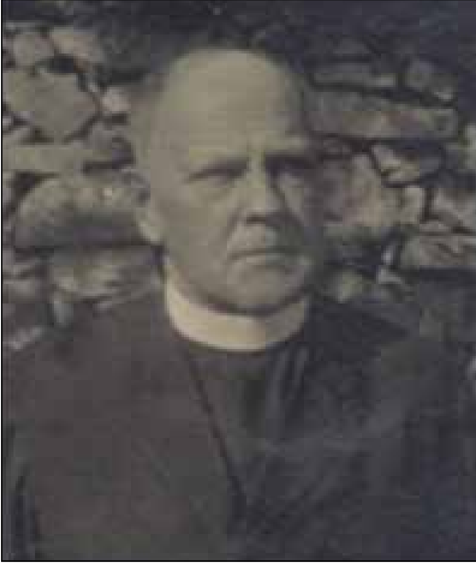
☆... آپ کا خیال مسیحؑ کی صلیب کی نسبت کیا ہے؟

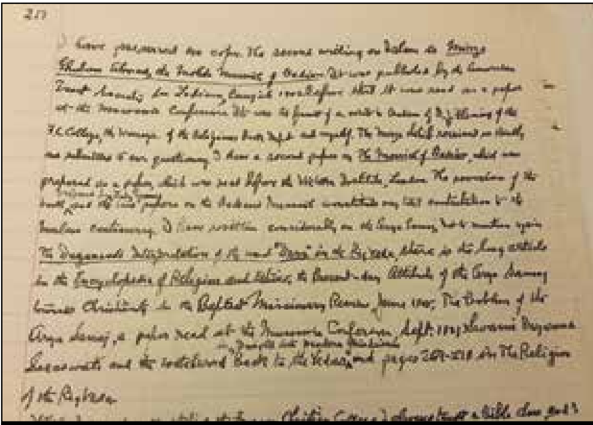
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان سوالات کے جو جوابات بیان فرمائے ان میں سے بعض اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

آمد کا مقصد

''میں خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔ اُس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اُس کو ملے۔ گناہ سے لذّت پانے کی بجائے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچا دے اور یہ فطرت اس میں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے، یہ بلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے، نورانی ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 493 تا494)





ڈاکٹر Griswold کی ڈائری کا ورق جس میں قادیان آمد کا ذکر ہے

اُمتِ محمدیہ کا خاتم الخلفاء

''...خدا نے اپنے وعدہ کے موافق اور اس مشابہت اور مماثلت کے لحاظ سے جو سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ سے ہے، اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مسیح موعود کے نام سے بھیجا۔ قرآن کریم میں خاتم الخلفاء کی پیشگوئی تھی اور یہی ذکر تھا کہ ایک مسیح اِس اُمت میں آئے گا اور انجیل میں مسیحؑ نے کہا کہ آخری زمانہ میں مَیں آؤں گا۔ وہ مَیں ہی ہوں اور اس کا راز خدا نے مجھ پر یہ کھولا ہے کہ جو لوگ یہاں سے چلے جاتے ہیں، اُن کی خُو، خصلت اور اخلاق پر ایک اور شخص آتا ہے اور اُس کا آنا گویا اُسی شخص کا آنا ہوتا ہے اور یہ بات بے معنی اور بے سَند بھی نہیں ہے، خود انجیل نے اس عُقدہ کو حل کیا ہے۔ یہود جو مسیح ابن مریمؑ سے پیشتر ایلیا نبی کے آنے کے منتظر تھے اور ملاکی نبی کی کتاب کے وعدہ کے موافق اُن کا حق تھا کہ وہ انتظار کرتے....ان کی نظر چونکہ موٹی تھی وہ انتظار کرتے رہے کہ ایلیا پہلے آئے چنانچہ ایک بار وہ مسیحؑ کے پاس گئے اور اُنھوں نے یہ سوال کیا۔ آپؑ نے یہی جواب دیا کہ ایلیا تو آ گیا اور وہ یہی یوحنّا ہے..... مسیح علیہ السلام کا مطلب صرف یہ تھا کہ یہ یوحنّا جس کو مسلمان لوگ یحییٰ کہتے ہیں، ایلیا کی خُو اور طبیعت اور قوت پر آیا ہے مگر اُنھوں نے یہ سمجھا کہ سچ مچ وہی ایلیا جو ایک بار پہلے آ چکا تھا پھر آ گیا ہے، حالانکہ خدا تعالیٰ کے قانونِ مقررہ کے یہ خلاف ہے۔ اس کا قانون یہی ہے کہ جو لوگ ایک بار اس دنیا سے اٹھائے جاتے ہیں پھر وہ نہیں آتے۔ ہاں خدا تعالیٰ چاہے تو اُن کی خُو اور طبیعت پر کسی دوسرے بندے کو بھیج دیتا ہے اور رشد ّ مناسبت کے لحاظ سے وہ دونوں دو جُدا جُدا انسان نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی ہوتے ہیں۔ غرض حضرت مسیحؑ نے اپنے آنے سے پیشتر ایلیا کے آنے کے وعدہ اور عقدہ کو اس طرح حل کر کے ایک فیصلہ ہمارے ہاتھ میں دے دیا ہے، یہ فیصلہ ہے جو خود مسیحؑ نے اپنی عدالت میں اپنی سچائی کے ثبوت میں اپنے سے پہلے ایک نبی کے دوبارہ آنے کے متعلق کیا ہے کہ کسی کے دوبارہ آنے سے مراد اُس کی خُو اور طبیعت پر آنے والے سے ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ ایلیا تو یوں آیا یعنی یوحنّا ہی اُس کی خُو اور طبیعت پر آ گیا لیکن مَیں خود ہی آؤں گا۔ اگر اس قسم کی صراحت اُنھوں نے کہیں انجیل میں کی ہے تو وہ بتانی چاہیے مگر ایک بھی ایسا مقام نہیں ہے جہاں اُنھوں نے اپنی آمد اور ایلیا کی آمد میں تفریق کی ہو بلکہ ایلیاہ کے قصہ کا فیصلہ کر کے اپنی آمدِ ثانی کے مسئلہ کو بھی حل کر دیا..... سچی بات یہی ہے کہ مسیح کی آمدِ ثانی ایلیا ہی کے رنگ میں ہے۔ مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مَیں تناسخ کے مسئلہ کو نہیں مانتا، میرا آنا ایلیاہ کے رنگ پر ہے۔ خدا نے مجھے مسیح کے رنگ پر بھیجا ہے اور اصلاحِ خلق کے لیے بھیجا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 497 تا499)

مَیں کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آیا

''خدا کی طرف سے مامور ہو کر آنے والے لوگوں کے دو طبقہ ہوتے ہیں، ایک وہ جو صاحب شریعت ہوتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ایک وہ جو احیائے شریعت کے لیے آتے

ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اسی طرح پر ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کامل شریعت لے کر آئے جو نبوت کے خاتم تھے اس لیے زمانہ کی استعدادوں اور قابلیتوں نے ختم نبوت کر دیا تھا۔ پس حضور علیہ السلام کے بعد ہم کسی دوسری شریعت کے آنے کے قائل ہرگز نہیں ہاں جیسے ہمارے پیغمبر خدا ﷺ مثیل موسیٰ تھے اسی طرح آپؐ کے سلسلہ کا خاتم جو خاتم الخلفاء یعنی مسیح موعود ہے، ضروری تھا کہ مسیح علیہ السلام کی طرح آتا۔ پس مَیں وہی خاتم الخلفاء اور مسیح موعود ہوں۔ جیسے مسیح کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ موسوی شریعت کے احیاء کے لیے آئے تھے، مَیں کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آیا اور میرا دل ہرگز نہیں مان سکتا کہ قرآن شریف کے بعد اب کوئی اور شریعت آسکتی ہے کیونکہ وہ کامل شریعت اور خاتم الکتب ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے شریعتِ محمدی کے احیاء کے لیے اس صدی میں خاتم الخلفاء کے نام سے مبعوث فرمایا ہے۔ میرے الہامات جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ لاکھوں انسانوں میں شائع کیے جاتے ہیں اور چھاپے جاتے ہیں اور ضائع نہیں کیے جاتے، وہ ضائع نہ ہوں گے اور وہ قائم رہیں گے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 490)

مسیح موعود کا کام

''اگر یہ سوال ہو کہ تم نے آکر کیا بنایا؟ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، دنیا کو خود معلوم ہو جاوے گا کہ کیا بنایا۔ ہاں اتنا ہم ضرور کہتے ہیں کہ لوگ آکر ہمارے پاس گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اُن میں انکسار، فروتنی پیدا ہوتی ہے اور رذائل دور ہوکر اخلاقِ فاضلہ آنے لگتے ہیں اور سبزہ کی طرح آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں اور اپنے اخلاق اور عادات میں ترقی کرنے لگتے ہیں۔ انسان ایک دم میں ہی ترقی نہیں کر لیتا بلکہ دنیا میں قانونِ قدرت یہی ہے کہ ہر شے تدریجی طور پر ترقی کرتی ہے، اس سلسلہ سے باہر کوئی شے ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ آخر سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہوگی۔ یہ میرا کام نہیں ہے بلکہ خدا کا کام ہے، اُس نے ارادہ کیا ہے کہ پاکیزگی پھیلے.....اسی واسطے اُس نے محض اپنے فضل سے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 494 تا 495)

روحانی زندگی پانے کا طریق

''دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی نیک صحبت میں رہنا چاہیے۔ سب تعصبوں کو چھوڑ کر گویا دُنیا سے الگ ہو جاوے.....دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ اُن مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے.....زبان سے دعویٰ کرنا کہ مَیں نجات پا گیا ہوں یا خدا تعالیٰ سے قوی رشتہ پیدا ہو گیا ہے، آسان ہے لیکن خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ وہ کہاں تک ان تمام باتوں سے الگ ہو گیا ہے جن سے الگ ہونا ضروری ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے وہ پالیتا ہے۔ سچے دل سے قدم رکھنے والے کامیاب ہو جاتے ہیں اور منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں....'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 492)

مامورین کی مخالفت

''مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے دل میں حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کی ہی بڑی عزت کیوں نہ ہو لیکن جس جگہ مَیں بیٹھا ہوں کہ اگر آج اسی جگہ حضرت موسیٰ یا حضرت مسیح ہوتے تو وہ بھی اسی نظر سے دیکھے جاتے جس نظر سے مَیں دیکھا جاتا ہوں۔ یہی بھید ہے کہ ہر نبی کو دکھ دیا گیا...یہ بھی سچی اور یقینی بات ہے کہ ایک وقت آجاتا ہے کہ ان کی جماعتیں مستحکم ہو جاتی ہیں، وہ دنیا میں صداقت کو قائم کر دیتے ہیں اور راستبازی کو پھیلا دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کے بعد ایک زمانہ آتا ہے کہ ایک دنیا اُن کی طرف ٹوٹ پڑتی اور اُن تعلیمات کو قبول کر لیتی ہے جو وہ لے کر آتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 289)

حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت

''....حضرت مسیحؑ کا بڑا معجزہ یہی تھا کہ وہ صلیب پر نہیں مریں گے کیونکہ یونسؑ نبی کے نشان کا اُنہوں نے وعدہ کیا تھا اب اگر یہ مان لیا جائے جیسا کہ عیسائیوں نے غلطی سے مان رکھا ہے کہ وہ صلیب پر مرگئے تھے تو پھر یہ نشان کہاں گیا اور یونسؑ نبی کے ساتھ مماثلت کیسی ہوئی... مسیح کے نہ مرنے کے دو بڑے زبردست گواہ ہیں: اوّل تو یہ ہے کہ یہ ایک نشان اور معجزہ تھا ہم نہیں چاہتے کہ اس کی کسرشان کی جائے ...دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اس کی تصدیق نہیں کرتے کہ وہ صلیب پر مرے ہیں بلکہ صلیب پر سے زندہ اُتر آئے اور پھر اپنی طبعی موت سے مرنے کی تصدیق فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اگر انجیل کی ساری باتوں کو جو اس واقعہ صلیب کے متعلق ہیں یکجائی نظر سے دیکھیں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر مرے ہوں، حواریوں کو ملنا، زخم دکھانا، کباب کھانا، سفر کرنا۔ یہ سب اُمور ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں ...یہ واقعات اور صلیب کے بعد کے دوسرے واقعات گواہی دیتے ہیں اور تاریخ شہادت دیتی ہے کہ دو تین گھنٹہ سے زیادہ صلیب پر نہیں رہے اور وہ صلیب اس قسم کی نہ تھی جیسے آج کل کی پھانسی ہوتی ہے جس پر لٹکاتے ہی دو تین منٹ کے اندر ہی کام تمام ہو جاتا ہے بلکہ اس میں تو کیل وغیرہ ٹھونک دیا کرتے تھے اور کئی دن زندہ رہ کر انسان بھوکا پیاسا مر جاتا تھا۔ مسیح کے لیے اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا وہ صرف دو تین گھنٹہ کے اندر ہی صلیب سے اُتار لیے گئے... پھر ایک اور بڑی شہادت ہے جو اس کی تائید میں ہے وہ مرہم عیسیٰ ہے...''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 500 تا 502)

مسیحؑ کی قبر

''...ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور امر پیدا ہوا گیا ہے جس نے قطعی طور سے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح کا صلیب پر مرنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے، وہ ہرگز صلیب پر نہیں مرے اور وہ ہے مسیح کی قبر۔ مسیح کی قبر سری نگر خانیار کے محلہ میں ثابت ہوگئی ہے اور یہ وہ بات ہے جو دنیا کو ایک زلزلہ میں ڈال دے گی کیونکہ اگر مسیح صلیب پر مرے تھے تو یہ قبر کہاں سے آگئی...چونکہ مسیح علیہ السلام کا کام بھی بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنا تھا اور اہل کشمیر بہ اتفاقِ اہل تحقیق بنی اسرائیل ہی ہیں اس لیے اُن کا یہاں آنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ خود یُوز آسف کا قصہ یورپ میں مشہور ہے...اگر یہ ثابت کر کے دکھایا جاوے کہ مسیحؑ کے کسی حواری کا نام یوز آسف، شہزادہ نبی اور عیسیٰ صاحب ہے تو بے شک یہ قبر کسی حواری کی قبر ہوگی۔ اگر یہ ثابت نہ ہو اور ہرگز ہرگز ثابت نہ ہوگا تو پھر میری بات کو مان لو کہ اس قبر میں خود حضرت مسیحؑ ہی سوتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 502 تا 503)

آخر پر ڈاکٹر گرس وولڈ نے حضرت اقدس علیہ السلام کی مہربانی اور خاطرداری کا شکریہ ادا کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ تو ہمارا فرضِ منصبی ہے جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا ہے اس کو کرنا ضروری ہے۔''

بعد ازاں کتب خانہ حضرت اقدس علیہ السلام اور دفتر اخبار الحکم سے کچھ کتابیں لیں اور واپس چلے گئے۔

اس انٹرویو کے قریباً ایک سال بعد یعنی 1902ء میں ڈاکٹر گرس وولڈ نے اپنا مقالہ لکھا لیکن اس مقالہ میں اس انٹرویو کے علاوہ حضرت اقدسؑ کی کتب اور تازہ شروع ہونے والے رسالے ریویو آف ریلیجنز سے بھی مدد لی ہے۔ مسیحی مشنری ہونے کے لحاظ سے چونکہ مقالہ کا مقصد حضرت اقدس علیہ السلام کی ذات اور دعاوی پر نکتہ چینی کرنا تھا لہٰذا مقالہ میں اپنے تجزیے کے علاوہ پادری عماد الدین کی کتاب توزین الاقوال اور اخبار نور افشاں لدھیانہ وغیرہ کے مخالفانہ بیانات کی بھی آمیزش کی ہے۔ بہرکیف ہمارا مقصد یہاں اس مقالہ کے مندرجات پر بحث کرنا نہیں ہے۔ ڈاکٹر گرس وولڈ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر شہرت کی خواہش کا الزام لگایا ہے اور آپؑ کے متعلق عیسائیوں کی پالیسی "ignore him" یعنی ان کو نظرانداز کرتے رہو کا ذکر کیا ہے لیکن ساتھ ہی اس پالیسی کے خطرے سے خالی نہ ہونے کا اندیشہ ظاہر کر کے صلاح دی ہے کہ کم از کم (حضرت) مرزا صاحب کے دعویٰ ''وفات مسیح'' کے متعلق جواب کی "decided need" یعنی ''یقینی ضرورت'' ہے جس کی خاص طور پر مسلمان حلقوں میں اشاعت کی جائے۔ پھر 1902ء والے مقالے میں صفحہ 26 پر لکھتے ہیں:

"…it is pretty clear that the numbers of the new sect are increasing."

اس مقالہ کے تین سال بعد ہی ایک اور مقالہ لکھ کر لندن بھجوایا۔ پس جس وجود کو شہرت کا متمنی قرار دے کر اُسے نظرانداز کرنا چاہتے تھے، ڈاکٹر گرس وولڈ خود اس کی شہرت کو The Victoria Institute of Philosophical Society, London جیسے ادارہ میں پہنچانے کا باعث ہوئے یہاں تک کہ مقالہ پڑھے جانے کے بعد بحث میں یہ اظہار کیا گیا کہ

"….When we entered this room most of us did not know who Qadian was or where it or he was."

(The Messiah of Qadian, 1905. page 13)

یعنی جب ہم اس ہال میں داخل ہوئے تھے تو ہم میں سے اکثر کو یہ علم نہیں تھا کہ قادیان کیا ہے اور کہاں ہے؟

خدائے عزیز وحکیم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقبولیت کے جہاں دیگر سامان کیے وہاں انہی ڈاکٹر گرس وولڈ کے ہاتھوں لندن میں مقالے کے بعد 1912ء میں امریکہ سے شائع ہونے والے بین الاقوامی رسالے The Moslem World میں بھی (اکتوبر 1912ء کے شمارہ میں) The Ahmadiyya Movement کے عنوان سے مضمون شائع کروا کے اسلام احمدیت کی اشاعت کا باعث بنایا۔ بٹالہ میں کام کرنے والے جرمن نژاد مشنری Herbert Udny Weitbrecht 1851-1937 نے مسیحی مشنریز کے لیے مختلف مذاہب کے متعلق تیاری کے سلسلے میں ایک کتابچہ A Bibliography for Missionary Students 1913 لکھا جس میں اسلام کے تحت ڈاکٹر گرس وولڈ کے مقالہ The Messiah of Qadian کو بھی رکھا ہے۔ (صفحہ 66) ڈاکٹر گرس وولڈ کے مضمون احمدیہ موومنٹ کے تسلسل میں ہی YMCA سے وابستہ ایک امریکی مشنری Howard Arnold Walter 1883-1918 نے بھی 1916ء میں قادیان آنے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے سوالات کا موقع پانے کے بعد رسالہ The Moslem World میں The Ahmadiyya Movement Today کے عنوان سے مضمون لکھا اور اس مضمون کے دو سال بعد The Ahmadiyya Movement نامی کتاب لکھی جسے Oxford University Press نے 1918ء میں شائع کیا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے پادری W.R.W. Gardner 1873-1928 نے لکھا:

"In conclusion we strongly recommend The Ahmadiyya Movement…..It is to be specially hoped that the book will have a wide circulation among all who are interested in Christian missions to Moslems."

(The Muslim World, Vol. X, 1920 page 64)

گویا وہ ذات جس کے متعلق مسیحی مشنریز نظرانداز کرنے کی پالیسی اپنائے ہوئے تھے اب مسیحی مشنریز کا ضروری نصاب ہوگئی تھی جس کا مطالعہ فیلڈ میں جانے سے قبل ضروری تھا۔

آنے والا خداوند قدوس کی طرف سے ہے کہ نہیں اس کے لیے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا بیان فرمودہ اصول ''جو پودا میرے آسمانی باپ نے نہیں لگایا جڑ سے اُکھاڑا جائے گا۔'' (متی باب 15 آیت 13) نہایت سچا اور صاف ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''...اچھا درخت بُرا پھل نہیں لا سکتا نہ بُرا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے۔ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ پس اُن کے پھلوں سے تم اُن کو پہچان لو گے۔''

(متی باب 7 آیت 17-20)

مزید فرماتے ہیں:

''...اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہَوا کے پرندے آکر اُس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔''

(متی باب 13 آیت 32)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے یہ سب پُرحکمت فرمودات ایک حق پسند انسان کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر گواہی کے طور پر کافی ہیں۔

☆...☆...☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تضرّع سے بھری دردمندانہ دعائیں

(مریم رحمٰن)

"خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 352)

"خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 352)

اللہ تعالیٰ نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ عالمگیر حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنی نوع انسان کی روحانی تعلیم و تربیت کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ نے دعاؤں کے ذریعہ مخلوق کا خدا تعالیٰ کے ساتھ رشتہ جوڑا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ہمارا اعتقاد ہے کہ جس طرح ابتدا میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے ذریعہ زیر کیا تھا۔ اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کرے گا نہ تلوار سے۔"

(الحکم جلد 7 نمبر 12 مورخہ 31 مارچ 1903ء صفحہ 8)

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الہام

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ؟

کے ساتھ آپؑ کا ایسا ہاتھ پکڑا کہ دن رات آپ کی روح اپنے مالک کے در پر بے قرار ہو کر جھکی رہتی اور اللہ تعالیٰ کے حضور درد و تضرع سے بھری دعائیں آپؑ کا اوڑھنا بچھونا بن گئیں۔ آپ نے دنیا کو یہ چیلنج دیا کہ

"استجابت دعا کا مجھے نشان دیا گیا ہے۔ جو چاہے میرے مقابلہ پر آئے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 54)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا ہم پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ آپؑ نے ہمیں دعاؤں کے خزانے عطا فرمائے ہیں ان میں وہ دعائیں بھی شامل ہیں جو خدا تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً سکھلائی ہیں۔ آپؑ کی 80 سے زائد کتب (روحانی خزائن)، ملفوظات (ارشادات)، اشتہارات اور مکتوبات میں ہر جگہ دعاؤں کے خزائن نظر آتے ہیں۔ آپ کی چند دعائیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔

محبتِ الٰہی کی پیاری دعائیں

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا

(1) آپ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں اپنے نشاناتِ صداقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سو خدا کا شکر ہے کہ مخلصین کی ایک بھاری جماعت میرے ساتھ ہے اور ہر ایک ان میں سے میرے لئے ایک نشان ہے۔ یہ میرے خدا کا فضل ہے

رَبِّ اِنَّکَ جَنَّتِیْ وَرَحْمَتُکَ جُنَّتِیْ وَاٰیَاتُکَ غِذَائِیْ وَفَضْلُکَ رِدَائِیْ

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 361)

ترجمہ: اے میرے رب! بے شک تو میری جنت ہے اور تیری رحمت میری ڈھال ہے اور تیرے نشان میری غذا ہیں۔ اور تیرا فضل میری چادر ہے۔

(2) آپؑ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے نام مکتوب میں اس دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ مَیں تیری وجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین، ثم آمین"

(الحکم 21 فروری 1898ء جلد نمبر 2 نمبر 1۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ 103)

(3) آپ نے اپنے ایک رفیقِ خاص چودھری رستم علی صاحب کو اس دعا کی تلقین کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ چاہیے کہ سجدہ میں اور دن رات کئی دفعہ یہ دعا پڑھیں

یَا مَنْ ھُوَ اَحَبُّ مِنْ کُلِّ مَحْبُوْبٍ اِغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ عِبَادِکَ الْمُخْلَصِیْنَ۔

(الحکم مورخہ 10 اگست 1901ء جلد 5 نمبر 29 صفحہ 9)

ترجمہ: اے وہ کہ جو ہر محبوب سے زیادہ محبت کرنے کے قابل ہے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنے مخلص بندوں میں داخل فرما۔ ہم تیرے گناہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے۔ تو ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں سے ہمیں بچا۔

(ماخوذ از بدر مورخہ 26 جولائی 1906ء جلد 2 شمارہ 30 صفحہ 3)

یہ دعا اس طرح بھی ملتی ہے:

یَا اَحَبَّ مِنْ کُلِّ مَحْبُوْبٍ اِغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ عِبَادِکَ الْمُخْلَصِیْنَ۔

ترجمہ: اے محبوبوں سے محبوب ذات! میرے گناہ مجھے بخش دے اور مجھے اپنے مخلص بندوں میں شامل فرما۔

(مکتوبات احمد جلد دوم مکتوب بنام منشی رستم علی صاحب صفحہ 539 ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

(4) آپ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے میرے خدا! میری فریاد سن کہ میں اکیلا ہوں۔ اے میری پناہ! اے میری سپر! میری طرف متوجہ ہو کہ میں چھوڑا گیا ہوں۔ اے میرے پیارے! اے میرے سب سے پیارے! مجھے اکیلا مت چھوڑ۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری درگاہ میں میری روح سجدہ میں ہے"۔

(بحوالہ سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی جلد 5 صفحہ 573)

محبتِ رسول حضرت محمد ﷺ کے حسین رنگ

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
دلبرا! مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

(5) حضرت اقدس مسیح موعودؑ آقائے دو جہاں، مقدس الانبیاء، خاتم الانبیاء سید و مولیٰ پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں درود پاک بھیجتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ

(تذکرہ صفحہ 198)

ترجمہ: اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیج جو تمام بنی آدم کا سردار اور خاتم النبیین ہے۔

(6) آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ دعا سکھلائی:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

(تذکرہ صفحہ 25)

ترجمہ: پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

بخشش اور رحم کی عاجزانہ دعائیں

"جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا"

(7) حضرت مسیح موعودؑ نے یہ دعا حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو بذریعہ خط تحریر فرمائی۔ دعا کا طریق یہ بیان فرمایا کہ

"رات کے آخری پہر میں اُٹھو اور وضو کرو اور چند دوگانہ اخلاص سے بجا لاؤ اور دردمندی اور عاجزی سے یہ دعا کرو:

اے میرے محسن اور میرے خدا! میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُرمعصیت و پُرغفلت ہوں۔ تُونے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تُونے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پُرگناہ پر رحم کر اور میری بیباکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے چارہ گر کوئی نہیں۔ آمین"

(مکتوبات احمدؑ جلد دوم صفحہ 10 مکتوب بنام حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاوّل، مکتوب نمبر 2)

(8) 30 مئی 1907ء: آپؑ کو یہ دعا الہام ہوئی:

رَبِّ ارْحَمْنِیْ اِنَّ فَضْلَکَ وَرَحْمَتَکَ یُنْجِیْ مِنَ الْعَذَابِ

(تذکرہ صفحہ 621)

ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھ پر رحم فرما۔ یقیناً تیرا فضل اور تیری رحمت عذاب سے نجات دیتے ہیں۔

(9) 31 مئی 1903ء کو آپ کو یہ دعا الہام ہوئی:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ

(تذکرہ صفحہ 392)

ترجمہ: اے اللہ! رحم کر۔

(10) "مَیں گناہگار ہوں اور کمزور ہوں۔ تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ تو آپ رحم فرما اور مجھے گناہوں سے پاک کر۔ کیونکہ تیرے فضل و کرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے جو مجھے پاک کرے۔"

(اخبار بدر جلد 3 صفحہ 41)

(11) "ہم تیرے گناہ گار بندے ہیں اور نفس غالب ہے تو ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا۔"

(اخبار بدر جلد 2 نمبر 30)

(12) پھر آپ کا ایک الہام ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 104)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے گناہ بخش، ہم خطا پر تھے۔

(13) رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ

(تذکرہ صفحہ 37)

ترجمہ: اے میرے ربّ! بخش دے اور آسمان سے رحم فرما۔

(14) کسی سوال کرنے والے نے آپؑ سے یہ سوال کیا کہ نماز میں حصول حضور کا کیا طریقہ ہے؟ کس طرح توجہ پوری طرح پیدا کی جاسکتی ہے؟ تو آپ نے یہ دعا اسے لکھ کر بھجوائی کہ

"اے خدا تعالیٰ قادر و ذوالجلال مَیں گناہگار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضورِ نماز حاصل نہیں۔ تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش۔ اور میری تقصیرات معاف کر۔ اور میرے دل کو نرم کردے۔ اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے۔ تا کہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضورِ نماز میسر آوے۔"

(اخبار بدر نمبر 20 و 21 جلد 3 مورخہ 24 مئی و یکم جون 1904ء صفحہ 9)

(15) ''اے ہمارے رب العزت! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری بلاؤں کو دور فرما اور تکالیف کو بھی دور فرما، اور ہمارے دلوں کو ہر قسم کے غموں سے نجات بخش اور کفیل ہو ہماری مصیبتوں کا۔ اور ہمارے ساتھ ہو جہاں پر بھی ہم ہوں۔ اے ہمارے محبوب اور ڈھانپ دے ہمارے ننگ کو اور امن میں رکھ ہمارے خطرات کو۔ اور ہم نے توکل کیا تجھ پر اور ہم نے تیرے سپرد کیا اپنا معاملہ، تو ہی ہمارا آقا ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں اور تُو ارحم الراحمین ہے قبول فرما۔ اے رب العالمین۔
(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 182)

نصرتِ الٰہی کے لیے دعائیں

اے خدا اے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا

(16) ''اے میرے ربّ! اپنے بندہ کی نصرت فرما۔ اور اپنے دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کر۔ اے میرے ربّ! میری دعا سن۔ اور اسے قبول فرما۔ کب تک تجھ سے اور تیرے رسول سے تمسخر کیا جاتا رہے گا۔ اور کس وقت تک یہ لوگ تیری کتاب کو جھٹلاتے اور تیرے نبی کے حق میں بد کلامی کرتے رہیں گے۔ اے ازلی ابدی خدا! میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔''
(ترجمہ از عربی عبارت)
(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 569)

(17) رَبِّ احْفَظْنِیْ فَاِنَّ الْقَوْمَ یَتَّخِذُوْنَنِیْ سُخْرَةً
(اخبار بدر جلد 2 نمبر 48 مورخہ 29/ نومبر 1906ء صفحہ 3۔ الحکم جلد 10 نمبر 40 مورخہ 24/ نومبر 1906ء صفحہ 1۔ تذکرہ صفحہ 578 ایڈیشن چہارم)
ترجمہ: اے میرے رب! میری حفاظت کر کیونکہ قوم نے تو مجھے ٹھٹھے کی جگہ ٹھہرا لیا۔

(18) ستمبر 1906ء کا الہام ہے:
رَبِّ لَا تُبْقِ لِیْ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا
(الحکم جلد 10 نمبر 31 مورخہ 10/ ستمبر 1906ء۔ الحکم جلد 10 نمبر 32 مورخہ 17/ ستمبر 1906ء صفحہ 1۔ تذکرہ صفحہ 568 ایڈیشن چہارم)
ترجمہ: اے میرے ربّ! میرے لیے رسوا کرنے والی چیزوں میں سے کوئی باقی نہ رکھ۔

(19) رَبِّ اجْعَلْنِیْ غَالِبًا عَلٰی غَیْرِیْ
(اخبار بدر جلد 6 نمبر 32 مورخہ 8/ اگست 1907ء صفحہ 4، الحکم جلد 11 نمبر 28 مورخہ 10/ اگست 1907ء صفحہ 2)
ترجمہ: اے میرے رب! مجھے میرے غیر پر غالب کر۔

(20) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا طُعْمَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ
(البشریٰ مرتبہ حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ صفحہ 53۔ تذکرہ صفحہ 684)
ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کی خوراک نہ بنا۔

بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے درد بھری دعائیں

ان دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا

(21) رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ
(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 266۔ تذکرہ صفحہ 37 ایڈیشن چہارم)
ترجمہ: اے میرے ربّ! امت محمدیہ کی اصلاح فرما۔

(22) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دعا ہے جو آپ نے مُسلم اُمّہ کے لیے بھی کی۔ ہمارے غیر از جماعت مسلمان بھائیوں کے لیے بھی عمومی طور پر کی۔ آپ فرماتے ہیں:

رَبِّ یَارَبِّ اِسْمَعْ دُعَائِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَتَضَرُّعِیْ فِیْ اِخْوَتِیْ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَشَفِیْعٍ وَ مُشَفَّعٍ لِلْمُذْنِبِیْنَ۔ رَبِّ اَخْرِجْھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلٰی نُوْرِکَ۔ وَمِنْ بَیْدَاءِ الْبُعْدِ اِلٰی حُضُوْرِکَ۔ رَبِّ ارْحَمْ عَلَی الَّذِیْنَ یَلْعَنُوْنَ عَلَیَّ وَاحْفَظْ مِنْ تَبِّکَ قَوْمًا یَقْطَعُوْنَ یَدَیَّ وَاَدْخِلْ ھُدٰکَ فِیْ جِذْرِ قُلُوْبِھِمْ وَاعْفُ عَنْ خَطِیْئَآتِھِمْ وَذُنُوْبِھِمْ وَاغْفِرْلَھُمْ وَعَافِھِمْ وَوَادِعْھُمْ وَصَافِھِمْ وَاَعْطِھِمْ عُیُوْنًا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَاٰذَانًا یَسْمَعُوْنَ بِھَا وَقُلُوْبًا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَاَنْوَارًا یَّعْرِفُوْنَ بِھَا وَارْحَمْ عَلَیْھِمْ۔ وَاعْفُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ رَبِّ بِوَجْہِ الْمُصْطَفٰی وَدَرَجَتِہِ الْعُلْیَا وَالْقَائِمِیْنَ فِیْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَالْغَازِیْنَ فِیْ ضَوْءِ الضُّحٰی وَ رِکَابٍ لَکَ تُعَدُّ لِلسُّرٰی وَرِحَالٍ تُشَدُّ اِلٰی اُمِّ الْقُرٰی۔ اَصْلِحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ اِخْوَانِنَا۔ وَافْتَحْ اَبْصَارَھُمْ وَنَوِّرْ قُلُوْبَھُمْ وَفَھِّمْھُمْ مَا فَھَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْھُمْ طُرُقَ التَّقْوٰی۔ وَاعْفُ عَمَّا مَضٰی۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔
(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 22 تا 23)

ترجمہ: اے میرے ربّ! میری قوم کے بارے میں میری دعا اور میرے بھائیوں کے بارے میں میری گریہ وزاری سن۔ مَیں تیرے نبی خاتم النبیین اور گناہگاروں کے شفیع جس کی شفاعت قبول کی جائے گی کے واسطے تجھ سے عرض کرتا ہوں۔ اے میرے ربّ! انہیں ظلمات سے اپنے نور کی طرف نکال لے آ اور دُوری کے دشت سے اپنے حضور لے آ۔ اے میرے ربّ! ان پر رحم کر جو مجھ پر لعنت کرتے ہیں اور جو میرے ہاتھ کاٹتے ہیں۔ اس قوم کو ہلاکت سے بچا اور اپنی ہدایت کو ان کے دلوں میں داخل فرما اور ان کی خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرما اور ان کو بخش دے اور ان کو عافیت عطا فرما اور ان کی اصلاح فرما اور ان کو پاک فرما۔ ان کو ایسی آنکھیں عطا فرما جن سے وہ دیکھ سکیں۔ ایسے کان عطا فرما جن سے وہ سن سکیں اور ایسے دل عطا فرما جن سے وہ سمجھ سکیں اور ایسے انوار عطا فرما جن سے وہ سمجھ سکیں اور ان پر رحم فرما اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان سے درگزر فرما کیونکہ وہ ایسی قوم ہیں جو جانتے نہیں۔ اے میرے ربّ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بلند مقام کے صدقے اور ان کے صدقے جو راتوں کو قیام کرتے اور صبح کے وقت جنگ کرتے ہیں اور ان سواریوں کے صدقے جو تیری (رضا کی) خاطر راتوں کو سفر کرنے کے لیے تیار کی جاتی ہیں اور ان سفروں کے صدقے جو اُمّ القریٰ کی طرف کیے جاتے ہیں ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان صلح کے سامان فرما۔ اور ان کی آنکھیں کھول۔ اور ان کے دلوں کو منور فرما۔ اور انہیں وہ کچھ سمجھا دے جو تُو نے مجھے سمجھایا ہے اور ان کو تقویٰ کے طریق سکھا اور جو کچھ گزر چکا اس سے درگذر فرما۔ ہماری آخری دعا یہی ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بلند آسمانوں کا ربّ ہے۔

مشکلات اور ہم و غم دور ہونے کی جامع دعائیں

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

(23) رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ
(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 224، تذکرہ صفحہ 442)
ترجمہ: اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے ربّ! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

آپ فرماتے ہیں:
''اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہوگی۔''
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 264، ایڈیشن 1984ء)

(24) یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔ اِنَّ رَبِّیْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
(الحکم جلد 3 نمبر 22 مورخہ 23/ جون 1899ء صفحہ 8)
ترجمہ: اے حیّ! اے قیوم! میں تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں۔ یقیناً میرا ربّ آسمان اور زمین کا رب ہے۔

(25) خدا قاتل تو باد۔ و مرا از شر تو محفوظ دارد
(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 101)
ترجمہ: خدا خود ہی ترا قاتل ہے اور مجھے ترے شر سے محفوظ رکھے۔

(26) اِیْلِیْ، اِیْلِیْ، لِمَا سَبَقْتَنِیْ
(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 612)
ترجمہ: اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

پاکیزگیٔ نفس کی دعائیں

عِفّت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

(27) رَبِّ اَذْھِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَھِّرْنِیْ تَطْھِیْرًا
(تذکرہ صفحہ 23)
ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھ سے ناپاکی کو دور رکھ۔ اور مجھے ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

(28) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَکًا حَیْثُ مَا کُنْتُ
(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 621)
ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے ایسا پاک کر کہ جس جگہ بھی میں بود و باش اختیار کروں برکت میرے ساتھ رہے۔

(29) رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
(تذکرہ صفحہ 38)
ترجمہ: اے میرے ربّ! میرا صدق ظاہر کر دے۔

بیماری سے شفایابی کی دعائیں

تو ہے جو پالتا ہے، ہر دم سنبھالتا ہے
غم سے نکالتا ہے، دردوں کو ٹالتا ہے

(30) اِشْفِنِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَارْحَمْنِیْ
(تذکرہ صفحہ 523)
ترجمہ: اے اللہ! مجھے اپنی جناب سے شفا بخش اور رحم فرما۔

(31) بِسْمِ اللّٰہِ الْکَافِیْ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الشَّافِیْ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْغَفُوْرِ الرَّحِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْبَرِّ الْکَرِیْمِ۔ یَا حَفِیْظُ۔ یَا عَزِیْزُ۔ یَا رَفِیْقُ۔ یَا وَلِیُّ اشْفِنِیْ (تذکرہ صفحہ 442)
ترجمہ: میں اللہ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو کافی ہے، شافی ہے۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو غفور الرحیم ہے۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو برّ و کریم ہے۔ اے حفاظت کرنے والے، کامل غلبہ والے، اے رفیق۔ اے دوست تو مجھے شفا دے۔

(32) یَا حَفِیْظُ۔ یَا عَزِیْزُ۔ یَا رَفِیْقُ
(تذکرہ صفحہ 404)
ترجمہ: اے حفاظت کرنے والے۔ اے غالب۔ اے ساتھی۔

علم میں اضافہ کی معرفت بھری دعائیں

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قُربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(33) رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ عِنْدَکَ
(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 106)
ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(34) رَبِّ اَرِنِیْ اَنْوَارَکَ الْکُلِّیَّةَ
(تذکرہ صفحہ 534)
ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے اپنے تمام انوار دکھلا۔

(35) رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ
(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 266)
ترجمہ: اے میرے ربّ! تُو مجھے دکھا کہ تو مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے اور آسمان سے اپنی بخشش اور رحمت نازل فرما۔

(36) رَبِّ اَرِنِیْ حَقَآئِقَ الْاَشْیَآءِ
(تذکرہ صفحہ 613)
ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کی وہ بہت پیاری دعا تحریر کرتی ہوں جو آپؑ نے اپنی کتاب کشتی نوح میں پاک سچی اور عمدہ تعلیم بیان فرما کر اپنی پیاری جماعت کے لیے آخر میں بیان فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''پس تم ایسے برگزیدہ نبی کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو۔ تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق وصفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اس میں اترے۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو۔ اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔
اب میں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ آمین ثم آمین''
(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 85)

مندرجہ بالا دعاؤں کی تحریک ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے متعدد خطباتِ جمعہ و خطابات میں فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''پس یہ دعائیں ہیں جو ہمارا خاصہ ہونا چاہئیں تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں بھی رہیں اور اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں اور گناہوں پر نظر بھی رکھتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہوئے ان سے بچنے کی کوشش بھی کرتے رہیں''۔
(خطبہ جمعہ فرمودہ 27/ مارچ 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 17/ اپریل 2009ء صفحہ 6)

اللہ کرے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام دعائیں کل عالم، جماعت کے ہر فرد کے حق میں پوری ہوں۔ آمین

☆...☆...☆

تُو مجھ سے ایسا ہے جیسی مری توحید — تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں

کیفیتِ نزولِ وحی صاحبِ تجربہ کے قلم سے

(امۃ الباری ناصر۔ امریکہ)

”خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو اُنہیں ایمانداروں کو عطا کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔“

ارشاد ربّانی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ . . .

(حم السجدۃ: 31 تا 32)

ترجمہ ”وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہوگئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہوگئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 419)

اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر فرشتے اُترتے ہیں

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لاکر پوری پوری استقامت اختیار کرتے ہیں۔ اُن پر خدائے تعالیٰ کے فرشتے اُترتے ہیں۔ اور یہ الہام ان کو کرتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو تمہارے لئے وہ بہشت ہے جس کے بارے میں تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ سو اس آیت میں بھی صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نیک بندے غم اور خوف کے وقت خدا سے الہام پاتے ہیں اور فرشتے اُتر کر اُن کی تسلی کرتے ہیں اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے

لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ (یونس: 5)

یعنی خدا کے دوستوں کو الہام اور خدا کے مکالمہ کے ذریعہ سے اس دنیا میں خوشخبری ملتی ہے اور آئندہ زندگی میں بھی ملے گی۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 437)

سلسلۂ وحی و الہام اطاعتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشروط ہے

”خدا تعالیٰ اُمت محمدیہ میں کہ جو سچے دین پر ثابت اور قائم ہیں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا ہے کہ جو خدا کی طرف سے ملہم ہو کر ایسے امورِ غیبیہ بتلاتے ہیں جن کا بتلانا بجز خدائے واحد لاشریک کے کسی کے اختیار میں نہیں اور خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو اُنہیں ایمانداروں کو عطا کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 238)

فیضِ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے وسیلے سے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اُس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے بجز اُس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اُس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے اور اُس کی ہمت اور ہمدردی نے اُمت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور اُن پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپؐ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمتی نہ ہو اُس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپؐ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 29 تا 30)

وحی و الہام تابعینِ خیر الرسلؐ کا مقدر ہے

”الہام ایک واقعی اور یقینی صداقت ہے جس کا مقدس اور پاک چشمہ دینِ اسلام ہے۔ اور خدا جو قدیم سے صادقوں کا رفیق ہے۔ دوسروں پر یہ نورانی دروازہ ہرگز نہیں کھولتا اور اپنی خاص نعمت غیر کو ہرگز نہیں دیتا اور کیونکر دے کیا ممکن ہے کہ جو شخص اپنے گھر کے تمام دروازے بند کر کے اور آنکھوں پر پردہ ڈال کے بیٹھا ہوا ہے۔ وہ ایسا ہی روشنی کو پاوے جیسا کہ وہ شخص جس کے سب دروازے کھلے ہیں اور جس کی آنکھوں پر کوئی پردہ نہیں۔ کیا اعمیٰ اور بصیر کبھی مساوی ہو سکتے ہیں۔ کیا ظلمت نور کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کیا ممکن ہے کہ مجذوم جس کا تمام بدن جذام خوردہ ہے اور جس کے اعضاء متعفن ہو کر گرتے جاتے ہیں۔ وہ اپنی بدنی حالت میں اس جماعت سے برابری کر سکے جس کو خدا نے کامل تندرستی اور خوبصورتی عطا فرمائی ہے۔ ہم ہر وقت طالب صادق کو اس بات کا ثبوت دینے کے لئے موجود ہیں کہ وہ روحانی اور حقیقی اور سچی برکتیں کہ جو تابعینِ حضرتِ خیر الرسلؐ میں پائی جاتی ہیں کسی دوسرے فرقہ میں ہرگز موجود نہیں۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 288 تا 289 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

نزولِ وحی کے وقت آسمانوں پر لرزہ

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ابن جریر اور ابن کثیر سے ایک حدیث تحریر کی ہے جس کا ترجمہ ہے:

”نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت خدا تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ کوئی امر وحی اپنی طرف سے نازل کرے تو بطور وحی متکلم ہوتا ہے یعنی ایسا کلام کرتا ہے جو ابھی اجمال پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک چادر پوشیدگی کی اُس پر ہوتی ہے تب اُس محجوب المفہوم کلام سے ایک لرزہ آسمانوں پر پڑ جاتا ہے جس سے وہ ہولناک کلام تمام آسمانوں میں پھر جاتا ہے اور کوئی نہیں سمجھتا کہ اس کے کیا معنی ہیں اور خوفِ الٰہی سے ہر یک فرشتہ کانپنے لگتا ہے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے اور اُس ہولناک آواز کو سُن کر ہر یک فرشتہ پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں پھر سب سے پہلے جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس وحی کی تمام تفصیلات اُس کو سمجھا دیتا ہے اور اپنی مراد اور منشاء سے مطلع کر دیتا ہے تب جبرائیل اُس وحی کو لے کر تمام فرشتوں کے پاس جاتا ہے جو مختلف آسمانوں میں ہیں اور ہر یک فرشتہ اُس سے پوچھتا ہے کہ یہ آواز ہولناک کیسی تھی اور اس سے کیا مراد تھی تب جبرائیل اُن کو یہ جواب دیتا ہے کہ یہ ایک امر حق ہے اور خدا تعالیٰ بلند اور نہایت بزرگ ہے یعنی یہ وحی اُن حقائق میں سے ہے جن کا ظاہر کرنا اُس العلی الکبیر نے قرین مصلحت سمجھا تب وہ سب اُس کے ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ پھر جبرائیل اُس وحی کو اس جگہ پہنچا دیتا ہے جس جگہ پہنچانے کیلئے اُسکا حکم تھا خواہ آسمان یا زمین۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 107 تا 109)

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

”میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اُس پیروی سے پایا... سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔



قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(اٰل عمران: 32)

یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64-65)

”اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اُس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے... پھر جیسا جیسا اُن پر زمانہ گزرتا ہے وہ اندرونی آگ عشق اور محبت الٰہی کی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی محبت رسول کی آگ ترقی پکڑتی ہے۔ اور ان تمام امور میں خدا اُن کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اور جب وہ محبت اور عشق کی آگ انتہا تک پہنچ جاتی ہے تب وہ نہایت بے قراری اور دردمندی سے چاہتے ہیں کہ خدا کا جلال زمین پر ظاہر ہو اور اسی میں اُن کی لذت اور یہی اُن کا آخری مقصد ہوتا ہے تب اُن کے لئے زمین پر خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کسی کے لئے اپنے عظیم الشان نشان ظاہر نہیں کرتا اور کسی کو آئندہ زمانے کی عظیم الشان خبریں نہیں دیتا مگر اُنہیں کو جو اس کے عشق اور محبت میں محو ہوتے ہیں اور اُس کی توحید اور جلال کے ظاہر ہونے کے ایسے خواہاں ہوتے ہیں جیسا کہ وہ خود ہوتا ہے۔ یہ بات اُنہیں سے مخصوص ہے کہ حضرت الوہیت کے خاص اسرار اُن پر ظاہر ہوتے ہیں اور غیب کی باتیں کمال صفائی سے ان پر منکشف کی جاتی ہیں اور یہ خاص عزت دوسرے

کو نہیں دی جاتی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22صفحہ 67تا68)

مکالمہ ٔالٰہی سے مشرف ہونے کا مقام

’’...جب انسان کی روح نفسانی آلائشوں سے پاک ہو کر اور اسلام کی واقعی حقیقت سے کامل رنگ پکڑ کر خدائے تعالیٰ کی بے نیاز جناب میں رضا اور تسلیم کے ساتھ پوری پوری وفاداری کو لے کر اپنا سر رکھ دیتی ہے اور ایک سچی قربانی کے بعد جو فدائے نفس و مال وعزت و دیگر لوازم محبوبہ ٔنفس سے مراد ہے محبت اور عشقِ مولیٰ کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے اور تمام حُجبِ نفسانی جو اُس میں اور اُس کے ربّ میں دوری ڈال رہے تھے معدوم اور زائل ہو جاتے ہیں اور ایک انقلابِ عظیم اور سخت تبدیلی اس انسان کی صفات اور اس کی اخلاقی حالت اور اس کی زندگی کے تمام جذبات میں پیدا ہو کر ایک نئی پیدائش اور نئی زندگی ظہور میں آجاتی ہے اور اس کی نظر شہود میں وجود غیر بکلّی معدوم ہو جاتا ہے۔ تب ایسا انسان اس لائق ہو جاتا ہے کہ مکالمہ ٔالٰہی سے بکثرت مشرف ہو اور مکالمہ ٔ الٰہی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محدود اور مشتبہ معرفت سے انسان ترقی کر کے اس درجہ شہود پر پہنچتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو اس نے دیکھ لیا ہے۔ سو یہ وہ مقام ہے جس پر تمام مقامات معرفت و خدا شناسی کے ختم ہو جاتے ہیں اور یہی وہ آخری نقطہ کمالات بشریہ کا ہے جس سے بڑھ کر عرفان کے پیاسوں کے لئے اس دنیا میں ہرگز میسر نہیں آسکتا اور نبیوں اور محدثوں کے لئے اس کے حصول کا اکثر طور پر قدرتی طریق یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی پر اُن میں سے اپنا کلام نازل کرے تو روحانی طور پر بغیر توسط جسمانی اسباب کے اس پر ربودگی اور بے ہوشی طاری کی جاتی ہے۔ تب وہ شخص اپنے وجود سے بکلّی گم ہو کر بلا اختیار جنابِ الٰہی کی ایک خاص کشش سے گہرے غوطہ میں چلا جاتا ہے اور ہوش آنے کے وقت ساتھ اپنے ایک کلام لذیذ لے آتا ہے وہی وحی الٰہی ہے۔‘‘

(ازالہ ٔاوہام، روحانی خزائن جلد 3صفحہ 599)

’’وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اُس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پُربرکت الفاظ میں محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر ایک ربانی تجلی اور الٰہی صولت رکھتی ہے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 232)

دل علوم مخفیہ کا سرچشمہ

’’میں 35 برس سے اس بات کا مشاہدہ کر رہا ہوں کہ خدا کا الہام جو معارفِ روحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے دل پر ہی نازل ہوتا ہے بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سرچشمہ ٔعلوم ہونا کھل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور سے بشدّت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کے ساتھ ایک ایسے کنوئیں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنچہ کی شکل میں سربستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہو کر پھول کی طرح کھل جاتا ہے اور اس میں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے وہی خدا کا کلام ہے۔ پس ان تجارب صحیحہ روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں۔ ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو اور اس میں کوئی آفت نہ ہو تو وہ دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہوتا ہے۔ اور دماغ چونکہ منبتِ اعصاب ہے اس لئے وہ ایسی کل کی طرح ہے جو پانی کو کنوئیں سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم مخفیہ کا سرچشمہ ہے یہ وہ راز ہے جو اہل حق نے مکاشفات صحیحہ کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے جس میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں۔‘‘

(چشمہ ٔمعرفت، روحانی خزائن جلد 23صفحہ 283)

تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحیٔ ربانی سے پایا افتخار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار

(درّثمین)

الہام کی پانچ صورتیں

’’جب خداوند تعالیٰ کوئی امر غیبی اپنے بندہ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر کچھ تھوڑی غنودگی کی حالت میں جاری کر دیتا ہے۔ اور جو کلمات سختی اور گرانی سے جاری ہوتے ہیں وہ ایسی پرشدت اور عنیف صورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں جیسے گڑھے یعنی اولے بیکبارگی ایک سخت زمین پر گرتے ہیں یا جیسے تیز اور پُرزور رفتار میں گھوڑے کا سم زمین پر پڑتا ہے۔ اس الہام میں ایک عجیب سرعت اور شدّت اور ہیبت ہوتی ہے جس سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے اور زبان ایسی تیزی اور بارعب آواز میں خودبخود دوڑتی جاتی ہے کہ گویا وہ اپنی زبان ہی نہیں اور ساتھ اس کے جو ایک تھوڑی سی غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے وہ الہام کے تمام ہونے کے بعد فی الفور دُور ہو جاتی ہے اور جب تک کلمات الہام تمام نہ ہوں تب تک انسان ایک میت کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 248حاشیہ درحاشیہ نمبر 1)

’’صورت دوم الہام کی جس کا میں باعتبار کثرت عجائبات کے کامل الہام نام رکھتا ہوں۔ یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خودبخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو یکدفعہ ایک بے ہوشی اور ربودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی سے کھویا جاتا ہے اور ایسا اس بے خودی اور ربودگی اور بے ہوشی میں ڈوبتا ہے جیسے کوئی پانی میں غوطہ مارتا ہے۔ اور نیچے پانی کے چلا جاتا ہے۔ غرض جب بندہ اس حالت ربودگی سے کہ جو غوطہ سے بہت ہی مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اُس کو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتا ہے۔ اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائبات بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے۔ کیونکہ جب بار بار دعا کرنے کے وقت خداوند تعالیٰ اس حالتِ غوطہ اور ربودگی کو اپنے بندہ پر وارد کر کے اس کی ہر یک دعا کا اس کو ایک لطیف اور لذیذ کلام میں جواب دیتا ہے۔ اور ہر یک استفسار کی حالت میں وہ حقائق اس پر کھولتا ہے جن کا کھلنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تو یہ امر اس کے لئے موجب مزید معرفت اور باعثِ عرفانِ کامل ہو جاتا ہے۔ بندہ کا دعا کرنا اور خدا کا اپنی الوہیت کی تجلی سے ہر یک دعا کا جواب دینا یہ ایک ایسا امر ہے کہ گویا اسی عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے‘‘۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 260 تا262 حاشیہ درحاشیہ نمبر 1)

’’صورت سوم الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القا ہوتا ہے۔ یعنی ایک مرتبہ دل میں کوئی کلمہ گزر جاتا ہے۔ جس میں وہ عجائبات بہ تمام و کمال نہیں ہوتے کہ جو دوسری صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ بلکہ اس میں ربودگی اور غنودگی بھی شرط نہیں۔ بسا اوقات عین بیداری میں ہو جاتا ہے اور اس میں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ گویا غیب سے کسی نے وہ کلمہ دل میں پھونک دیا ہے یا پھینک دیا ہے۔ انسان کسی قدر بیداری میں ایک استغراق اور محویت کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور کبھی بالکل بیدار ہوتا ہے کہ یک دفعہ دیکھتا ہے کہ ایک نووارد کلام اُس کے سینہ میں داخل ہے یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معاًوہ کلام دل میں داخل ہوتے ہی اپنی پرزور روشنی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور انسان متنبہ ہو جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ القا ہے۔ اور صاحب ذوق کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تنفّسی ہوا اندر جاتی ہے اور تمام دل وغیرہ اعضاء کو راحت پہنچاتی ہے ویسا ہی وہ الہام دل کو تسلی اور سکینت اور آرام بخشتا ہے...

صورت چہارم الہام کی یہ ہے کہ رؤیا صادقہ میں کوئی امر خدائے تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے یا کوئی تحریر کاغذ پر یا پتھر وغیرہ پر مشہود ہو جاتی ہے جس سے کچھ اسرار غیبیہ ظاہر ہوتے ہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 273 تا274 حاشیہ درحاشیہ نمبر 1)

’’صورت پنجم الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ایک خارج سی آواز آتی ہے اور یہ آواز ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ایک پردہ کے پیچھے سے کوئی آدمی بولتا ہے۔ مگر یہ آواز نہایت لذیذ اور شگفتہ اور کسی قدر سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور دل کو اس سے ایک لذّت پہنچتی ہے۔ انسان کسی قدر استغراق میں ہوتا ہے کہ یکدفعہ یہ آواز آجاتی ہے اور آواز سنکر وہ حیران رہ جاتا ہے کہ کہاں سے یہ آواز آئی اور کس نے مجھ سے کلام کی۔ اور حیرت زدہ کی طرح آگے پیچھے دیکھتا ہے پھر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتہ نے یہ آواز دی۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 287 حاشیہ درحاشیہ نمبر 1)

زبان پر الٰہی تصرف

’’الہام کے وقت میں قادر مطلق اپنے اُس تصرف بحث سے کام کرتا ہے جس میں اسباب اندرونی یا بیرونی کی کچھ آمیزش نہیں ہوتی۔ اُس وقت زبان خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ ہوتا ہے جس طرح اور جس طرف چاہتا ہے اُس آلہ کو یعنی زبان کو پھیرتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ الفاظ زور کے ساتھ اور ایک جلدی سے نکلتے آتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی لطف اور ناز سے قدم رکھتا ہے اور ایک قدم پر ٹھہر کر پھر دوسرا قدم اُٹھاتا ہے اور چلنے میں اپنی خوش وضع دکھلاتا ہے اور ان دونوں اندازوں کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تا ربّانی الہام کو نفسانی اور شیطانی خیالات سے امتیاز کلی حاصل رہے۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 570 تا571)

بلیغ فصیح، لذیذ فقرے

’’الہام کے بارے میں ہمارا تجربہ ہے کہ تھوڑی سی غنودگی ہو کر اور بعض اوقات بغیر غنودگی کے خدا کا کلام ٹکڑہ ٹکڑہ ہو کر زبان پر جاری ہوتا ہے جب ایک ٹکڑہ ختم ہو چکتا ہے تو حالت غنودگی جاتی رہتی ہے۔ پھر ملہم کے کسی سوال سے یا خودبخود خدا تعالیٰ کی طرف سے دوسرا ٹکڑہ الہام ہوتا ہے اور وہ بھی اسی طرح کہ تھوڑی غنودگی وارد ہو کر زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ایک ہی وقت میں تسبیح کے دانوں کی طرح نہایت بلیغ فصیح لذیذ فقرے غنودگی کی حالت میں زبان پر جاری ہوتے جاتے ہیں اور ہر ایک فقرہ کے بعد غنودگی دُور ہو جاتی ہے اور وہ فقرے یا تو قرآن شریف کی بعض آیات ہوتی ہیں یا اُن کے مشابہ ہوتے ہیں اور اکثر علومِ غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں ایک شوکت ہوتی ہے اور دل پر اثر کرتے ہیں اور ایک لذت محسوس ہوتی ہے۔ اس وقت دل نور میں غرق ہوتا ہے گویا خدا اُس میں نازل ہے اور دراصل اس کو الہام نہیں کہنا چاہئے بلکہ یہ خدا کا کلام ہے۔‘‘

(چشمہ ٔمعرفت، روحانی خزائن جلد 23صفحہ 314حاشیہ)

’’جو کچھ ہمارے تجربہ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ اول دل پر اس کی سخت ضرب محسوس ہوتی ہے اور اس ضرب کے ساتھ ایک گونج پیدا ہوتی ہے اور پھر پھول کی طرح وہ شگفتہ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے پاک اور لذیذ کلام نکلتا ہے اور وہ کلام اکثر امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے اور اپنے اندر ایک شوکت اور طاقت اور تاثیر رکھتا ہے اور ایک آہنی میخ کی طرح دل میں دھنس جاتا ہے اور خدا کی خوشبو اس سے آتی ہے۔‘‘

(چشمہ ٔمعرفت، روحانی خزائن جلد 23صفحہ 315 حاشیہ)

’’...جب باری تعالیٰ کا ارادہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اپنا کلام اپنے کسی ملہم کے دل تک پہنچاوے تو اس کی اس متکلمانہ حرکت سے معاً جبریلی نور میں القا کے لئے ایک روشنی کی موج یا ہوا کی موج یا ملہم کی تحریک لسان کے لئے ایک حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے اور اس تموج یا اُس حرارت سے بلاتوقف وہ کلام ملہم کی آنکھوں کے سامنے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے یا کانوں تک اس کی آواز پہنچتی ہے یا زبان پر وہ الہامی الفاظ جاری ہوتے ہیں۔‘‘

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3صفحہ 93)

طاقت، برکت اور کشش

’’...یہی سنت اور قانون قدرت ہے کہ خدا کا کلام مع الفاظ دل پر نازل ہوتا ہے اور زبان پر جاری ہوتا ہے۔ وہ صرف مفہوم نہیں ہوتا بلکہ اُس کے ساتھ لفظ بھی ہوتے ہیں اور جیسا کہ خدا کا فعل بے نظیر ہے ایسا ہی وہ خدا کا کلام بھی بے مثل ہوتا ہے اس طرح پر کہ نہایت درجہ کی بلاغت فصاحت کے ساتھ امور غیبیہ سے بھرا ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر ایک طاقت اور برکت اور کشش ہوتی ہے جو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور ایک نور ہوتا ہے جو تاریکی کو دُور کرتا ہے اور پیروی کرنے والے کو اس نور سے منور کرتا ہے اور اُس کو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے...‘‘

(چشمہ ٔمعرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 93)

سوال جواب کا سلسلہ

’’جب ایک صادق انسان جس کا درحقیقت خدا تعالیٰ سے محبت اور وفا کا تعلق ہے اپنے اس جوش تعلق میں اپنے رب کریم سے کسی حاجت کے متعلق کوئی سوال کرتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ ابھی اسی دعا میں مشغول ہوتا ہے کہ ناگاہ ایک غنودگی اس پر طاری ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی آنکھ کھل جاتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس سوال کا جواب اس غنودگی کے پردہ میں نہایت فصیح بلیغ الفاظ میں اس کو مل جاتا ہے وہ الفاظ اپنے اندر ایک شوکت اور لذت رکھتے ہیں اور ان میں الوہیت کی طاقت اور قوت چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور میخ آہنی کی طرح دل کے اندر دھنس جاتے ہیں اور وہ الہامات اکثر غیب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک سوال کے بعد وہ صادق بندہ اسی پہلے سوال کے متعلق کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہے یا کوئی نیا سوال کرتا ہے تو پھر غنودگی اس پر طاری ہو جاتی ہے اور ایک سیکنڈ تک یا اس سے بھی کمتر حالت میں وہ غنودگی کھل جاتی ہے اور اس میں سے پھر ایک پاک کلام نکلتا ہے جیسے ایک میوہ کے غلاف میں سے اس کا مغز نکلتا ہے جو نہایت لذیذ اور پرشوکت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ خدا جو نہایت کریم اور رحیم اور اخلاق میں سب سے بڑھا ہوا ہے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے اور جواب دینے میں نفرت اور بیزاری ظاہر نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اگر ساٹھ ۶۰ یا ستر ۷۰ یا سو ۱۰۰ دفعہ سوال کیا جائے تو اس کا جواب اسی صورت اور اسی پیرایہ میں دیتا ہے یعنی ہر ایک سوال کے وقت ایک خفیف سی غنودگی وارد حال ہو جاتی ہے اور کبھی ایک بھاری غنودگی اور ربودگی طاری حال ہو جاتی ہے کہ گویا انسان ایک غشی کی حالت میں پڑ گیا ہے اور اکثر عظیم الشان امور میں اس قسم کی وحی ہوتی ہے اور یہ وحی کی تمام قسموں میں سے برتر و اعلیٰ ہے۔ پس ایسے حالات میں جو سوال اور دعا کے وقت لحظہ لحظہ پر غنودگی طاری ہوتی ہے اور اس غنودگی کے پردہ میں وحی الٰہی نازل ہوتی ہے یہ طرز غنودگی اسباب مادیہ سے برتر ہے اور جو کچھ طبعی والوں نے خواب کے متعلق قانون قدرت سمجھ رکھا ہے اس کو پاش پاش کرتی ہے ایسا ہی صدہا روحانی امور ہیں جو ظاہری فلسفہ والوں کے خیالات کو نہایت ذلیل ثابت کرتے ہیں بسا اوقات انسان کشفی رنگ میں کئی ہزار کوس کی دور چیزوں کو ایسے طور سے دیکھ لیتا ہے کہ گویا وہ اس کی آنکھ کے سامنے ہیں اور بسا اوقات ان روحوں سے جو فوت ہو چکے ہیں عین بیداری میں ملاقات کرتا ہے۔ ...‘‘

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 111 تا 112)

تیرا ہے جو ہے میرا

’’مجھے اس اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع دیوار پر۔ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب مکالمۂ الٰہیہ کا وقت آتا ہے تو اوّل یک دفعہ مجھ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے تب میں ایک تبدیل یافتہ چیز کی مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور ہوش گو بگفتن باقی ہوتا ہے۔ مگر اس وقت میں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت نے میرے تمام وجود کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور اُس وقت احساس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اُس کے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں بلکہ اُس کا ہے جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو اُس وقت سب سے پہلے خدا تعالیٰ دل کے اُن خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اس کو منظور ہوتا ہے تب ایک عجیب کیفیت سے وہ خیالات یکے بعد دیگرے نظر کے سامنے آتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال مثلاً زید کی نسبت دل میں آیا کہ وہ فلاں مرض سے صحت یاب ہوگا یا نہ ہوگا تو جھٹ اُس پر ایک ٹکڑا کلام الٰہی کا ایک شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اُس کے گرنے کے ساتھ تمام بدن ہل جاتا ہے۔ پھر وہ مقدمہ طے ہو کر دوسرا خیال سامنے آتا ہے۔ ادھر وہ خیال نظر کے سامنے کھڑا ہوا اور ادھر ساتھ ہی ایک ٹکڑا الہام کا اُس پر گرا جیسا کہ ایک تیرانداز ہر یک شکار کے نکلنے پر تیر مارتا جاتا ہے اور عین اُس وقت میں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ خیالات کا ہمارے ملکۂ فطرت سے پیدا ہوتا ہے اور کلام جو اُس پر گرتا ہے وہ اوپر سے نازل ہوتا ہے۔‘‘

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 22 حاشیہ)

ملائکہ کو دیکھتا ہوں

’’میں نے دیکھا ہے کہ وحی کے وقت جو برنگِ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ تصرف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اُس کی طرف ایسا کھینچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرف میں کھلا اور روشن کلام سنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں (صرف اتنا ہی نہیں کہ ملائک بعض وقت نظر آتے ہیں بلکہ بسا اوقات ملائک کلام میں اپنا واسطہ ہونا ظاہر کر دیتے ہیں - نوٹ از حاشیہ) اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ایسا تصرف اور اخذ خارجی ہوتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔‘‘

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 26)

الہام سے خدا کا دیدار

’’اسلام سے ہمارے نفسانی جذبات کو موت آتی ہے اور پھر دعا سے ہم از سر نو زندہ ہوتے ہیں۔ اس دوسری زندگی کیلئے الہام الٰہی ہونا ضروری ہے اسی مرتبہ پر پہنچنے کا نام لقائے الٰہی ہے یعنی خدا کا دیدار اور خدا کا درشن ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر انسان کو خدا سے وہ اتصال ہوتا ہے کہ گویا وہ اس کو آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کو قوت دی جاتی ہے اور اس کے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے۔ اسی درجہ پر آ کر خدا انسان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 394 تا 395)

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

(درثمین)

’’خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ ...

غلبۂ اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان پیشگوئی

نظر میں اک نئی دنیا کا عالم لا رہا ہوں میں
مسیح پاک کے اک قول کو دہرا رہا ہوں میں

یہ قول ضوفشاں آئینہ ہے حق کی بشارت کا
کہ اس سے فیصلہ ہوتا ہے دنیا میں امامت کا

یہ فرمایا حضور مہدیٔ موعودِ دوراں نے
کہ مجھکو یہ خبر دی ہے خدائے جن و انساں نے

کہ بے شک آج دین حق پہ یورش ہے بلاؤں کی
اجالوں کی جبینوں پر اندھیروں کے خداؤں کی

کہیں تثلیث کے تیور۔ کہیں الحاد کی گھاتیں
بباطن تیرگی ہے اور بظاہر چاندنی راتیں

بساطِ چشم و دل پر ظلمتوں کا بول بالا ہے
ستم کی بجلیوں نے حسن فطرت پھونک ڈالا ہے

مگر وہ قادر مطلق جو محور ہے جہانوں کا
جو مالک ہے زمینوں کا جو خالق آسمانوں کا

رہے دنیا کا یہ عالم وہ باور کر نہیں سکتا
در باطل پہ وہ حق کو مسخر کر نہیں سکتا

یقیناً تین صدیاں بھی گذر جانے نہ پائیں گی
کہ اس عالم کے دامن پر بہاریں مسکرائیں گی

شجر دین محمدؐ کا ابھر کر لہلہائے گا
افق سے ایک نیا سورج دلوں کو جگمگائے گا

درود و حمد کے نغمے رواں ہونگے زبانوں پر
صدائے لا الٰہ ہو گی زمینوں آسمانوں پر

محمدؐ کے عَلَم کی ہو گی ہر ملت پہ دارائی
’’بصد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی‘‘

خروشِ جذبۂ توحید جب اٹھلا کے نکلے گا
دلوں سے اہرمن کا دبدبہ گھبرا کے نکلے گا

رہے گا پھر یہ عالم اس زمیں پر حشر تک جاری
کہ حق کی قوتیں ٹھہریں گی باطل پر سدا بھاری

نہ گھبراؤ کہ وہ دور یگانہ آنے والا ہے
خزاں کے بعد پھولوں کا زمانہ آنے والا ہے

(عبدالسلام اختر۔ ایم اے)

خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا اور ایسا ہو گا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں۔ وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر اُن سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647 تا 648)

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیٔ خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار
یہ عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے
پر اتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گوہر وحیٔ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عِز و افتخار
یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تتار
یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار
بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اِک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار
ہے خدادانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار
ہے یہی وحیٔ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشاں
جس کو یہ کامل ملے اُس کو ملے وہ دوستدار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 137)

☆...☆...☆

یوم مسیح موعود کی اہمیت اور اس کو منانے کا مقصد

('ابو فاضل بشارت')

یوم مسیح موعودؑ منانا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانا بھی ہے، اس کی نعمت عظمیٰ کا چرچا کرنا بھی اور اس نعمت کے ملنے کی خوشی منانا بھی

انیسویں صدی کے وسط میں اسلام کی دگرگوں حالت اس لیے تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت تھا۔ ہندوستان میں تمام مذاہب کی طرف سے اسلام اور بانیٔ اسلام پر توہین آمیز حملے جاری تھے اور کوئی مرد مجاہد ایسا نہ تھا جو ان حملوں کے آگے سینہ سپر ہو کر اسلام کا دفاع کرتا۔ مسلمان زندہ مذہب کو چھوڑ کر جوق در جوق دیگر مذاہب خصوصاً عیسائیت کی آغوش میں گرتے چلے جا رہے تھے اور کوئی ان کو بچانے والا نہ تھا۔ یہ وہ پُرآشوب زمانہ تھا جو قرآنی آیت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: 42) اور رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ (شعب الایمان جزء3 صفحہ318) کے عین مصداق تھا۔ جس کا اس زمانہ کے صاحب عقل لوگوں کو بھی ادراک تھا۔

چنانچہ الطاف حسین حالی مرحوم نے 1879ء میں اپنی مشہور مسدّس میں لکھا:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدّس حالی بند نمبر 108)

پھر اسلام کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں:

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں زندگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے راکھ جس کے جلانے کے قابل

(مسدّس حالی بند نمبر 111)

مسلمان کی اخلاقی و روحانی حالت بیان کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

(بانگ درا۔ زیر عنوان جواب شکوہ)

پھر مسلمانوں کی عملی حالت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

پس وہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں تھا اور علماء سمیت تمام مسلمان کسی مسیحا کے متلاشی تھے۔ ایسے وقت میں صحیح بخاری کتاب التفسیر میں درج رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی، جو سورۃ الجمعۃ کی آیت 4 وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کی تلاوت کے وقت آپ نے فرمائی تھی، کے عین مطابق قوم



سلمانؓ سے ایک رجل فارس میدان میں آیا جس نے ایمان کو ثریا سے لا کر دنیا میں قائم کیا، زندہ مذہب اسلام کی حقانیت اور صداقت کو تمام ادیان باطلہ پر ثابت کر دکھایا اور دشمنان اسلام کو چاروں شانے چت کر دیا۔ وہ جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعودؑ ہیں۔ جنہوں نے 1882ء کے اوائل میں مسجد اقصیٰ میں ایک کشف دیکھا کہ ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور آپؑ اس کے مالی مقرر ہوئے ہیں۔

(حیات احمد جلد اول حصہ دوم صفحہ 305)

یہ کشف ماموریت کی پہلی بشارت تھی۔ پھر آپؑ نے براہین احمدیہ جیسی معرکہ آراء تصنیف میں اسلام کی صداقت کے سینکڑوں ثبوت پیش کیے اور زندہ خدا کے زندہ نشانات دکھانے کی تمام اہل دنیا کو دعوت دی۔ جس پر جہاں اہل اسلام میں خوشیوں کی لہر دوڑی، وہاں مخالفین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ آپؑ نے کیا ہندو، کیا آریہ، کیا مسیحی، سب مخالفین کو چیلنج دیا کہ وہ اسلام پر اپنے مذہب کی برتری ثابت کر دکھائیں۔ لیکن کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپؑ کے اس چیلنج کو قبول کرتا۔ مسلمانوں کو تو ایک ناخدا مل گیا جو اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو کنارہ پر لے آیا۔

براہین احمدیہ حصہ سوم کا حاشیہ تحریر فرمانے کے دوران آپؑ نے حالت کشف میں رسول اللہ ﷺ سے زیارت و معانقہ کا شرف پایا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے نور کی کرنیں نکل نکل کر آپؑ کے اندر داخل ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد آپؑ پر الہام الٰہی کا سلسلہ بکثرت شروع ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا الہام نازل ہوا جو کم و بیش ستر فقرات پر مشتمل تھا، جس کا آغاز يَا أَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ سے ہوا۔

آپ کی اسلام کے لیے ان خدمات جلیلہ کی وجہ سے آپ کے معتقدین و مخلصین یہ بات جانتے تھے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی اسلام کی احیائے نو کر سکتا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔ لدھیانہ کے ایک بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ جو حضرت مسیح موعودؑ پر حسن اعتقاد رکھتے تھے، نے فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

اسی طرح مولوی عبد القادر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے بیعت لینے کا کہا مگر آپ کا یہی جواب ہوتا:

لَسْتُ بِمَأْمُوْرٍ۔ (یعنی میں مامور نہیں ہوں)

آپ نے بیعت نہ لینے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"چونکہ بیعت کے بارے میں اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں۔ اس لئے تکلّف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔"

(حیاتِ احمد جلد دوم صفحہ 150)

لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو بیعت لینے کا واضح حکم ملا تو یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے "تبلیغ" کے نام سے اشتہار میں بیعت کا اعلان عام کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 188)

اس اشتہار میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ استخارہ کے بعد بیعت کے لیے حاضر ہوں۔

اس اعلان میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے لیے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط تحریر نہیں فرمائی تھیں۔ مگر حضرت مصلح موعودؓ کی ولادت کے بابرکت روز 12/ جنوری 1889ء کو آپ نے اسلامی تعلیم کے خلاصے پر مبنی اشتہار "تکمیل تبلیغ" شائع فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں۔

23/ مارچ کا دن نہایت اہم دن ہے کیونکہ آج سے 132 سال قبل 23/ مارچ 1889ء کو قادیان جیسی گمنام بستی سے تعلق رکھنے والے خدا کے ایک بندے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے حکم الٰہی کے تحت لدھیانہ میں ایک عظیم پاک جماعت کی بنیاد رکھی جس نے ایمان کو ثریا سے لا کر دوبارہ احیائے اسلام کا موجب بننا تھا۔ پس خدائی منشا کے مطابق مہینہ بھی ایسا چنا گیا جس میں زمین کی ظاہری حالت كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ کی مانند تھی چنانچہ روحانی تخم ریزی اور ایمان کی کونپلیں بھی مارچ کی 23/ تاریخ کو پھوٹنی شروع ہوئیں جنہوں نے آئندہ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (الفتح: 30) کا مصداق بننا تھا۔ چنانچہ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان کی کچی کوٹھڑی جو اَب "دار البیعت" کہلاتی ہے، میں اس موعودہ روحانی جماعت کی بنیاد رکھی گئی جس کے شکرانے اور خوشی کے طور پر ہر سال اسی بابرکت دن جماعت احمدیہ یوم مسیح موعودؑ مناتی ہے۔

ایام اللہ کی یاددہانی کروانا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللّٰهِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔

(ابراہیم: 6)

اور انہیں اللہ کے دن یاد کرا یقیناً اس میں ہر بہت صبر کرنے والے (اور) بہت شکر کرنے والے کے لئے بہت سے نشانات ہیں۔

مفسر قرآن حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کے نزدیک "ایام اللہ" سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نزول ہوا ہو۔

(تفسیر الدر المنثور للسیوطی جزء5 صفحہ 6)

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت کا نزول باعث خوشی و بطور عید ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ میں ہے:

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

(المائدۃ: 115)

عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے ربّ! ہم پر آسمان سے (نعمتوں کا) دسترخوان اُتار جو ہمارے اوّلین اور ہمارے آخرین کے لئے عید بن جائے اور تیری طرف سے ایک عظیم نشان کے طور پر ہو اور ہمیں رزق عطا کر اور تُو رزق

دینے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

مثیل مسیح حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مستقل روحانی مائدہ بطور نعمت نازل فرمایا اور 23/مارچ 1889ء کے دن آپؑ نے اس روحانی مائدہ کو خلق اللہ میں تقسیم کرنے کا آغاز فرمایا اور 40/افراد نے اس دن بیعت توبہ کرکے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا عزم کیا۔ اس لیے یہ دن جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا حکم کی تعمیل میں شکر نعمت و تحدیث نعمت کے طور پر منایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ

(الضحیٰ:12)

اور جہاں تک تیرے ربّ کی نعمت کا تعلق ہے تو (اسے) بکثرت بیان کیا کر۔

اللہ کے فضل و رحمت پر اظہارِ مسرت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ

(یونس:59)

تُو کہہ دے کہ (یہ) محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے پس اس پر چاہئے کہ وہ بہت خوش ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوسعیدؓ نے فضل سے مراد اسلام اور رحمت سے مراد قرآن کریم لیا ہے۔ ایک اور روایت میں فضل سے قرآن اور رحمت سے اسلام مراد لیا ہے۔

(تفسیر طبری جزء15صفحہ 107)

پس یہ بھی حکم خداوندی ہے کہ اس نے جو قرآن کریم اور دین اسلام کی رحمت و فضل عطا فرمایا ہے اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو کسی یہودی نے کہا کہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کہ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے، کی خوشخبری والی آیت اگر ہم یہودیوں پر اترتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہمیں اس دن کی شان معلوم ہے جس دن یہ اتری وہ جمعہ کا دن تھا (جو ویسے ہی مسلمانوں کی ہفتہ وار عید کا دن ہے) بلکہ وہ عرفہ یعنی حج کا دن بھی تھا۔ گویا دوہری عید ہوگئی۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان و نقصانہ)

اس لحاظ سے اسلام کے احیائے نو والا دن بھی موجب خوشی و مسرت ہے۔

یوم بدر

اللہ تعالیٰ بدر کی فتح کے دن کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

...وَیَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۔ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۔

(الروم:5تا6)

...اور اس دن مومن (بھی اپنی فتوحات سے) بہت خوش ہوں گے۔ (جو) اللہ کی نصرت سے (ہوں گی) وہ نصرت کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہ کامل غلبہ والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

چنانچہ یوم بدر میں الٰہی نصرت سے مومنین کی فتح کی بشارت ان کے لیے باعث خوشی و مسرت اور موجب فرحت قرار دی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خدائی وعدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو غیر معمولی فتح نصیب ہوئی اور یوم بدر ان سب کے لیے خوشی و مسرت کا باعث ہوا۔

اس خاص دن اس غزوہ میں شامل ہونے والے صحابہ کو خاص فضیلت حاصل ہوئی۔ چنانچہ حدیث میں بھی بدر کے دن کی فضیلت بیان ہوئی ہے:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ، قَالَ: مِنْ أَفْضَلِ المُسْلِمِينَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَ: وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ المَلاَئِكَةِ

(بخاری کتاب المغازی بَابُ شُهُودِ المَلاَئِكَةِ بَدْرًا)

حضرت معاذ بن رفاعہؓ بن رافع زرقی اپنے والد رافعؓ سے جو بدر میں شریک تھے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ نے نبی ﷺ کی خدمت میں آکر دریافت کیا کہ آپ بدر والوں کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام مسلمانوں سے افضل یا ایسا ہی کوئی دوسرا کلمہ فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

یوم بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ

اسی طرح دیگر ایام کو بھی صحابہؓ اہمیت دیتے تھے۔ مثلاً بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ جس میں مدینہ کے 70/انصار صحابہ نے بیعت کی تھی۔ صحابہ میں اس کی بہت اہمیت تھی اور ان صحابہؓ کے ذکر کے ساتھ ہمیشہ اس اعزاز کو بھی بیان کیا جاتا تھا کہ اسے عقبہ اولیٰ و ثانیہ کی بیعت کی شرکت کی سعادت ملی جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ عہد وفا باندھا کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں گے، ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے، ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور ہم نبی کی اطاعت کریں گے۔ (بخاری کتاب الایمان بَابٌ: عَلاَمَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ) اور ہر قربانی پیش کریں گے اور اس کے عوض ان سے جنت کا وعدہ کیا گیا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ العَقَبَةِ، فَكَانَ يَقُولُ لِابْنِهِ: مَا يَسُرُّنِي أَنِّي شَهِدْتُ بَدْرًا، بِالعَقَبَةِ

(بخاری کتاب مناقب الانصار بَابُ شُهُودِ المَلاَئِكَةِ بَدْرًا)

حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع روایت کرتے ہیں کہ میرے والد رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری تھے اور دادا رافع بیعت عقبہ والوں میں سے تھے چنانچہ رافع اپنے بیٹے رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عقبہ کے برابر بدر میں بھی شریک ہونے کی خوشی نہیں ہے۔

یعنی حضرت رافعؓ بیعت عقبہ میں شریک ہونا بدر میں شریک ہونے سے افضل جانتے تھے کیونکہ بیعت عقبہ ہی رسول اللہ ﷺ کی کامیابی اور ہجرت کا باعث بنی تو اسلام کی بنیاد ٹھہری۔

یوم مسیح موعود

جماعت احمدیہ 23/مارچ کو یوم مسیح موعود نہ صرف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے، اس کی نعمت عظمیٰ کا چرچا کرنے اور اس نعمت کے ملنے کی خوشی میں مناتی ہے بلکہ وہ یہ دن اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دن کے طور پر بھی مناتی ہے۔ تا دس شرائط بیعت کے اس عہد کو پھر سے تازہ کریں اور اپنی زندگی میں اس روز کی بیعت توبہ کے مطابق ایک تبدیلی پیدا کریں تا اسلام کا انقلاب جلد رونما ہو۔ اگر اس حقیقی اور سچی توبہ کا دن کسی انسان کو نصیب ہوجائے تو اس کی زندگی کی سب سے بڑی عید بن جائے۔

دعائے بیعتِ توبہ

حضرت مسیح موعودؑ نے 20/رجب 1306ھ بمطابق 23/مارچ 1889ء کو جن الفاظ میں حضرت نورالدین اعظم خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بیعت لی، وہ حضرت خلیفہ اولؓ کی درخواست پر حضور نے اپنے قلم سے لکھ کر انہیں عنایت فرمائے۔ بیعت کے الفاظ یہ تھے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند ہوں گا اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

استغفراللہ ربی استغفراللہ ربی استغفراللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اشھدان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ۔ رب انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لایغفر الذنوب الا انت۔''

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر مصافحہ کے طریق پر بیعت کنندگان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے تھے لیکن بعض لوگوں سے آپ نے پنجہ کے اوپر کلائی پر سے بھی ہاتھ پکڑ کر بیعت لی ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ میری بیعت آپ نے اسی طرح لی تھی۔''

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 98 صفحہ 71,70)

میر محمد شفیع احمد صاحب محقق دہلوی کی روایت ہے کہ ''میں نے متعدد مرتبہ دیکھا کہ حضرت اقدسؑ جب بیعت لیتے تو حضور جب یہ الفاظ فرماتے کہ ''اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیے اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں''، تو تمام آدمی رونے لگ جاتے تھے اور آنسو جاری ہوجاتے تھے کیونکہ حضرت صاحب کی آواز میں اس قدر گداز ہوتا تھا کہ انسان ضرور رونے لگ جاتا تھا۔''

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 166 روایت نمبر 747)

امر واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دعا (جسے حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت توبہ میں شامل فرمایا) ایسی گہری تاثیر رکھتی ہے کہ اب بھی دہرائے جانے کے وقت یہی کیفیت سوز و گداز اکثر دیکھی گئی ہے۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ وَ اعۡتَرَفۡتُ بِذَنۡبِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ ذُنُوۡبِیۡ فَاِنَّہٗ لَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ۔

کہ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

اس روایت کی مزید تائید حضرت مسیح موعودؑ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ

''یاد رکھو، بیعت کے وقت توبہ کے اقرار میں ایک برکت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ساتھ اس کے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی شرط لگالے تو ترقی ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 174)

23مارچ، غلبہ احمدیت کا سنگ میل

جماعت احمدیہ اس لحاظ سے بھی تاریخی حیثیت کی حامل جماعت ہے کیونکہ اسی نے آخرین کو اوّلین سے ملا دیا۔ اپنے آغاز سے لے کر آج تک یہ جماعت خلافتِ احمدیہ کے زیر سایہ پھل پھول رہی ہے اور دن بدن خدا تعالیٰ اپنا فضل اس جماعت پر اس کثرت سے نازل کرتا نظر آرہا ہے کہ عقلمند انسان ان کو محسوس کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو غلبہ دینا ہی دینا ہے جیسا کہ اس جماعت کے قیام سے قبل ہی الٰہی بشارات کے حصول کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے یہ پیشگوئی فرمادی تھی:

''خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا کہ دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی رُوح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہوجائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس ربِ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فَالۡحَمۡدُ لَہٗ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا۔ اَسۡلَمۡنَا لَہٗ۔ ہُوَ مَوۡلٰنَا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ۔ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ۔''

(اشتہار ''گذارش ضروری بخدمت ان صاحبوں کے جو بیعت کرنے کے لئے مستعد ہیں'' مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 198)

یوم مسیح موعودؑ اور ہماری ذمہ داریاں

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوم مسیح موعود کے حوالے سے ہماری ذمہ داریوں کے بارہ میں بیان فرماتے ......باقی صفحہ 74 پر......

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو اعجازی مقابلہ کی دعوت اور اس کا عظیم الشان ثمرہ...اعجاز المسیح

(مبارک احمد بسرا۔ مربی سلسلہ یوکے)

خدا کی تائید دیکھنے کے لئے یہ ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ ستر دن کی میعاد ٹھہرا کر صدہا مولوی صاحبان بالمقابل بلائے گئے۔ اب ان کا کیا جواب ہے کہ کیوں وہ ایسی تفسیر شائع نہ کر سکے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائی مباحث ڈپٹی عبداللہ آتھم کی وفات 27/جولائی 1896ء بمقام فیروز پور، کے بعد ''انجام آتھم'' نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ چونکہ پادری آتھم کی وفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے عین مطابق ہوئی تھی لیکن سچائی کے دشمن حسب عادت حق چھپانے کی غرض سے شور مچانے کے عادی تھے، چنانچہ مخالفین سلسلہ نے ایسا ہی کیا۔ اس کتاب میں جہاں آپؑ نے آتھم کے متعلق پیشگوئی پر تفصیلی روشنی ڈالی وہاں آپؑ نے عیسائیوں کے سرکردہ لیڈروں، مسلمان علماء، صوفیاء اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔

دعوت مباہلہ

اشتہار مباہلہ کے زیر عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباہلہ کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

''چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے زیادہ گزر گیا ہے اور نہ فقط علماء بلکہ فقرا اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغوا سے ہزارہا ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں...

اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو!! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئہ قلیلہ ہے اور شائد اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے۔ اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں۔ تا جو راستی کا دشمن ہے وہ تباہ ہو جائے اور جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے...

سو یقیناً سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کر سکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے۔ بہتر تھا کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے روتے اور ایک ترساں اور ہراساں دل کے ساتھ اس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے اور پھر یقین کی پیروی کرتے نہ شک اور وہم کی۔

سو اب اٹھو اور مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 45 تا 65)



اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباہلہ کی شرائط وغیرہ لکھیں۔ نیز ان 58/علماء اور 47/سجادہ نشینوں کے نام درج کیے جن کو خصوصاً نام بنام دعوت مباہلہ دی گئی۔ ان تمام حضرات کو یہ رسالہ اور اس کے ساتھ 104 صفحات پر مشتمل ایک عربی خط مع فارسی ترجمہ جس میں 300 کے لگ بھگ عربی اشعار بھی درج تھے رجسٹری کر کے بھجوا دیا اور ساتھ یہ نوٹ بھی دیا کہ

''ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہنچا ہو تو وہ اطلاع دیں تا کہ دوبارہ رجسٹری بھیجا جائے۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 72)

حضرت میاں غلام فرید صاحب چشتیؒ آف چاچڑاں کی سعادت مندی

جن سجادہ نشینوں کو اس مباہلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نام لے کر مخاطب کیا تھا ان میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کا اندراج بارھویں نمبر پر اور حضرت میاں غلام فرید صاحبؒ کا نام گرامی چوتھے نمبر پر ہے۔ میاں غلام فرید صاحبؒ نے پرہیز گاری کے نور سے کام لیتے ہوئے بڑی سعادت مندی دکھائی اور اپنے فارسی مکتوب محررہ 27/رجب 1314ھ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ

''اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کی ایک جز کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھی ہے سوائے ہر ایک حبیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عنداللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔''

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 324)

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا حسن ظن

پیر مہر علی صاحب پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے۔ چنانچہ 97-1896ء کی بات ہے کہ ان کے ایک مرید بابو فیروز علی اسٹیشن ماسٹر گولڑہ نے (جو بعد ازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے تھے) جب پیر صاحب سے حضرت اقدسؑ کی بابت رائے دریافت کی تو انہوں نے بلا تامّل جواب دیا:

''امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض مقامات منازل سلوک ایسے ہیں کہ وہاں اکثر بندگان خدا پہنچ کر مسیح و مہدی بن جاتے ہیں۔ بعض ان کے ہمرنگ ہو جاتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ شخص منازل سلوک میں اس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کر رہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔''

(الحکم 24/جون 1904ء)

لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد آپ میدان مخالفت میں آ گئے اور جنوری 1900ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اردو میں ''شمس الھدایہ فی اثبات حیاۃ المسیح'' نامی کتاب شائع کی جو درحقیقت ان کے ایک مرید مولوی محمد غازی کی تالیف کردہ تھی جس کا انہوں نے اپنے ایک خط بنام حضرت مولوی حکیم نور الدینؓ مورخہ 26/شوال 1317ھ مطابق 28/مارچ 1900ء میں تذکرہ بھی کر دیا۔ جب اس خط کا چرچا ہوا تو پیر صاحب نے اپنے ایک مرید کے سوال پر ایسا ظاہر کیا کہ گویا انہوں نے خود یہ کتاب لکھی ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ پیر صاحب کی اس دورنگی پر خاموش نہ رہ سکے اور آپ نے 24/اپریل 1900ء کے اخبار الحکم میں یہ سب مراسلات شائع کر دیے جس پر ان کے مریدوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اور ادھر مولوی محمد احسن صاحب امروہیؒ نے ''شمس الھدایہ'' کا جواب ''شمس بازغہ'' کے نام سے شائع کر دیا۔ چونکہ ''شمس الھدایہ'' کے آخر میں مباحثہ کی دعوت بھی دی گئی تھی اس لیے مولوی صاحب نے بتاریخ 9/جولائی 1900ء بذریعہ اشتہار پیر صاحب کو اطلاع دے دی کہ ''میں مباحثہ کے لئے تیار ہوں۔''

(الحکم 9/تا 23/جولائی 1900ء)

پیر مہر علی صاحب کی مخالفت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان کو اعجازی مقابلہ کی دعوت

جب پیر صاحب مولوی محمد احسن صاحب امروہیؓ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی وغیرہ پر بحث کے لیے تیار نہ ہوئے اور دوسری طرف اپنی رسمی شخصیت کے غرور سے اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح اس آسمانی سلسلہ کو مٹا دیں۔ تو جری اللہ فی حلل الانبیاء نے خاص طور پر پیر مہر علی صاحب کو للکارا کیونکہ ان کے ہزارہا مرید یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ علم میں اور حقائق اور معارف دین میں اور علوم ادبیہ میں اس ملک کے تمام علماء سے بڑھ کر ہیں۔ آپؑ نے اپنے اشتہار 20/جولائی 1900ء میں پیر صاحب کو خوب جھنجوڑا کہ وہ کسی طور بھی مقابلہ پر نکلیں تا حق اور باطل میں فیصلہ ہو پائے۔ چنانچہ آپؑ نے اس اشتہار میں ان کو لکھا کہ

''سو اے مسلمانوں کی نسل ان خیالات سے باز آ جاؤ! تمہاری آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوئے اور کسوف وخسوف تم نے رمضان میں دیکھ لیا اور صدی میں سے بھی سترہ برس گزر گئے۔ کیا اب تک مفاسد موجودہ کی اصلاح کا مجدد پیدا نہ ہوا۔ خدا سے ڈرو اور ضد اور حسد سے باز آ جاؤ۔ اس غیور سے ڈرو جس کا غضب کھا جانے والی آگ ہو۔ اگر مہر علی شاہ صاحب اپنی ضد سے باز نہیں آتے تو میں فیصلہ کے لئے ایک سہل طریق پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالیٰ کے راستباز بندے ہیں ان کے ساتھ تین طور سے خدا کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق یعنی مابہ الامتیاز رکھا جاتا ہے اس لئے مقابلہ کے وقت بعض امور خارق عادت ان سے صادر ہوتے ہیں جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے جیسا کہ آیت وَيَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا اس کی شاہد ہے۔

(۲) ان کو علم معارف قرآن دیا جاتا ہے اور غیر کو نہیں

دیا جاتا جیسا کہ آیت لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الۡمُطَھَّرُوۡنَ اس کی شاہد ہے۔

(۳)ان کی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں جیسا کہ آیت اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ اس کی گواہ ہے۔ سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورۃ (اگر چالیس آیت سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب اوّل یہ دعا کریں کہ یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورۃ کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں عین اس جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے خلاف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآنی کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کر لیں کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری روح القدس کی تائید سے محروم ہے۔ ...اور لکھنے کے لئے فریقین کو سات گھنٹہ کی مہلت ملے گی۔ مگر ایک ہی جلسہ میں اور ایک ہی دن میں اس تفسیر کو گواہوں کے روبرو ختم کرنا ہوگا۔ اور جب فریقین لکھ چکیں تو وہ دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا۔ سنائی جائیں گی۔ اور ان ہر سہ مولوی صاحبوں کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کون سی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے۔ اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو اور نہ مہر علی شاہ کا مرید ہو۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 327 تا329)

اس اشتہار کے حاشیہ میں آپؑ نے پیر صاحب کو ان کا دعویٰ علم قرآن بھی یاد دلایا اور اس طرح ان کو خوب اکسایا تا وہ کسی طرح مقابلہ کے میدان میں اتریں۔ چنانچہ آپؑ نے لکھا کہ

’’پیر مہر علی شاہ صاحب اپنی کتاب شمس الہدایہ کے صفحہ ۸۱ میں یہ لاف زنی کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی سمجھ ان کو عطا کی گئی ہے۔ اگر وہ اپنی کتاب میں جہالت کا اقرار کرتے ہیں اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اس کی دعوت کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ لیکن اب تو وہ ان دونوں کمالات کے مدعی ہو چکے ہیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 328، حاشیہ)

یوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیر صاحب کو خارق عادت تعلق باللہ، علم قرآن اور قبولیت دعا کی مفصل دعوت مقابلہ دی۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اشتہار کا ضمیمہ لکھا جس میں اس مقابلہ کو ہر اشتباہ سے پاک کرنے نیز صادق اور کاذب میں واضح فیصلہ کرنے کے لیے بعض اور امور درج فرمانے کے بعد آخر میں لکھا کہ

’’اگر اشتہار ہذا کے شائع ہونے کی تاریخ سے جو 22/ جولائی 1900ء ہے ایک ماہ تک نہ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے اس میدان میں حاضر ہونے کے لئے کوئی اشتہار نکلا اور نہ دوسرے مولویوں کے چالیس کے مجمع نے کوئی اشتہار دیا تو اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے ان سب کے دلوں میں رعب ڈال کر ایک آسمانی نشان ظاہر کیا کیونکہ سب پر رعب ڈال کر سب کی زبان بند کر دینا اور ان کی تمام شیخیوں کو کچل ڈالنا یہ کام بجز الٰہی طاقت کے کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 337)

پیر صاحب کی فریب کاری

مذہب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مامورین الٰہی کے مخالفین اور معاندین اپنی جھوٹی عزت اور انا کو بچانے کی خاطر ہمیشہ ایسے حربے استعمال کرتے ہیں تا وہ اپنے پیروکاروں اور عوام الناس کو دھوکا دے سکیں کیونکہ وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ تائید خداوندی ان کے ساتھ ہرگز نہیں اور اگر کسی وقت ان کے اندر روحانیت کی کوئی چنگاری تھی تو وہ حق کے خلاف ہرزہ سرائی کے نتیجہ میں خاک ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بلعم باعور کے متعلق فرماتا ہے کہ

’’اگر ہم چاہتے تو ان (آیات) کے ذریعہ ضرور اس کا رفع کرتے لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی ہوس کی پیروی کی۔ پس اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر ہاتھ اٹھائے تو ہانپتے ہوئے زبان نکال دے گا اور اگر اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپتے ہوئے زبان نکال دے گا۔ یہ اس قوم کی مثال ہے جس نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا۔ پس تو (ان کے سامنے) یہ (تاریخی) واقعات پڑھ کر سنا تا کہ وہ غور و فکر کریں۔‘‘

(الاعراف: 177)

پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے صدق دل سے حق پرکھنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاف اور سیدھے طریق پر فیصلے سے روگردانی کی اور بالکل خاموش صاد کر کنارہ کش ہو جانے کی بجائے تا عزت بچی رہتی آپ نے ایک پُرفریب چال چلی۔ پیر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس چیلنج کو مع شرائط قبول تو نہ کیا لیکن تاریخ وغیرہ مقرر کرنے کے بغیر ہی چپکے سے لاہور پہنچ کر ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ اوّل ہم نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بحث کریں گے اس میں اگر تم مغلوب ہو جاؤ تو ہماری بیعت کر لو اور پھر بعد اس کے ہمیں وہ (تفسیری) اعجازی مقابلہ بھی منظور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف لطیف ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ میں پیر صاحب کی اس فریب کاری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’انہوں نے تقریری مباحثہ کا بہانہ پیش کر کے تفسیری مقابلہ سے گریز کی راہ نکالی ہے اور لوگوں کو یہ دھوکا دیا ہے کہ گویا وہ میری دعوت کو قبول کرتا ہے۔ حالانکہ میں ’’انجام آتھم‘‘ میں یہ مستحکم عہد کر چکا ہوں کہ آئندہ ہم مباحثات نہیں کریں گے۔ لیکن انہوں نے اس خیال سے تقریری بحث کی دعوت دی کہ ’’اگر وہ مباحثہ نہیں کریں گے تو ہم عوام میں فتح کا ڈنکا بجائیں گے۔ اور اگر مباحثہ کریں گے تو کہہ دیں گے کہ اس شخص نے خدا تعالیٰ کے ساتھ عہد کر کے توڑا ہے۔‘‘

(تعارف کتاب تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ XXIV)

اشتہار انعامی پچاس روپیہ

کیونکہ پیر صاحب خوب جانتے تھے کہ وہ اس علمی مقابلہ کی صلاحیت قطعاً نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کو خدا تعالیٰ کی تائید حاصل ہے۔ اس لیے وہ تو اپنی جان چھڑانے کے لیے حیلے بہانے تراش رہے تھے۔ لیکن خدا کا مسیح ان کو ایسے کیسے جانے دیتا۔ اس طرح تو حق اخفاء میں رہتا۔ آپؑ نے پیر صاحب کا ان کے مریدوں اور ہم خیال لوگوں پر اتمام حجت نیز بغرض نصیحت ’’ضمیمہ تحفہ گولڑویہ‘‘ تحریر فرمایا۔ اس ضمیمہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے ’’اشتہار انعامی پچاس روپیہ‘‘ میں تحریر فرمایا کہ

’’...مجھے خیال آیا کہ عوام جن میں سوچ کا مادّہ طبعاً کم ہوتا ہے وہ اگرچہ یہ بات تو سمجھ لیں گے کہ پیر صاحب عربی فصیح میں تفسیر لکھنے پر قادر نہیں تھے اسی وجہ سے تو ٹال دیا لیکن ساتھ ہی ان کو یہ خیال بھی گزرے گا کہ منقولی مباحثات پر ضرور وہ قادر ہوں گے تبھی تو درخواست پیش کر دی اور اپنے دلوں میں گمان کریں گے کہ ان کے پاس حضرت مسیح کی حیات اور میرے دلائل کے ردّ میں کچھ دلائل ہیں اور یہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ زبانی مباحثہ کی جرأت بھی میرے اس عہد ترک بحث نے ان کو دلائی ہے جو انجام آتھم میں طبع ہو کر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں یہ رسالہ لکھ کر اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اوّل سے آخر تک توڑ دیں اور پھر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کر کے ہم دونوں کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کر کے حاضرین کے سامنے ذکر کریں اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل پر جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے حاضرین کو سنا دیں گے پھر پیر صاحب کے جوابات سنا دیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں تو میں مبلغ پچاس روپیہ انعام بطور فتحیابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دے دوں گا ...اگر انعامی رسالہ کا انہوں نے جواب نہ دیا تو بلاشبہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں ہیں۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 36)

افسوس صد افسوس کہ پیر مہر علی صاحب نے اس انعامی چیلنج کا بھی کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ راستی اور ایمانداری سے فیصلہ کے متمنی نہ تھے بلکہ صرف اپنی پیری مریدی کی دکان کو بچانے اور چمکانے کے لئے کوشاں تھے۔ دوسری طرف مسیح الزماںؑ کا دل نوع انسانی کی ہمدردی میں کسی واضح فیصلہ کے لیے دردمند تھا تا لوگوں پر حق آشکار ہو اور وہ اس نور سے حصہ پائیں جو خدائے رحیم نے اس زمانہ میں اتارا ہے۔

فصیح بلیغ عربی میں سورت فاتحہ کی تفسیر لکھنے کا چیلنج

خدائے رحیم و کریم نے اپنے پیارے کے اس درد و اَلم کا مداوا اس طرح کیا کہ آپؑ کے دل میں ڈالا کہ مخالفین کو 70 دن میں سورت فاتحہ کی فصیح و بلیغ عربی تفسیر لکھنے کے مقابلہ کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے مخالفین و معاندین اور خصوصاً پیر مہر علی صاحب کو پُر زور الفاظ میں یہ چیلنج دیتے ہوئے رقم فرمایا کہ

’’اے آسمان جھوٹوں پر لعنت کر۔ آمین۔ پیارے ناظرین کاذب کے رُسوا کرنے کے لئے اسی وقت جو 7/ دسمبر 1900ء روز جمعہ ہے خدا نے میرے دل میں ایک بات ڈالی ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا جہنم جھوٹوں کے لئے بھڑک رہا ہے کہ میں نے سخت تکذیب کو دیکھ کر خود اس فوق العادت مقابلہ کے لئے درخواست کی تھی۔ اور اگر پیر مہر علی شاہ صاحب مباحثہ منقولی اور اس کے ساتھ بیعت کی شرط پیش نہ کرتے جس سے میرا مدعا بکلّی کالعدم ہو گیا تھا تو اگر لاہور اور قادیان میں برف کے پہاڑ بھی ہوتے اور جاڑے کے دن ہوتے تو میں تب بھی لاہور پہنچتا اور ان کو دکھلاتا کہ آسمانی نشان اس کو کہتے ہیں۔ مگر انہوں نے مباحثہ منقولی اور پھر بیعت کی شرط لگا کر اپنی جان بچائی اور اس گندے مکر کے پیش کرنے سے اپنی عزت کی پرواہ نہ کی۔ لیکن اگر پیر جی صاحب حقیقت میں فصیح عربی تفسیر پر قادر ہیں اور کوئی فریب انہوں نے نہیں کیا تو اب بھی وہی قدرت ان میں ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا میں ان کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اسی میری درخواست کو اس رنگ پر پورا کر دیں کہ میرے دعاوی کی تکذیب کے متعلق فصیح بلیغ عربی میں سورۃ فاتحہ کی ایک تفسیر لکھیں جو چار جُز سے کم نہ ہو اور میں اسی سورۃ کی تفسیر بفضل اللہ و قوۃ اپنے دعویٰ کے اثبات سے متعلق فصیح بلیغ عربی میں لکھوں گا۔ انہیں اجازت ہے کہ وہ اس تفسیر میں تمام دنیا کے علماء سے مدد لے لیں۔ عرب کے بلغاء فصحاء بلا لیں، لاہور اور دیگر بلاد کے عربی دان پروفیسروں کو بھی مدد کے لئے طلب کر لیں۔ 15/ دسمبر 1900ء سے 70 دن تک اس کام کے لئے ہم دونوں کو مہلت ہے ایک دن بھی زیادہ نہیں ہوگا۔ اگر بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد عرب کے تین نامی ادیب ان کی تفسیر کو جامع لوازم بلاغت و فصاحت قرار دیں اور معارف سے پُر خیال کریں تو میں پانسو روپیہ نقد ان کو دوں گا۔ اور تمام اپنی کتابیں جلا دوں گا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ اور اگر قضیہ برعکس نکلا یا اس مدت تک یعنی 70 روز تک وہ کچھ بھی نہ لکھ سکے تو مجھے ایسے لوگوں سے بیعت لینے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ روپیہ کی خواہش۔ صرف یہی دکھلاؤں گا کہ کیسے انہوں نے پیر کہلا کر قابل شرم جھوٹ بولا اور کیسے سراسر ظلم اور سفلہ پن اور خیانت سے بعض اخبار والوں نے ان کی اپنی اخباروں میں حمایت کی... اور جو شخص ہم میں سے صادق ہے وہ ہرگز شرمندہ نہیں ہوگا۔ اب وقت ہے کہ اخبار والے جنہوں نے بغیر دیکھے بھالے کے ان کی حمایت کی تھی ان کو اس کام کے لئے اٹھا دیں۔ 70 دن میں یہ بات داخل ہے کہ فریقین کی کتابیں چھپ کر شائع ہو جائیں۔‘‘

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 449 تا450 حاشیہ)

ازاں بعد اس اعلان کے چھپنے میں کچھ دیر ہوگئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر یہ 70/ دن کی میعاد 25/ دسمبر 1900ء سے شروع کی تا کسی کو اعتراض کا موقع نہ ہو۔ مختصراً یہ کہ کیا پیر مہر علی شاہ صاحب اور کیا دوسرے صاحب کمالات اور علمائے دین ہونے کے دعویدار، ان لوگوں نے فصیح و بلیغ عربی میں تو کیا اپنی زبان میں بھی سورت فاتحہ کی اعجازی تفسیر لکھنے کی طاقت اور ہمت نہ پائی۔ مزید یہ کہ چار جُز پر مشتمل تو بڑی بات

ہے یہ تو چند صفحات بھی نہ لکھ سکے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام سجادہ نشینوں اور علماء کو اکٹھے ہو کر تفسیر لکھنے کی دعوت دی تھی بلکہ یہاں تک پیش کش کی کہ وہ عرب ممالک کے علماء کو بھی اپنی مدد کے لیے بلالیں۔ خدا کی شان کہ اس نے پیر اور صاحب کمالات اور علمائے ربّانی کے دعویداروں کا طلسم چُور چُور کر کے ان کو حسب وعدہ الٰہی ہمیشہ کے لیے شرمندہ اور رُسوا کر دیا۔

صدق دعویٰ مسیح موعود علیہ السلام پر مہر الٰہی

امام ربّانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل و جان تو اس غم سے کباب ہوئے جارہا تھا کہ جلد حق اور سچائی کا سورج پوری آب و تاب سے چڑھے تا دجل کی تاریکیاں تار تار ہو جائیں۔ چنانچہ آپؑ کے خدا نے جو تمام طاقتوں اور عِلموں کا منبع و سرچشمہ ہے غیر معمولی حالات میں آپؑ کو چار جُز کے بجائے آٹھ جُز پر مشتمل سورت فاتحہ کی انتہائی فصیح و بلیغ عربی میں تفسیر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قریباً 200/صفحات پر مشتمل یہ تفسیر ''اعجاز مسیح'' کے عنوان کے تحت حسب وعدہ میعاد کے اندر رلکھ کر شائع فرما دی۔ اس عربی تفسیر سے پہلے آپؑ نے عام لوگوں کی اطلاع کے لیے اردو میں ان نامناسب حالات کا ذکر فرمایا جن کی موجودگی کے باوجود محض تائید خداوندی سے آپؑ نے یہ پُر معارف تفسیر لکھی اور یوں یہ آپؑ کی صداقت پر مہر تصدیق کا حکم رکھتی ہے۔ آپؑ تحریر فرماتے ہیں کہ

''عام اطلاع کے لئے اردو میں لکھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے 70 دن کے اندر 20 فروری 1901ء کو اس رسالہ کو اپنے فضل و کرم سے پورا کر دیا۔ سچ یہی ہے کہ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ہوا۔ ان دنوں میں یہ عاجز کئی قسم کے امراض اور اعراض میں بھی مبتلا ہوا جس سے اندیشہ تھا کہ یہ کام پورا نہ ہو سکے کیونکہ بباعث ہر روز کے ضعف اور حملہ مرض کے طبیعت اس لائق نہیں رہی تھی کہ قلم اٹھا سکے۔ اور اگر صحت بھی رہتی تو خود مجھ میں کیا استعداد تھی۔ من آنم کہ من دانم۔ لیکن اخیر پر ان امراض بدنی کا بھید مجھے یہ معلوم ہوا کہ تا یہ جماعت بھی جو اس جگہ میرے دوستوں میں سے موجود ہیں یہ خیال نہ کریں کہ میری اپنی دماغی طاقتوں کا یہ نتیجہ ہے۔ سو اس نے ان عوارض اور موانع سے ثابت کر دیا کہ میرے دل اور دماغ کا یہ کام نہیں۔ اس خیال میں میرے مخالف سراسر سچ پر ہیں کہ یہ اس شخص کا کام نہیں کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر و توانا ہے جس کے آستانہ پر ہمارا سر ہے۔ ... غرض منصفین کے لئے خدا کی تائید دیکھنے کے لئے یہ ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ ستر دن کی میعاد ٹھہرا کر صدہا مولوی صاحبان بالمقابل بلائے گئے۔ اب ان کا کیا جواب ہے کہ کیوں وہ ایسی تفسیر شائع نہ کر سکے۔ یہی تو معجزہ ہے اور معجزہ کیا ہوتا ہے؟

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمُّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
یہ میرے ربّ سے میرے لئے اِک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر اللہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد ربّ جلیل ہے
پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا''

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 2)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ۔

☆...☆...☆

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کا حسن مزاح......از صفحہ نمبر 62

نہیں ہو سکتا۔ جب تک کچھ تھوڑی سی عداوت خدا سے بھی نہ رکھے۔ کیونکہ سارا فساد اسی سے نکلا ہے۔ اگر وہ ان تمام معاملات کو پہلے ہی صفائی سے طے کر دیتا اور جھگڑوں میں نہ الجھاتا تو نہ حضرت علیؓ محروم ہوتے نہ امام حسینؓ شہید ہوتے اور نہ غاصب کامیاب ہوتے۔ یہ کہہ کر بیچارے کا دم نکل گیا۔ اس قصہ کے بیان کرنے سے حضرت صاحب کا مطلب یہ تھا۔ کہ انسان اگر شیعوں والے عقائد اختیار کرے گا تو اس کا لازمی اور آخری نتیجہ یہ ہے کہ اہلِ بیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ تک کو ترک کرنا پڑے گا اور ان سے بدظنی کرنی پڑے گی۔ سو ایسا مذہب بالبداہت باطل ہے۔''

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت صاحبؑ جب یہ روایت فرماتے تھے تو بہت ہنستے تھے اور جب اس شیعہ کی زبانی عداوت رکھنے کا ذکر فرماتے تھے تو بعض اوقات انگلی کے اشارے سے فرمایا کرتے تھے کہ بس اتنی سی عداوت فلاں سے بھی چاہئے اور اتنی سی فلاں سے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 568 تا 570، روایت نمبر 603)

مندرجہ بالا روایات حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی شگفتہ مزاجی اور پاکیزہ مزاح کی ایک ہلکی سی جھلک ہیں۔ ان روایات سے پتہ لگتا ہے کہ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود، اور اپنے مقام اور ذمہ داریوں کا مکمل احساس ہوتے ہوئے بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طبیعت میں خشکی اور قبض ہرگز نہ تھا بلکہ آپؑ اپنی شگفتہ مزاجی سے جہاں دوسروں کی کلفتوں کو دور فرماتے تھے، وہیں اپنے پاکیزہ مزاح کے ذریعہ سے تربیت اور تألیف قلوب کا کام بھی فرماتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ارد گرد مسکراہٹیں پھیلانے اور غموں کو دُور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆...☆...☆

بقیہ: یوم مسیح موعود کی اہمیت......از صفحہ نمبر 71

ہیں:

''پس آج ہم وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہیں...اس دن کی اہمیت ہے، جماعت میں اس دن کی اہمیت کے مدّنظر یوم مسیح موعود کے جلسے بھی ہوتے ہیں... جن میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد اور آپ کی جماعت کے قیام اور اس دن کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی وہاں افرادِ جماعت نے شکر بھی ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہوئے آنے والے مسیح موعود کو اور مہدی معہود کو ماننے اور اسے سلام پہنچانے کی توفیق بخشی۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا جہاں خوشی اور شکر کا مقام ہے وہاں ہماری ذمہ داریاں بھی بڑھاتا ہے۔ پس ہمیں ان ذمہ داریوں کی پہچان اور ان کی ادائیگیوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہماری ذمہ داریاں ان کاموں کو آگے چلانا ہے جن کی ادائیگی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام مبعوث ہوئے۔ تبھی ہم ان لوگوں میں شمار ہو سکتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر نئی زمین اور نیا آسمان بنانے والوں میں شامل ہونا تھا۔ پس ان ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی طرف ہی دیکھنا ہوگا کہ آپ کی بعثت کے مقاصد کیا تھے اور ہم نے ان کو کس حد تک سمجھا ہے اور اپنے پر لاگو کیا ہے۔ اور ان کو آگے پھیلانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے یا کردار ادا کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

''وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہوگئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں'' اور دوسری بات کہ ''سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں'' اور پھر یہ کہ ''دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔'' چوتھی بات یہ ''اور روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں'' اور پھر یہ کہ ''خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ، نہ محض قال سے ان کی کیفیت بیان کروں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک شرک کی آمیزش سے خالی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوّت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے''۔

پس اس اقتباس میں سات بنیادی اور اہم باتیں بیان کی گئی ہیں جو اس زمانے کی ضرورت ہے جس کا خلاصۃً اس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے۔ اور جب آپؑ نے یہ فرمایا کہ اس کام کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے ماننے والے ان باتوں کو اپنے اندر پیدا کر کے اسلام کی خوبصورتی اور زندہ مذہب ہونے کو دنیا کو دکھائیں۔ پس ہمارا پہلا فرض اور سب سے بڑا فرض جو ہمارا بنتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق میں بڑھیں اور اسے مضبوط کریں۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین سے تعلق اور محبت اور اخلاص میں بڑھیں۔ دنیا کو بتائیں کہ مسیح موعودؑ کی آمد کے ساتھ مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ یہ ایک مقصد ہے۔ اور اب دنیا کو امّت واحدہ بنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلامِ صادق ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کے لباس میں بھیجا۔ آپ کے مشن کے مطابق اسلام کی خوبصورت تعلیم اور اس کی سچائی ہم نے دنیا پر واضح کرنی ہے اور اس کے لئے ہمیں اپنے عملوں کو بھی نمونہ بنانا ہوگا۔ روحانیت میں بڑھنے کے نمونے بھی ہمیں قائم کرنے ہوں گے۔ اپنی نفسانی خواہشات کو دور کرنا ہوگا۔ دنیا کو دکھانا ہوگا کہ وہ خدا آج بھی اُسی طرح دعاؤں کو سنتا ہے اور اپنے خالص بندوں کو، اپنے فرستادوں کو جواب بھی دیتا ہے جس طرح پہلے دیتا تھا۔ اپنے خالص بندوں کے دلوں کی تسلی کے سامان بھی کرتا ہے۔ دنیا کو ہم نے بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یگانہ ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، ختم ہونے والی ہے۔ صرف اُسی کی ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ پس ہماری بقا اس واحد و یگانہ اور ہمیشہ رہنے والے خدا سے جڑنے میں ہی ہے۔

جب 23/مارچ کو ہم یوم مسیح موعود مناتے ہیں تو ہمیں ان باتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ یہ باتیں حضرت مسیح موعودؑ دنیا میں پیدا کرنے آئے تھے اور ہم جو آپ کے ماننے والے ہیں کیا ہم میں یہ باتیں پیدا ہوگئی ہیں یا کیا ہم اس انقلاب کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25/مارچ 2016ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/اپریل 2016ء صفحہ 5 تا 6)

نیز فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم صرف رسمی طور پر یوم مسیح موعود منانے والے نہ ہوں بلکہ مسیح موعود کو قبول کرنے کا حق ادا کرنے والے ہوں اور ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی فتنوں سے بچنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور ہر بلا اور ہر مشکل سے بچائے۔ آمین''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/مارچ 2018ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/اپریل 2018ء صفحہ 9)

☆...☆...☆

حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کی بے مثال مذہبی رواداری

(اے آر سدھو)

یہی اسلامی جماعت ہے جو مذہبی رواداری پر نہ صرف مکمل عمل پیرا ہے بلکہ اس کے فروغ میں بھی دن رات کوشاں ہے

آج کل دنیا کو جن مشکلات اور مصائب کا سامنا ہے، ان میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ مذہبی شدت پسندی ہے اور اس شدت پسندی کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ مذہبی رواداری کا فقدان ہے۔ مذہبی رواداری ایک ایسا وصف ہے جس پرعمل پیرا ہونے والا نہ صرف دوسرے مذاہب کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے بلکہ ان کی اچھی باتوں کو قبول کرتا اور مانتا ہے۔ بدقسمتی سے آج مذہبی رواداری کے فقدان اور شدت پسندی کے حوالے سے سب سے زیادہ بدنام مسلمان ہیں جن کی مذہبی کتاب دنیا کی وہ واحد مذہبی کتاب ہے جس نے سب سے زیادہ مذہبی رواداری کا درس دیا اور مذہبی رواداری کے سنہری اصول دنیا کو سکھائے۔ قرآنِ کریم کے مذہبی رواداری کے ان اصولوں میں سے چند ایک یہ ہیں:

قرآن کریم نے انسانوں کو یہ درس دے کر کہ دنیا کی ہر قوم میں خدا نے اپنے رسول بھیجے، دنیا کے تمام مذاہب کا احترام مسلمانوں کے دلوں میں قائم کروا دیا۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡھَا نَذِیۡر

(فاطر: 25)

ترجمہ: اور کوئی امت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا (یعنی نبی) گزرا ہے۔

قرآنِ کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ سارے انبیاء کا ذکر قرآنِ مجید میں نہیں۔ جیسا کہ بتایا:

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِکَ مِنۡھُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَیۡکَ وَمِنۡھُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَیۡکَ۔

(المومن: 79)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے۔ بعض ان میں سے ایسے تھے جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کر دیا ہے اور بعض ان میں ایسے تھے جن کا ہم نے تجھ سے ذکر نہیں کیا۔

پھر قرآن مجید تمام انبیاء کو ان کی رسالت (پر ایمان لانے) کے اعتبار سے مساوی قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ

(البقرۃ: 286)

ترجمہ: ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔

مذہبی رواداری کا ایک اصول قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ کسی کے جھوٹے معبودوں کو بھی برا بھلا نہ کہا جائے جیسا کہ فرمایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ۔

(الانعام: 109)

ترجمہ: اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔

اور پھر اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ

(الانعام: 109)

ترجمہ: ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

پھر قرآن کریم دین اختیار کرنے کے معاملے میں کسی بھی قسم کے جبر کی اجازت نہیں دیتا فرمایا:

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ

(البقرۃ: 257)

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔

مذہبی رواداری کے ان سب اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم حکمت اور احسن انداز سے دعوت الیٰ اللہ کرنے کی بھی ترغیب دیتا ہے جیسا کہ فرمایا:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ۔

(النحل: 126)

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔

یہ مذہبی رواداری سے متعلق قرآن کریم کے بیان فرمودہ سنہری اصولوں میں سے بعض ہیں۔ ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے رواداری کے ان اصولوں پر سب سے زیادہ عمل کر کے دکھایا اور مذہبی رواداری کی عظیم الشان مثالیں قائم فرمائیں۔ اسلام میں سب سے پہلا معاہدہ جو ہجرت مدینہ کے بعد عمل میں آیا وہ مدینہ کی غیر مسلم آبادی کے ساتھ کیا گیا اور اس معاہدہ کی بنیادی شرط یہ تھی کہ یہود کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔ ھجرۃ الرسول ﷺ)

پھر جب خیبر کے یہودی اور نجران کے عیسائی اسلامی حکومت میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ان کو بھی ان کے عقیدہ اور عمل دونوں میں کامل آزادی عطا فرمائی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب نجران کے عیسائی مدینہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی اور جب بعض صحابہ نے انہیں روکنا چاہا تو آپ ﷺ نے ان صحابہ کو منع فرما دیا۔ چنانچہ ان عیسائیوں نے مشرق رو ہو کر مسجد نبوی میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کی رسوم ادا کیں۔

(السیرۃ الحلبیۃ۔ جزو الثالث۔ باب یذکر فیہ ما یتعلق بالوفود التی وفدت علیہ ﷺ)

ایک دفعہ مدینہ میں ایک یہودی نے ایک مسلمان کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام انسانوں پر فضیلت بیان کی تو مسلمان نے غصہ میں آ کر اس یہودی کو تھپڑ مارا اور کہا کہ تم ہمارے نبی ﷺ پر موسیٰؑ کو فضیلت دیتے ہو۔ وہ یہودی



رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اس مسلمان نے مجھے تھپڑ مار کر زیادتی کی ہے۔ نبی کریم ﷺ مسلمان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مجھے نبیوں کے مابین فضیلت نہ دیا کرو باوجودیکہ آپ ﷺ افضل الانبیاء تھے مگر قیامِ امن کی خاطر مخالف مذہب کے ماننے والے کے جذبات کا احترام فرمایا۔

(بخاری کتاب التفسیر۔ باب لما جاء موسیٰ لمیقاتنا)

آخری زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے مذہبی رواداری کے ان اصولوں کو دوبارہ زندہ کیا۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام جس خطہ میں مبعوث ہوئے وہ اُس وقت مختلف مذاہب کا گڑھ تھا اور قریباً تمام مذاہب آپس میں دست و گریبان تھے۔ اور ہر فرقہ دوسرے کو جھوٹا تصور کرتا تھا اور اس کے مذہبی پیشوا کو جھوٹا کہنا اور برا بھلا کہنا عین جائز سمجھتا تھا۔ ان حالات میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے مذہبی رواداری کے جذبہ کے تحت قرآنی تعلیمات کے مطابق جو پہلا بڑا کام کیا وہ یہ تھا کہ آپ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر تمام مذاہب کے پیشوایان کی عزت و تکریم کو دنیا میں قائم فرمایا۔ اس میں بالخصوص وہ انبیاء بھی شامل ہیں جو اسرائیلی سلسلے سے باہر ہیں۔ جن کو بالعموم مسلمان بھی کافر قرار دیتے تھے۔ چنانچہ اس حوالہ سے آپؑ فرماتے ہیں:

’’منجملہ ان اصولوں کے جن پر مجھے قائم کیا گیا ہے ایک یہ ہے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ دنیا میں جس قدر نبیوں کی معرفت مذہب پھیل گئے ہیں اور استحکام پکڑ گئے ہیں اور ایک حصۂ دنیا پر محیط ہو گئے ہیں اور ایک عمر پا گئے ہیں اور ایک زمانہ ان پر گذر گیا ہے ان میں سے کوئی مذہب بھی اپنی اصلیت کے رو سے جھوٹا نہیں اور نہ ان نبیوں میں سے کوئی نبی جھوٹا ہے۔ کیونکہ خدا کی سنت ابتدا سے اسی طرح پر واقع ہے کہ وہ ایسے نبی کے مذہب کو جو خدا پر افترا کرتا ہے اور خدا کی طرف سے نہیں آیا بلکہ دلیری سے اپنی طرف سے باتیں بناتا ہے کبھی سرسبز ہونے نہیں دیتا۔ اور ایسا شخص جو کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے نہیں ہے۔ خدا اس بے باک کو ہلاک کرتا ہے اور اس کا تمام کاروبار درہم برہم کیا جاتا ہے۔ اور اس کی تمام جماعت متفرق کی جاتی ہے۔ اور اس کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے خدا پر جھوٹ بولا۔ اور دلیری سے خدا پر افترا کیا۔ پس خدا اُس کو وہ عظمت نہیں دیتا جو راستبازوں کو دی جاتی ہے۔ اور نہ وہ قبولیت اور استحکام بخشتا ہے جو صادق نبیوں کیلئے مقرر ہے۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ اگر یہی بات سچ ہے تو پھر دنیا میں ایسے مذہب کیوں پھیل گئے جن کی کتابوں میں انسانوں یا پتھروں یا فرشتوں یا سورج اور چاند اور ستاروں اور یا آگ اور پانی اور ہوا وغیرہ مخلوق کو خدا کر کے مانا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے مذہب یا تو ان لوگوں کی طرف سے ہیں جنہوں نے نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ الہام اور وحی کے مدعی ہوئے بلکہ اپنی فکر اور عقل کی غلطی سے مخلوق پرستی کی طرف جھک گئے۔ اور یا بعض مذہب ایسے تھے کہ درحقیقت خدا کے کسی سچے نبی کی طرف سے ان کی بنیاد تھی لیکن مرور زمانہ سے ان کی تعلیم لوگوں پر مشتبہ ہوگئی۔ اور بعض استعارات یا مجازات کو حقیقت پر حمل کر کے وہ لوگ مخلوق پرستی میں پڑ گئے۔ لیکن دراصل وہ نبی ایسا مذہب نہیں سکھاتے تھے۔ سو ایسی صورت میں ان نبیوں کا قصور نہیں کیونکہ وہ صحیح اور پاک تعلیم لائے تھے۔‘‘

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 256 تا 257)

چنانچہ آپؑ نے حضرت رام چندر، حضرت کرشن، حضرت بدھ، حضرت زرتشت اور حضرت کنفیوشس سب کو خدا تعالیٰ کے انبیاء قرار دے کر اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان رواداری اور ہم آہنگی کی راہ ہموار کی۔ آپ اپنے رسالہ ’’تحفہ قیصریہ‘‘ میں ہی اس اصول پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑھ قائم کر دی۔ اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔‘‘

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 259)

اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان مذہبی رواداری کے قیام کے لیے دوسرا بڑا کام جو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے کیا وہ جہاد کے غلط تصوّر کی اصلاح اور خونی مہدی اور مسیح کے غلط تصور

کا قلع قمع کر کے مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے درمیان صلح کی راہ ہموار کرنا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''اور دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں۔''

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 262)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

''قرآن میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار مت اُٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو اور یہ مت خیال کرو کہ ابتدا میں اسلام میں تلوار کا حکم ہوا کیونکہ وہ تلوار دین کو پھیلانے کے لئے نہیں کھینچی گئی تھی بلکہ دشمنوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کیلئے اور یا امن قائم کرنے کے لئے کھینچی گئی تھی مگر دین کے لئے جبر کرنا کبھی مقصد نہ تھا۔ افسوس کہ یہ عیب غلط کار مسلمانوں میں اب تک موجود ہے جس کی اصلاح کے لئے میں نے پچاس ہزار سے کچھ زیادہ اپنے رسالے اور مبسوط کتابیں اور اشتہارات اِس ملک اور غیر ملکوں میں شائع کئے ہیں اور امید رکھتا ہوں کہ جلد تر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اس عیب سے مسلمانوں کا دامن پاک ہو جائے گا۔ دوسرا عیب ہماری قوم مسلمانوں میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسے خونی مسیح اور خونی مہدی کے منتظر ہیں جو اُن کے زعم میں دنیا کو خون سے بھر دے گا۔ حالانکہ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ ہماری معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کوئی لڑائی نہیں کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا بلکہ وہ تمام باتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خُو اور خُلق پر ہو گا اور ان کے رنگ سے ایسا رنگین ہوگا کہ گویا ہُو بہو وہی ہو گا۔ یہ دو غلطیاں حال کے مسلمانوں میں ہیں جن کی وجہ سے اکثر اُن کے دُوسری قوموں سے بغض رکھتے ہیں مگر مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ ان غلطیوں کو دُور کر دوں۔''

(ستارہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 120تا121)

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہندوستان مذاہب کی تبلیغ کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا اور بالخصوص عیسائی، ہندو اور آریہ اسلام پر قرآن پر اور بانیٔ اسلام پر اس کثرت کے ساتھ حملہ آور ہوئے کہ انہوں نے بیہودہ اور لغو اعتراضات کی حد کر دی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو بار بار اس یاوہ گوئی سے منع فرمایا لیکن جب وہ باز نہ آئے تو مجبوراً حضور کو بھی ان مذاہب کے ماننے والوں کو ان کی اپنی کتابوں کے حوالے سے الزامی رنگ میں ان کا اصل چہرہ دکھانا پڑا لیکن طبعاً حضور کو یہ طریق پسند نہیں تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''سو ہم نے ان لوگوں کے جواب میں جس قدر تلخی اور مرارت بعض مقامات میں استعمال کی ہے وہ کسی نفسانی جوش کی وجہ سے نہیں بلکہ ہم نے اُن کی شورہ پشتی کا تدارک اسی میں دیکھا کہ جواب تُرکی بتُرکی دیا جائے ہمیں اس طریق سے سخت نفرت ہے کہ کوئی تلخ اور ناگوار لفظ استعمال کیا جائے۔ مگر افسوس! کہ ہمارے مخالف انکار کے جوش میں آ کر انجام کار گالیوں پر اُتر آتے ہیں۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 370)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔''

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 343تا344)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ مذہبی معاملات میں غیر مذاہب والوں سے آپؑ کے سلوک کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

''1892ء میں حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعویٰ مسیحیت کے بعد لاہور تشریف لے گئے... محبوب رائیوں کے مکان کا واقعہ ہے کہ ایک جلسے میں جہاں تک مجھے یاد ہے ایک برہمو لیڈر (غالباً اناش موزمدار بابو تھے) حضرت سے کچھ استفسار کر رہے تھے اور حضرت جواب دیتے تھے اسی اثناء میں ایک بدزبان مخالف آیا اور اس نے حضرت کے بالمقابل نہایت دلآزار حملے آپ پر کئے۔ وہ نظارہ اس وقت بھی میرے سامنے ہے آپ منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے جیسا کہ اکثر آپ کا معمول تھا۔ پگڑی کے شملے کا ایک حصہ منہ پر رکھ کر یا بعض اوقات ہاتھ رکھ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ خاموش بیٹھے رہے۔ اور وہ شور پشت بکتا رہا۔ آپ اسی طرح پرسست اور مگن بیٹھے تھے گویا کچھ ہو نہیں رہا۔ یا کوئی نہایت ہی شیریں مقال گفتگو کر رہا ہے۔ برہمو لیڈر نے اسے منع کرنا چاہا مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ حضرت نے ان کو فرمایا کہ آپ اسے کچھ نہ کہیں کہنے دیجئے۔ آخر وہ خود ہی بکواس کر کے تھک گیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ برہمو لیڈر بے حد متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ یہ آپ کا بہت بڑا اخلاقی معجزہ ہے اس وقت حضور اسے چپ کرا سکتے تھے۔ اپنے مکان سے نکال سکتے تھے مگر آپ نے کامل حلم اور ضبط نفس کا عملی ثبوت دیا۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از شیخ یعقوب علی عرفانیؓ جلد سوم صفحہ 442تا444۔ ناشر: انوار احمدیہ بک ڈپو قادیان۔ 1927ء۔ مطبع: انقلاب سٹیم پریس۔ لاہور)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ مذہبی معاملات میں آپؑ کے وسعتِ حوصلہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''آپ دینی سائل کو خواہ کیسا ہی بے باکی سے بات چیت کرے اور گفتگو بھی آپ کے دعویٰ کے متعلق ہو بڑی نرمی سے جواب دیتے اور تحمل سے کوشش کرتے ہیں کہ آپ کا مطلب سمجھ جائے۔ ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا اور اپنے تئیں جہاں گرد اور سرد گرم زمانہ دیدہ و چشیدہ ظاہر کرتا تھا ہماری مسجد میں آیا اور حضرت سے آپ کے دعوے کی نسبت بڑی گستاخی سے بابِ کلام وا کیا اور تھوڑی ہی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا آپ اپنے دعوے میں کاذب ہیں اور میں نے ایسے مکّار بہت سے دیکھے ہیں اور میں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں غرض ایسے ہی بے باکانہ الفاظ کہے مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا بڑے سکون سے سنا کئے اور پھر بڑی نرمی سے اپنی نوبت پر کلام شروع کیا۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ۔ پبلشر ابوالفضل محمود۔ قادیان۔ صفحہ 44)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلافِ مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحتِ روحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابلِ رحم ہے جس کے ساتھ بہت خلق اور حلم اور نرمی کیساتھ پیش آنا چاہئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائے گی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہئے۔ ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔''

(بدر جلد 2۔ نمبر 29۔ صفحہ 3۔ مورخہ 19 جولائی 1906ء۔ زیر عنوان ''غیر مذاہب والوں سے سلوک'')

جب اسلام مخالفین بالخصوص آریوں اور عیسائی پادریوں نے بعض ضعیف روایات اور غیر مستند کتب کا سہارا لے کر اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ پر بے ہودہ اعتراضات کی انتہا کر دی تو مذہبی رواداری کے جذبے کے تحت حضورؑ نے اس طریق کو ختم کرنے کے لیے تیسرا بڑا کام یہ کیا کہ گورنمنٹ انگریزی کو مسلمانوں کی طرف سے ایک درخواست بھجوائی جس میں مذہبی مباحثات کے لیے دو اصول قانون کی شکل میں پاس کرنے کی اپیل کی تا کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ کی ذات پر بے ہودہ اعتراضات کا سلسلہ بند ہو سکے۔ وہ اصول یہ تھے:

(1)...ایسا اعتراض دوسرے پر نہ کیا جائے جو خود اپنی الہامی کتاب پر ہوتا ہو۔

(2)...ہر مذہب یا فرقہ اپنی الہامی اور مستند کتب کی فہرست شائع کر دے اور فریق ثانی جو بھی اعتراض کرے ان شائع شدہ کتب سے باہر نہ ہو۔ اور جو فریق اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو اسے دفعہ 298 تعزیرات ہند کے تحت سزا دی جائے۔

(ماخوذ از آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 84تا86)

اس قانون کے متعلق آپؑ نے فرمایا:

''اس قانون کے پاس کرنے میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں بلکہ ہر یک قوم پر اس کا اثر مساوی ہے اور اس قانون کے پاس کرنے میں بے شمار برکتیں ہیں جن سے عامہ خلائق کے لئے امن اور عافیت کی راہیں کھلتی ہیں اور صدہا بیہودہ نزاعوں اور جھگڑوں کی صف لپیٹی جاتی ہے اور اخیر نتیجہ صلح کاری اور ان شراتوں کا دور ہو جانا ہے جو فتنوں اور بغاوتوں کی جڑھ ہوتے ہیں۔''

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 85تا86)

مذہبی مباحثات میں یہ اصول کتنا پیارا ہے جس سے تحقیق حق کا دروازہ بھی کھلا رہتا ہے اور بے جا اعتراضات سے بھی نجات مل جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ قانون پاس نہ ہو سکا۔

جب 1897ء میں عیسائی پادریوں کی طرف سے ایک نہایت غلیظ کتاب ''امہات المومنین یعنی دربارِ مصطفائی کے اسرار'' کے نام سے سامنے آئی جس میں آنحضرت ﷺ پر نہایت گندے الزامات لگائے گئے تھے تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''کتاب البریہ'' میں دوبارہ گورنمنٹ کو یہ تجویز بھجوائی کہ مذہبی مباحثات کے بارے میں ایسے قوانین وضع کیے جائیں جن سے مذہبی حوالہ سے کسی کی دلآزاری نہ ہو اور اس قسم کی فتنہ انگیز تحریرات سے نجات مل جائے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لیے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو یہ ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتابوں کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 346)

نیز حضور علیہ السلام نے گورنمنٹ کو یہ بھی تجویز دی کہ اگر وہ ایسا کوئی قانون نہیں بنا سکتی تو پھر یہ قانون بنا دے کہ ہر مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور کوئی مذہب کسی دوسرے مذہب کی برائیاں بیان نہ کرے۔ چنانچہ آپؑ کتاب البریہ میں ہی فرماتے ہیں:

''اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی (یعنی مذکورہ بالا قانون نہیں بنا سکتی۔ ناقل) تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرماوے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ قوموں میں صلح کاری پھیلانے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لیے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ میری اس درخواست کو منظور کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دور ہو جائیں گے اور بجائے بغض محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دوسرے قانون سے اگرچہ مجرموں سے تمام جیل خانے بھر جائیں مگر اس قانون کا ان کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑے گا۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 346)

1897ء میں ہی ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر حضورؑ نے ملکہ کے لیے ایک رسالہ ''تحفہ قیصریہ'' کے نام سے لکھا جس میں ملکہ کو جوبلی کی تقریب پر مبارکباد کے علاوہ نہایت لطیف اور حکیمانہ پیرایہ میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار اور اسلامی تعلیم کا خلاصہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان اصولوں کا ذکر بھی فرمایا جو امن عالم اور اخوتِ عالمگیر کی بنیاد بن سکتے ہیں اور اس حوالہ سے ملکہ کو لندن میں ایک ایسا جلسہ مذاہبِ عالم منعقد کرانے کی تجویز بھی دی جس میں ہر مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے تا کہ انگلستان کے باشندوں تک اسلام کی صحیح معلومات پہنچ سکیں۔

(ماخوذ از تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 278تا280)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے اس اصول کو کہ ہر مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے، کو اتنا پسند فرماتے تھے کہ منارۃ المسیح کی تعمیر کے اغراض میں سے ایک یہ غرض بھی بیان فرمائی کہ اس کے نیچے ایسا کوئی کمرہ بنا دیا جائے جس میں کچھ آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہو اور اس میں ہر سال اس قسم کے جلسے منعقد ہوا کریں جن میں ہر مذہب والا اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور کسی دوسرے مذہب پر اعتراض نہ کرے۔

(نوٹ: اس قسم کا ایک جلسہ 1896ء میں لاہور میں ایک ہندو نے منعقد کروایا جس میں تمام مذاہب کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے اور پانچ سوالات کے جوابات ہر مذہب کو اپنی تعلیم کی روشنی میں دینے کی دعوت دی گئی تا کہ لوگ خود ان جوابات اور خوبیوں کو سن کر فیصلہ کر لیں کہ کون سا مذہب سچا ہے۔ اس جلسہ کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھنے کے لیے بھجوایا اور قبل از وقت خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ اطلاع بھی دے دی کہ میرا مضمون سب پر بالا رہے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10)

چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''بالآخر میں ایک ضروری امر کی طرف اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس منارہ سے ہماری یہ بھی غرض ہے کہ مینار کے اندر یا جیسا کہ مناسب ہو ایک گول کمرہ یا کسی اور وضع کا کمرہ بنا دیا جائے جس میں کم سے کم سو آدمی بیٹھ سکے اور یہ کمرہ وعظ اور مذہبی تقریروں کے لئے کام آئے گا۔ کیونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریروں کا ایک جلسہ ہوا کرے اور اس جلسے میں ہر ایک شخص مسلمانوں میں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے مگر یہ شرط ہوگی کہ دوسرے مذہب پر کسی قسم پر حملہ نہ کرے۔ فقط اپنے مذہب اور اپنے مذہب کی تائید میں جو چاہے تہذیب سے کہے۔''

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ زیر عنوان اشتہار چندہ منارۃ المسیح، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 30)

پھر آپ علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' میں جہاں یہ واضح کیا کہ مسلمانوں کا جہاد کے نام پر کسی غیر مسلم کو قتل کرنا صریحاً خلافِ قرآن اور اسلام ہے وہیں آپؑ نے اس کا ذمہ دار انگریز پادریوں کو بھی ٹھہرایا کہ مسلمانوں میں جہاد کے اس غلط تصور کو ترویج دینے والے خود یہ پادری ہیں جو مخالفِ اسلام اور قرآن تحریرات کے ذریعہ مسلمانوں کو بار بار جہاد کے غلط تصور کا طعنہ دیتے ہیں اور ان کی کتب پڑھ کر بعض ناسمجھ مسلمان اس تصور کو درست سمجھ لیتے ہیں اور پھر ملک میں فتنہ پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔

(ماخوذ از گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 19 تا 22)

چنانچہ آپؑ نے مذہبی رواداری کے جذبے کے تحت اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے تیسری مرتبہ پھر گورنمنٹ کو یہ تجویز بھجوائی کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو پابند کر دینا چاہیے کہ وہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں کسی دوسرے مذہب کی خامیاں بیان نہ کریں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم پانچ سال کے لیے ایسا قانون بنا دیا جائے۔ چنانچہ آپؑ وائسرائے ہند کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

''میں نے جناب نواب وائسرائے صاحب بہادر بالقابہ کی خدمت میں دو دفعہ درخواست کی تھی کہ کچھ مدت تک اس طریق بحث کو بند کر دیا جائے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب کی نکتہ چینیاں کرے۔ لیکن اب تک اُن درخواستوں کی طرف کچھ توجہ نہ ہوئی۔ لہٰذا اب بار سوم حضور ممدوح میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ کم سے کم پانچ برس تک یہ طریق دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا بند کر دیا جائے اور قطعاً ممانعت کر دی جائے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے عقائد پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کرے کہ اس سے دن بدن ملک میں نفاق بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مختلف قوموں کی دوستانہ ملاقاتیں ترک ہوگئی ہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایک فریق دوسرے فریق پر اپنی کم علمی کی وجہ سے ایسا اعتراض کر دیتا ہے کہ وہ دراصل صحیح بھی نہیں ہوتا اور دلوں کو سخت رنج پہنچا دیتا ہے۔ اور بسا اوقات کوئی فتنہ پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر جہاد کا اعتراض۔ بلکہ ایسا اعتراض دوسرے فریق کے لیے بطور یاد دہانی ہو کر بھولے ہوئے جوش اسے یاد دلا دیتا ہے اور آخر مفاسد کا موجب ٹھیرتا ہے۔ سو اگر ہماری دانشمند گورنمنٹ پانچ برس تک یہ قانون جاری کر دے کہ برٹش انڈیا کے تمام فرقوں کو جس میں پادری بھی داخل ہیں قطعاً روک دیا جائے کہ وہ دوسرے مذاہب پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کریں اور محبت اور خلق سے ملاقاتیں کریں۔ اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کرے تو مجھے یقین ہے کہ یہ زہرناک پودہ پھوٹ اور کینوں کا جو اندر ہی اندر نشوونما پا رہا ہے جلد تر مفقود ہو جائے گا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 32 تا 33۔ ضمیمہ رسالہ جہاد)

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو دنیا میں مذہبی رواداری کے قیام کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اچھا قانون نہیں ہو سکتا۔ افسوس کہ حکومت نے تو اس وقت ایسا کوئی قانون نہ بنایا لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں آج جماعت احمدیہ کو جن ممالک میں موقع ملتا ہے وہاں اس قسم کے جلسے منعقد کروائے جاتے ہیں جن میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

حضورؑ کو مذہبی رواداری اور مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کا کس قدر خیال تھا اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپؑ نے اپنی زندگی کی آخری کتاب پیغام صلح۔ اسی صلح، امن اور رواداری کے پیغام کو فروغ دینے کے لیے لکھی۔ اس کتاب میں بھی آپ نے تمام مذاہب کو امن اور صلح کی دعوت دی۔ اس کتاب میں آپ نے ہندوؤں کو صلح کے لیے اس قدر بھی پیشکش کر دی کہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کو سچا مان لیں (یعنی جس طرح ہم ہندوؤں کے اوتاروں حضرت رام چندر اور سری کرشن جی کو سچا اور خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں گو ہم ان کی شریعت پر عمل نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر ہندو بھی آپ ﷺ کو سچا مان لیں اور آپ ﷺ کی ہتک چھوڑ دیں) تو ہم بھی گائے کا گوشت ان کے لئے چھوڑ دیں گے۔

(ماخوذ از پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 458)

اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ دوسرے مذاہب کے ساتھ امن اور صلح سے رہنے کو کس قدر اہمیت دیتے تھے کہ اس کے لیے اپنے جائز حقوق بھی چھوڑنے کے لیے تیار تھے۔

آپؑ پیغام صلح میں فرماتے ہیں:

''اِسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا۔ اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔ اور تمام دُنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے۔ جس نے دُنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (آل عمران:85) یعنی تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دُنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان میں تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو رد کر دیں۔ اگر ایسی صلح کار کوئی اور الہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ اسرائیلی خاندان کے جتنے نبی تھے کیا یعقوب اور کیا اسحٰق اور کیا موسیٰ اور کیا داؤد اور کیا عیسیٰ سب کی نبوت کو مان لیا اور ہر ایک قوم کے نبی خواہ ہند میں گذرے ہیں اور خواہ فارس میں کسی کو مکار اور کذّاب نہیں کہا بلکہ صاف طور پر کہہ دیا کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گذرے ہیں اور تمام قوموں کے لئے صلح کی بنیاد ڈالی۔''

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459 تا 460)

جس طرح اسلام کسی مذہبی پیشوا پر نہ حملہ کرتا ہے اور نہ اس کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح تمام دنیا کو چاہیے کہ وہ بھی مسلمانوں کے پیغمبر کا احترام کریں کیونکہ اس کے بغیر مسلم دنیا کے ساتھ پائیدار تعلقات استوار نہیں ہو سکتے۔ آج کل بھی دنیا میں بعض حلقوں کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف منفی پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ آزادی اظہار کے نام پر کہیں کارٹون بنائے جاتے ہیں تو کہیں گندی فلمیں بنا کر مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ آزادی اظہار کے ان نام نہاد علمبرداروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ طریق دنیا میں پائیدار امن اور مذہبی ہم آہنگی کے رستے میں بہت بڑی روک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کو اس حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے عزیزو!! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتی مگر آنجنابؐ کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ اُن کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔''

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 452)

آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اس زمانے میں مذہبی رواداری کے علمبردار ہیں، کی جماعت کو موجودہ زمانہ میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ آج دنیا کے پردہ پر صرف یہی اسلامی جماعت ہے جو مذہبی رواداری پر نہ صرف مکمل عمل پیرا ہے بلکہ اس کے فروغ میں بھی دن رات کوشاں ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کا فیض ہے کہ آج دنیا میں اس حوالے سے کوئی مذاکرہ ہو یا کسی کانفرنس کا انعقاد ہو اکثر و بیشتر اس میں جماعت احمدیہ کو اسلام کی اس خوبصورت تعلیم کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے بطور خاص بلایا جاتا ہے۔ اور آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ دنیاوی ایوانوں میں کھڑے ہو کر دنیا کے لیڈروں کو اس خوبصورت اور دلنشین تعلیم سے آگاہ کرتے ہیں۔ پس اب اگر دنیا کی قومیں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا چاہتی ہیں تو مذہبی رواداری کے حوالے سے قرآن کریم اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں زمانے کے حکم عدل کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

''صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 145)

☆...☆...☆

تعارف کتاب

’’زندہ درخت‘‘

(’فرخ سلطان محمود‘)

’’زندہ درخت‘‘ ایک ایسی تصنیف ہے جو ایسے پاکیزہ وجودوں سے معنون ہے جنہوں نے مسیح الزمانؑ سے براہِ راست فیض پانے کی سعادت پائی

ہر مخلوق کے لیے فنا اور وجود میں آنے والی زندگی کے لیے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے عبادالرحمٰن جو اپنی زندگیوں کا مقصد حاصل کرنے کی سعی میں اپنی ساری زندگی بسر کر دیتے ہیں، وہ نہ صرف اپنے خالق و مالک کے حضور روحانی طور پر حیات جاودانی پالیتے ہیں بلکہ تاریخ کے اوراق میں بھی اُن کا اسم گرامی ہمیشہ کے لیے سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔

آج ہمارے پیش نظر کتاب ’’زندہ درخت‘‘ ایک ایسی تصنیف ہے جو ایسے پاکیزہ وجودوں سے معنون ہے جنہوں نے مسیح الزمانؑ سے براہِ راست فیض پانے کی سعادت پائی اور جنہیں ایسے روحانی ماحول میں اپنی زندگیاں بسر کرنے کی توفیق ملی جو احمدیت کی برکت سے خشک دنیاداری سے کوسوں دُور اور حسبِ استعداد انفرادی روحانی ترقیات کا ضامن تھا۔

صد سالہ جشن تشکر جماعت احمدیہ کے حوالہ سے طبع کی جانے والی یہ ضخیم کتاب شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی پیشکش ہے جسے مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے مرتب کیا ہے۔ A5 سائز کے 363 صفحات پر مشتمل اس کتاب کا سرورق بھی ایک انفرادیت کا حامل ہے۔ ’’زندہ درخت‘‘ کی وجہ تسمیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر ہے جسے سرورق کی زینت بنایا گیا ہے:

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

ہلکے سبز رنگ کے اس کتاب کے دیدہ زیب سرورق پر حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے، محترم میاں عبدالرحیم صاحب درویش قادیان اور حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ مدرس کی تصاویر شائع کی گئی ہیں جبکہ کتاب کے اندر بھی چند تصاویر شامل اشاعت ہیں۔ تینوں بزرگوں کے حوالہ سے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تینوں بزرگوں کی سیرت پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے علاوہ ان کی نسلوں کا مختصر تعارف اور اُن پر ہونے والے خدائی افضال کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کتاب کے صرف ایسے منتخب حصے پیش کیے جا رہے ہیں جن کا تعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ سے ہے۔ تاہم اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اس کتاب میں بیان شدہ سیرت کے تمام واقعات اتنے دلچسپ اور ایمان افروز ہیں کہ ان میں سے انتخاب خاصا مشکل مرحلہ تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوّت قدسیہ کے طفیل یہ اصحابِ احمدؑ نہ صرف اپنی ذات میں فرشتوں کی سی خُوبُو کے حامل تھے بلکہ صداقتِ احمدیت کی ایک منہ بولتی تصویر تھے، اور نہ صرف ان کی زندگیاں بلکہ ان کی موت بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صداقت پر گواہ ٹھہرتی ہے۔

چنانچہ 1895ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں آنے والے حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کو 1897ء میں زیارت کا شرف عطا ہوا۔ حضورؑ نے 1898ء میں ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں 316 منتخب اصحاب کے نام درج فرمائے ان میں 299 نمبر پر آپؓ کا نام تحریر ہے۔ آپؓ کو جہلم کے سفر میں حضرت مسیح موعودؑ کی معیت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آپؓ 1866ء میں پیدا ہوئے تھے اور 90 سال کی عمر پاکر 7/ نومبر 1956ء کو وفات پائی۔ 21/ مئی 1906ء کو آپؓ نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ آپؓ کا وصیت نمبر 102 ہے۔ اسی طرح تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں آپ کا نمبر 526 ہے۔ آپؓ کا جنازہ حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھایا اور 9/ نومبر 1956ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

’’میاں فضل محمد صاحب ... کے ایک لڑکے نے بتایا کہ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ مَیں نے جس وقت بیعت کی اس کے قریب زمانہ میں ہی مَیں نے ایک خواب دیکھا جس میں مجھے اپنی عمر 45 سال بتائی گئی۔ مَیں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو پڑا اور مَیں نے کہا حضور! بیعت کے بعد تو میرا خیال تھا کہ حضور کے الہاموں اور پیشگوئیوں کے مطابق احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں انہیں دیکھوں گا مگر مجھے تو خواب آئی ہے کہ میری عمر صرف 45 سال ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں شاید وہ 45 کو 90 کردے۔ چنانچہ کل جو وہ فوت ہوئے تو اُن کی عمر پورے 90 سال کی تھی۔ اس طرح احمدیت کو جو ترقیات ملیں وہ بھی انہوں نے دیکھیں اور 61 جلسے بھی دیکھے۔ ان کے چار بچے ہیں جو دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ایک قادیان میں درویش ہو کر بیٹھا ہے۔ ایک افریقہ میں مبلغ ہے۔ ایک یہاں مبلغ کا کام کرتا ہے اور چوتھا لڑکا مبلغ تو نہیں مگر وہ اب ربوہ آ گیا ہے اور یہیں کام کرتا ہے۔ پہلے قادیان میں کام کرتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص مرکز میں رہے اور اس کی ترقی کا موجب ہو تو وہ بھی ایک رنگ میں خدمتِ دین ہی کرتا ہے۔‘‘

☆ ... مذکورہ بالا خواب اور واقعہ جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے اس بارے میں حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کی روایت یوں ہے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے خواب میں فرمایا کہ آپ کے گھر تین بیٹے ہوں گے۔ پہلے کا نام عبدالغنی دوسرے کا نام ملک غنی اور تیسرے کا نام پتال غنی رکھنا اور آپ کی عمر 45 سال کی ہوگی۔ جب مَیں جمعے کے روز قادیان آیا تو شام کے بعد حضورؑ مسجد کے اوپر، گرمیوں میں جیسا کہ ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے، بیٹھے۔ چند اَور اصحاب بھی وہاں بیٹھے تھے۔ مَیں نے اپنی خواب عرض کی تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ ہنس کر بولے کہ پھر بتلاؤ کہ پہلے کا نام کیا ہے اور دوسرے کا نام کیا۔ جب مَیں نے دوبارہ بتلایا تو وہ پھر بولے کہ پھر بتلاؤ۔ تو مَیں نے عرض کی کہ حضور! مولوی صاحب تمسخر کرتے ہیں اور مجھے بڑا غم لگا ہوا ہے۔ حضورؑ مسکرا کر بولے کہ آپ کو کیا غم ہے۔ تو مَیں نے عرض کی کہ حضور میری عمر اس وقت تقریباً تیس سال کی ہے اور تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ ابھی مَیں نے حضورؑ کا زمانہ دیکھنا ہے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ دوگنی کر دیا کرتا ہے۔

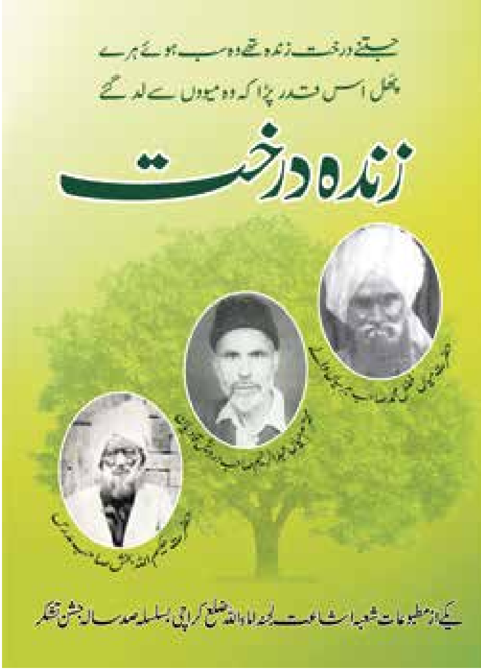
حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کی بیان فرمودہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پہلی بیعت اُس وقت اتفاقاً ہوگئی تھی جب آپ کے ایک دوست نے بیعت عام کے وقت آپ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا تھا۔ لیکن چند روز بعد اس سوچ کے نتیجے میں آپ نے ایک جوش کے ساتھ دوبارہ قادیان جاکر بیعت کرلی کہ قادیان میں جو کچھ بھی دیکھا یا سنا وہ سب عین اسلام ہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی اہلیہ محترمہ نے بھی ایک خواب کے نتیجہ میں قادیان جاکر بیعت کی سعادت پائی۔

ذیل میں حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کی بیان فرمودہ چند ایمان افروز روایات ہدیۂ قارئین ہیں:

☆ ... آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر میرے گاؤں کی مسجد کے دروازے (فسادیوں کی طرف سے) احمدیوں کے لیے بند کر دیے گئے اور ہم نے اپنی حویلی میں نماز ادا کی۔ پھر جب حسب عادت جمعہ پڑھنے کے لیے قادیان آیا تو یہ حالات حضرت مسیح موعودؑ کے گوش گزار کیے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ صبر کرو یہ سب مسجدیں تمہاری ہی ہیں۔ چنانچہ اب وہ مسجد احمدیوں کے پاس ہے۔

☆ ... حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر سے واپس تشریف لائے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو مَیں نے آگے ہو کر عرض کی کہ حضور! مَیں نے سنا ہے کہ پہلے زمانہ میں بزرگ، اگر کسی کو کچھ تکلیف ہوتی تھی تو اس پر وہ اپنے منہ کی لعاب لگادیا کرتے تھے تو اس کو شفا ہوجاتی تھی۔ میری آنکھوں پر ہمیشہ پھنسیاں نکلتی رہتی ہیں۔ اس پر حضورؑ مسکرا پڑے اور کچھ پڑھ کر آنکھوں پر دَم کیا۔ اس روز سے آج تک تقریباً 35 برس گزر گئے ہیں، میری آنکھ پر کبھی پھنسی نہیں ہوئی بلکہ میری آنکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی دکھنے ہی نہیں آئیں۔

☆ ... آپؓ مزید فرماتے ہیں کہ ایک بار حضورؑ سیر کرنے باغ کی طرف تشریف لے گئے تو مالی نے دو تین ٹوکریوں میں شہتوت ڈال کر ہمارے آگے رکھ دیے۔ مَیں حضورؑ کے بالکل ساتھ بیٹھا تھا اور حجاب کی وجہ سے کھاتا نہ تھا۔ یہ دیکھ کر حضورؑ نے فرمایا: فضل محمد! تم کھاتے کیوں نہیں؟ اس وقت مجھے اَور تو کوئی بات نہ سوجھی جھٹ منہ سے نکلا کہ حضور یہ گرم ہیں اس واسطے میری طبیعت کے موافق نہیں۔ جس پر حضورؑ نے فرمایا: نہیں میاں! یہ گرم نہیں ہیں یہ تو قبض کشا ہیں۔



جب مَیں نے دیکھا کہ حضورؑ میری طرف متوجہ ہیں تو مَیں نے عرض کی کہ حضور! میری بائیں ران پر ایک گلٹی ہے اور وہ بہت مدّت سے ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ کسی وقت تکلیف نہ دے۔ اُس وقت حضورؑ کی زبان مبارک سے نکلا تکلیف نہیں دے گی آرام آجائے گا۔ اور ایک دوائی کا نام لیا جو مجھے یاد نہ رہا۔ کچھ دن بعد اس گلٹی میں درد ہونی شروع ہوئی۔ تب مجھے خیال آیا کہ حضورؑ نے جو دوائی بتلائی تھی اس کا نام میں بھول گیا ہوں۔ حیران تھا کہ کیا کروں۔ اتنے میں دو تین دن کے بعد وہ گلٹی اوپر سے کھل گئی اور پھٹ کر باہر نکل آئی اور دو تین دن کے بعد زخم صاف ہوگیا۔

اسی طرح ایک پھوڑا تھا جو مجھے سخت تکلیف دے رہا تھا۔ مَیں نے اس کی شکایت حضورؑ سے کی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اچھا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ خود بخود بغیر علاج کے اچھا ہوگیا۔

☆ ... آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے اور میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی نے باہم مل کر یہ ارادہ کیا کہ قادیان میں ایک دکان کھولیں اور اس کے لیے پہلے حضورؑ سے اجازت لی جائے۔ چنانچہ جب ہم نے حضورؑ کی خدمت میں یہ عرض کیا تو فرمایا کہ پہلے استخارہ کرلو۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور استخارہ تو ایک ہفتہ تک کرنا پڑے گا۔ تب حضورؑ نے فرمایا کہ استخارہ دعا ہی ہوتی ہے۔ ہر نماز میں دعا کرو۔ ایک دن میں بھی استخارہ ہوسکتا ہے۔ ... اس کے بعد ہمارا خیال دکان کرنے کا بالکل جاتا رہا۔

☆ ... ایک دفعہ حضورؑ نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ مَیں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیسے پودے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے پودے ہیں۔ تو پھر مَیں نے پوچھا کہ کب؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جاڑے کے موسم میں۔ تب حضورؑ نے جماعت کو فرمایا کہ مَیں نے رؤیا دیکھا ہے۔ اب دنیا میں طاعون کا عذاب آنے والا ہے۔ بہت بہت توبہ کرو صدقہ کرو اور اپنی اصلاح کرو۔

ہمارے گاؤں میں جب طاعون کے آغاز میں چوہے مرنے شروع ہوئے تو مَیں نے اس بارہ میں حضورؑ سے ذکر کیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ فوراً باہر کھلی ہوا میں چلے جاؤ۔ ایسے خطرہ کے وقت اس جگہ کو چھوڑنا ہی سنت ہے۔ چنانچہ مَیں حضورؑ کے حکم کے ماتحت باہر چلا گیا اور سب لوگ بھی میرے سبب باہر چلے گئے مگر ایک چچازاد بھائی باہر نہ گیا اور چند دن بعد وہ طاعون سے مر گیا۔

☆...ایک دفعہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ایک مقدمہ کی پیشی کے لیے حضورؑ کو موضع دھاریوال جانا پڑا۔ گرمی کا موسم اور رمضان کا مہینہ تھا۔ بہت سے دوست ارد گرد سے وہاں گئے۔ بہتوں نے روزے رکھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک سردارنی نے دعوت کا پیغام بھیجا۔ حضورؑ نے دعوت منظور فرمائی۔ سردارنی نے میٹھے چاول وغیرہ کی دعوت کی۔ بعض دوستوں نے حضورؑ سے روزہ کے متعلق عرض کی۔ حضورؑ نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اُسی وقت دوستوں نے روزے توڑ دیے۔

☆... ایک دفعہ حضورؑ سیر کے واسطے موضع بھینی کی طرف تشریف لے گئے۔ راستے میں جو بڑ کا درخت تھا، حضورؑ اس کے نیچے کھڑے ہو گئے اور وہاں موجود ڈھاب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس جوہڑ کا پانی اچھا نہیں ہے، اس سے وضو کرکے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

☆... ایک دفعہ دعا کے متعلق سوال ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ دعا ہی مومن کا ہتھیار ہے۔ دعا کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ دعا سے تھکنا نہیں چاہئے۔ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ کچھ دن دعا کرتے ہیں اور پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ دعا کی مثال حضورؑ نے کنویں سے دی کہ انسان کنواں کھودتا ہے۔ جب پانی کے قریب پہنچتا ہے تو تھک کر چھوڑ دیتا ہے اور نااُمید ہو جاتا ہے۔ اگر ایک دو بالشت اَور کھودتا تو نیچے سے پانی نکل آتا اور کامیاب ہو جاتا۔ اسی طرح دعا کا کام ہے کہ انسان کچھ دن دعا کرتا ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے اور ناکام رہتا ہے۔

☆... میرا بیٹا عبد الغفور ابھی چھوٹا ہی تھا کہ اس کی نانی اپنی پوتی کا رشتہ اس سے کرنے کے لیے مجھے زور دینے لگی مگر مَیں منظور نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن موقع پا کر وہ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بتایا کہ اُس کی پوتی کا رشتہ مَیں اپنے بیٹے کے لیے پسند نہیں کرتا۔ حضورؑ نے مجھے بلا کر وجہ پوچھی تو مَیں نے عرض کی کہ یہ لوگ مخالف ہیں اور سخت گوئی کرتے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا: مخالفوں کی لڑکی لے لو اور مخالفوں کو دو نہ۔

☆... ایک بار مَیں نے حضورؑ سے پوچھا کہ عشاء کی نماز کے بعد اگر وتر نہ پڑھے جائیں اور پچھلے پہر بھی کسی وجہ سے نہ پڑھ سکیں تو پھر ان کو کس وقت پڑھا جائے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی پہر پڑھ لیے جائیں۔ یعنی نماز عشاء کے بعد ہی۔

☆... حافظ حامد علی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے افریقہ بھیجا۔ جب مَیں جہاز میں سوار ہوا تو وہ آگے جا کر خطرے میں پڑ گیا یہاں تک کہ لوگ چیخ و پکار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ میرے دل میں بھی کچھ خیال پیدا ہوا مگر میرے دل میں پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے نبی کا بھیجا ہوا ہوں اور مَیں نے اس کا کام کرنا ہے اس لیے یہ جہاز کس طرح ڈوب سکتا ہے۔ مَیں نے بلند آواز سے پکارا کہ اے لوگو! گھبراؤ مت، یہ جہاز ہرگز نہیں ڈوبے گا کیونکہ مَیں ایک نبی کا بھیجا ہوا اس جہاز میں سوار ہوں اس واسطے یہ جہاز ہرگز نہیں ڈوبے گا۔ آخر کار ہم ساحل پر جا پہنچے کہ جس جگہ مَیں نے اترنا تھا۔ چنانچہ مَیں وہاں سے اُتر کر آگے اپنی منزل کی طرف چلا گیا۔ مگر وہ جہاز اُس جگہ سے روانہ ہو کر کچھ فاصلے پر جا کر ڈوب گیا۔ جب اس جہاز کے ڈوبنے کی خبر پھیلی تو میرے گھر والوں نے بھی سنا کہ فلاں جہاز، فلاں تاریخ کو ڈوب گیا ہے۔ میرے گھر کے لوگ روتے پیٹتے ہوئے حضرت صاحبؑ کے پاس پہنچے اور رو رو کر کہنے لگے کہ حضور! سنا ہے کہ فلاں جہاز جس پر حامد علی صاحب سوار تھے ڈوب گیا ہے۔ حضرت صاحبؑ نے ان کی چیخ و پکار سن کر فرمایا: ہاں مَیں نے بھی سنا ہے کہ فلاں جہاز ڈوب گیا ہے اور اس میں حامد علی بھی تھے۔ مگر پھر تھوڑی دیر خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ چند منٹوں بعد بلند آواز سے فرمایا کہ صبر کرو، حامد علی صاحب اللہ کے فضل سے زندہ ہے۔ وہ ہمارا کام جس کے واسطے گیا ہے، کر رہا ہے۔

☆...ایک دفعہ جب ہم قادیان میں عید کی نماز ادا کر چکے تو مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے حضرتؑ کے حضور عرض کی کہ حضورؑ نے فرمایا تھا کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کوئی نشان ظاہر کرے گا اور آج عید کا دن ہے۔ حضورؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ تب سب لوگ مسجد میں بیٹھ گئے اور حضورؑ نے کرسی پر بیٹھ کر عربی زبان میں خطبہ شروع کر دیا۔ بہت سے دوستوں نے لکھنا شروع کیا اور جب کوئی لفظ کسی لکھنے والے کی سمجھ میں نہ آتا تو حضورؑ پوچھنے پر لفظ مع تلفظ بتلا دیتے۔ اس وقت حضورؑ اس طرح زبان مبارک سے الفاظ نکالتے تھے کہ گویا کتاب آگے رکھی ہوئی ہے جس سے دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ حضورؑ کا رنگ اُس وقت سرسوں کے پھول کی مانند تھا۔ آنکھیں بند رکھے ہوئے تھے اور کبھی کبھی کھول بھی لیتے تھے۔

☆... حضورؑ کے اخلاق نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ تھے۔ حضورؑ کا ہر ایک شخص سے ایسا طریق تھا کہ ہر شخص خیال کرنے لگتا تھا کہ مَیں ہی حضورؑ کا ایک خاص خادم ہوں اور جیسی محبت مجھ سے ہے اَور کسی سے نہیں ہے۔ حضورؑ کبھی کسی خادم سے گفتگو کرتے وقت اپنے چہرۂ مبارک پر کسی قسم کی کوئی ایسی علامت ظاہر ہونے نہیں دیتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضورؑ اس گفتگو یا اس بات کو سننا پسند نہیں کرتے یا حضورؑ کی توجہ کسی اَور کی طرف لگی ہوئی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضورؑ کے اوقات بہت گرامی اور عزیز تھے مگر حضورؑ کے اخلاق کریمہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کو بھی اپنا یکساں ممنون بنائے رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؑ مسجد مبارک میں نماز پڑھ کر مکان کے اندر تشریف لے جانے لگے۔ جب حضورؑ کھڑکی سے گزر گئے تو مَیں نے بھی جرأت کی اور حضورؑ کے پیچھے اندر داخل ہو کر عرض کی کہ حضورؑ مَیں نے کچھ عرض کرنی ہے۔ حضورؑ وہاں ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور مَیں بھی حضورؑ کے پاس بیٹھ گیا۔ مَیں نے وہاں بیٹھ کر حضورؑ سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ میری وہ گفتگو بعض دنیاوی امور کے متعلق تھی جن سے حضورؑ کو کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر حضورؑ پوری توجہ سے سنتے رہے۔ مَیں نے کچھ خوابیں بھی سنائیں۔ اس گفتگو میں کافی عرصہ لگ گیا۔ میرا دل یہی چاہتا تھا کہ مَیں حضورؑ کے پاس بیٹھا رہوں۔ مگر حضورؑ نے اس عرصے میں کوئی بات ناپسندیدگی کی نہ فرمائی اور نہ ہی یہ فرمایا کہ میاں چھوڑو بہت دیر ہو گئی۔ آخر مجھے خود ہی خیال آیا کہ حضورؑ کا وقت بہت قیمتی ہے مَیں اسے کیوں ضائع کر رہا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی مَیں نے حضورؑ سے اجازت لے لی۔ آج مجھے جب اس کا تصور آتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہوں اور ساتھ ہی حضورؑ کے اخلاق عالیہ کی بلندی پر غور کرتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں۔

☆... حضورؑ کا اپنے مہمانوں سے بالکل ایسا تعلق تھا جو ایک شفیق باپ کا اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مسجد مبارک میں کچھ دوست کھانا کھانے بیٹھے۔ حضورؑ اندر سے تشریف لائے اور مہمانوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضورؑ چھوٹا سا ٹکڑا لیتے تھے اور اس سے ذرا سا سالن لگا کر اسے کھاتے تھے۔ اپنے سامنے سے بوٹیاں اٹھا اٹھا کر دوسروں کے برتنوں میں رکھتے جاتے تھے۔

☆... حضورؑ کبھی اور کسی مرحلہ پر مایوس نہیں ہوتے تھے۔ میاں محمد اکبر صاحب مرحوم ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت خلیفہ اوّل علاج فرماتے تھے۔ بہت علاج کیا مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مولوی صاحب نے علاج بند کر دیا۔ کسی نے حضرت اقدسؑ کو بھی اطلاع کر دی۔ آپؑ حضرت مولوی صاحبؓ سے فرمانے لگے: ''کیا آپ مایوس ہو گئے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا کہ حضورؑ! ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں اس لیے علاج بند کر دیا ہے۔ حضورؑ یہ سن کر فرمانے لگے: ''اچھا اب آپ علاج نہ کریں ہم علاج کریں گے۔'' چنانچہ حضورؑ نے علاج شروع کر دیا اور میاں محمد اکبر صاحب اس مرض سے اچھے ہو گئے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مریض کا علاج ایک ماہر طبیب مایوس ہو کر چھوڑ دیتا تھا، حضورؑ اس کے متعلق بھی اپنے مولیٰ سے یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ اس کو شفا دے سکتا ہے۔

☆... حضور علیہ السلام کے کمالِ تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؑ سیر کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا۔ لوگ اس سے مسواکیں بنانے لگے۔ جب حضورؑ واپس تشریف لائے تو لوگوں کو مسواکیں بناتے دیکھا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ لوگ کس کی اجازت سے مسواکیں بنا رہے ہیں؟ سب نے اُسی وقت مسواکیں پھینک دیں۔ یہ حالت تھی تقویٰ کی اور یہ وہ رنگ تھا جو حضورؑ جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ایک گرے ہوئے درخت کی مسواک اُس کے مالک کی اجازت کے بغیر لینا بھی حضورؑ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

☆... حضورؑ اپنے دشمنوں سے بھی حسنِ سلوک کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ مرزا نظام الدین جو سخت طبیعت کے آدمی تھے انہوں نے دیکھا کہ مسجد مبارک کے سامنے ایک چبوترے پر اونٹ بیٹھے ہیں جو لنگر خانے کے لیے آٹے کی بوریاں لائے تھے اور بوریاں وہاں اتاری گئی تھیں۔ مرزا صاحب نے اپنے چوکیداروں کو بلا کر کہا کہ ان اونٹوں کو مار کر ہٹا دو۔ چوکیداروں نے بڑی سختی کی جس سے بعض دوستوں کو رنج پہنچا۔ کسی نے اس واقعے کا ذکر حضورؑ سے کیا تو آپؑ نے فرمایا: اُن کو کچھ نہ کہو اور یہاں سے سامان اٹھا لو۔

☆... حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کی اہلیہ حضرت برکت بی بی صاحبہؓ کا تعلق دیالگڑھ کے ایک متعصب گھرانہ سے تھا لیکن اپنے خاوند کی بیعت کے فوراً بعد ہی قادیان آ کر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ دراصل آپؓ کی رہنمائی خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی کر چکا تھا۔ چنانچہ پہلی دفعہ جب آپؓ قادیان پہنچیں تو میاں صاحب سے کہا کہ اب آپ مجھے راستہ نہ بتائیں بلکہ میرے ساتھ ساتھ آئیں، مَیں اُس راستے سے جاؤں گی جو خوابوں میں دیکھا کرتی ہوں۔ چنانچہ آپؓ خود چلتی ہوئی دار المسیح تک پہنچ گئیں۔ اور پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رُخِ انور پر نظر پڑی تو پہچان گئیں کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو خواب میں دیکھا تھا اور فوراً بیعت کر لی۔ پھر اپنے شوہر سے فرمائش کی کہ مَیں آپ سے کچھ نہیں مانگتی، صرف یہ وعدہ کریں کہ مجھے قادیان جانے سے نہیں روکیں گے۔

حضرت برکت بی بی صاحبہؓ قادیان آتیں تو حضرت اماں جانؓ کے پاس ہی قیام ہوتا۔ آپؓ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتیں۔ کھانے پکانے میں کافی مہارت تھی۔ پہلی بار کھانا پکایا تو حضورؑ نے پسند فرمایا اور پوچھا کہ کس نے کھانا پکایا ہے؟ حضرت امّ المومنینؓ نے ان کے بارہ میں بتایا تو حضورؑ نے ازراہ شفقت ارشاد فرمایا کہ اب یہ جب بھی آئیں کھانا یہی پکایا کریں۔ اس طرح آپؓ کو ایک بابرکت خدمت کی توفیق ملنے لگی۔ آپؓ قادیان آتیں تو کئی کئی دن ٹھہر جاتیں۔

آپؓ اکثر اپنی بڑی بچی رحیم بی بی کو بھی ہمراہ لے آتیں۔ اس بچی کی ایک بھولپن کی فرمائش کا دلچسپ واقعہ یوں ہے کہ حضورؑ کسی تصنیف میں مصروف تھے۔ بچی حضرت صاحب کو پنکھا کر رہی تھی۔ خدا جانے اس بچی کے دل میں کیا آیا کہ وہ ایک کھڑکی پر چڑھ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی: حضرت جی! آپ یہاں آ جائیں تو مَیں آپ کو پنکھا کروں۔ اور حضورؑ بچی کی دلجوئی کی خاطر کام چھوڑ کر کھڑکی کے پاس تشریف لے آئے۔

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کے بارہ میں مکرم نذر حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کی دودھ دہی، سوڈا واٹر اور رس و بسکٹ وغیرہ کی دکان تھی۔ ہاتھوں سے دودھ کو ہلانے کا کام لیتے اور ہونٹ تسبیح و تحمید میں ہلتے رہتے یوں آپؓ دست بکار اور دل بایار کا عملی نمونہ تھے۔ آپؓ خاموش طبع انسان تھے۔ چہرہ پر ہمیشہ طمانیت کے آثار موجود ہوتے۔ دکان کے طاقچہ پر ایک لوہے کی میخ کے ساتھ ایک کاپی اور ایک پنسل بندھی ہوتی تھی جس پر ادھار لینے والوں کا حساب درج ہوا کرتا تھا۔ لیکن آپؓ کا یہ حال تھا کہ کبھی حساب لکھنے والے کی جانچ پڑتال نہ کی۔ جو کچھ کوئی لکھ جاتا اُس کو ہی صحیح سمجھ لیا جاتا۔ کئی ناعاقبت اندیش طلباء آپؓ کی اس سادہ دلی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے مگر آپؓ کے ماتھے پر شکن تک نہ پڑتی۔ ہاں آپؓ اصولوں پر قائم رہتے۔ یہی طلباء اگر کبھی سر سے ننگے آپؓ کی دکان سے سودا لینے جاتے تو آپؓ واپس لَوٹا دیتے کہ سر پر ٹوپی رکھ کر آؤ۔

آپؓ کے ایک نواسے مکرم چودھری فاروق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ نانا جان کی دکان کے عقب میں ایک کمرہ تھا جس میں ہم رہتے تھے۔ روزانہ آپؓ ہمارے صحن سے گزر کر دکان پر جاتے اور شام کو دکان بند کرکے پھر صحن سے گزر کر اپنے گھر جاتے۔ ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپؓ کو اطلاع دی جاتی تو آپؓ فرماتے کہ گُڑ لاؤ۔ پھر اس گُڑ کی گولی بناتے۔ اس پر کچھ پڑھتے اور وہ گولی بیمار کو کھلا دیتے۔ یہ میرا حیران کُن تجربہ ہے کہ ہر قسم کی بیماری اُن کی اُس گولی سے ٹھیک ہو جاتی۔

جب بھی کوئی جنازہ آپؓ کی دکان کے سامنے سے گزرتا تو آپؓ سب کام چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے اور نماز جنازہ پڑھ کر تدفین کے بعد واپس آتے خواہ مرحوم کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔

آپؓ کی دکان کے آگے سے سردار صاحبان اپنی بیل گاڑیوں پر بہت زیادہ سامان لاد کر گزرتے اور جانوروں کو بڑی بے دردی سے مارتے۔ آپؓ اُن کو روک کر اُن سے وعدہ لیتے کہ آئندہ وہ جانور پر ظلم نہیں کریں گے۔ اس بات کا اُن لوگوں میں اتنا چرچا ہوا کہ وہ آپؓ کی دکان سے کچھ فاصلہ پہلے ہی جانوروں کو مارنا بند کر دیتے اور کافی آگے جا کر جانور کو کچھ کہتے۔

........☆........☆........☆........

ذکرِ حبیب

(سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ سے چند متفرق واقعات)

(اے اے امجد)

’’انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول‘‘ (اربعین نمبر 1، روحانی خزائن جلد 17صفحہ 344)



سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل محبت وشفقت سے لبریز اور ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس سے چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آقا سب نے ہی فیض پایا۔ اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی ان شفقتوں سے حصہ پایا۔ انسانی ہمدردی اور خدمت خلق کے جذبے سے سرشار اس بابرکت وجود کو دشمن نے نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کی۔ آپ کو اپنے عظیم مشن میں ناکام بنانے کے لیے بے شمار سازشیں کی گئیں اور خوفناک منصوبے بنائے گئے لیکن امن اور محبت کے اس عظیم سفیر نے ہر مرحلہ پر نہ صرف اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا بلکہ ان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کے لیے کوشش اور دعائیں بھی کیں۔ ہمدردی خلق، غیرت ایمانی اور دیگر بے شمار ایمان افروز واقعات آپ کی حیات طیبہ میں ملتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ مختلف مواقع پر اپنے صحابہ کے ساتھ مجالس میں رونق افروز ہوتے۔ آپ کی یہ مجالس علم وعرفان کا بحرِ ذخار ہیں جن میں آپ کے خوش قسمت صحابہؓ شامل ہو کر اپنے دامن کو حکمت کے موتیوں سے بھرتے۔ یہ وہ روح پرور مجالس تھیں جو ہموم وغموم دور کرنے کا ذریعہ بھی تھیں۔ اسی طرح سیر کرتے ہوئے اور مختلف سفروں کے دوران بھی صحابہ آپ کی بابرکت صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ پس کیا ہی پاکیزہ وہ بستی تھی اور وہ گلیاں اور راستے جن پر آسمانی مسیحانے قدم رنجہ فرمائے اور برکت بخشی۔ وہ ایمان افروز مجالس جہاں انوار کی بارش ہوتی تھی ان کے چند واقعات بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کی جھلک

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ کی روایت ہے:

’’حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اخلاق حسنہ کا یہ حال تھا کہ قادیان کے جولوگ ہروقت آپ کے خلاف دشمنی کرنے میں مصروف رہتے تھے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت کرنا نہ چھوڑتے تھے وہ بھی جب آپ کے آستانہ پر آئے اور دستک دی تو میں نے دیکھا کہ آپ ننگے سر ہی تشریف لے آئے اور دیکھتے ہی نہایت تلطف اور مہربانی سے اس کے سلام کا جواب دے کر پوچھتے آپ اچھے تو ہیں اور اس کے سارے گھر کا حال پوچھ کر پھر آپ فرماتے آپ کیسے آئے۔ پھر وہ اپنی ضرورت کو پیش کرتا تو آپ اس کی ضرورت سے زیادہ لاکر دیتے اور فرماتے اگر اور ضرورت ہو تو اور لے جائیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے قادیان کا ایک ہندو آیا اور اس نے آپ کو ایک لڑکی کی معرفت بلوایا۔ جب آپ دروازہ میں تشریف لائے تو اس نے سلام کر کے آپ سے ایک دوائی طلب کی۔ آپ نے فرمایا ہاں ہے میں اس کو ایسی ہی ضرورت کے لیے منگوا کر رکھ لیتا ہوں۔ تا ضرورت کے وقت کام آجائے۔ فرمایا آپ شیشی لائے۔ اس نے کہا میں لے آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں شیشی لے آتا ہوں۔ حکیم صاحب سے کہیں جتنی ضرورت ہو لے لیں۔ پھر شیشی دے جائیں۔ یہ تھے آپ کے اخلاق میرے دوستو۔ دوستوں سے تو ہر شخص محبت کیا ہی کرتا ہے۔ مگر دشمنوں سے محبت کرنی یہ اخلاق ہے۔ اخلاق ہی سے انسان خدائے ذوالجلال کا مظہر بھی بن سکتا ہے۔ اگر انسان میں اخلاق ہی نہیں وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ میرے دوستو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اخلاق ہی تھے جن کو میں سن کر آپ پر فدا ہو گیا تھا اور جب یہاں آکر اپنی آنکھوں سے آپ کے پاک اخلاق دیکھے تو میں آپ ہی کا ہو رہا۔‘‘

(الحکم 7؍نومبر 1940ء)

محصول دے کر گالیوں کا حصول

حضرت سید عزیز الرحمٰن بریلویؓ کی روایت ہے:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے ایک شخص نے جو مخالف تھا۔ ہمارے کچھ گڈے جن پر کوئی چیز لدی ہوئی تھی چھین لی اور گالیاں بھی دیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ (ناناجان) کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس مخالف کو سزا دیں لوگوں نے کہا کہ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو ہم ابھی معاملہ درست کر لیں گے۔ حضرت میر صاحب غصے کی حالت میں حضرت اقدس کے حضور گئے اور سارا واقعہ بتلایا اور عرض کی کہ ہم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدس اس وقت ایک خط ملاحظہ فرما رہے تھے جو بیرنگ آیا تھا۔ وہ گالیوں سے بھرا ہوا تھا وہ خط حضور نے میر صاحب کو دکھایا اور فرمایا کہ لوگ ہم کو لفافے بھر بھر کے گالیاں دیتے ہیں (چونکہ وہ لفافے بیرنگ ہوتے تھے) اور ہم محصول ادا کر کے گالیاں مول لیتے ہیں۔ آپ سے بغیر پیسے کے بھی گالیاں نہیں لی جاتیں۔

اس طرح سے حضرت میر صاحب کا بھی غصہ جاتا رہا اور وہ حضور کے بلند اخلاق کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔‘‘

(الحکم قادیان 14؍دسمبر 1934ء)

اپنے احباب کی عزت افزائی

حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ (المعروف بزرگ صاحب) بیان کرتے ہیں:

’’کرم دین کے مقدمہ سے واپسی پر حضور نے بعض کو حکم دیا کہ تم چھینہ سٹیشن پر اتر کر قادیان پہنچو اور بعض کو یکوں پر آنے کا حکم دیا اور بعض کو گڈوں کے ساتھ آنے کا حکم دیا۔ میں پیدل روانہ ہو گیا نہر کے قریب جب ہم پہنچے تو حضور کا رتھ نظر آیا۔ حضور قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب حضور واپس آرہے تھے تو ہم نے سوٹے پر چادر تان کر حضور کے لیے سایہ کر دیا اور حضور سایہ میں چلنے لگے۔ حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم پیدل آرہے ہو تم کو یکہ پر سوار ہونا چاہیے۔ میں نے عرض کی حضور میں پیدل چل سکتا ہوں۔ نہر کے دوسری طرف خلیفہ اول اور بہت سے صحابہ یکوں پر انتظار کر رہے تھے۔ حضرت خلیفہ اول کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضور نے ایسا فرمایا ہے تو حضور نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ یکے پر بیٹھو اور فرمایا کہ تمہیں لازماً بیٹھنا پڑے گا۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔‘‘

(الحکم مارچ 1953ء)

ایک شفیق دل

حضرت مرزا خدا بخش صاحبؓ کی روایت ہے:

’’ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پسرم عطاء الرحمان جو چند ماہ کا بچہ تھا پیٹ کے درد سے بیمار ہو گیا اور سخت روتا تھا اور چونکہ حضور نے پاس کے ملحق مکان میں ہم کو جگہ دے رکھی تھی اس لیے اس کے رونے کی آواز کو بذات خود آنجناب نے سن پایا۔ اسی وقت اس خادم کو آواز دی کہ بچہ کیوں روتا ہے میں نے عرض کی یا حضرت اس کے پیٹ میں درد معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ ٹھہرو ہم دوائی لادیتے ہیں۔ میں بہت دیر تک انتظار کرتا رہا۔ حضرت تشریف نہ لائے آخر میں تھک کر لیٹ رہا اور یہی خیال کیا کہ شاید کثرت کار کی وجہ سے بھول گئے ہوں گے دو اڑھائی گھنٹہ کے بعد حضرت اقدس نے پھر آواز دی عاجز فوراً دوڑتا ہوا حاضر ہوا تو اوّل نہایت افسوس کا اظہار کیا اور پھر فرمایا کہ میں اس وقت سے صندوقوں سے دوائیں تلاش کرتا رہا ایک دوائی نہیں ملتی تھی آخر ناامیدی کے بعد ایک صندوق سے مل گئی اور اب کل اجزاء ملا کر لایا ہوں میں سن کر بہت متعجب بھی ہوا اور شرمندہ بھی ہوا کیونکہ میں کبھی بھی اس قسم کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتا تھا خواہ کتنا ہی کوئی عزیز درد سے چلا رہا ہو اور تعجب یہ کہ موسم سخت گرمی کا تھا اور صندوق کل مکان کے اندر سب کے سب مقفل تھے۔ ایسی سخت گرمی میں مکان کے اندر دو اڑھائی گھنٹہ تک رہنا اور لیمپ کی گرمی کا علاوہ ہونا اور پھر ہر صندوق کے قفل کو کھولنا اور ایک ایک شیشی تلاش کر کے نسخہ تیار کرنا ہر ایک انسان کا کام نہیں۔

یہ صرف اس ہمدرد قوم کا خاصہ ہے کہ ماں باپ سے بھی زیادہ بلا کسی طمع دنیاوی کے شفقت اور مہربانی کرتے ہیں کیا کسی انسان میں ایسی ہمدردی پائی جاتی ہے۔‘‘

(عسل مصفیٰ صفحہ 785مؤلفہ مرزا خدابخش صاحب طبع اول اپریل 1901ء مطبع اسلامیہ لاہور)

بنفس نفیس خدمت

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’آپ اکرام ضیف کی نہ صرف تاکید فرمایا کرتے تھے بلکہ عملاً اس کا سبق دیا کرتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب کوئی مہمان آیا۔ تو آپ بہ نفس نفیس اس کے لیے موسم کے لحاظ سے چائے یا لسی وغیرہ خود اٹھا کر بے تکلفی سے آتے او راصرار کر کے پلایا۔ ایسا بھی ہوتا کہ کوئی دوست قادیان سے ایام اقامت پورے کر کے رخصت ہوتا تو آپ اس کے لیے راستہ کے لیے ناشتہ وغیرہ لے کر آجاتے۔ یا موسم کے لحاظ سے دودھ وغیرہ لے کر آتے۔‘‘

(الحکم قادیان 7؍مارچ 1940ء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول‘‘

(اربعین نمبر 1، روحانی خزائن جلد 17صفحہ 344)

حضرت مسیح موعودؑ کی ہمدردی عامہ کا سب سے بڑا اور عام مظاہرہ یہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہر شخص کے لیے جو آپ کو لکھتا دعا کرتے اور ان دعاؤں کے متعلق آپ کا جو معمول تھا وہ حیرت انگیز تھا۔ چنانچہ حضورؑ نے ایک مجلس میں بعض لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

’’جو خط آتا ہے میں اسے پڑھ کر اس وقت تک ہاتھ سے نہیں دیتا جب تک دعا نہ کرلوں کہ شاید موقع نہ ملے یا یاد نہ رہے۔‘‘

دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی کے لیے حضرت مسیح موعودؑ اپنے وقت کا بہت سا حصہ ارد گرد کی دیہات کی گنوار عورتوں اور بچوں کے علاج میں دے دیا کرتے تھے اور دوسرے کام چھوڑ کر بھی اس طرف توجہ کرتے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی تراب صاحب)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ تحریر کرتے ہیں:

’’فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑا زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ ’’یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔‘‘

اور فرمایا:

’’یہ بڑا ثواب کا کام ہے مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ مولانا عبدالکریم صاحب صفحہ 35)

غرباء اور سائلین سے شفقت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی روایت ہے:

’’اب ذرا غریبوں اور سائلوں پر شفقت کا حال بھی سن لیجئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں کسی غریب عورت نے کچھ چاول چرالیے۔ لوگوں نے اسے دیکھ لیا اور شور پڑ گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وقت اپنے کمرے میں کام کر رہے تھے شور سن کر باہر تشریف لائے تو یہ نظارہ دیکھا کہ ایک غریب خستہ حال عورت کھڑی ہے اور اس کے ہاتھ میں تھوڑے سے چاولوں کی گٹھڑی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو واقعہ کا علم ہوا اور اس غریب عورت کا حلیہ دیکھا تو آپ کا دل پسیج گیا۔ فرمایا یہ بھوکی اور کنگال معلوم ہوتی ہے اسے کچھ چاول دے کر رخصت کردو اور خدا کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔‘‘

(سیرت طیبہ صفحہ 71)

بے مثل اکرام ضیف

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’جب میں 1901ء میں ہجرت کرکے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی بچوں کو ساتھ لایا۔ اس وقت میرے دو بچے محمد منظور عمر 5 سال عبدالسلام عمر ایک سال تھے۔ پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے وہ کمرہ رہنے کے واسطے دیا جو حضور کے اوپر والے مکان میں حضور کے رہائشی صحن اور کوچہ بندی کے اوپر والے صحن کے درمیان تھا۔ اس میں صرف دو چھوٹی چارپائیاں بچھ سکتی تھیں۔ چند ماہ ہم وہاں رہے اور چونکہ ساتھ ہی کے برآمدہ اور صحن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت رہتے تھے۔ اس واسطے حضرت مسیح موعودؑ کے بولنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لیے حضرت ام المومنین حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے۔ اب ان کو کہاں ٹھیرایا جائے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سُنایا۔ چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا اور کواڑوں کی ساخت پُرانے طرز کی تھی جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے، اس واسطے میں نے اس سارے قصہ کو سُنا۔

فرمایا: دیکھو ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہوگئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اُسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گذارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اُس درخت کے اوپر ایک پرندے کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آ بیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کرکے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے۔ اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں تا کہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کرکے نیچے پھینک دیا۔ اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور اُن سب لکڑیوں کو، تنکوں کو جمع کرکے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اُس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا اب ہمیں چاہئے کہ اُسے کچھ کھانے کو بھی دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جاگریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ اُن پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 67 تا 68)

مہمانوں کی تواضع

’’حضرت صاحبؑ مہمانوں کی خاطر داری کا بہت اہتمام رکھا کرتے تھے۔ جب تک تھوڑے مہمان ہوتے تھے۔ آپ خود ان کے کھانے اور رہائش وغیرہ کا انتظام کیا کرتے تھے۔ جب مہمان زیادہ ہونے لگے تو خدام حافظ حامد علی صاحب، میاں نجم الدین صاحب وغیرہ کو تاکید فرماتے رہتے تھے دیکھو مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اُن کی تمام ضروریات خورونوش و رہائش کا خیال رکھا کرو بعض مہمانوں کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں کرتے۔ اس لیے مناسب ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر اُن کی تواضع کرو۔ سردی کے ایام میں فرمایا کرتے۔ مہمانوں کو چائے پلاؤ۔ ان سب کی خوب خدمت کرو۔ اگر کسی کو علیحدہ کمرے یا مکان کی ضرورت ہو تو اس کا انتظام کردو۔ اگر کسی کو سردی کا خوف ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کردو۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 153)

غیرت ایمانی

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی روایت ہے کہ

’’بنوں کے مشہور مشنری ڈاکٹر پینل کے ذریعہ سے وہاں کے ایک مسلمان گل محمد نام عیسائی ہوگئے تھے۔ یہ گل محمد صاحب 1902ء یا 1903ء میں ایک دفعہ قادیان بھی آئے۔ ان کا طرز گفتگو گستاخانہ اور بے باکانہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مباحثہ کے رنگ میں کچھ لمبی گفتگو کریں۔ مگر حضرت صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو مُنہ لگانا پسند نہیں کیا۔ اور اس کے ساتھ گفتگو کے وقت اس کو صرف گل محمد سے مخاطب کرتے تھے۔ جس پر وہ ناراض ہوا اور کہا کہ سب مجھے مولوی گل محمد کہا کرتے ہیں۔ آپ بھی مجھے ایسا ہی کہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا مولوی ایک عزت کا لفظ علماء اسلام کے واسطے مخصوص ہے۔ میں آپ کو مولوی نہیں کہہ سکتا۔ عاجز راقم اس کے ساتھ بہت دیر تک مذہبی گفتگو کرتا رہا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے بھی اس کی گفتگو ہوئی۔ جب وہ قادیان سے چلا گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ وہی گل محمد اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈال رہا ہے۔ اس کے بہت عرصہ بعد سُنا گیا تھا۔ کہ ڈاکٹر پینل کے مرنے کے بعد دُوسرے پادریوں نے اس گل محمد کو مشن ہاؤس سے اس الزام میں نکال دیا تھا کہ وہ باوجود عیسائی ہونے کے حضرت محمد ﷺ کو بھی خدا کا نبی مانتا تھا۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 313)

یورپ مسلمان ہوگیا ہے

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی روایت ہے:

’’غالباً 1898-1897ء کا ذکر ہے ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حضور کے اندر کے کمرے میں بیٹھا تھا کہ باہر سے ایک لڑکا پیغام لایا کہ قاضی آل محمد صاحب آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک نہایت ضروری پیغام لایا ہوں، حضور خود سن لیں۔ حضورؑ نے مجھے بھیجا کہ ان سے دریافت کرو کہ کیا بات ہے۔ قاضی صاحب سیڑھیوں میں کھڑے تھے۔ میں نے جاکر دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت مولوی محمد احسن صاحب نے بھیجا ہے۔ ایک نہایت ہی عظیم الشان خوشخبری ہے اور خود حضرت صاحبؑ کو ہی سنانی ہے۔ میں نے پھر جاکر عرض کیا کہ وہ ایک عظیم الشان خوشخبری لائے ہیں اور صرف حضورؑ کو ہی سنانا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ پھر جائیں اور انہیں سمجھائیں کہ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ وہ آپ کو ہی سنادیں اور آپ آکر مجھے سنادیں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور قاضی آل محمد صاحب کو سمجھایا کہ وہ خوشخبری مجھے سُنادیں میں حضرت صاحب کو سنادیتا ہوں۔ تب قاضی صاحب نے ذکر کیا کہ ایک مولوی کا مباحثہ حضرت مولوی محمد احسن صاحب کے ساتھ تھا اور اس مولوی کو خوب پچھاڑا اور لتاڑا گیا اور شکست فاش دی گئی۔ میں نے آکر یہ خبر حضرت صاحبؑ کے حضور عرض کی۔ حضورؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا ’’میں نے سمجھا کہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہوگیا ہے۔‘‘

اس سے ظاہر ہے کہ حضورؑ کے نزدیک سب سے بڑی خوشخبری اس میں تھی کہ بلاد کفر میں اسلام پھیل گیا ہے۔

(ذکر حبیب صفحہ 41 تا 42)

شعائر اللہ کا احترام

حضرت مفتی صاحبؓ کی روایت ہے:

’’گورداسپور میں ایک دفعہ مغرب کے بعد ایک خادم چارپائی ایسے طرز پر بچھانے لگا جس سے پائنتی قبلہ کی طرف ہوتی تھی۔ حضرت صاحب نے اس کو سختی سے منع فرمایا۔ حضورؑ خود کبھی قبلے کی طرف پاؤں نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے۔

گورداسپور کا واقعہ ہے۔ غالباً 1902ء یا اس کے قریب ہوگا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک کاغذ پر قرآن شریف کی چند آیات بطور حوالہ کے لکھی گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی دوائی کی پڑیا بنانے کے لیے جو کاغذ کی ضرورت ہوئی۔ تو حاضرین میں سے کسی نے وہی کاغذ اُٹھایا۔ اس پر حضرت صاحبؑ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ قرآن شریف کی آیات کو پڑیاں بنانے میں استعمال نہ کرو۔ یہ بے ادبی ہے۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 314)

معجزہ نمائی

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے:

’’ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے دعویٰ کرتے ہیں اور اسی لیے خدا تعالیٰ نے ہمیں مبعوث کیا ہے کہ قرآن کریم میں جس قدر معجزات اور خوارق انبیاء کے مذکور ہوئے ہیں۔ ان کو خود دکھا کر قرآن شریف کی حقانیت کا ثبوت دیں۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر دنیا کی کوئی قوم اپنی کوششوں سے ہمیں آگ میں ڈالے یا کسی اور خطرناک عذاب اور مصیبت میں مبتلا کرنا چاہے تو خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ضرور ہمیں محفوظ رکھے گا لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم خود آگ میں کودتے پھریں۔ یہ طریق انبیاء کا نہیں۔‘‘

’’قرآن میں جس قدر معجزات مذکور ہیں۔ ہم ان کے دکھانے کو زندہ موجود ہیں۔ خواہ قبولیت دعا کے متعلق ہوں خواہ اور رنگ کے۔ معجزہ کے منکر کا یہی جواب ہے کہ اُس کو معجزہ دکھایا جائے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 152)

خطبہ الہامیہ کا عظیم الشان نشان

1900ء میں عید الاضحیٰ کے موقع پر خطبہ الہامیہ کا عظیم الشان نشان ظاہر ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’اس سال عید الاضحیہ کے موقع پر جو حج کے دوسرے دن ہوتی ہے الہام الٰہی کے ماتحت ایک تقریر آپ نے فی البدیہہ عربی زبان میں کی۔ اُس وقت ایک عجیب حالت آپ پر طاری تھی اور آپ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور چہرہ سے نور ٹپکتا تھا اور نہایت پُر رعب و ہیبت حالت تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غنودگی کے عالم میں ہیں۔ یہ تقریر ایسی لطیف اور اس کی زبان ایسی بے مثل ہے کہ بڑے بڑے عربی دان اس کی نظیر لانے سے قاصر ہیں اور اس کے اندر ایسے ایسے حقائق و معارف بیان ہوئے ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔‘‘

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 46 مصنفہ سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ)

مقدمہ کرم دین اور انبوہ عظیم

1902ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک شخص کرم دین نے ازالہ عرفی کا مقدمہ کیا اور جہلم کے مقام پر حاضر ہونے کے لیے آپ کے نام سمن جاری ہوا۔ چنانچہ آپ جنوری 1903ء میں وہاں تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپ کی کامیابی کے شروع ہونے کا پہلا نشان تھا کہ گو آپ ایک فوجداری مقدمہ کی جواب دہی کے لیے جارہے تھے لیکن پھر بھی لوگوں کے ہجوم کا یہ حال تھا کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جس وقت آپ جہلم کے سٹیشن پر اُترے ہیں اُس وقت وہاں اس قدر انبوہ کثیر تھا کہ پلیٹ فارم پر کھڑا ہونے کی جگہ نہ رہی تھی بلکہ اسٹیشن کے باہر بھی دورویہ سڑکوں پر لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ گاڑی کا گزرنا مشکل ہوگیا تھا حتی کہ افسران ضلع کو انتظام کے لیے خاص اہتمام کرنا پڑا اور غلام حیدر صاحب تحصیلدار اس اسپیشل ڈیوٹی پر لگائے گئے۔ آپ حضرت صاحب کے ساتھ نہایت مشکل سے راستہ کراتے ہوئے گاڑی کو لے گئے کیونکہ شہر تک برابر ہجوم خلائق کے سبب راستہ نہ ملتا تھا۔ اہل شہر کے علاوہ ہزاروں آدمی دیہات سے بھی آپ کی زیارت کے لیے آئے تھے۔ قریباً ایک ہزار آدمی نے اس جگہ بیعت کی اور جب آپ عدالت میں حاضر ہونے کے لیے گئے تو اس قدر مخلوق کارروائی سننے کے لیے موجود تھی کہ عدالت کو انتظام کرنا مشکل ہوگیا۔ دور میدان تک لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ پہلی ہی پیشی میں آپ بری کئے گئے اور مع الخیر واپس تشریف لے آئے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صفحہ 48)

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار ونزار

مقدمہ کرم دین کے حوالے سے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک ایمان افروز واقعہ تحریر فرمایا ہے:

''دوران مقدمہ میں ایک مجسٹریٹ کی نسبت مشہور ہوا کہ اس کے ہم مذہبوں نے کہا ہے کہ مرزا صاحب اس وقت خوب پھنسے ہوئے ہیں، ان کو سزا ضرور دو خواہ ایک دن کی قید کیوں نہ ہو۔ جن دوستوں نے یہ بات سنی سخت گھبرائے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے اور نہایت ڈر کر عرض کیا کہ حضور ہم نے ایسا سنا ہے۔ آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے یہ بات سنتے ہی آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور ایک ہاتھ کے سہارے سے ذرا اُٹھ بیٹھے اور اُٹھ کر بڑے زور سے فرمایا کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے؟ اگر اُس نے ایسا کیا تو وہ دیکھ لے گا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ نہ معلوم یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی لیکن اس مجسٹریٹ کو انہی دنوں وہاں سے بدل دیا گیا اور باوجود کوشش کے فوجداری اختیارات اُس سے لے لیے گئے اور کچھ مدت کے بعد اُس کا عہدہ بھی کم کر دیا گیا۔''

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام مولفہ سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صفحہ 50)

سفر لاہور اور سیالکوٹ لیکچر اور ہجوم خلائق

1904ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے۔ اس سفر میں بھی چاروں طرف سے لوگ آپ کی زیارت کے لیے جوق در جوق آئے اور اسٹیشن پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی اور اس تمام عرصہ میں ایک شور پڑا رہا۔ اس کے بعد آپ اکتوبر 1904ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے کیونکہ وہاں کے دوستوں نے باصرار وہاں تشریف لے جانے کی درخواست کی تھی۔ اس سفر کا احوال بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں:

''یہ سفر بھی آپ کی کامیابی کا بین ثبوت تھا کیونکہ ہر ایک اسٹیشن پر آپ کی زیارت کے لیے اس قدر مخلوق آتی تھی کہ اسٹیشن کے حکام کو انتظام کرنا مشکل ہو جاتا تھا اور لاہور کے اسٹیشن پر تو اس قدر ہجوم ہوا کہ پلیٹ فارم ٹکٹ ختم ہوگئے اور اسٹیشن ماسٹر کو بلا ٹکٹ ہی لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دینی پڑی۔ جب آپ سیالکوٹ پہنچے تو اسٹیشن سے آپ کی قیام گاہ تک جو میل بھر کے فاصلہ پر تھی، برابر لوگوں کا ہجوم تھا۔ شام کے وقت ٹرین اسٹیشن پر پہنچی تو سواری گاڑیوں میں چڑھتے چڑھاتے دیر لگ گئی اور آپ کی گاڑی ابھی تھوڑی ہی دور چلنے پائی تھی کہ اندھیرا ہوگیا۔ ہجوم خلائق کے سبب اور رات کے پڑ جانے سے اندیشہ ہوا کہ کہیں بعض لوگ گاڑیوں کے نیچے نہ آجائیں چنانچہ پولیس کو اس بات کا خاص انتظام کرنا پڑا کہ آپ کے آگے آگے راستہ صاف رہے۔ سیالکوٹ کے ایک رئیس اور آنریری مجسٹریٹ پولیس کے ساتھ اس کام پر تھے۔ اُن کو بڑی مشکل اور سختی سے راستہ کرانا پڑتا تھا اور گاڑی نہایت آہستہ آہستہ چل سکتی تھی۔ گاڑی کی کھڑکیاں کھول دی گئی تھیں۔ بازاروں اور گلیوں میں لوگ علاوہ دورویہ کھڑے ہونے کے، دکانوں کے برآمدے بھی بھرے ہوئے تھے اور بعض تو جگہ نہ ملنے کی وجہ سے کھڑکیوں کے چھجوں پر چڑھے بیٹھے تھے۔ تمام چھتوں پر ہندوؤں اور مسلمانوں نے آپ کی شکل دیکھنے کے لیے ہنڈیاں اور لیمپ جلا رکھے تھے اور چھتیں عورتوں اور مردوں سے بھری پڑی تھیں جو آپ کی گاڑی کے قریب آنے پر مشعلیں آگے کر کر کے آپ کی شکل دیکھتے تھے اور بعض لوگ آپ پر پھول پھینکتے تھے۔''

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام مولفہ سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صفحہ 52)

دارالامان کی ایک شام

مخفی ایمان

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی روایت ہے کہ

''14/ نومبر 1901ء حضرت اقدس بعد از نماز مغرب حسب معمول بیٹھے تھے۔ ایک شخص پیش ہوا جو دل سے مسلمان ہو چکا تھا۔ مگر بعض وجوہات کے سبب سے بظاہر حالت کفر میں رہتا تھا۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''تم تقویٰ اختیار کرو۔ خدا تمہارا کفیل ہوگا۔ اُس کا جو وعدہ ہے، وہ سب پورا کردے گا مخفی رہنا ایمان میں ایک نقص ہے۔ جو مصیبت آتی ہے۔ اپنی کمزوری سے آتی ہے۔ دیکھو آگ دوسروں کو کھا جاتی ہے۔ پر ابراہیم کو نہ کھا سکی۔ مگر خدا کی راہ بغیر تقویٰ کے نہیں کھلتی۔ معجزات دیکھنے ہوں، تو تقویٰ اختیار کرو۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جو ہر وقت معجزات دیکھتے ہیں۔ دیکھو آج کل میں عربی کتاب اور اشتہار لکھ رہا ہوں۔ اس کے لکھنے میں میں سطر سطر میں معجزہ دیکھتا ہوں۔ جبکہ میں لکھتا لکھتا اٹک جاتا ہوں، تو مناسب موقع فصیح و بلیغ پُرمعانی و معارف، فقرات والفاظ الہام ہوتے ہیں اور اس طرح عبارتیں کی عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ میں اس کو لوگوں کی تسلی کے لیے پیش نہیں کرسکتا۔ مگر میرے لیے یہ ایک کافی معجزہ ہے۔

پچاس ہزار معجزہ

اگر میں اس بات پر قسم بھی کھا کر کہوں۔ مجھ سے پچاس ہزار معجزہ خدا نے ظاہر کرایا۔ تب بھی جھوٹ ہرگز نہ ہوگا۔ ہر ایک پہلو میں ہم پر خدا کی تائیدات کی بارش ہو رہی ہے۔ عجیب تر اُن لوگوں کے دل ہیں۔ جو ہم کو مفتری کہتے ہیں۔ مگر وہ کیا کریں۔ ولی راولی مے شناسد۔ کوئی تقویٰ کے بغیر ہمیں کیونکر پہچانے۔''

(ذکر حبیب صفحہ 239)

بخار فوراً اُتر گیا

''مئی 1904ء کا واقعہ ہے کہ قادیان میں طاعون تھا اور کئی ایک ہندو اور غیر احمدی کمہار وغیرہ اس کا شکار ہوتے تھے کہ ایک دن مولوی محمد علی صاحب کو بخار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ بخار کی شدت ایسی سخت ہوئی کہ مولوی صاحب نے گھبرا کر یہ سمجھا کہ اُنہیں طاعون ہوگیا ہے اس واسطے اُنہوں نے مجھے بلایا تا کہ کچھ وصیت کی باتیں کریں۔ اُس وقت مولوی محمد علی صاحب اس کمرے میں رہتے تھے جو مسجد مبارک کے اُوپر کی چھت کے ہموار حضرت صاحبؑ کے مکان کے ایک کمرے کے اُوپر نیا کمرہ بنا ہوا تھا۔ یہ کمرہ ابتداءً مولوی محمد علی صاحب کی خاطر ہی بنوایا گیا تھا جبکہ وہ لاہور سے قادیان چلے آئے تھے۔ اس کمرے کی ایک کھڑکی گول کمرے کے اُوپر کی چھت کی جانب جنوب پر کھلتی تھی جو مسجد مبارک کی چھت کے ہم سطح اس وقت بنائی گئی تھی مگر بعد میں اُکھاڑ دی گئی۔ اُس کھڑکی کے پاس آکر بیٹھا۔ اندر مولوی صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے بدن سے سخت تپش آرہی تھی۔ میں نے کھڑکی میں سے ہاتھ اندر کر کے ان کے بدن پر لگایا۔ تو بخار بہت شدید معلوم ہوا۔ وہ وصیت کی باتیں کرنے لگے کہ انجمن کے رجسٹر کہاں ہیں اور روپیہ کہاں ہے مگر میں اُنہیں تشفی دیتا تھا کہ آپ گھبرائیں نہیں انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ اسی اثناء میں اندر کے راستے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ آپ کے چہرہ پر تبسم تھا۔ اور آپ نے ایک جذبے کے ساتھ اپنا ہاتھ مولوی محمد علی صاحب کے بازو پر مارا اور ہاتھ کو اُٹھا کر نبض پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ آپ کو تو بخار نہیں ہے۔ اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو میرا سلسلہ ہی جھوٹا سمجھا جائے۔ چونکہ حضرت صاحب ایسا الہام شائع کر چکے تھے کہ اس گھر میں رہنے والے سب طاعون سے محفوظ رہیں گے سوائے اُن کے جو متکبر ہوں۔ اور مولوی محمد علی صاحب اُس وقت گھر کے اندر رہتے تھے اس واسطے ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں طاعون سے محفوظ رکھے۔

حضرت صاحبؑ کے ایسا فرمانے پر میں نے تعجب کے ساتھ پھر کھڑکی میں سے ہاتھ بڑھایا تو دیکھا کہ فی الواقعہ بخار اُترا ہوا تھا اور اس کے بعد مولوی صاحب کی طبیعت اچھی ہونے لگ گئی اور جلد تندرست ہو گئے۔''

(ذکر حبیب صفحہ 96)

تیرہ سو سال بعد ایک نبیؑ

حضرت مفتی صاحبؓ لکھتے ہیں:

''26/ دسمبر 1907ء کی صبح کو حضرت اقدسؑ باہر سیر کے واسطے تشریف لے چلے۔ احباب جوق در جوق ساتھ ہوئے۔ عاشق پروانہ کی طرح زیارت کے واسطے آگے بڑھتے تھے۔ اس قدر ہجوم تھا کہ سیر کو جانا مشکل ہوگیا تا کہ نووار دین مُصافحہ کر لیں۔ قریباً دو گھنٹہ تک آپ کھڑے رہے اور عشاق آگے بڑھ بڑھ کر آپ کا ہاتھ چومتے رہے۔ اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں اور زیارت کروں۔ ایک دیہاتی دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ اس بھیڑ میں سے زور کے ساتھ اندر جا، اور زیارت کر اور ایسے موقع پر بدن کی بوٹیاں بھی اُڑ جائیں تو پرواہ نہ کر۔ ایک صاحب بولے کہ لوگوں کو بہت تکلیف ہے اور خود حضرت ایسے گرد و غبار میں اتنے عرصہ سے تکلیف کے ساتھ کھڑے ہیں۔ میں (مفتی محمد صادق) نے کہا۔ لوگ بیچارے سچے ہیں۔ کیا کریں تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کا چہرہ دنیا میں نظر آیا ہے۔ پروانے نہ بنیں تو کیا کریں۔ اُس وقت خدا تعالیٰ کی وہ وحی یاد آ کر غالب او ر سچے خدا کے آگے سر جھک جاتا تھا جس میں آج سے پچیس سال پہلے کہا گیا تھا کہ لوگ دُور دُور سے تیرے پاس آویں گے۔ یہی بازار میدان تھے جن میں سے حضرتؑ اکیلے گزر جاتے تھے اور کوئی خیال نہ کرتا تھا کہ کون گیا ہے اور یہی میدان ان ہزاروں آمیوں سے بھر گئے ہیں جو صرف اس کی پیاری صورت دیکھنے کے عاشق ہیں۔ کاش کہ اب بھی مخالفین سوچیں، اور غور کریں کیا یہ انسان کا کام ہے کہ وہ ایسی بات اپنے پاس سے بنائے اور پھر وہ ایسے زور اور باوجود مخالفت کے پوری بھی ہو جائے۔''

(ذکر حبیب صفحہ 120)

غم دور کرنے کا ذریعہ

حضرت مفتی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''عاجز راقم کا اور اکثر احباب کا یہ تجربہ تھا کہ جب کبھی طبیعت میں کسی وجہ سے کوئی غم پیدا ہوتا تو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں جا بیٹھتے تو غم دُور ہو جاتا اور طبیعت میں بشاشت اور فرحت پیدا ہو جاتی۔'' (ذکر حبیب صفحہ 127)

ایک نان پز کی حالت

''حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے ایک دفعہ ایک باورچی کی حضرت صاحبؑ کی خدمت میں شکایت کی کہ کہ وہ روٹیاں چُرا تا ہے۔ حضورؑ اس شکایت کو سُن کر خاموش ہو رہے۔ گویا حضورؑ نے سُنا ہی نہیں۔ چند روز کے بعد حضرت میر صاحب مرحوم نے دوبارہ شکایت کی۔ تب بھی حضرت صاحبؑ خاموش رہے گویا کہ سُنا ہی نہیں حضرت میر صاحب نے تیسری دفعہ پھر شکایت کی۔ تب حضرت صاحبؑ نے فرمایا میر صاحب یہ شکایت پہلے بھی آپ نے دو دفعہ کی تھی اور میں نے اس کو سُنا ہے۔ آپ کوئی ایسا باورچی تلاش کریں جس پر آپ کو پورا یقین ہو کہ وہ چوری نہ کرے گا۔ تب اس کو نکال کر اُس کو رکھ لیا جائے گا پھر فرمایا۔ دیکھو میر صاحب آج کل خود گرمی کا موسم ہے۔ ایسے میں تنور پر بیٹھنا، اور ہر ایک روٹی کے واسطے دو دو دفعہ اس جہنم میں غوطہ لگانا نان پز کے واسطے ضروری ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسا ہی متقی ہوتا جیسا آپ کا خیال ہے کہ وہ ہو تو خدا تعالیٰ اس کو ایسی جگہ کیوں بٹھاتا۔ حضرت میر صاحبؓ خاموش ہو گئے اور باہر آ کر فرمانے لگے کہ میں نے توبہ کی ہے۔ میں پھر کبھی ایسی شکایت نہ کروں گا۔ ایسا نہ ہو کہ خدا کی غیرت کہیں مجھے ایسے ابتلاء میں گرفتار کر دے۔''

(ذکر حبیب صفحہ 131)

☆...☆...☆

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ نبوت کے متعلق

بعض اعتراضات کے جوابات۔ سنت انبیاء کی روشنی میں

(قسط اوّل)

(رحمت اللہ بندیشہ۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی)

حضرت سید نا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے

خدا تعالیٰ نے ازل سے بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے سلسلۂ نبوت جاری فرمایا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا میں جس قدر بھی انبیاء مبعوث ہوئے، وہ تمام نمود و نمائش سے پاک تھے، دنیا کی جاہ و حشمت سے دور بھاگتے تھے۔ ان کی پاکیزہ فطرت گوشہ نشینی کو پسند کرتی تھی، نیز انبیاء کو شہرت سے طبعاً بہت نفرت ہوتی ہے۔ مگر خدا اپنے ان مخفی خزانوں کو لوگوں کے سامنے لاتا رہا اور ’’انا الموجود‘‘ ہونے کا ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کرتا رہا۔ خدا کے ان پہلوانوں نے بھی اپنا فرض منصبی خوب ادا کیا، یہ طائفہ اُسی ربّ کریم کے بلائے بولتا رہا، اور اسی کے حکموں کے منتظر رہتے۔ کسی بھی کام میں جلد بازی سے کام نہ لیتے بلکہ ہمیشہ اپنے قادر مطلق خدا کے حکم کا انتظار کرتے۔ خاص کر اپنے دعاوی کے متعلق کبھی جلد بازی سے کام نہ لیا۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے تمام دعاوی میں نہایت محتاط انداز اپنایا۔ اور فی الفور یہ اعلان نہ فرمادیا کہ میں ’’خاتم النبیین‘‘ اور ’’سیّد ولد آدم‘‘ ہوں بلکہ ہمیشہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ ’’لا فخر‘‘ ہی فرماتے رہے۔

بعینہٖ یہی حال آپ ﷺ کے عاشقِ صادق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ نادان مخالف ان کی ترقیات کو ارتقائی کہہ کر ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل گردانتا ہے، حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

قرآن اور اسوۂ رسول ﷺ ہمارے اور مخالفین کے لیے نزاعی مسائل میں حاکم ہے

ہماری زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کو پانا ہے، جس کا ذریعہ حسب ارشاد باری تعالیٰ اطاعت و محبت رسول ﷺ ہے۔ فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔

(آل عمران: 32)

(اے نبی) تُو کہہ دے، اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس محبت کو حاصل کرنے کا ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرنا ہے۔ فرمایا:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ

(الاحزاب: 22)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے اور اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ اور سنت کی تفصیل یہ ہے کہ جو آپ ﷺ نے قرآن پاک کے احکامات کو عملی رنگ میں کر کے دکھایا وہ کیے جائیں اور جن سے منع فرمادیا اُن سے رُکا جائے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَمَاۤ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا

(الحشر: 8)

اور رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اُس سے رُک جاؤ۔

اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

’’ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لبّ لباب یہ ہے کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیّین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے‘‘۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169 تا 170)

پس جس کام کی سند قرآن اور رسول اللہ سے ثابت ہو جائے وہی جماعت احمدیہ کے اعتقاد اور فعلی روش ہے۔ اور وہی جماعت احمدیہ کا اختلافی مسائل میں موقف ہے۔

کیا کسی نبی کا بتدریج دعاوی کرنا، منافی نبوت و رسالت ہے؟

بعض مخالفین کہا کرتے ہیں کہ بتدریج دعاوی کذب کی دلیل ہے۔ مثلاً سوشل میڈیا پر موجود ایک مباحثہ کے دوران ایک غیر احمدی مولوی صاحب بار بار پُر جوش انداز میں کہہ رہے تھے کہ ’’مرزا صاحب کیسے صادق ہو سکتے ہیں جبکہ وہ کبھی اپنے آپ کو مجدد کہتے ہیں، کبھی محدث، کبھی مسیح موعود اور کبھی مہدی موعود، مستزاد یہ کہ اپنے آپ کو ظلی و بروزی نبی تک کہتے ہیں‘‘۔ بلکہ ایک معترض کے بقول ’’ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گذرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے، بتدریج آہستہ آہستہ اس کو درجہ نبوت نہیں ملتا کہ پہلے وہ محدث پھر مجدد اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کرے۔‘‘

یاد رہے درحقیقت انبیاء کی تکلّفات سے پاک کمال سادگی ان کے دعوے کی سچائی کی زبردست دلیل اور ان کی عدم بناوٹ پر بیّن گواہ ہوتی ہے۔ نیز قرآن و حدیث اور بزرگان سلف کی کتب میں کہیں بھی صداقت نبوت کا یہ معیار قبل ازیں بیان نہیں ہوا کہ نبی تمام دعاوی ایک ہی دن مکمل طور پر بیان کر دیتا ہے۔ بلکہ اس قسم کی باتیں تو نزول قرآن کے وقت مخالفین کہا کرتے تھے کہ

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً ۚ کَذٰلِکَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلۡنٰہُ تَرۡتِیۡلًا

(الفرقان: 33)

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر قرآن یک دفعہ کیوں نہ اُتارا گیا اِسی طرح (اُتارا جانا تھا) تا کہ ہم اس کے ذریعہ تیرے دل کو ثبات عطا کریں اور (اسی طرح) ہم نے اسے بہت مستحکم اور سلیس بنایا ہے۔

پس اُسی طرز کا یہ نیا اعتراض بھی موجودہ دور کے ’’علماءھم‘‘ کی ایجاد ہے اور اُن اعتراضات میں سے ایک ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کو ہدف بنا کر تیار کیے گئے ہیں۔

چونکہ گروہ انبیاء کا خاصہ ہے کہ وہ خدا کے بُلوانے سے بولتے اور اس کی اطاعت میں مَحو رہتے ہیں۔ چنانچہ سرور کائنات ﷺ کے متعلق احادیث میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ عام امور میں اہل کتاب سے موافقت رکھنے کو پسند فرماتے، جب تک آپ ﷺ بصراحت مامور نہ ہوتے تھے۔

کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ یُحِبُّ مُوَافَقَۃَ اَھۡلِ الۡکِتَابِ فِیۡمَا لَمۡ یُؤۡمَرۡ فِیۡہِ بِشَیۡءٍ

(بخاری کِتَابُ الۡمَنَاقِبِ بَابُ صِفَۃِ النَّبِیِّ ﷺ)

یعنی جب تک خدا تعالیٰ کی وحی صراحت کے ساتھ آپ کو کسی بات کے ماننے یا کرنے کا حکم نہ دیتی آپ ﷺ اپنے سے پہلے اہل کتاب کے طریق پر عامل رہتے تھے۔

اس بات کی گواہی خود خدا تعالیٰ نے بھی بیان فرمائی کہ

قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوۡتُہٗ عَلَیۡکُمۡ وَلَاۤ اَدۡرٰىکُمۡ بِہٖ

(یونس: 17)

اے رسول تو کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء نہ ہوتا تو مَیں یہ تعلیم تم کو نہ سُناتا، اور نہ اس پر مطلع کرتا۔

یعنی مَیں تو ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہوں، اور جب جب اور جو جو حکم آتا ہے اس کی تعمیل کرتا ہوں، اِس میں میرا کیا قصور ہے؟

اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام سے جب یہود نے پوچھا کہ کیا تُو موعود ایلیاء ہے تو آپ نے انکار فرمادیا (یوحنا باب 1 آیت 21) حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کے حق میں صاف فرمایا تھا کہ وہی موعود ایلیاء ہیں (متی باب 11 آیات 13 تا 16) حضرت یحیٰ علیہ السلام کا انکار یہود کی ٹھوکر کا موجب ہوا۔ مگر یہ سب واقعات اس حقیقت ثابتہ کو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نبی کس قدر محتاط اور بے نفس ہوتے ہیں۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے دعاوی میں تدریجی ارتقاء!

اگر اس صورتِ متذکرہ کو تدریجی مان بھی لیا جائے تب بھی مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ نبی پر اپنے حقیقی مقام کے متعلق تدریجاً انکشاف ہونے میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھی گئی تفاسیر و شروح میں نہ صرف دیگر انبیاء پر بلکہ خود حضرت نبی اکرم ﷺ پر اپنے مقام و مرتبہ کے متعلق تدریجی انکشاف



کا ذکر ہے۔

سورۃ الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا ہے:

وَوَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ ؕ وَیَعۡقُوۡبَ نَافِلَۃً ؕ وَکُلًّا جَعَلۡنَا

صٰلِحِيْنَ۔ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ۔

(الانبیاء:73تا74)

اور اُسے ہم نے اسحاق عطا کیا اور پوتے کے طور پر یعقوب اور سب کو ہم نے پاکباز بنایا تھا۔ اور ہم نے انہیں ایسے امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم انہیں اچھی باتیں کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کرتے تھے اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

حضرت علامہ فخرالدین الرازیؒ (المتوفّی 606ھ) اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

''وَاعْلَمْ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَصَفَهُمْ أَوَّلًا بِالصَّلَاحِ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَرَاتِبِ السَّائِرِينَ إِلَى اللهِ تَعَالَى ثُمَّ تَرَقَّى فَوَصَفَهُمْ بِالْإِمَامَةِ. ثُمَّ تَرَقَّى فَوَصَفَهُمْ بِالنُّبُوَّةِ وَالْوَحْيِ. وَإِذَا كَانَ الصَّلَاحُ الَّذِي هُوَ الْعِصْمَةُ أَوَّلَ مَرَاتِبِ النُّبُوَّةِ دَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ مَعْصُومُونَ فَإِنَّ الْمَحْرُومَ عَنْ أَوَّلِ الْمَرَاتِبِ أَوْلَى بِأَنْ يَكُونَ مَحْرُومًا عَنِ النِّهَايَةِ''

(تفسیر مفاتیح الغیب، المعروف تفسیر الکبیر لامام الرازی۔ زیر آیت سورۃ الانبیاء آیت 72، 73)

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (انبیاء کو) پہلی صفت صالح کی دی ہے، کیونکہ یہ سالکین الی اللہ کے مراتب میں سے پہلا درجہ ہے جس کے بعد ان (انبیاء) کی صفت ترقی کر کے امامت کے درجہ پر پہنچتی ہے اور پھر ان (انبیاء) کی صفت اور ترقی کر کے نبوت اور وحی تک پہنچتی ہے۔ پس جب صالحیت جو کہ عصمت ہی ہے نبوت کا پہلا مرحلہ ہے تو یہ ثابت کرتا ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ اور جو پہلے مرحلے سے محروم ہوتا ہے تو وہ ضرور آخری مرحلے سے بھی محروم رہے گا۔

اسی طرح سورت آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی بشارت کا ذکر فرمایا ہے جبکہ وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

(آل عمران:40)

اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک عظیم کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور وہ سردار اور اپنے نفس کی پوری حفاظت کرنے والا، اور صالحین میں سے ایک نبی ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابو حیان الاندلسی (متوفّی 745ھ) بیان کرتے ہیں:

''{ونبيًّا}هَذَا الْوَصْفُ الْأَشْرَفُ، وَهُوَ أَعْلَى الْأَوْصَافِ، فَذَكَرَ أولًا الوصف الذي تبنى عَلَيْهِ الْأَوْصَافُ بَعْدَهُ، وَهُوَ: التَّصْدِيقُ الَّذِي هُوَ الْإِيمَانُ، ثُمَّ ذَكَرَ السِّيَادَةَ وَهِيَ الْوَصْفُ يَفُوقُ بِهِ قَوْمَهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الزَّهَادَةَ وَخُصُوصًا فِيمَا لَا يَكَادُ يُزْهَدُ فِيهِ وَذَلِكَ النِّسَاءُ، ثُمَّ ذَكَرَ الرُّتْبَةَ الْعُلْيَا وَهِيَ: رُتْبَةُ النُّبُوَّةِ...وَحَقِيقَةُ النُّبُوَّةِ هُوَ أَنْ يُوحِيَ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ (ونبيًّا)''

(تفسیر البحر المحیط۔ از علامہ ابو حیان۔ زیر تفسیر سورۃ آل عمران آیت نمبر 39)

ترجمہ: یہی سب سے عزت والی صفت ہے اور صفات میں سب سے اعلیٰ صفت یہی ہے۔ چنانچہ (اللہ تعالیٰ) نے اُس صفت کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے جس پر بعد میں ذکر کردہ تمام صفات کی بنیاد رکھی ہے اور وہ تصدیق ہے جو بعینہٖ ایمان ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد سرداری کا ذکر کیا ہے اور یہ وہی صفت ہے جس سے انسان اپنی قوم پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد زہد (دنیاوی خواہشات کو ترک کرنا) کا ذکر کیا ہے... پھر سب سے اعلیٰ رتبہ کا ذکر کیا ہے اور وہ ہے نبوت کا رتبہ۔ اور نبوّت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر وحی نازل کرتا ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ فخرالدین الرازیؒ بیان کرتے ہیں:

''قَوْلُهُ{وَنَبِيًّا}وَاعْلَمْ أَنَّ السِّيَادَةَ إِشَارَةٌ إِلَى أَمْرَيْنِ أَحَدُهُمَا: قُدْرَتُهُ عَلَى ضَبْطِ مَصَالِحِ الْخَلْقِ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى تَعْلِيمِ الدِّينِ وَالثَّانِي: ضَبْطُ مَصَالِحِهِمْ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى التَّأْدِيبِ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَمَّا الْحَصُورُ فَهُوَ إِشَارَةٌ إِلَى الزُّهْدِ التَّامِّ فَلَمَّا اجْتَمَعَا حَصَلَتِ النُّبُوَّةُ بَعْدَ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ لَيْسَ بَعْدَهُمَا إِلَّا النُّبُوَّةُ.''

(تفسیر مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر/ الرازی سورۃ آل عمران آیت 39)

ترجمہ: جان لو کہ سرداری دو چیزوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اول یہ کہ وہ (نبی یا سردار) علوم دین کے حوالے سے لوگوں کے مصالح/بھلائیوں کو قابو میں رکھنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ دوم یہ کہ وہ تربیت اور نیکیاں کمانے کے حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کے حوالے سے لوگوں کی بھلائی کو قابو میں رکھنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جہاں تک اس شخص کی بات ہو جو اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے روکنے والا ہے تو یہ کامل زُہد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس جب یہ دو باتیں جمع ہوجاتی ہیں تو نبوّت حاصل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے بعد سوائے نبوّت کے اور کوئی درجہ نہیں۔

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے: قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرۃ:125) یعنی میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اس آیت کی تفسیر میں مشہور شیعہ مفسر علامہ الفیض الکاشانی (متوفّی 1091ھ) بیان کرتے ہیں:

''وفی الكافی عن الصادق علیه السلام قال إن الله تبارك وتعالى اتخذ إبراهيم عبدًا قبل أن يتّخذه نبيًا وان الله اتخذه نبيًا قبل أن يتخذه رسولًا وان الله اتخذه رسولًا قبل أن يتخذه خليلًا وان الله اتخذه خليلًا قبل أن يجعله إمامًا فلما جمع له الاشياء قال إني جاعلك للناس إمامًا.''

(تفسیر الصافی فی تفسیر کلام اللہ الوافی/الفیض الکاشانی سورۃ البقرۃ: آیت 124)

یعنی کتاب الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عبد بنایا قبل اس کے کہ نبی بنائے اور نبی بنایا قبل اس کے کہ رسول بنائے اور رسول بنایا قبل اس کے کہ خلیل بنائے اور خلیل بنایا قبل اس کے کہ امام بنائے۔ جب یہ تمام صفات جمع ہوگئیں تو فرمایا میں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا بناتا ہوں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ مقام نبوت ملنے سے قبل انبیاء کا دیگر مراتب پانا اُن کی شان اور صداقت کے خلاف نہیں اگر خلاف ہوتا تو یہ بزرگان اس قسم کی تفسیر کرنے کی ہمت نہ کرتے اور اگر اَن جانے میں ایسی تفسیر ہو بھی گئی تو دوسرے مفسرین، محدثین، متکلمین وغیرہ ان کی اس غلطی کی نشاندہی کرتے۔ زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ ان مولوی حضرات نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ان کے اعتراض ''ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گذرنے کے بعد یک دم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے'' سے خود نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اس کی زد میں آتی ہے اور یہ بات تفسیر، حدیث اور سیرت کی کتب سے واضح ہے۔

حضور ﷺ کے دعاوی میں بظاہر تدریجی ارتقا!

آنحضرت ﷺ کو جب باقاعدہ پہلی وحی قرآنی ہوئی تو حضور ﷺ نے فوراً اعلان نہیں کیا کہ مَیں نبی اور رسول ہوں اور آج میرے پاس جبرئیلؑ وحی لے کر آئے ہیں۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے گھر میں حضرت خدیجہؓ سے سب حالات بیان کیے اور وہ آپ کو ورقہ بن نوفل عیسائی کے پاس لے گئیں اور سارا ماجرا بیان کیا۔ ورقہ نے سب سے پہلے کہا کہ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى یہ تو وہ فرشتہ (جبرائیل) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شریعت لے کر آیا تھا (یعنی آپ بھی صاحب شریعت رسول ہیں)

(صحیح البخاری۔ كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ۔ بَابُ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى: الضحیٰ)

بلکہ حضرت نبی اکرم ﷺ پر وحی کی ابتدا کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ: یعنی پہلے پہل رسول اللہ ﷺ پر نیند میں سچی رویاء سے وحی کی ابتدا ہوئی (بخاری کتاب بدء الوحی باب نمبر 3) جبکہ سیرت ابن ہشام میں ''مِنَ الْوَحْيِ'' کی بجائے ''مِنَ النُّبُوَّةِ'' کے الفاظ درج ہیں۔ یعنی پہلے پہل جو وحی (بروایت ابن ہشام جو نبوت) آنحضرت ﷺ کو شروع ہوئی وہ نیند میں سچی خوابوں کا دیکھنا تھا۔

یہ قرآنی وحی کے نزول سے پہلے کا زمانہ ہے جس کے بعد آنحضور ﷺ کو تنہائی میں عبادت کرنا اچھا لگنے لگا یہاں تک کہ آپ غار حرا میں جانے لگے اور پھر وہاں ایک دن حضرت جبرئیل نے قرآنی وحی کا پہلا پیغام اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ پڑھ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ (العلق 2) پہنچایا۔

اس رؤیائے صالحہ والے عرصہ کے متعلق امام ابن حجر العسقلانیؒ لکھتے ہیں: بُدِءَ بِذَلِكَ لِيَكُوْنَ تَمْهِيدًا۔ یعنی (رؤیائے صالحہ والی) وحی سے اس لیے ابتدا کی تاکہ وہ تمہید ہوجائے۔ (بخاری کتاب بدء الوحی)

علامہ شبلی نعمانی صاحب نے اس عرصہ کو ''نبوت کا دیباچہ'' لکھا ہے۔

(سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی حصہ اول باب آفتاب رسالت کا طلوع)

معاند احمدیت مولوی حضرات تو سچے نبی کے چالیس سال کا ہوتے ہی نبوت ملنے اور یک دم اس کے اعلان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن مذکورہ بالا علماء آنحضور ﷺ کو مقام نبوت ملنے سے پہلے اس کی تیاری کے لیے ''نبوت کا دیباچہ'' اور تمہید یا پیش خیمہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

صحیح مسلم شرح نووی میں لکھا ہے:

قَالَ الْقَاضِي رَحِمَهُ اللّٰهُ وغيره من العلماء انما ابتدیٔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرُّؤْيَا لِئَلَّا يَفْجَأَهُ الملك ويأتيه صريح النبوة بغتة فلا يحتملها قوى البشرية فبدىء بِأَوَّلِ خِصَالِ النُّبُوَّةِ وَتَبَاشِيرِ الْكَرَامَةِ مِنْ صِدْقِ الرُّؤْيَا: قاضی عیاض اور دیگر علماء سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ پر نبوت کا آغاز رویاء صالحہ سے ہوا۔ اور اس میں یہ حکمت تھی کہ اچانک فرشتہ کے آجانے سے، اور اچانک صریح نبوت کے عطاء ہونے سے، آپ گھبرا نہ جائیں۔ مبادا کہ انسانی قوی اس کا بوجھ برداشت نہ کرسکیں۔ اس لیے آغاز میں ابتدائی نبوت کے خصال دیئے گئے، نیز سچی خوابوں کی ذریعہ تبشیری معجزات کا ظہور شروع ہوا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی کتاب الایمان باب بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ)

علامہ وحید الزمان ترجمہ صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی میں اسی حدیث کی شرح تحریر کردہ امام نووی کو اختصاراً لکھتے ہیں کہ ''اس کی تعبیر سچی ہوتی، صاف اور کھلی کھلی، کسی قسم کا شبہ اس میں نہ رہتا۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حالت چھ مہینے تک رہی نبوت سے پہلے اس کے بعد علانیہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس تشریف لائے اور بھید اس میں یہ تھا کہ اگر دفعۃً پہلے ہی سے حضرت جبرائیل آپ کے پاس آجاتے تو شاید آپ گھبرا جاتے اور بشریت کی وجہ سے اچانک نبوت کا بار اٹھ نہ سکتا۔''

(مترجم صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی جلد اول۔ از علامہ وحید الزمان صفحہ 272۔ تاریخ اشاعت 20 ربیع الثانی 1432ھ۔ ناشر دار القدس ڈسٹری بیوٹرز اینڈ پبلیشرز اردو بازار لاہور)

جبکہ علامہ غلام رسول سعیدی (شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی) حضرت عائشہؓ کی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

''...اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی مخلوق تک کسی عظیم کام کو پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے اس کی بنیاد قائم کرتا ہے، پھر اس کی تربیت کرتا ہے، پھر اس کو تدریجاً اپنے کمال طبعی تک پہنچاتا ہے۔ اسی وجہ سے پہلے نبی ﷺ کو سچے خواب دکھائے گئے، پھر آپؐ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی اور آپؐ سے غار حرا میں عبادت کرائی گئی، پھر جب آپ کے پاس اچانک فرشتہ آگیا تو یہ واقعہ عام عادت اور معمول کے خلاف تھا اسی لیے بشری تقاضے سے آپؐ گھبرائے... کیونکہ نبی سے نبوت کے باوجود طبیعت بشری بالکلیہ زائل نہیں ہوتی... حتیٰ کہ جب اس قسم کے واقعات بار بار ہوئے تو آپؐ مانوس ہوگئے اور آپؐ کی دل جمعی ہوگئی۔''

(شرح صحیح مسلم جلد اوّل 665 کتاب الایمان باب بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ از علامہ غلام رسول سعیدی۔ ناشر: فرید بک سٹال 38۔ اردو بازار لاہور۔ الطبع العاشر: اپریل 2003ء)

(یہ تشریح اصل میں علامہ ابن حجر العسقلانیؒ نے بخاری کتاب التعبیر باب أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ میں بیان کی ہے۔)

بہرحال وحی کی اس ابتدائی حالت کے بعد قرآنی وحی کا دَور آتا ہے جس کا آغاز سورۃ العلق کی ابتدائی آیات سے ہوتا ہے۔ کیا بزعم مخالفین احمدیت آنحضرت ﷺ نے قرآنی وحی کا یہ پیغام ملتے ہی یک دم اپنا دعویٰ نبوت و دعویٰ خاتمیت دنیا کے سامنے پیش کر دیا؟ جی نہیں! بلکہ بقول ابو الاعلیٰ مودودی صاحب

''...سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے

کے بعد بھی حضورؐ کو جبرائیل کا علم ہوا نہ وحی اور قرآن کا، نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا!''

(سیرت سرور عالمؐ جلد دوم صفحہ 108۔ از ابوالاعلیٰ مودودی۔ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1989ء)

اس پہلی وحی کے بعد کچھ دن قرآنی وحی میں وقفہ آ جاتا ہے جس کے بعد سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر نازل ہوتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کو یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ اور یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ مشہور مفسر علامہ علاء الدین علی بن محمد المشہور بالخازن (متوفّٰی 725ھ) بیان کرتے ہیں:

''وإنما لم یخاطب بالنبی والرسول لانه کان فی أول الامر ومبدئه، ثم خوطب بالنبی والرسول بعد ذلك''

(تفسیر لباب التأویل فی معانی التنزیل/ الخازن۔ سورۃ المزمل آیت نمبر 1)

یعنی (نبی کریم ﷺ) کو ابھی تک نبی اور رسول کے لقب سے مخاطب نہیں کیا گیا کیونکہ آپؐ ابھی معاملہ (نبوت) کے پہلے اور ابتدائی مرحلے میں تھے، بعد میں جاکے آپؐ کو نبی اور رسول کے لقب سے مخاطب کیا گیا ہے۔

علامہ البغوی، البقاعی، الثعلبی اور ابن عادل وغیرہ نے بھی اپنی تفسیروں میں یہی بات درج کی ہے۔ علامہ الحافظ ابن الجوزی (متوفّٰی 597ھ) بھی لکھتے ہیں:

''وقیل: إنما لم یخاطب بالنبی والرسول ھاھنا، لانه لم یکن بعد قد بلّغ، وإنما کان فی بدء الوحی''

(تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر/ ابن الجوزی۔ زیر آیت سورۃ المزمل)

یعنی آنحضور ﷺ کو یہاں نبی اور رسول کہہ کر نہیں پکارا گیا کیونکہ ابھی تک آپؐ تبلیغ کے حکم سے مامور نہیں کیے گئے تھے اور وحی کی ابتدائی حالت میں تھے۔

مودودی صاحب اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں سورۃ المزمل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضورؐ کی نبوت کے ابتدائی دور ہی میں نازل ہوا ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس منصب کے لیے آپؐ کی تربیت کی جارہی تھی۔''

قرآنی وحی کے تواتر میں پھر سورۃ الضحیٰ کا نزول ہوتا ہے جس میں آنحضور ﷺ کو وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ (الضحیٰ:12) (اور جہاں تک تیرے ربّ کی نعمت کا تعلق ہے تو (اسے) بکثرت بیان کیا کر) کا بھی حکم ہوتا ہے۔ علامہ ابن کثیر (متوفّٰی 774ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وقال مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاق، مَا جَاءَكَ اللّٰهُ مِنْ نِعْمَةٍ وَكَرَامَةٍ مِنَ النُّبُوَّةِ فَحَدِّثْ بِهَا وَاذْكُرْهَا وادع إلیها، قال: فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَذْكُرُ ما أنعم بِهِ عَلَیْهِ مِنَ النُّبُوَّةِ سِرًّا إِلَى مَنْ یَطْمَئِنُّ إِلَیْهِ مِنْ أَهْلِهِ''

(تفسیر القرآن العظیم/ ابن کثیر۔ سورۃ الضحیٰ:11)

یعنی محمد بن اسحاق (مشہور مؤرخ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کی نعمت اور کرامت جو آپ کو ملی ہے، اس کا بتادیں اور اس کا ذکر کریں اور اس کی طرف بلائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں میں سے جن کے متعلق آپؐ کو اطمینان تھا، خفیہ طور پر اس نبوت کے بارے میں بتانا شروع کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر انعام کی تھی۔

یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ پر سورۃ العلق، المزمل اور المدثر کی آیات کا نزول ہو چکا تھا لیکن ابھی تک رسالت مآب ﷺ نے دنیا کے سامنے اپنے نبی اور رسول ہونے کا اعلان نہیں فرمایا تھا حالانکہ بقول معاندین احمدیت ''ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گذرنے کے بعد یک دم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے''۔ ابن کثیر کے مطابق سورۃ الضحیٰ کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی نبوت کا بتاتے ہیں وہ بھی ساری دنیا کو نہیں بلکہ اپنے گھر والوں کو، اور گھر والوں میں سے بھی اُن کو جن کے متعلق آپ کا دل مطمئن تھا اور وہ بھی خفیہ طور پر۔

ہاں علامہ القرطبی (متوفّٰی 671ھ) نے قرآنی آیت یٰۤاَیُّھَا الۡمُدَّثِّرُ۔ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ (المدثر 2-3) (اے کپڑا اوڑھنے والے! اُٹھ کھڑا ہو اور انتباہ کر) کے تحت لکھا ہے: ''وَقِیلَ: الْإِنْذَارُ هُنَا إِعْلَامُهُمْ بِنُبُوَّتِهِ، لِأَنَّهُ مُقَدِّمَةُ الرِّسَالَةِ''

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن/ القرطبی۔ زیر آیت ھذا)

یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ انذار سے یہاں مراد اہل مکہ کو اپنی نبوت سے آگاہ کرنا ہے کیونکہ یہ (نبوت) رسالت کا پیش خیمہ ہے۔

ابن عربی کا قول بھی ساتھ درج کیا ہے:

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: مَعْنَى یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ أَيِ الْمُدَّثِّرُ بِالنُّبُوَّةِ وَأَثْقَالِهَا. ابْنُ الْعَرَبِیِّ: وَهَذَا مَجَازٌ بَعِیدٌ، لِأَنَّهُ لَمْ یَكُنْ تَنَبَّأَ بَعْدُ

یعنی المدثر کے معنی نبوت کی چادر اوڑھنے والے کے متعلق ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ استعارہ بعید از امکان ہے کیونکہ ابھی تک آپ نے کوئی نبوت (پیشگوئی) نہیں کی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے تدریجی دعوے از قرآن کریم

آنحضرت ﷺ سب انبیاء سے افضل تھے، مگر جب تک حضور ﷺ کے لیے اس کی کامل تشریح نہ کر دی گئی کبھی حضور ﷺ نے اس بات کا علی الاعلان اظہار نہ فرمایا۔ درحقیقت حضور ﷺ کے دعاوی میں تدریجی طور پر ارتقا ہوا ہے، یعنی جیسے جیسے خدا تعالیٰ نے حکم دیا آپ ﷺ اسی طرح بحسب حکم الٰہی اپنے دعاوی کا اعلان کرتے چلے گئے۔ بہرکیف قرآن پاک سے ہمیں آنحضرت ﷺ کی تبلیغ رسالت کے تین دَور نمایاں طور پر ملتے ہیں جن سے آپؐ کے دائرہ رسالت میں تدریج نظر آتی ہے

(1) ابتدا میں خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (الشعراء:215)

یعنی اپنے قریبی اقارب کو دعوت حق دیجئے۔

(2) اسی طرح قیام مکہ میں ہی فرمایا کہ

وَکَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَمَنۡ حَوۡلَہَا (الشوریٰ:8)

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا تاکہ تو بستیوں کی ماں کو اور جو اس کے اردگرد ہیں ڈرائے یعنی مکہ اور اس کے اردگرد کی بستیوں کو دعوت حق دیجئے۔

(3) بعد ازاں اس سے بھی بڑھ کر جبکہ آپ ﷺ ہجرت سے قبل ابھی مکّہ میں ہی مقیم تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا (الاعراف:159)

تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

ان تینوں آیات قرآنیہ سے، نیز ماقبل بیان کردہ حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تدریجاً آپ کا دائرہ نبوت بڑھایا، اوائل میں آنحضور ﷺ کو قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کرنے کا حکم تھا، بعد ازاں مکہ مکرمہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں تک پیغام پہنچانے کا حکم ملا جس کے بعد پھر ساری دنیا کو دعویٰ رسالت پہنچانے کا حکم ملا۔ بظاہر یہ موٹی بات تھی کہ جو ساری دنیا کے لیے رسول ہے وہ بہرحال قومی اور ملکی رسولوں سے ممتاز ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ میں ''تدریج'' کا تذکرہ کتب تفسیر میں!

سورۃ الانشقاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ۔ (الانشقاق:20)

یقیناً تم ضرور درجہ بدرجہ ترقی کروگے۔

علامہ رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں مختلف مطالب بیان کرتے ہوئے تیسرا یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں:

''وثَالِثُهَا: لَتَرْكَبُنَّ یا مُحَمَّدُ دَرَجَةً وَرُتْبَةً بَعْدَ رُتْبَةٍ فِی الْقُرْبِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى''

(التفسیر الکبیر/ الرازی۔ سورۃ الانشقاق آیت نمبر 19)

یعنی اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجات اور مراتب میں آپؐ ضرور درجہ بدرجہ ترقی کریں گے۔

علامہ القرطبی نے بھی الشعبی کے حوالے سے یہی بیان فرمایا ہے کہ

''لَتَرْكَبُنَّ یَا مُحَمَّدُ سَمَاءً بَعْدَ سَمَاءٍ، وَدَرَجَةً بَعْدَ دَرَجَةٍ، وَرُتْبَةً بَعْدَ رُتْبَةٍ، فِی الْقُرْبَةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى'' یعنی آپؐ اللہ تعالیٰ کے قرب میں، ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اور ایک درجہ کے بعد دوسرا درجہ تک، اور ایک رتبہ کے بعد دوسرا رتبہ سر کریں گے۔

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن/ القرطبی۔ سورۃ الانشقاق آیت نمبر 19)

یعنی آپؐ اللہ تعالیٰ کی قربت میں ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان، ایک درجہ کے بعد دوسرا درجہ اور ایک رتبہ کے بعد دوسرا رتبہ سر کریں گے۔

امر واقعہ بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر درجہ بدرجہ اپنے مراتب کا انکشاف ہوا یہاں تک کہ آپؐ پر اپنے خاتم النبیین ہونے کی حقیقت واضح ہوگئی۔

رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ میں تدریج کا تذکرہ کتب احادیث میں

بعض نادان غیر مسلم معترضین ہیں، متذکرہ واقعات پر، اور اُن احادیث پر جن کا تذکرہ ذیل میں ہے۔ جن میں آپؐ نے اپنے آپ کو دیگر انبیاء سے افضل قرار دینے سے ابتداءً منع فرمایا تھا اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپؐ اپنے دعوے کو نہ سمجھ سکے، جبکہ ورقہ بن نوفل اور دیگر صحابہ اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے، اور وہ لڑائیاں کر رہے تھے، اور نعوذ باللہ انہیں کے کہنے پر آپؐ نے سمجھا (بطور مثال ایک حوالہ برائے معترضین اس مضمون میں نہ چاہتے ہوئے بھی درج کیا جائے گا) مگر یہ معترضین کی غلطی ہے، درحقیقت اِن سارے واقعات میں بھی نہایت خوبصورت پیرایہ میں آنحضرت ﷺ کی بےنفسی اور سادگی عیاں ہے، ورنہ نعوذ باللہ منصوبہ باز ہوتے تو فی الفور اشتہار شروع کر دیتے۔

جیسا کہ اُوپر رسول اللہؐ کے دعاوی میں تدریج از قرآن کے عنوان کے تحت بتایا گیا ہے بظاہر یہ موٹی بات تھی کہ جو ساری دنیا کے لیے رسول ہے وہ بہرحال قومی اور ملکی رسولوں سے ممتاز ہوگا۔

مگر عملاً آپ ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد بھی اپنے آپ کو دیگر انبیاء سے مقابلةً افضل قرار دینے سے منع فرماتے رہے۔

جیسا کہ فرمایا:

لَا تُخَیِّرُوْنِی عَلٰی مُوسٰی۔

(بخاری کتاب الخُصُومَاتِ بَابُ مَا یُذْكَرُ فِی الإِشْخَاصِ وَالخُصُومَةِ بَیْنَ المُسْلِمِ وَالیَهُودِ)

مجھ کو موسیٰؑ سے افضل نہ کہو

اسی طرح فرمایا:

مَنْ قَالَ: أَنَا خَیْرٌ مِنْ یُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ۔

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ النساء باب إِنَّا أَوْحَیْنَا إِلَیْكَ كَمَا أَوْحَیْنَا)

کہ جو کہے کہ میں یونس بن متی سے بڑا اور بہتر ہوں یقیناً وہ جھوٹ بولتا ہے۔

اسی طرح بخاری کتاب احادیث الانبیاء میں درج روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ

مَا یَنْبَغِی لِعَبْدٍ أَنْ یَقُولَ إِنِّی خَیْرٌ مِنْ یُونُسَ بْنِ مَتَّى

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: وَإِنَّ یُونُسَ لَمِنَ المُرْسَلِینَ ....)

یعنی کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کہے کہ مَیں (یعنی آپؐ) حضرت یونسؑ سے بہتر ہوں۔

نیز صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَاكَ إِبْرَاهِیمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفَضَائِلِ۔ بَابُ مِنْ فَضَائِلِ إِبْرَاهِیمَ الْخَلِیلِ ﷺ)

یعنی ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہا یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ (مخلوق خدا میں سے سب سے بہتر انسان)! تو آپ نے فرمایا ذَاكَ إِبْرَاهِیمُ کہ وہ تو حضرت ابراہیمؑ ہیں۔

بلکہ یہاں تک بھی آپؐ نے فرمایا:

لَا تُفَضِّلُوا بَیْنَ أَنْبِیَاءِ اللّٰهِ۔

کہ انبیاء اللہ کو ایک دوسرے پر فضیلت مت دیا کرو۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: وَإِنَّ یُونُسَ لَمِنَ المُرْسَلِینَ)

سوال یہ ہے کہ جب آنحضور ﷺ کو تمام دنیا کے لیے رسول کا خطاب مکہ میں دے دیا گیا تھا، نیز سب نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے تو پھر شروع میں آپؐ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت یونسؑ اور حضرت موسیٰؑ پر فضیلت کا اظہار کیوں نہ فرمایا؟

اس اشکال کا جواب بزرگان سلف کے اقوال میں کچھ یوں ہے کہ اُس وقت تک آپ کو اپنے افضل الانبیاء ہونے کا علم نہیں دیا گیا تھا، یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو ان فضیلتوں کے اعلان کرنے کی ہدایت نہیں کی گئی تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں بزرگان سلف کے کئی اقوال موجود ہیں، مثلاً حضرت یونسؑ والی روایت کی شرح میں علامہ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں:

”قَالَ الْعُلَمَاءُ إِنَّمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ تَوَاضُعًا إِنْ كَانَ قَالَهُ بَعْدَ أَنْ أُعْلِمَ أَنَّهُ أَفْضَلُ الْخَلْقِ وَإِنْ كَانَ قَالَهُ قَبْلَ عِلْمِهِ بِذَالِكَ فَلَا إِشْكَالَ“

یعنی علماء کے نزدیک اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اپنے افضل الخلق ہونے کا علم ہونے کے بعد کی ہے تو پھر اس میں محض عاجزی و تواضع مراد ہے لیکن اگر یہ بات اس علم کے دیے جانے سے پہلے فرمائی ہے تو پھر کوئی دقت نہیں۔

علامہ النوویؒ اس قسم کی احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے علماء کی طرف سے پہلی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ

”قَالَ الْعُلَمَاءُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ تَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَذَا قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ أَفْضَلُ مِنْ يُونُسَ فَلَمَّا عَلِمَ ذٰلِكَ قَالَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَمْ يَقُلْ هُنَا إِنَّ يُونُسَ أَفْضَلُ مِنْهُ أَوْ مِنْ غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ“

(صحیح مسلم شرح النووی۔کتاب الفضائل)

ترجمہ: علماء کے نزدیک ان احادیث کی دو توجیہات ہیں۔ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس علم دیے جانے سے پہلے فرمائی تھی کہ آپؐ حضرت یونسؑ سے افضل ہیں لیکن جب آپؐ کو علم ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں اور آپؐ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یونسؑ یا اور کوئی نبی آپؐ سے افضل ہیں (یعنی آپؐ نے کوئی استثناء نہیں کیا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے خیر البریۃ والی حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

”قَوْلُهُ ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ قِيلَ...فِيهِ وُجُوهٌ، أَحَدُهَا: أَنَّهُ قَالَ هَذَا تَوَاضُعًا وَاحْتِرَامًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخُلَّتِهِ وَأُبُوَّتِهِ، وَإِلَّا فَنَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ“ وَثَانِيهَا: أَنَّهُ قَالَ هَذَا قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ۔“

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المفاخرۃ والعصبیۃ فصل الاول)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (”خیر البریۃ“ کے متعلق) فرمانا کہ ”وہ ابراہیم ہے۔“ اس کے بارے میں مختلف آراء بیان کی گئی ہیں۔جن میں سے ایک یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضورؐ کا یہ فرمانا ازراہ انکسار و احترام تھا اور یہ وجہ انکسار حضرت ابراہیم کے خلت (یعنی خلیل اللہ ہونے) اور ابویت (یعنی ابو الانبیاء ہونے) کے تھا۔ورنہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تمام آدم زادوں کے سردار کا ہے اور فرمایا یہ کسی بھی قسم کے غرور کا موجب نہیں (بلکہ اظہار واقعہ ہے)۔دوسرا یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا تھا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی یہ اطلاع نہ ملی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں سے افضل ہیں۔

مشکوۃ شریف کی مشہور اردو شرح ”مظاہر حق“ میں اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ ”(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بطور تواضع کے اور ان کے مقام خلت اور مقام ابوت کا لحاظ کرتے ہوئے کہی، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی تعظیم و تکریم کا حقدار ہو اور دوسرے کو اپنے سے زیادہ عظمت والا کہے۔(۲) یہ سید ولد آدم اور افضل خلق کی وحی ہونے سے پہلے فرمایا۔(۳) ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانے کے اعتبار سے افضل خلق تھے اور مطلق عبارت مبالغہ کے لئے لائی گئی۔

(مظاہر حق شرح اردو مشکوۃ شریف۔جلد چہارم از علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی۔صفحہ ۵۱۱۔زیر حدیث بالا۔ناشر مکتبۃ العلم۔اردو بازار لاہور۔کمپیوٹر ایڈیشن)

علامہ الرازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں بیان کرتے ہیں:

فَالْعَقْلُ خَاتَمُ الْكُلِّ وَالْخَاتَمُ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ أَفْضَلَ أَلَا تَرَى أَنَّ رَسُولَنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ كَانَ أَفْضَلَ الْأَنْبِيَاءِ علیھم الصلوٰۃ السلام۔

(تفسیر مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر/الرازی۔زیر تفسیر سورۃ طٰہٰ آیت 25 تا 32)

یعنی عقل تمام قویٰ کے لیے خاتم (یعنی اعلیٰ ترین) کی حیثیت رکھتی ہے، اور خاتم کا مطلب ہی سب سے افضل ہونا ہوتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے تو سب نبیوں سے افضل قرار پائے۔

مگر جب خدا تعالیٰ کی طرف سے احقاق حق کے علی الاعلان کا اذن ہوا تو فرمایا کہ میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور یہ بطور فخر نہیں بلکہ اظہار واقعہ ہے۔جیسا کہ فرمایا

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، غَيْرَ فَخْرٍ

قیامت کے دن میں انبیاء کا امام ہونگا، اور اس گروہ اصفیاء کا خطیب بھی میں ہی ہونگا، اور ان سب کا صاحب شفاعت بھی ہونگا، اور یہ سب کچھ وجہ (غیر حقیقی) افتخار نہیں (بلکہ اظہار واقعہ ہے)

(سنن الترمذی۔أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

اسی طرح اپنا مقام قائد المرسلین بھی بتایا، جیسا کہ فرمایا:

أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ

(سنن الدارمی۔مقدمۃ الکتاب۔بَابُ مَا أُعْطِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَضْلِ)

کہ میں تمام نبیوں کا امام اور رہبر ہوں، اسی طرح میں خاتم النبین ہوں، اسی طرح میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور (یہ تمام اعلی مقام غیر حقیقی) وجوہ افتخار نہیں (بلکہ اظہار واقعہ ہیں)۔

پھر حدیث قدسی میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ”لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ“ (الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ)

کہ تو وہ کائنات کا مقصود آدم ہے جس کی خاطر افلاک کو پیدا کیا گیا۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ کہ میں سب نبیوں میں سے بحیثیت خلق یعنی پیدا ہونے میں پہلا ہوں، اور بعثت کے لحاظ سے آخر میں ہوں۔

(مسند الشامیین۔المؤلف: سلیمان بن أحمد، أبو القاسم الطبرانی باب۔مَا انْتَهَى إِلَيْنَا مِنْ مُسْنَدِ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ وَأَصْلُهُ بَصْرِيٌّ نَزَلَ الشَّامَ وَمَاتَ بِهَا۔قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ)

بلکہ اس سے بھی ارفع مقام محمدیت یعنی مقام خاتمیت کی تصدیق اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

”کنت خاتم النبیین وآدم منجدل بین الماء والطین“

کہ یقیناً میں اُس وقت بھی حقیقی معنوں میں عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ خاتم النبیین تھا، جبکہ آدم ابھی مٹی میں تخلیق کے ابتدائی مراحل میں تھا۔جبکہ بعض جگہ یہ الفاظ بھی ہیں:

إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ

(مسند احمد بن حنبل۔مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ۔حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

جبکہ مشکوۃ شریف میں درج حدیث کے الفاظ یہ ہیں

إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ

(مشکاۃ المصابیح۔کتاب الفتن وكِتَابِ الْفَضَائِلِ بَابُ فَضَائِلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

کہ میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جبکہ آدم ابھی مٹی میں تخلیق کے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا۔ اور یہ بھی آپؐ نے فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ۔

یعنی مجھے تمام انبیاء پر چھ وجوہات سے فضیلت دی گئی ہے۔

(مسلم کتاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ)

(جاری ہے)

☆...☆...☆

بیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

از حضرت مولوی ذوالفقار علی خانصاحب گوہرؔ رضی اللہ عنہ

ترے جلووں میں انوار خدا کی وہ فراوانی
تری پاکیزہ سیرت میں ظہور خلق ربانی

تری بزم یقیں افزا میں کیوں دخل وساوس ہو
تری صورت بھی نورانی تری صحبت بھی نورانی

نشانہائے خداوندی دکھا کر معرفت بخشی
جو بیٹھے تیری صحبت میں اٹھے بنکر وہ عرفانی

منور ہے تری تعلیم سے ہر اسود و احمر
فرشتے رشک کرتے ہیں بھرا وہ رنگ ایمانی

گروہِ صالحیں میں کر دیا داخل ڈکیتوں کو
بنے وہ جسد رحمانی جو تھے مشہور شیطانی

سکھائے جاہلوں کو نکتہ ہائے معرفت ایسے
کہ اُمّی تک ہوئے ہیں نکتہ دان علم قرآنی

جو شدت سے مخالف تھے ہوئے وہ تابع کامل
یہ اعجاز مسیحائی تھا یہ تھی فکر سلمانی

خدا سے پائی وہ عقل رسا و دانش و حکمت
کہ جس کے سامنے پیدائشی تھی عقل لقمانی

صدی جب چودھویں آئی مہٗ کامل نظر آیا
ہر اک ظلمت کدہ نے از سر نو پائی تابانی

یہ دور خسروی کی برکتیں ہیں اور خلافت کی
جو پہلے مر چکی تھی ہو گئی زندہ مسلمانی

جو حاسد جل رہے ہیں بغض سے کہدو انہیں گوہرؔ
جلو گے جتنا تم اتنا ہی ہو گا فضلِ ربانی

وبائیں اور زلازل

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد وارد ہونے والی قدرتی آفات کا جائزہ

(قسط اوّل)

(ذیشان محمود۔ مربی سلسلہ سیرالیون)

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں انبیاء کرام سے متعلق اپنی سنت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَہۡلَہَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّہُمۡ یَضَّرَّعُوۡنَ۔ ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الۡحَسَنَۃَ حَتّٰی عَفَوۡا وَّ قَالُوۡا قَدۡ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذۡنٰہُمۡ بَغۡتَۃً وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ۔ وَ لَوۡ اَنَّ اَہۡلَ الۡقُرٰۤی اٰمَنُوۡا وَ اتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لٰکِنۡ کَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ۔ اَفَاَمِنَ اَہۡلُ الۡقُرٰۤی اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ بَاۡسُنَا بَیَاتًا وَّ ہُمۡ نَآئِمُوۡنَ۔ اَوَ اَمِنَ اَہۡلُ الۡقُرٰۤی اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًی وَّ ہُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ۔ اَفَاَمِنُوۡا مَکۡرَ اللّٰہِ ۚ فَلَا یَاۡمَنُ مَکۡرَ اللّٰہِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ۔

(الاعراف: 95 تا 100)

ترجمہ: ’’اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو کبھی تنگی اور کبھی تکلیف سے پکڑ لیا تا کہ وہ تضرّع کریں۔ پھر ہم نے بری حالت کو اچھی حالت سے بدل دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے (اُسے) نظرانداز کر دیا اور کہنے لگے کہ (پہلے بھی) ہمارے باپ دادا کو تکلیف اور آسانی پہنچا کرتی تھی۔ پس ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا جبکہ وہ کوئی شعور نہ رکھتے تھے۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے بھی برکتوں کے دروازے کھول دیتے اور زمین سے بھی۔ لیکن انہوں نے جھٹلا دیا۔ پس ہم نے ان کو اس کی پاداش میں جو وہ کسب کیا کرتے تھے پکڑ لیا۔ تو کیا بستیوں کے رہنے والے اس بات سے امن میں ہیں کہ ہمارا عذاب ان کو رات کے وقت آ لے جبکہ وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اور کیا بستیوں والے اس بات سے امن میں ہیں کہ ہمارا عذاب انہیں ایسے وقت آ لے کہ سورج چڑھ آیا ہو اور وہ کھیل کود میں مصروف ہوں۔ پس کیا وہ اللہ کے منصوبہ سے امن میں ہیں۔ پس اللہ کے منصوبہ سے کوئی امن کے خیال میں نہیں رہتا سوائے نقصان اٹھانے والی قوم کے۔‘‘

(ترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو دین اسلام کی سر بلندی کے لیے حسبِ وعدہ ایک امتی نبی اور مسیح موعود و مہدیٔ معہود بنا کر مبعوث کیا لیکن انبیاء کی سنت کے مطابق آپ کا انکار اور تکذیب کی گئی۔ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کے نشانات کو اس زمانہ میں دوبارہ دکھایا تا کہ لوگوں کے ایمان مضبوط ہوں لیکن مکفرین و مکذبین نے اپنی عادت کے مطابق انکار و تکذیب سے کام لیا۔ تب خدا تعالیٰ کا جوش و غضب بھی بھڑکا اور مخالفین کی پکڑ ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں اس تمام نظام کا ذکر فرمایا اور حضرت مسیح موعودؑ کو نہ صرف مخالفین کے بد انجام کی خبر دی۔ بلکہ دنیا جو خدا سے دوری اختیار کرتی جا رہی ہے اسے خدائے واحد کی طرف نہ آنے کی صورت میں اپنے غضب اور جلال سے حصہ پانے کی بھی خبر دی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

’’میری تائید میں خدا تعالیٰ کے نشانوں کا ایک دریا بہہ رہا ہے جس سے یہ لوگ بے خبر نہیں ہیں اور کوئی مہینہ شاذو نادر ایسا گذرتا ہوگا جس میں کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔ ان نشانوں پر کوئی نظر نہیں ڈالتا۔ نہیں دیکھتے کہ خدا کیا کہہ رہا ہے۔ ایک طرف طاعون بزبانِ حال کہہ رہی ہے کہ قیامت کے دن نزدیک ہیں اور دوسری طرف خارق عادت زلزلے جو کبھی اس طور سے اِس ملک میں نہیں آئے تھے خبر دے رہے ہیں کہ خدا کا غضب زمین پر بھڑک رہا ہے اور آئے دن ایسی نئی نئی آفات نازل ہوتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے طور بدل گئے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی بڑی آفت دکھلانی چاہتا ہے اور ہر ایک آفت جو ظاہر ہوتی ہے پہلے سے اس کی مجھے خبر دی جاتی ہے اور میں بذریعہ اخبار یا رسائل یا اشتہار کے اس کو شائع کر دیتا ہوں۔ چنانچہ میں بار بار کہتا ہوں کہ توبہ کرو کہ زمین پر اس قدر آفات آنے والی ہیں کہ جیسا کہ ناگہانی طور پر ایک سیاہ آندھی آتی ہے اور جیسا کہ فرعون کے زمانہ میں ہوا کہ پہلے تھوڑے نشان دِکھلائے گئے اور آخر وہ نشان دکھلایا گیا جس کو دیکھ کر فرعون کو بھی کہنا پڑا کہ اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ (یونس: 91) خدا عناصر اربعہ میں سے ہر ایک عنصر میں نشان کے طور پر ایک طوفان پیدا کرے گا اور دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے یہاں تک کہ وہ زلزلہ آ جائے گا جو قیامت کا نمونہ ہے تب ہر قوم میں ماتم پڑے گا کیونکہ انہوں نے اپنے وقت کو شناخت نہ کیا یہی معنی خدا کے اِس الہام کے ہیں کہ ’’**دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔**‘‘ یہ پچیس 25 برس کا الہام ہے جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا اور ان دنوں میں پورا ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہیں وہ سنے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 199-200)

پھر فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لئے مامور ہوں پس میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ آفتیں اور یہ زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی اور جیسا کہ امریکہ وغیرہ کے بہت حصے تباہ ہو چکے ہیں یہی گھڑی کسی دن یورپ کے لئے درپیش ہے اور پھر یہ ہولناک دن پنجاب اور ہندوستان اور ہر ایک حصہ ایشیا کے لئے مقدر ہے جو شخص زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 200 حاشیہ)



پنجاب، ہر حصہ ایشیاء، یورپ اور امریکہ میں زلزلہ اور آفات کا ذکر کرنے کے بعد ایسی تباہی کا ذکر فرمایا جس سے ہر قسم کا جاندار متاثر ہوگا۔ اسی کتاب میں پوری دنیا میں آفات و نشانات کے ظہور کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ

’’یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268 تا 269)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی خدا سے دوری اور دنیا داری، لہو و لعب اور سفلی زندگی گزارنے کی وجہ سے بنی نوع پر ہر قسم کے مصائب اور آزمائش کی خبر دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد یہ سمجھنا کہ آپ کی حین حیات کے بعد سلسلۂ آزمائش بند ہو گیا ہے بالکل غلط ہے۔ آپ نے ہر اس جگہ کا نام لے کر بتایا کہ خدا تعالیٰ ایک وقت تک مہلت دے گا اور پھر پہلی اقوام کا نمونہ دکھایا جائے گا۔ اور کوئی تدبیر ان کے کام نہیں آئے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ارضی و سماوی آفات کا بھی ذکر فرمایا جیسا کہ طاعون، زلازل، انسانوں اور چرند پرند میں مری کا پڑنا، طوفان، نوحؑ کا زمانہ، لوطؑ کی زمین کا واقعہ، عناصر اربعہ

میں سے ہر عنصر کا عذاب۔ یہ تمام جائزہ ایک طویل مضمون کا متقاضی ہے۔ ذیل میں حسب موضوع وباؤں او رزلازل کا ایک جائزہ پیش ہے گو ہر نشان سے متعلق کئی فہرستیں دستیاب ہیں۔لیکن اختصار کے پیشِ نظر بڑی بڑی وباؤں اور زلازل کا مختصر جائزہ ہدیہ قارئین ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ کبھی سیلابوں اور طوفانوں کا جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔

عالمگیر وبائیں

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ خوفناک وباؤں نے کئی بار دنیا کا نظام درہم برہم کر کے چھوڑا۔ اور آج اس زمانہ میں ترقیات، تحقیق میں آسانی اور جلد ویکسین کے بنانے کی صلاحیت کے ساتھ گذشتہ وباؤں کے مقابل کورونا وائرس کی وبا کی کوئی حیثیت نہیں۔

ایشیائی یا رشین فلو 1889ء۔ انسانی کورونا وائرس

19ویں صدی عیسوی کی آخری زبردست انفلوئنزا کی وبا نے 1889/1890ء میں دنیا کو متاثر کیا۔ یہ وبا بخارا سے پھوٹی اور دنیا بھر میں ایک ملین لوگ لقمۂ اجل بنے۔ اس وائرس کے بارے میں تحقیقات ہوتی رہیں۔ 2005ء میں ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ یہ انفلوئنزا کی قسم نہیں بلکہ ہیومن کورونا وائرس OC43 تھا۔ نومبر 2020ء میں ڈینش محققین نے ایک تحقیق میں بتایا کہ Covid-19 اور انفلوئنزا 1889ء کی علامات میں مماثلت ہے۔

ہیضے کی وبا

گذشتہ دو صدیوں میں ہیضے کی 7 وبائیں دنیا میں پھیلیں۔ 1817ء سے 1824ء میں کلکتہ ہندوستان سے یہ وبا جنوب مشرقی ایشیا، مشرق وسطیٰ، یورپ، مشرقی افریقہ کے تجارتی رستوں سے پھیلی۔ دوسری وبا 1826ء سے 1837ء کے دوران شمالی امریکہ اور یورپ میں رسائل نقل وحمل کے بڑھنے، ہجرت اور فوجیوں کے آنے جانے کی وجہ سے پھیل گئی۔ تیسری بار 1846ء سے 1860ء کے دوران شمالی افریقہ اور جنوبی امریکہ میں بالخصوص برازیل میں پہلی بار پھیلی۔

چوتھی وبا 1863ء سے 1875ء میں ہندوستان سے نکل کر نیپلز (اٹلی)، اور سپین میں پھیلی۔ 1873ء میں امریکہ میں ایک بار پھر اس وبا نے سر اٹھایا۔

پانچویں بار 1881ء سے 1896ء میں اس وبا نے ہندوستان میں تباہی مچائی اور ایشیا، یورپ اور جنوبی امریکہ تک پھیل گئی۔

ہیضے کا چھٹا طویل آؤٹ بریک 1899ء سے 1923ء تک کے عرصہ میں ہندوستان میں بالخصوص محیط رہا۔ لیکن ہیضہ کی وبا کے بار بار نمودار ہونے اور قریباً ایک صدی سے اس کے جرثومہ پر کی جانے والی تحقیق سے ہیضے کی وبائی نوعیت اور ہیئت زیادہ مؤثر نہ تھی۔ اس عرصہ میں مصر، ایران، ہندوستان، اور فلپائن میں نہایت شدید پھیلاؤ سامنے آیا۔ 1892ء میں جرمنی، 1910ء سے 1911ء کے دوران نیپلز میں خطرناک آؤٹ بریک رہا۔

ہیضہ کا ساتواں پھیلاؤ 1961ء میں انڈونیشیا سے شروع ہوا اور اب تک ترقی پذیر ممالک میں جاری ہے۔ اسے ’کولیرا الطور‘ (El Tor) کہا جاتا ہے۔ یہ پھیلاؤ وہاں سے 1963ء میں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش)، 1964ء میں بھارت، 1966ء میں سوویت یونین، 1973ء میں شمالی افریقہ سے ہوتا ہوا اٹلی جا پہنچا۔ 1970ء میں جاپان میں ہلکی سی وبائی صورت اختیار کی۔ 1970ء میں اڑیسہ اور آذربائیجان کے علاقے Baku میں پھیلا۔ نیز 1970ء میں استنبول کے ایک علاقے میں بھی پھیل گیا اور یروشلم میں بھی کیسز سامنے آئے۔

اسی طرح جنوری 1991ء سے ستمبر 1994ء میں جنوبی امریکہ میں رپورٹ ہوا۔ جولائی 1994ء میں کانگو میں یہ وبا سامنے آئی اور کہا جاتا ہے کہ وبا کی شدت کے ایام میں روزانہ تین ہزار افراد جان گنواتے رہے۔ WHO کے مطابق 2000ء میں افریقی ممالک میں ایک لاکھ 40/ہزار کیس رپورٹ ہوئے۔ جولائی سے دسمبر 2007ء میں گندا پانی پینے کے سبب عراق میں ہیضے کی وبا پھوٹ پڑی اور اس کے بعد یہاں اگست تا اکتوبر 2008ء ہیضے کے 644/مصدقہ کیسز اور 8/اموات بھی ہوئیں۔ اگست 2007ء میں اڑیسہ، بھارت میں دو ہزار افراد متاثر ہوئے۔ مارچ، اپریل 2008ء میں ویتنام کے 20/صوبہ جات میں 2/ہزار 490/افراد ڈائیریا کا شکار ہوئے جن میں سے 377/ہیضہ میں مبتلا تھے۔ 2010ء میں نائیجیریا، ہیٹی، 2011ء میں وینزویلا، 13-2012ء شمالی افریقن اقوام، گھانا، 2012ء میں سیرالیون میں 290/افراد کی موت کے ساتھ 21/ہزار 500/کیسز رپورٹ ہوئے۔ 2013ء میں کیوبا، اکرا (گھانا)، 2015ء میں تنزانیہ، 2017ء میں صومالیہ، یمن (خانہ جنگی کے باعث گندا پانی پینے سے) اور 2018ء زمبابوے میں ہیضہ کی وبا نے ڈیرہ ڈالا۔

طاعون (Indian Plague)

دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ خطرناک طاعون ایشیا میں ظاہر ہوئی۔ 1855ء میں چائنا کے شہر Yunnan سے پھوٹنے والی طاعون کی قسم Bubonic Plague یعنی گلٹیوں والی طاعون آہستہ آہستہ اردگرد کے ممالک میں پھیل گئی۔ اس سے ہلاک ہونے والوں کا اندازہ 12/سے 15/ملین لگایا جاتا ہے۔ ہندوستان بالخصوص پنجاب میں 10/ملین سے زائد لوگوں کی اموات ہوئیں۔ پنجاب میں طاعون کی آمد کی خبر اللہ عزوجل نے پہلے ہی حضرت مسیح موعودؑ کو دے دی تھی اور آپ نے اس طاعون کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان ٹھہرایا تھا۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق 1960ء تک یہ طاعون موجود رہی اور 200/افراد سالانہ کی اموات کی شرح رہی جو اس کے بعد ہر سال کم ہوتی گئی۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ طاعون 1855ء میں ظاہر ہوئی لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت اور خدا تعالیٰ کی جانب سے خبر دیے جانے تک ہندوستان میں داخل نہ ہوئی حالانکہ مشرقی ممالک میں یہ پھیل چکی تھی۔ اور 1896ء میں جدہ اور غیر مصدقہ خبر کے مطابق 1898ء میں مکہ میں بھی ظاہر ہوئی تھی۔

اسی طرح 26/اگست تا 18/اکتوبر 1994ء جنوب وسطی اور مغربی بھارت میں 693/کیسز کے ساتھ 56/اموات رپورٹ ہوئیں۔ جن میں مہاراشٹرا، گجرات، اترپردیش، مدھیاپردیش اور نیو دہلی بھی شامل تھے۔ اس کی تحقیقاتی کمیٹی وبا کا منبع تلاش کرنے میں ناکام رہی۔ وبا کے اختتام پر اعداد و شمار کے مطابق 78/فیصد کیسز سورت کے گردونواح کے تھے۔

ملیریا

ملیریا سب سے عام پائی جانے والی جان لیوا بیماری ہے۔ ملیریا کی بیماری کی تاریخ تو کافی پرانی ہے۔ لیکن اس پر تحقیق کا کام 18ویں صدی کے نصف آخر میں شروع ہوا اور اس پر تحقیقات کے باثمر نتائج 1880ء میں ملے جس پر 1907ء میں نوبیل انعام بھی دیا گیا۔ ہر سال لاکھوں لوگ اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق سال 2019ء میں دنیا بھر میں 229/ملین کیسز رپورٹ ہوئے جبکہ اموات 4/لاکھ 9/ہزار تھیں۔ جبکہ گذشتہ 20/سالوں میں 1.5/ملین لوگ اس سے متاثر اور 7.6/ملین لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

ٹائیفائیڈ

ٹائیفائیڈ کی بیماری بھی ایک عام پائی جانے والی بیماری ہے جو عموماً کھانے اور پانی سے پھیلتی ہے۔ 1880ء میں ہی اس پر تحقیق سامنے آئی۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق تخمیناً ہر سال 11/سے 12/ملین افراد متاثر جبکہ قریباً 1.5/لاکھ اموات ریکارڈ ہوتی ہیں۔

پراسرار نیند کی وبا

1915ء تا 1926ء تک جاری رہنے والی یہ وبا آسٹریا کے شہر Vienna سے ظاہر ہوئی اور اگلے تین سالوں میں دنیا بھر میں پھیل گئی۔ گردن توڑ بخار سے مماثلت رکھنے والی اس بیماری کا جرثومہ دماغ پر حملہ کر کے مریض پر سخت غنودگی طاری کر دیتا تھا۔ دماغی سوزش کے Encephalitis lethargica نامی اس مرض سے مریض ایک بت کی مانند ہلنے جلنے اور بولنے سے قاصر ہو جاتا۔ اس وبا سے قریباً 5/ملین افراد متاثر ہوئے جبکہ وبا نے 1.5/ملین سے زائد لوگوں کو ابدی نیند سلا دیا۔ 1927ء میں یہ وبا جس طرح پراسرار طریق پر ظاہر ہوئی اسی غیر محسوس طریق پر غائب ہو گئی اور آج تک دوبارہ اس کا کوئی مریض سامنے نہیں آیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایڈولف ہٹلر کو بھی لڑکپن میں یہ مرض ہوا تھا۔ 1890ء میں اٹلی میں بھی انفلوئنزا کے بعد ایسی ہی ایک نیند کی بیماری حملہ آور ہوئی تھی۔

ہسپانوی فلو

جنگِ عظیم اوّل کے سبب ملک فرانس سے نکلنے والی اور فروری 1918ء سے اپریل 1920ء تک دنیا کے مختلف علاقوں میں چار لہروں کی صورت میں ظاہر ہونے والی اس وبا سے دنیا کی اس وقت کی ایک تہائی آبادی یعنی 500/ملین سے زائد افراد متاثر ہوئے اور تخمیناً 17/ملین سے 100/ملین افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ایک تحقیق کے مطابق اس کا پہلا کیس امریکہ میں رپورٹ ہوا جنگِ عظیم اول میں چونکہ سپین غیر جانبدار تھا اور جنگ کی خبریں نہیں دے سکتا تھا اس لیے اس کے میڈیا سے فلو کی خبریں بتائی گئیں اور یہ سپینش فلو کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ایشین فلو

1956ء کے اخیر یا اوائل 1957ء میں جنوبی چین کے شہر Guizhou میں اس انفلوئنزا کے ابتدائی کیس رپورٹ ہوئے۔ چین اس وقت تک عالمی ادارہ صحت کا ممبر نہیں تھا اس لیے اس نے ادارہ اور دیگر ممالک کو اس سے متعلق بروقت آگاہ نہیں کیا۔ نتیجۃً یہ ایشیا سے یورپ پہنچی اور وہاں بھی تباہی مچا دی۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق اس وبا نے 1/سے 4/ملین افراد کو ہلاک کیا۔

ہانگ کانگ فلو

13/جولائی 1968ء کو برطانوی ہانگ کانگ میں انفلوئنزا ظاہر ہوا اور 4/ملین سے زائد لوگ ہلاک ہوئے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ چین کے علاقے ’مین لینڈ‘ میں یہ وبا پہلے پھوٹی تھی۔

رشین فلو

1977ء تا 1979ء سوویت یونین میں انفلوئنزا نے سر اٹھایا۔ اس سے قبل مئی 1977ء میں شمالی چین کے علاقے میں یہ وبا نمودار ہو چکی تھی۔ اس وبا نے 25/سال سے کم عمر نوجوانوں بالخصوص پرائمری سکولز کے طلباء اور ملٹری اڈوں کو اپنا نشانہ بنایا اور دنیا بھر میں 7/لاکھ سے زائد اموات ہوئیں۔ یہ وائرس 1946ء سے 1957ء تک دنیا میں پائے جانے والے انفلوئنزا کے ایک وائرس کی کڑی تھا۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ یہ فلو کسی مصنوعی طریق پر لیبارٹری میں تیار کر کے عوام میں پھیلایا گیا۔

HIV اور ایڈز

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ 1920ء میں مغربی افریقہ کے ملک عوامی جمہوریہ کانگو کے شہر کنشاسا میں چمپنزیوں سے HIV کا وائرس انسانوں میں منتقل ہوا۔ 1980ء تک یہ ریکارڈ نہیں کیا گیا کہ HIV سے کتنے لوگ متاثر ہوئے اور کتنوں میں ایڈز کی شکل اختیار کر گیا۔ 1981ء سے اب تک 35/ملین سے زائد افراد اس سے لقمۂ اجل بن گئے ہیں۔

برڈ فلو (Avian Influenza)

انفلوئنزا A ٹائپ کی ایک قسم کا اس وائرس نے پرندوں پر اثر ڈالا جس سے انسان بھی متاثر ہوئے۔ یہ فلو انسانی فلو، سوائن فلو اور ہارس فلو جیسا ہے۔ خصوصاً جھنڈ کی شکل میں بسنے والے پرندوں، فارم میں رکھے جانے والے پرندوں میں زیادہ پھیلا۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق انسان کو اس بیماری کے لگنے کے شواہد نہیں ملے۔ جون 2008ء میں 5/ممالک میں برڈ فلو کے 11/آؤٹ بریک سامنے آئے جن میں چین، مصر، انڈونیشیا، پاکستان اور ویتنام شامل ہیں۔ جبکہ جون 2006ء میں 65/اور جون 2007ء میں 55/آؤٹ بریک سامنے آئے۔ مئی 2020ء میں WHO کی رپورٹ کے مطابق 2003ء سے اب تک 916/افراد ایوین فلو سے متاثر ہوئے جن میں سے 455/اموات ہوئیں۔

سارس کورونا وائرس 2002ء

جنوبی چین میں سال 2002ء میں SARS یعنی Severe Acute Respiratory Syndrome نامی وائرس چمگادڑوں کے ذریعہ مشک بلاؤ (Civet) نامی جانور میں اور پھر انسانوں میں منتقل ہوا۔ مشک بلاؤ ایک ممالیہ جانور ہے جو چین کے بازاروں میں زندہ و گوشت کی صورت میں فروخت ہوتا ہے۔

سارس کورونا 1 (SARS-CoV-1) نامی اس وائرس سے یکم نومبر 2002ء سے 31/جولائی 2003ء تک 29/ممالک میں 8,110/کیسز رپورٹ ......باقی صفحہ 92 پر......

حاصل مطالعہ

میں نے بات کو دوہرا کر کہا کہ مولوی کیوں انکار کریں گے وہ تو وارث قرآن ہیں اس پر وہ بہت طیش میں آکر اور ناراض ہو کر بولے کہ تو دیکھے گا کہ اس وقت مولویوں کا کیا حال ہوگا وہ سخت انکار کریں گے

پہلی بیعت کے الفاظ

مارچ 1889ء میں حضور علیہ السلام قادیان سے لدھیانہ (انڈیا) تشریف لے گئے اور وہاں حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا۔

23 مارچ 1889ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلی بیعت لی۔ اس روز چالیس افراد نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت مولانا نور الدین خلیفة المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ تھے۔ بیعت کے الفاظ درج ذیل تھے:

"آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلاء تھا اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذّات پر مقدم رکھوں گا اور (اشتہار) 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی۔ چاہتا ہوں۔

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبّی اسْتَغْفِرُ اللهَ رَبّی اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبّی مِن کلّ ذَنْبٍ وَ اُتوبُ اِلیه۔ اَشْهد ان لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهٗ لَا شَرِیكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحمَّدًا عَبدُهٗ وَرَسُولُه۔ رَبّ اِنّی ظَلَمتُ نَفسِی وَ اعتَرَفتُ بِذَنْبِی فَاغفِرلِی ذُنُوبِی فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُالذُّنُوبَ اِلَّا اَنتَ" (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 339)

جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی دس شرائطِ بیعت فارم پر درج ہوتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سب کو بار بار پڑھیں اور اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اپنے دوستوں اور افرادِ خاندان کو بھی اس امر کی تلقین کرتے رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کے خطباتِ جمعہ جو "شرائطِ بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں اُن کا بار بار مطالعہ ہماری اصلاح اور رہ نمائی کے لیے بے حد مفید اور بابرکت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام شرائطِ بیعت پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مرسلہ: زرتشت منیر خان۔ ناروے)

حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان تفہیم قرآن

قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں:

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور وہ عز اسمہ جس وقت چاہتا ہے بعض معارف قرآنی میرے پر کھولتا ہے اور اصل منشا بعض آیات کا معہ ان کے ثبوت کے میرے پر ظاہر فرماتا ہے اور میخ آہنی کی طرح میرے دل کے اندر داخل کر دیتا ہے..."

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 21)

آپ جن دنوں براہین احمدیہ تصنیف فرما رہے تھے آپ کو ماموریت کے الہام میں ہی بتایا گیا:

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ"

وہ خدا ہے جس نے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اس کے حقیقی معنوں پر تجھے اطلاع دی

اس الہام کی وضاحت کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کے لئے تین تجلیات ہیں وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے..."

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 66 حاشیہ)

فارسی الاصل مسیح موعود

سورة الجمعة آیت 4 وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ.... جب نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہوں گے مگر بعد میں آئیں گے؟ تین مرتبہ پوچھے جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ

یعنی اگر ایمان ثریا پر یعنی آسمان پر بھی اٹھ گیا ہوگا تب بھی ایک آدمی فارس الاصل پیدا ہوگا اس کو واپس لائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"یہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ایک شخص آخری زمانہ میں فارسی الاصل پیدا ہوگا اس زمانے میں جس کی نسبت لکھا گیا ہے کہ قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی وہ زمانہ ہے جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ اور یہ فارسی الاصل وہی ہے جس کا نام مسیح موعود ہے..."

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 304)

شہادت الملہَمین

ایک بزرگ مجذوب باخدا گلاب شاہ ضلع لدھیانہ پنجاب انڈیا کے ایک گاؤں جمال پور میں رہتے تھے۔

ان کے شاگرد کریم بخش صاحب نے ان کی مندرجہ ذیل پیشگوئی حلفیہ قلمبند کروائی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب نشان آسمانی (شہادت الملہَمین) میں شامل فرمایا۔ یہ کتاب جون 1892ء میں ریاض ہند پریس امرتسر سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ اس میں حضورؑ فرماتے ہیں:

"میاں گلاب شاہ مجذوب کی پیشگوئی جیسا کہ میاں کریم بخش نے قسم کھا کر بیان کی...

اس بزرگ درویش نے ایک دفعہ میرے پاس بیان کیا کہ عیسیٰ جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آوے گا اور قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور فیصلہ قرآن کے ساتھ کرے گا اور پھر فرمایا کہ فیصلہ قرآن پر کرے گا اور مولوی انکار کریں گے اور پھر فرمایا کہ مولوی لوگ سخت انکار کریں گے۔ مَیں نے ان سے پوچھا کہ قرآن تو خدائے تعالیٰ کا کلام ہے کیا اس میں غلطیاں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں بن گئیں اور شاعری زبان پھیل گئی اس لئے غلطیاں پڑ گئیں (یعنی مبالغہ پر مبالغہ کر کے حقیقتوں کو چھپایا گیا جیسے شاعر چھپاتے ہیں) عیسیٰ جب آئے گا تو ان سب غلطیوں کو نکالے گا اور فیصلہ قرآن سے کرے گا پھر کہا کہ فیصلہ قرآن پر کرے گا۔ اس پر میں نے کہا کہ مولوی تو قرآن کے وارث ہیں وہ کیوں انکار کریں گے تب انہوں نے جواب دیا کہ مولوی سخت انکار کریں گے پھر میں نے بات کو دوہرا کر کہا کہ مولوی کیوں انکار کریں گے وہ تو وارث قرآن ہیں اس پر وہ بہت طیش میں آکر اور ناراض ہو کر بولے کہ تو دیکھے گا کہ اس وقت مولویوں کا کیا حال ہوگا وہ سخت انکار کریں گے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ عیسیٰ جوان تو ہوگیا مگر وہ کہاں ہے انہوں نے کہا کہ بیچ قادیان کے (یعنی قادیان میں) تب میں نے کہا کہ قادیان تو لدھیانہ سے تین کوس کے فاصلے پر ہے اس جگہ عیسیٰ کہاں ہیں اس وقت انہوں نے اس کا جواب نہ دیا مگر دوسرے وقت میں انہوں نے اس بات کا جواب دے دیا جس کو بباعث امتداد مدت کے میں پہلے لکھ نہ سکا اب یاد آیا کہ آخر میں کئی دفعہ انہوں نے فرمایا کہ وہ قادیان بٹالہ کے پاس ہے اس جگہ عیسیٰ ہے اور جب انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ عیسیٰ قادیان میں ہے اور اب جوان ہوگیا تو میں نے انکار کی راہ سے ان کو کہا کہ عیسیٰ مریم کا بیٹا تو آسمان پر زندہ موجود ہے اور خانہ کعبہ پر اترے گا یہ کون عیسیٰ ہے جو قادیان میں ہے اور جوان ہوگیا۔ اس کے جواب میں وہ بڑی نرمی اور سلوک کے ساتھ بولے اور فرمایا کہ وہ عیسیٰ بیٹا مریم کا مر گیا ہے وہ پھر نہیں آئے گا اور میں نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ عیسی بیٹا مریم کا مر گیا ہے وہ پھر نہیں آئے گا اللہ نے مجھے بادشاہ کہا ہے میں سچ کہتا ہوں جھوٹ نہیں کہتا۔ پھر انہوں نے تین مرتبہ خود بخود کہا کہ وہ عیسیٰ جو آنے والا ہے اس کا نام غلام احمد ہے اور میں نے اگرچہ بہت سی پیشگوئیاں گلاب شاہ کی پوری ہوتی دیکھیں تھیں لیکن اس پیشگوئی کے باب میں میں کہ آنے والا عیسیٰ قادیان میں ہے اور اس کا نام غلام احمد ہے ہمیشہ گلاب شاہ کا مخالف ہی رہا جب تک کہ اس کو پورے ہوتے دیکھ لیا..."

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 405 تا 409)

اصحاب کہف والرقیم میری جماعت ہے

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول نے حضرت خلیفہ ثانی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ حضور علیہ السلام سے اصحاب کہف کے متعلق جاکر پوچھیں۔

یہ غالباً 1906ء کی بات ہے حضرت صاحب اس وقت مضمون لکھ رہے تھے جب حضرت خلیفہ ثانی (اس وقت حضور کی عمر چھوٹی تھی) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اصحاب کہف کے واقعہ کے متعلق سوال کیا اور ساتھ ہی حضرت خلیفہ اول کا خیال بھی مختصر طور پر بیان کیا (حاشیہ حضرت خلیفة المسیح اول اصحاب الکہف کو پیشگوئی کے رنگ میں انگریزوں پر چسپاں فرمایا کرتے تھے....) تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سن کر فرمانے لگے جاؤ غلط ہے اصحاب الکہف والرقیم میری جماعت ہے یہ میرا الہام ہے"

(ریویو آف ریلیجنز اردو جون 1921ء)

(مرسلہ: محمود مجیب اصغر)

☆...☆...☆

گرمولا ورکاں کی مسجد احمدیہ کے مینار مسمار اور کلمہ توحید مٹائے جانے پر

پھر کلمۂ توحید پہ گندا وار کیا ہے ملّا نے
پھر مسجد کے میناروں کو مسمار کیا ہے ملّا نے
کیوں قہر الٰہی نہ ٹوٹے اس ظلم کی اندھی بستی پر
جہاں اللہ والوں کا جینا دشوار کیا ہے ملّا نے

(مبارک احمد ظفر)

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (القرآن) خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ (الحدیث)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے اہل خانہ اور بیٹیوں سے حسن معاشرت وحسن سلوک

(سید شمشاد احمد ناصر مربی سلسلہ امریکہ)

''میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی بچوں کے لئے دعا نہیں کرتا''

''یوم مسیح موعود'' کے مبارک موقع پر خاکسار نے مناسب سمجھا کہ آپ علیہ السلام کی سیرت کے اس پہلو کو بیان کیا جائے کہ آپ نے قرآن کریم کے ارشاد وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور پیارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرمان خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ پر کس طرح عمل کر کے دکھایا۔

اصل میں تو آنحضرت ﷺ اسوۂ حسنہ ہیں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپؐ ہی کے نمونہ کو دوبارہ دنیا میں قائم اور زندہ کیا۔ اس کے ساتھ آپؑ نے افراد جماعت کو تلقین فرمائی کہ وہ آپؐ کے نمونہ کو اپنائیں۔

پہلی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی مشیت کے تحت دومرتبہ شادی کرنے کا اتفاق ہوا۔ پہلی شادی آپ کی بعثت کے زمانہ سے پہلے ہوئی جبکہ آپ ابھی کسی حیثیت سے بھی پبلک میں نہ آئے تھے۔

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اپنی کتاب ''سیرت مسیح موعودؑ'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کے خسر اول آپ کے ماموں تھے اور وہ قادیان ہی میں رہتے تھے۔ اس خاندان کے ساتھ آپ کے خاندان کے تعلقات دیرینہ چلے آتے تھے۔ کیونکہ وہ خاندان اپنے صحیح النسب ہونے کے لحاظ سے ممتاز اور مشار الیہ تھا۔ اگرچہ دولت و اقبال کے لحاظ سے وہ اس خاندان کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں کھاتا تھا۔ تاہم وہ چیز جو خاندانی شرافت اور نجابت کے لئے ضروری سمجھی گئی ہے اس میں موجود تھی۔ مرزا جمعیت بیگ صاحب آپ کے ماموں اور خُسر یہاں ہی رہتے تھے اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شادی تجویز ہوئی تو اس کے ساتھ ہی نکاح ہوگیا۔ کوئی دھوم دھام اور کوئی رسم آپ کے نکاح میں عمل میں نہ آئی۔ یہ تصرف الٰہی تھا چونکہ آپ مامور ہونے والے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عمر جہاں تک واقعات سے پتہ چلتا ہے اس وقت 15سال سے زیادہ نہ تھی۔''

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت پہلے سے خلوت نشینی کی تھی اور عام طور پر آپ کے اوقات عبادت و توجہ الی اللہ اور مطالعہ دینی میں گزرتے تھے اور آپ دنیا اور اس کی دلفریبیوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت ہی نہ پا سکتے تھے......''

آپ لکھتے ہیں کہ

''اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اختیار میں ہوتا اور آپ سے شادی کے متعلق مشورہ لیا جاتا تو شاید آپ ابھی اس کے لئے آمادگی ظاہر نہ کرتے اور انکار کر دیتے مگر آپ ماں باپ کے نہایت ہی سعادت مند اور سعادت گزار فرزند تھے۔ اس لئے جب حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم نے تجویز کی اس پر راضی ہو گئے اور کوئی عذر نہیں کیا... آپ اپنے مشاغل دینیہ کو جاری رکھتے ہوئے معاشرہ کے فرائض کو بھی ادا کر رہے تھے۔ اس زمانے میں کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ آپ نے اپنے گھر میں کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا ہو۔ جہاں تک آپ کے امکان میں تھا اور جن امور کا تعلق آپ کی ذات سے تھا حسن معاشرت کے پہلو اور خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ کی تعلیم کو ہمیشہ مدنظر رکھا اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے دو صاحبزادے خان بہادر مرزا سلطان احمد اور مرحوم مرزا فضل احمد صاحب عطا فرمائے۔ اس کے بعد آپ کا دینی شغل دن بدن بڑھتا گیا اور آپ کی توجہ روحانی علوم اور منازل سلوک طے کرنے کی طرف ترقی کرتی گئی اور آپ اس شغل میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ دنیا سے آپ کی توجہ بالکل جدا ہوگئی۔ اس عرصہ میں آپ حسن سلوک اور شفقت کے کسی پہلو کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

لیکن جب آپ کی دوسری شادی ہوگئی اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلقات پہلی بیوی کے ساتھ جہاں تک ضروریات زندگی کا تعلق ہے بہت اچھے تھے، آپ ان کی ضروریات کا تکفل فرماتے اور باقاعدہ اخراجات دیتے رہتے تھے، دوسری شادی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے رعایت، انصاف اور عدل کا احساس کامل فرمایا۔''

ملکہ کی حکومت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ یقیناً ایک خیر الناس وجود تھے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت درجہ پاکیزہ اور حسن و احسان کی خوبیوں سے معمور تھا... حضرت مسیح موعودؑ ایک بہترین خاوند اور بہترین باپ تھے اور گھر کے اس بہشتی ماحول اور اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی وجہ سے جماعت احمدیہ کی مستورات، اپنے خانگی تنازعات میں حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا ایک زبردست سہارا اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک نہایت مضبوط ستون خیال کرتی تھیں کیونکہ انہیں یہ یقین تھا کہ ہماری ہر شکایت نہ صرف انصاف بلکہ رحمت و احسان کے جذبات کے ساتھ ہی سنی جائے گی۔ مجھے وہ لطیفہ نہیں بھولتا جبکہ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے عہد حکومت میں ایک دفعہ ایک معزز احمدی نے کسی خانگی بات میں ناراض ہو کر اپنی بیوی کو سخت سست کہا، بیوی بھی حساس تھیں وہ خفا ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر آ گئیں اور ہماری والدہ صاحبہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ تک اپنی شکایت پہنچائی۔ دوسری طرف وہ صاحب بھی غصہ میں جماعت احمدیہ کے ایک نہایت معزز فرد حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم کے پاس آئے کہ ان کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ تک اپنے حالات پہنچائے جائیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ مرحوم کی طبیعت نہایت ذہین اور بامذاق تھی۔ ان دوست کی بات سن کر کہنے لگے میاں تم جانتے نہیں کہ آجکل ملکہ کا راج ہے۔ پس میرا مشورہ یہی ہے کہ چپکے سے اپنی بیوی کو منا کر گھر لے جاؤ اور جھگڑے کو لمبا نہ کرو۔ چنانچہ ان صاحب نے ایسا ہی کیا اور گھر کی ایک وقتی ناراضگی پھر امن اور خوشی کی صورت میں بدل گئی۔ لطیفہ اس بات میں یہ تھا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جو یہ کہا کہ آجکل ملکہ کا راج ہے اس سے ان کی مراد تھی کہ جہاں آجکل انگریزی حکومت کی باگ ڈور ایک ملکہ کے ہاتھ میں ہے وہاں جماعت احمدیہ کی روحانی بادشاہت میں بھی جہاں تک اس قسم کے خانگی امور کا تعلق ہے حضرت مسیح موعودؑ اپنے گھر والوں کی بات کو زیادہ وزن دیتے ہیں اور عورتوں کی ہمدردی اور ان کے حقوق کا آپ کو خاص خیال رہتا ہے۔''

چنانچہ حضور علیہ السلام کے اس حسن سلوک کو دیکھ کر گھر کی سیدھی سادھی خدمت گار خواتین بھی آپس میں کہتیں ''مِرجا بیوی دی گل بڑی مندا اے''۔

(سیرت و سوانح حضرت اماں جانؓ صفحہ 108)

حضرت مسیح موعودؑ کی خوشگوار ازدواجی زندگی کا راز ''دعا'' تھی جو آپ ہر وقت اپنے بیوی بچوں کے لئے کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:

''میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی بچوں کے لئے دعا نہیں کرتا''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 562-563 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضرت اماں جانؓ کی صحت کا خیال

حضرت مسیح موعودؑ حضرت اماں جان کی صحت کا بھی بہت خیال فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ تحریر کرتی ہیں کہ حضرت اماں جانؓ کی ایک بار آنکھیں دکھنے آئیں اور بہت تکلیف تھی مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ تین تین بار حضرت اماں جانؓ کو سورۃ یٰسین سناتے تھے۔ ''حضرت اماں جانؓ فرمایا کرتی تھیں لوگوں نے اس سورۃ مبارکہ کو یوں ہی صرف موت کے وقت کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔''

حضرت اماں جانؓ جب بھی بیمار ہوتیں حضرت مسیح موعودؑ آپ کی تیمارداری میں لگ جاتے اور بار بار دوائیں بدل کر دیتے۔ دیکھتے اور پھر دردِ دل سے دعاؤں میں بھی لگ جاتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو الہامات کے ذریعہ صحت کی خوشخبری بھی دیتا۔ ایک الہام آپ کا اس سلسلہ میں یہ ہے۔

رَبِّ اَصِحَّ زَوْجَتِيْ هٰذِهٖ یعنی اے میرے خدا میری اس بیوی کو بیمار ہونے سے بچا اور بیماری سے تندرست کر۔

ایک دفعہ آپؑ دعا کر رہے تھے تو آپ کو الہام ہوا:

''رَبِّ اشْفِ زَوْجَتِيْ هٰذِهٖ وَاجْعَلْ لَهَا بَرَكَاتٍ فِي السَّمَاءِ وَ بَرَكَاتٍ فِي الْاَرْضِ'' اے میرے رب میری بیوی کو شفا بخش اور اس کے لئے آسمانی برکتیں اور زمینی برکتیں عطا فرما۔''

حضرت مسیح موعودؑ حضرت اماں جانؓ کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور ضرورتوں کا بھی خیال فرماتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت اماں جانؓ اور حضرت اماں جی (حضرت مولوی نور الدین کی بیگم صاحبہ) اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ساتھ چند روز کے لئے تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے لاہور تشریف لے گئیں۔ 4/جولائی 1907ء کو یہ قافلہ لاہور روانہ ہوا اور 14/جولائی 1907ء کو واپس بٹالہ پہنچا۔ حضرت اقدسؑ جو حسنِ معاشرت کا ایک کامل نمونہ تھے اپنی حرم محترم کے استقبال کے لئے چند خدام سمیت، عازم بٹالہ ہوئے۔ حضور پالکی میں سوار تھے اور قرآن کھول کر سورۃ فاتحہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب بٹالہ پہنچے تو بٹالہ سے تحصیلدار رائے بسمل خان صاحبؓ نے اپنے مکان کے متصل اسٹیشن کے قریب ہی آپ کے لئے ایک آرام دہ جگہ کا انتظام کر دیا اور ...دوپہر کا کھانا تناول فرما کر حضورؑ اپنی حرم محترم کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپ کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے گاڑی آ چکی تھی اور حضرت اماں جانؓ آپ کو تلاش کر رہی تھیں چونکہ ہجوم بہت زیادہ تھا اس لئے تھوڑی دیر تک آپ انہیں نظر نہیں آ سکے۔ پھر جب آپ پر نظر پڑی تو ''محمود کے ابا'' کہہ کر آپ کو اپنی طرف متوجہ کیا اس پر حضرت اقدس آگے بڑھے اور اپنے زوجہ محترمہ سے مصافحہ کیا اس کے بعد حضور واپس اپنے فرودگاہ پر سب کو لے کر تشریف لائے اور دوپہر کا وقت گزار کر پچھلے پہر عازم قادیان ہوئے اور شام کے قریب بخیریت پہنچ گئے۔

(حیات طیبہ از شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 341)

حضرت مسیح موعودؑ کی نگاہ میں ایک بیوی کا مقام

حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی پہلی بیگم صاحبہ 1897ء میں فوت ہوگئی تھیں حضرت اقدسؑ نے ان کو ایک تعزیت کا خط لکھا جس میں میاں بیوی کے تعلقات پر روشنی ڈالی۔ یہ خط آئینہ ہے ان خیالات کا جو آپ کے اندر موجود تھے اور اس آئینہ میں ہم کو آپ کی عائلی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا: درحقیقت اگرچہ بیٹے بھی پیارے ہوتے ہیں بھائی اور بہنیں بھی عزیز ہوتی ہیں۔ لیکن میاں بیوی کا علاقہ ایک الگ علاقہ ہے۔ جس کے درمیان اسرار ہوتے ہیں۔ میاں بیوی ایک ہی بدن اور ایک ہی وجود ہو جاتے ہیں ان کو

صدہا مرتبہ اتفاق ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی جگہ سوتے ہیں وہ ایک دوسرے کا عضو ہوجاتے ہیں۔ بسااوقات ان میں ایک عشق کی سی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس محبت اور باہم اُنس پکڑنے کے زمانہ کو یاد کر کے کون دل ہے جو پُر آب نہیں ہوسکتا یہی وہ تعلق ہے چند ہفتہ باہر رہ کر آخر فی الفور یاد آتا ہے۔ اس تعلق کا خدا نے بار بار ذکر کیا ہے کہ باہم محبت اور اُنس پکڑنے کا یہی طریقہ ہے بسااوقات اس تعلق کی برکت سے دُنیوی تلخیاں فراموش ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ انبیاء بھی اس تعلق کے محتاج تھے۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی غمگین ہوتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے ارحنا یا عائشۃ ہمیں خوش کر کہ ہم اس وقت غمگین ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ اپنی پیاری بیوی، پیارا رفیق انہیں عزیز ہے جو اولاد کی ہمدردی میں شریک غالب اور غم دور کرنے والی خانہ داری کے معاملات کی متولی ہوتی ہے۔

اگرچہ یہ خط حضرت نواب صاحب کے نام ہے مگر اس میں بیوی کی حقیقت اور اس کے تعلق کی مٹھاس اور شیرینی پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے اور بتلایا ہے کہ انبیاء اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس تعلق کے محتاج تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انبیاء پر بعض اوقات غم اور فکر کے ایسے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں کہ اگر ان کو فوق القوۃ طاقت نہ ملی ہو تو شاید وہ ان مصائب کو اٹھا نہ سکیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اگر کوئی انسانی ہستی ان پاک وجودوں کی راحت کا باعث بن سکتی ہے اور ان کے غم کے بوجھ کو ہلکا کرسکتی ہے تو وہ صرف اور صرف پاک بیوی ہی ہوسکتی ہے۔

(سیرت حضرت اماں جان صفحہ 118، 119، 124)

اہل خانہ سے معاشرت اور حسن سلوک کے بعد خاکسار مضمون کے دوسرے حصہ کی طرف آتا ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں بتایا جاچکا ہے کہ موجودہ معاشرے میں بھی خواتین کی عزت کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ اور لوگ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے بے خبر ہیں۔ اس زمانے میں اب بھی بعض ممالک کی خواتین کو زنداں کی صورت میں گھروں میں قید رکھا جاتا ہے یہی حال بچیوں کی پیدائش پر بھی ہوتا ہے۔ لوگ بالکل اسی طرح جس طرح قرآن شریف میں عرب کی حالت کے سلسلہ میں بیان فرماتا ہے کہ جس کے گھر میں بچی پیدا ہوتی ہے اس کا منہ سیاہ پڑجاتا ہے اور وہ اسے اپنی ذلت تصور کرتا ہے۔ یہی حالت اس وقت بھی پائی جاتی ہے۔ جس گھر میں بچیاں ہوجائیں اسے منحوس اور اس عورت پر بھی گھر والے خصوصاً سسرال والے ظلم ڈھاتے ہیں۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی بچیوں کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت کے واقعات لکھنے سے پہلے ایک دو چیزیں اور بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حدیث نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

''جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں کہ اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی''۔

(اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 462 طبرانی)

بیٹیوں والے کو تسلّی

اوسؓ نامی ایک انصاری ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے ان کے چہرے پر کچھ غم کے آثار دیکھے اور پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری کئی بیٹیاں ہیں ان کی وجہ سے میرا دل غمگین رہتا ہے۔ اور میں تو ان کی موت کی دعا مانگتا رہتا ہوں۔ یہ سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دیکھو لڑکیوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ یہ لڑکیاں نعمت کے وقت شکر کرنے والی ہیں۔ مصیبت کے وقت تمہاری ہمدردی میں رونے والی ہوتی ہیں۔ اور تمہاری بیماری کے وقت تیمار داری اور خدمت کرنے والی ہوتی ہیں۔ ان کا بوجھ زمین پر ہے۔ ان کی روزی اللہ کے ذمہ ہے۔ پھر کیوں تم ناحق رنج کرتے ہو۔''

(تشحیذ الاذہان مئی 1988ء ماخوذ از رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بچے صفحہ 66)

بچیوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور چھوٹی صاحبزادی حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ تھیں۔ خاکسار ہر دو کے کچھ واقعات لکھنا چاہتا ہے جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا۔ اور آپ ان کی کس طرح تربیت اور دلداری فرماتے تھے۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ خود فرماتی ہیں کہ

''میں پیسے مانگتی تو جو پہلی بار ہاتھ میں آجاتا پکڑا دیتے جو اکثر میری طلب سے زیادہ ہوتا تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے کہ ''تمہاری قسمت ہے، تھوڑا مانگتی ہو بہت ہاتھ میں آجاتا ہے۔ اب یہی لو۔ میں واپس کیوں رکھوں۔''

آپ بچوں کو نصیحت آموز کہانیاں بھی سناتے

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ

''ایک بار آپ باغ میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے میں اور مبارک ایک کچھوا آپ کو دکھانے کو لائے پھر آپ نے فرمایا آؤ آج تم کو محرّم کی کہانی سنائیں۔ ہم دونوں پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے شہادت حضرت امام حسینؓ کے واقعات سنانا شروع کئے۔ فرمایا وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ ان کو منافقوں نے، ظالموں نے بھوکا، پیاسا کربلا کے میدان میں شہید کردیا۔ فرمایا اس دن آسمان سرخ ہوگیا تھا۔ چالیس روز کے اندر قاتلوں، ظالموں کو خدا تعالیٰ کے غضب نے پکڑلیا کوئی کوڑھی ہوکر مرا، کسی پر کوئی عذاب آیا اور کسی پر کوئی، یزید کے ذکر پر یزید پلید فرماتے تھے۔ کافی لمبے واقعات آپ علیہ السلام نے سنائے۔ حالت یہ تھی کہ آپؑ پر رقت طاری تھی آنسو بہنے لگتے تھے۔ جس کو اپنی انگشت شہادت سے پونچھتے جاتے تھے۔ وہ کیفیت مجھے ہمیشہ یاد آتی ہے۔''

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 25)

آپؓ بیان کرتی ہیں کہ

''ایک شام آسمان پر ہلکے ہلکے ابر میں خوبصورت رنگ برنگ کی دھنک دیکھ کر ہم سب بچے خوش ہو رہے تھے آپ اس وقت صحن میں ٹہل رہے تھے... میں نے کہا ''یہ جو کمان ہے اس کو سب لوگ پنجابی میں مائی بڈھی کی پینگ کہتے ہیں اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں۔ فرمایا اس کو عربی میں ''قوس قزح'' کہتے ہیں مگر تم اس کو ''قوس اللہ'' کہو۔ نیز فرمایا کہ قوس قزح کے معنی شیطان کی کمان کے ہیں''۔ یہ بات مجھے ہمیشہ یاد رہی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زبان میں معجزانہ اثر تھا۔ آپ نہ بات بات پر ٹوکتے نہ شوخیوں پر جھڑکنے لگتے بلکہ انتہائی نرمی سے فرماتے کہ یوں نہ کرو۔ جس بات سے آپ نے منع کیا مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھول کر بھی وہ بات پھر کی ہو۔ وہ پیار بھری زبان معجز بیان کہ ایک بار کہا پھر عمر بھر کو اس بات سے طبیعت بے زار ہوگئی۔

مجھے اور مبارک احمد کو قینچی سے کھیلتے دیکھ کر تنبیہ فرمائی کیونکہ قینچی کی نوک اس وقت میں نے مبارک احمد کی طرف کر رکھی تھی فرمایا: ''کبھی کوئی تیز چیز قینچی، چھری، چاقو اس کے تیز رخ سے کسی کی طرف نہ پکڑاؤ اچانک لگ سکتی ہے۔ کسی کی آنکھ میں لگ جائے کوئی نقصان پہنچے تو اپنے دل کو بھی ہمیشہ پچھتاوا رہے گا اور دوسرے کو تکلیف'' یہ عمر بھر کو سبق ملا اور آج تک یاد ہے''

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 3 تا 4)

آپ کی ایک روایت یہاں درج کرتا ہوں۔

''ایک دفعہ ہمارے گھر میں کچھ احمدی مہمان عورتیں آئی ہوئی تھیں۔ انہی میں مل کر ایک عورت چادر میں لپٹی لپٹائی بیٹھی تھی۔ جب رات ہوئی تو اس نے کچھ فضول باتیں کرنی شروع کر دیں۔ ایک دو لڑکیوں اور عورتوں نے مجھے بتلایا کہ یہ عورت کہہ رہی ہے کہ ''نبی کیا ایسے ہوتے ہیں کہ پلاؤ بھی کھالیں اور انڈے بھی، مرغی بھی؟'' میں نے اُسی وقت جاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا ''ابّا! ایک عورت نیچے بیٹھی ہے وہ کہتی ہے کہ کیا نبی ایسے ہوتے ہیں کہ پلاؤ بھی انڈے مرغی بھی کھالیں!''

آپ علیہ السلام اس وقت کسی خاص غور وفکر کی حالت میں بالکل سیدھے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ بڑے جوش کی حالت میں اُسی طرح سیدھے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''کیا بدبخت سمجھتے ہیں کہ تمام پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ہی پیدا کی ہیں اپنے پیاروں کے لئے نہیں؟''

اس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر ایک خاص کیفیت کا عالم طاری تھا۔ اور یہی اثر میرے دل پر پڑا اور رہا کہ یہ جوش اور غصہ آپ علیہ السلام کو محض اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ لفظ نبی کے تحت آیا تھا۔ اور یہ غیرت اسی مقام کے لئے تھی جو آپ کو عطا ہوا اور سب سے بڑھ کر اپنے محبوب آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ آپ کو یہ خیال بھی آیا ہوگا کہ یہ چیزیں اس زمانہ میں نہ تھیں اگر اس وقت ہم ہوتے اور یہ بعض خاص کھانے وغیرہ بھی ہوتے تو ہم اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بھی پیش کرتے۔''

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 28 تا 29)

خاکسار اور خاکسار کے ساتھی مربیان کو یہ سعادت نصیب ہے کہ حضرت مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق مبلغ رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ، سابق امیر ومشنری انچارج امریکہ جب سیکرٹری حدیقۃ المبشرین تھے تو انہوں نے ہماری سب مربیان کی ملاقات حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے کروائی تھی۔ ہم سب باہر کھڑے تھے تو دروازے کے پیچھے سے آپ نے چند روایات سنائیں اور اُن میں سے ایک یہی روایت ہے جو اوپر درج ہوچکی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

آپؓ بہت پاک صورت تھیں حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کی بہت مشابہت تھی۔ آپؓ غیرمعمولی طور پر ذہین تھیں۔ تین ساڑھے تین سال کی عمر میں خوب باتیں کرتی تھیں۔ چنانچہ صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر کرتے ہیں:

''گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف چار سال کی تھی مگر آپ اس کم سنی میں بھی فطری طور پر ودیعت شدہ قابلیتوں کی بنا پر بہت ذہین اور ہوش مند بچی تھیں۔ آپ کی اس فطری ذہانت اور ہوشمندی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے ایک مقام کی تفسیر کے بیان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید کر دیا ہے:

''حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد میں بولنے لگے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینے کے بولنے لگے اس سے یہ مطلب ہے کہ جب وہ چار برس کے ہوئے کیونکہ یہ وقت تو بچوں کے پنگھوڑوں میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لئے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ ہماری لڑکی امۃ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے۔''

(تفسیر آل عمران:35)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ایک قرآنی صداقت کے اظہار کے علاوہ اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ آپ ایک محبت کرنے والے باپ تھے اور جیسے ہر محبت کرنے والا باپ اپنی اولاد کی بچپن کی حرکات اور خصوصیات کو قلبی محبت سے یاد رکھتا ہے اور ان کو بیان بھی کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ہماری پھوپھی کی خداداد ذہانت اور ہوش مندی کو یاد رکھا اور اس کو ایک قرآنی آیت کی تفسیر میں بیان کر کے ہماری پھوپھی کو حیات جاوداں بخشی۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیر کے لیے تشریف لے جانے لگے تو خادمہ نے آکر اطلاع دی کہ حضرت اماں جانؓ فرماتی ہیں کہ امۃ الحفیظ رو رہی ہیں اور بضد ہیں کہ اپنے ابا جان کے ساتھ باہر جانا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا اس کو لے آؤ چنانچہ خادمہ امۃ الحفیظ بیگم کو باہر لے کر آئی تو آپ نے ان کو گود میں اٹھا لیا اور آپ اپنی گود میں اٹھائے سیر کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔

(ماخوذ از ''دختِ کرام'' صفحہ 317-318)

اور یہ کوئی عجیب بات نہیں تھی حضرت مسیح موعودؑ بچوں کے احساسات کا خیال کرتے تھے جیسا کہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ بچوں کو گود میں اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا کرتے تھے اور سیر میں بھی اٹھا لیا کرتے۔ صاحبزادی امۃ النصیر کی وفات پر ان کا جنازہ بھی اپنے ہاتھوں پر اٹھایا تھا اور چھوٹے بازار سے باہر نکلنے تک یعنی اڈا خانہ تک ہی اٹھائے ہوئے لے گئے تھے۔ یہ تمام واقعات حضور کی کمال شفقت اور محبت پر دلالت کرتے ہیں۔

خوشی کی تقاریب میں شرکت

بچوں کی ہر قسم کی خوشی کی تقریبوں کو آپ مناتے اور ان میں شریک ہوتے۔ آمین کے جلسے ہوتے تھے۔ اور اس تقریب پر سچی اور حقیقی خوشی کا اظہار ہوتا تھا اور نمونہ دکھایا جاتا تھا۔ مگر یہ تقریبیں مسنون اور معروف ہوتی تھیں۔ آپ یہ کبھی پسند نہ فرماتے تھے کہ ان تقریبات پر کسی قسم کا کوئی ایسا فعل ہو جو خلاف شریعت اور خلاف سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ بچوں کے عقیقہ کی تقریب تو ان کے بچپن کے ایسے وقت ہوتی ہے کہ ان کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ البتہ آمین کی تقریب ایسی تھی کہ وہ محسوس کرتے تھے اور جانتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ ان تقریبوں کی کیفیت اور اس وقت کے جذبات کا اظہار ہر ایک آمین سے ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ ثانیؓ (مرزا بشیر الدین محمود احمد) کی آمین کی تقریب کے بعد پھر تمام بچوں کی آمین کی ایک ہی تقریب تھی اور ہر دو آمین کی تقاریب شائع شدہ ہیں۔

غرض حضورؑ بچوں کی خوشیوں کی تقریب میں شریک ہوتے تا کہ ان کی خوشی دوبالا ہو جاوے۔ اور ایسی تقریب کا بابرکت ہو جانا تو ظاہر بات ہے۔ اکثر لوگ بچوں کی معصوم غلطیوں پر توجہ نہیں دیتے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس عمر میں بھی آپ کی تربیت کا خیال تھا جیسا کہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ روایت کرتی ہیں:

''میری ہمشیرہ امۃ الحفیظؓ بالکل چھوٹی سی تھیں کسی جاہل خادم سے ایک گالی سیکھ لی اور توتلی زبان میں حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کسی کو دی۔ آپ نے بہت خفگی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ اس چھوٹی عمر میں جو الفاظ زبان پر چڑھ جاتے ہیں وہ دماغ میں محفوظ بھی رہ جاتے ہیں اور بعض دفعہ انسان کی زبان پر مرتے وقت جاری ہو جاتے ہیں۔ بچے کو فضول بات ہرگز نہیں سکھانی چاہئے۔''

حضورؑ نے حضرت اماں جانؓ کی خرابی صحت اور آرام کی وجہ سے آپ کے لیے ایک کھلائی کا انتظام کیا جس کے بارے میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ایک تحریر پڑھیے۔ آپ فرماتی ہیں:

''ایک چھوٹی سی بات لطیفہ ہی سمجھ لیں۔ یاد آگئی ہے وہ بھی سن لیں۔ ہمشیرہ امۃ الحفیظ کے لئے ایک کھلائی (دایا) کا آپ نے کسی احمدی بھائی کو لکھ کر انتظام کروایا تھا۔ پنڈی سے کسی بھائی نے ایک بہت صاف ستھری ہوشیار عورت کو بھجوا دیا تھا بہت بہتر معلوم ہوتی تھیں۔ وفا بیگم نام تھا۔ وعدہ لیا گیا کہ بچی کو چھوڑ کر نہیں جانا ہوگا اور جب تک ہوشیار ہو جائے اس کو پالنا ہوگا۔ وفا بیگم نے بڑے وثوق سے عہد کئے تھے کہ ہرگز چھوڑ کر نہیں جاؤں گی وغیرہ کام بھی اچھا کرتی تھیں۔ مگر ایک روز صبح دیکھا گیا کہ وفا بیگم چپکے سے رات کو لڑکی کو چھوڑ کر غائب ہو گئیں جب یہ خبر حضرت مسیح موعودؑ کو اوپر پہنچائی گئی تو آپ نے فی البدیہہ فرمایا:

عجب ہے رنگ دنیا کا، وفا نے بے وفائی کی
بہت وعدے کئے اس نے آخر میں برائی کی''

(الفضل 18/دسمبر 1968ء)

حضرت مصلح موعودؓ آپ کے بچپن کی بات بتاتے ہیں:

''امۃ الحفیظ ڈھائی سال کی تھی۔ کبھی کبھار حضرت مسیح موعودؑ کے پاس جا کر کہا کرتی تھی کہ ابا مجھے چیجی (چیز) دو۔ اور حضرت مسیح موعودؑ اسے کوئی چیز کھانے کی دے دیا کرتے تھے۔''

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 583)

''حضرت اماں جانؓ کو احساس تھا کہ صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگمؓ چھوٹی عمر کی ہیں اور شاید حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں جوانی کو نہ پہنچ سکیں۔ اس خیال کے مدنظر آپ نے ایک دونی (دو آنے کا سکہ) پر حضورؑ سے دعا کروا کے امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے لئے اپنے پاس رکھ لی۔ وہ دونی آج اسی طرح دخت کرام کی چھوٹی بیٹی فوزیہ شمیم صاحبہ کے پاس محفوظ ہے۔''

(سیرت و سوانح خاتون مبارکہ دخت کرام صفحہ 32-35)

یہ چند واقعات حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اہل خانہ اور اپنی بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہیں۔ خدا کرے کہ ہم سب ان سے فیض یاب ہوں اور یہ ہماری تربیت کے لیے مشعل راہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے مطابق اپنے اخلاق کو ڈھالنے توفیق دے۔ (آمین)

☆...☆...☆

بقیہ: الفضل ڈائجسٹ......از صفحہ نمبر 94

ذریعہ سے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا مولوی محمد حسین بٹالوی کا رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' ہمارے ہاں آیا کرتا تھا۔ میں یہ تو جانتا ہی تھا کہ مولوی محمد حسین بہت بڑی شہرت رکھنے والے اور سارے ہندوستان میں مشہور ہیں۔ مگر ان کے رسالہ کو دیکھ کر بار بار میرے دل میں خیال آتا کہ اگر ان کے دل میں اسلام کا واقعی درد تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ مدرسے جاری کرتے، قرآن اور حدیث کے درس کا انتظام کرتے، لوگوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ مگر انہیں یہ کیا ہو گیا کہ سارے کام چھوڑ کر بس ایک بات کی طرف ہی متوجہ ہو گئے ہیں اور دن رات احمدیت کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اس میں ضرور کوئی بات ہے۔ چنانچہ مجھے ان کی مخالفت سے تحقیق کا خیال پیدا ہوا اور میں نے کسی شخص سے اپنے اس شوق کا اظہار کیا تو اس نے مجھے ''درثمین'' پڑھنے کے لیے دی۔ میں نے اس میں رسول کریم ﷺ کی تعریف میں جب آپ کا کلام دیکھا تو میں نے کہا لو پہلا جھوٹ تو یہیں نکل آیا کہ کہا جاتا تھا مرزا صاحب رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ حالانکہ جو عشق رسول کریم ﷺ کا آپؑ کے دل میں پایا جاتا ہے اس کی موجودہ زمانہ میں نظیر ہی نہیں ملتی اس کے بعد میں نے مزید تحقیق کی اور آخر اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ احمدیت سچی ہے۔

اسی طرح ہر سال مجھے دس بیس خطوط ضرور ایسے آجاتے ہیں جن میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ جب ہم نے احمدیت کی مخالفت میں کتابیں پڑھیں تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہم جماعت احمدیہ کی کتابیں بھی پڑھ کر دیکھیں۔ چنانچہ ہم نے آپ کی کتب کا مطالعہ کیا اور ہمیں معلوم ہوا کہ سچے عقائد وہی ہیں جو آپ کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔ لوگوں کی طرف سے مخالفت میں جو کچھ کہا جاتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ ہے۔ اس لیے ہم آپ کی بیعت میں شامل ہوتے ہیں۔'' (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 145)

.......☆.......(جاری ہے).......☆.......

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد کی قدرتی آفات کا جائزہ.....از صفحہ نمبر 88

ہوئے اور 811/ ہلاکتیں ہوئیں۔ اس کے بعد بھی مئی 2004ء تک کیس رپورٹ ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ دسمبر 2019ء میں SARS-CoV-2 نامی وائرس اپنی ہیئت تبدیل کر کے Covid-19 کی شکل میں ایک طاقتور عالمی وبا (Pandemic) بن گیا۔

سوائن فلو 2009ء

جنوری 2009ء میں یہ وائرس ظاہر ہوا جسے پہلے سوائن فلو کا نام دیا گیا لیکن بعد میں عالمی وبا قرار دیا گیا۔ 19 ماہ تک رہنے والا یہ وائرس اندازے کے برعکس کئی گنا کمزور ثابت ہوا اور جلد ہی اگست 2010ء میں ویکسین کے ذریعہ اس پر قابو پا لیا گیا۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق 4/لاکھ 91/ہزار 382/ افراد کے مصدقہ کیسز میں سے 18/ہزار 499/افراد جان کی بازی ہار گئے۔ اس وائرس کا 1920-1918ء کے انفلوئنزا کے ساتھ تعلق ہے۔ اسے انسانی فلو، برڈ فلو اور پگ (Pig) فلو کے مکسچر سے بننے والا نیا وائرس کہا جاتا ہے۔

ڈینگی بخار 2010ء

50/ سے 100/ملین افراد ہر سال متاثر ہوتے ہیں۔ جس میں سے ½/ملین افراد کو جان کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ گو یہ بیماری 1960ء سے معلوم ہے لیکن 2010ء کے بعد اس میں ڈرامائی انداز میں اضافہ ہوا ہے۔ جس کا سبب آبادی میں اضافہ اور پھیلاؤ، عالمی آمد و رفت میں اضافہ اور گلوبل وارمنگ بتایا جاتا ہے۔ یہ وائرس Aedes aegypti نامی مچھر جس کی ٹانگوں اور اطراف میں سفید نشان ہوتے ہیں، کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ اس مچھر کے کاٹنے سے ڈینگی بخار، چکن گونیا، زکا فیور اور ییلو فیور کی وبائیں بھی پھیلی ہیں۔

زیکا وائرس 16-2015ء

16-2015ء میں برازیل سے پھوٹنے والی اس وبا نے جنوبی اور شمالی امریکہ کے کئی علاقوں سمیت بحرالکاہل کے جزائر اور جنوب مشرق ایشیا کو متاثر کیا۔ WHO نے فروری 2016ء میں اسے عالمی خطرہ برائے صحت جبکہ نومبر 2016ء میں زکا وائرس کے اختتام کا اعلان کیا۔ زکا وائرس حاملہ خاتون کے بچے میں بھی منتقل ہو سکتا تھا۔ عالمی سطح پر 711,381/ کیسز جبکہ 18/اموات رپورٹ ہوئیں۔ لیکن ایک رپورٹ کے مطابق صرف برازیل میں زیادہ سے زیادہ 14/لاکھ 82/ہزار 701/ کیسز رپورٹ ہوئے۔

ایبولا 2016ء

عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق 1976ء سے 2012ء تک 24/بار یہ وبا ظاہر ہوئی۔ 2387/افراد متاثر ہوئے جن میں سے 1590/افراد ہلاک ہوئے۔ اس وبا کا سب سے بڑا ظہور (outbreak) مغربی افریقہ کے ممالک خصوصاً گنی، سیرالیون اور لائبیریا میں دسمبر 2013ء سے جنوری 2016ء کے درمیان ہوا۔ جس میں 28,646/ کیسز اور 11,323/اموات ہوئیں۔ نائیجیریا، مالی، سپین، یوکے اور یو ایس اے میں بھی محدود کیسز سامنے آئے۔ 29/مارچ 2016ء کو ایبولا کی وبائی صورت حال پر ایمرجنسی ختم کر دی گئی۔ اس کے بعد 18-2017ء میں عوامی جمہوریہ کانگو میں دوبارہ اس وبا نے سر اٹھایا اور عالمی ادارہ صحت نے اسے دنیا کے لیے ہیلتھ ایمرجنسی قرار دیا۔

کورونا وائرس 2019ء

2019ء میں چین کے شہر ووہان سے پھوٹنے والی Covid-19 نامی وبا نے دنیا کے ہر خطے کو متاثر کیا۔ اور اس وبا کے بڑے پیمانے پر پھیلنے کی وجہ ذرائع نقل و حمل میں ترقی بھی ہے۔ مارچ 2021ء تک 2.6/ملین سے زائد افراد اس وبا سے دارِ فانی سے کوچ کر گئے جبکہ متاثرین کی تعداد 122,173,210/ہے۔

گذشتہ صدی کی نئی بیماریاں

گذشتہ صدی میں قسما قسم کی بیماریاں دریافت ہوئیں۔ اور کچھ بیماریاں دوران علاج یا طریقہ علاج سے جنم لیتی رہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل پُر شوکت الفاظ اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نے جو فرمایا وہ خدا تعالیٰ کی آواز تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''خدا کا غضب زمین پر بھڑک رہا ہے اور آئے دن ایسی نئی نئی آفات نازل ہوتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے طور بدل گئے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی بڑی آفت دکھلانی چاہتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 199)

چند سال میں ہی کوئی نئی بیماری جنم لیتی ہے اور دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

اس وقت کی سب سے عام بیماری ذیابیطس کی دریافت کا سال 1889ء ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں پولیو، ہیضہ، ٹائیفائیڈ، ملیریا جیسی بیماریوں کے حملہ آور ہونے کے بعد اس بارے میں تحقیق اور ویکسین بننے کا عمل جاری رہا اسی طرح 19ویں صدی میں الزائیمر، ہیپاٹائیٹس اے۔ بی۔ سی، ایچ آئی وی، 20ویں صدی میں انفلوئنزا کی ترقی کرتی اشکال اور پھر 2003ء میں برڈ فلو، 2019ء میں سارس کورونا 2 اور موجودہ زمانہ میں کورونا وائرس جیسی نئی بیماریاں سامنے آئیں۔

(یہ اعداد و شمار مختلف ویب سائٹس سے لیے گئے ہیں۔ خصوصاً WHO کی ویب سائٹ کو مدنظر رکھا گیا ہے۔)

(جاری ہے)

☆...☆...☆

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصے میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کیے جاتے ہیں۔

سچے عشق کا ایک ثبوت

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 9؍مئی 2013ء میں حضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ کی ایک تحریر شائع ہوئی ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ عشق کا ایک خوبصورت انداز بیان کیا گیا ہے۔

حضورؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی باتیں ہوں یا حضور اکرم ﷺ کے عشق کے قصے ہوں یا قرآن کریم کی تعریف ہو، حضرت مسیح موعودؑ نے ان موضوعات پر جب بھی قلم اٹھایا ہے، ایک عام پڑھنے والا فوراً محسوس کرتا ہے کہ یہ سچائی کی باتیں ہیں اور سچا عشق یہاں ہے۔ چنانچہ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑے مخالف نے بھی آپؑ کے کلام سے استفادہ کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مولانا ظفر علی خان احمدیت کے صف اوّل کے مخالف تھے جنہوں نے ساری عمر اپنی تقریر و تحریر اور اپنے اخبار ''زمیندار'' میں احمدیت کی مخالفت کی ہے لیکن ان کی جو مسجد کرم آباد ضلع گوجرانوالہ میں بنی ہوئی ہے آپ وہاں جاکر دیکھیں تو ابھی تک اس مسجد پر حضرت مسیح موعودؑ کے شعر لکھے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان میں فارسی کا یہ شعر بھی ہے۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ بست برہان محمدؐ

کہ اگر تم محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن کی دلیل چاہتے ہو تو پھر آپؐ کے عاشق ہو جاؤ۔ کیونکہ محمدؐ ہی محمدؐ کے حسن کی دلیل ہے۔ حسن کی دلیل تو سوائے عشق کے اَور کچھ نہیں ہوا کرتی۔ وہ تو ایسا وجود ہے کہ اس کو دلیلوں کی ضرورت نہیں۔ وہ عاشق بناتا ہے۔ ایک حسین کے لیے باہر کی دنیا سے دلیلیں نہیں ڈھونڈی جاتیں کیونکہ اس کا اپنا وجود دلیل ہوتا ہے۔

جب تک ایک آدمی کو آنحضور ﷺ سے گہرا تعلق اور سچا عشق نہ ہو، اُس نے آپؐ کی ذات کے متعلق سوچا نہ ہو اور ہر پہلو سے آپؐ کی پاکیزہ زندگی کا جائزہ نہ لیا ہو، اس وقت تک یہ شعر اس کے دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔ اس مضمون کو آپ دوسرے شعراء کے کلام میں تلاش کریں لیکن کہیں آپ کو نظر نہیں آئے گا۔

تحریر کے متعلق تو مجھے یاد نہیں لیکن اپنے بیان میں مولانا ظفر علی خان نے ایک دفعہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جتنے بھی شعر کہے گئے ہیں کہیں ایک شعر کے اندر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، اس سے زیادہ con-centrated محبت کا اظہار نہیں پایا جاتا جتنا اس شعر میں پایا جاتا ہے۔ یعنی جب خدا اور رسولؐ کے عشق کی بات آئی تو اُس شخص کو بھی جو شاعری میں کمال رکھتا تھا اور بڑا فصیح البیان شاعر سمجھا جاتا تھا، اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے لیے حضرت مسیح موعودؑ کے سوا کسی اَور کا شعر ہی نہیں ملتا۔ کیا وجہ ہے؟ اس لیے کہ دل نے گواہی دی کہ سچا عشق یہاں ہے۔

☆...☆...☆

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان تاثیرات

رسالہ ''انصارالدین'' لندن جولائی واگست 2013ء میں شامل اشاعت مکرم لقمان احمد شاد صاحب کے ایک مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ سے ظہور میں آنے والی عظیم الشان تاثیرات کو سعید روحوں کے ایمان افروز تجربات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میرے ہاتھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور میری قلم سے قرآنی حقائق و معارف چمک رہے ہیں۔ اٹھو اور تمام دنیا میں تلاش کرو کہ کیا کوئی عیسائیوں میں سے یا سکھوں میں سے یا یہودیوں میں سے یا کسی اَور فرقہ میں سے کوئی ایسا ہے کہ آسمانی نشانوں کے دکھلانے اور معارف اور حقائق کے بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 267)

پھر فرمایا: ''ایک پھل قوت ایمانی کا اسرار حقہ و معارف دینیہ کا ذخیرہ ہے جو اس عاجز کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا ہے۔ پس جو شخص اس عاجز کی تالیفات پر نظر ڈالے گا یا اس عاجز کی صحبت میں رہے گا اس پر یہ حقیقت آپ ہی کھل جائے گی کہ کس قدر خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو دقائق و حقائق دینیہ سے حصہ دیا ہے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 159)

☆... حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کو جب پہلی مرتبہ ''براہین احمدیہ'' کی زیارت نصیب ہوئی تو وہ اپنی دُوربین نگاہ سے حضورؑ کا مقام اور عالی مرتبہ فوراً پہچان گئے اور فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

حضرت صوفی صاحبؓ نے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے نام سے نہایت والہانہ الفاظ میں مفصل ریویو شائع کیا اور پُرشوکت الفاظ میں اپنے تاثرات سپردقلم کیے۔ آپؓ سلسلہ بیعت سے قبل وفات پاگئے تھے مگر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپؓ کا نام کتاب ''ازالہ اوہام'' میں اپنے عقیدت مندوں کی فہرست میں درج فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جب اذنِ بیعت ہوا تو لدھیانہ میں حضرت صوفی صاحب کے مکان پر جا کر بیعت کا آغاز فرمایا۔

☆... حضرت حکیم انوار حسین صاحب شاہ آبادیؓ بھی حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ سے عقیدت کا تعلق رکھتے تھے۔ جب حضرت صوفی صاحبؓ نے ایک کتاب لکھی اور حضرت حکیم صاحبؓ نے اس کا پہلا حصہ دیکھا تو کہا کہ دوسرا بھی روانہ کر دیں۔ حضرت صوفی صاحبؓ کی طرف سے جواب گیا کہ اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ حکیم صاحب نے کہا کہ اس کا مسوّدہ ہی بھجوا دیں۔ جواب آیا کہ مسوّدہ بھی پھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ پھاڑا ہوا مسوّدہ ہی بھجوا دیں۔ اس پر حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ نے جواب دیا کہ

''آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

پنجاب میں آفتاب نکلا ہے۔ اب ستارے رہبری نہیں کر سکتے۔ اس کا نام مرزا غلام احمد ہے۔ اس نے کتاب 'براہین احمدیہ' لکھی ہے وہ منگوا کر مطالعہ کریں۔''

☆... حضرت ڈاکٹر عبدالغنی کڑک صاحبؓ نے 1907ء میں زیارت اور بیعت کی سعادت حاصل کی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دوست محمد امین صاحب کتاب ''انجام آتھم'' لائے کہ فراغت کے وقت اسے پڑھنا۔ آپ نے کتاب پڑھی تو اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے علماء کا نام لے کر ان کو چیلنج کیا تھا۔ کتاب ختم ہوئی تو دل روشن ہو چکا تھا۔

☆... حضرت مستری قطب الدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے احمدیت میں داخل ہونے کا اصل باعث کتاب ''آسمانی فیصلہ'' اور ''ازالہ اوہام'' تھی۔ میں جب آپؑ کی کتابوں کو پڑھ رہا تھا تو سب سے پہلے مَیں نے بڑے زور سے اپنے استاد کو تبلیغ شروع کی۔ مَیں حضورؑ کے ہی دلائل پیش کرتا تھا جو وہ توڑ نہ سکے اور کہنے لگے کہ ہم اصحاب ظواہر ہیں۔ پھر میں نے اُن کو قرآن کریم کی آیات اور احادیث پیش کیں اور کہا کہ ان کے ظاہری معنی کر کے بتائیں وہ ان کے معنی بھی نہ کر سکے۔ آخر انہوں نے کہا کہ میں تمہارے دلائل کو توڑ نہیں سکتا مگر میں مانتا بھی نہیں۔ میرے استاد قرآن کریم کے حافظ صحاح ستہ کے ماہر اور تمام علوم عربیہ سے واقف تھے۔ یہ قوت میں نے حضورؑ کی کتابوں اور حضورؑ کے دلائل میں دیکھی کہ کوئی سامنے نہ آتا تھا اور علماء بھی دبتے تھے۔

☆... حضرت سیّد عزیز الرحمٰن صاحبؓ بریلی کے رہنے والے تھے اور 1897ء میں احمدی ہوئے۔ آپؓ کو بریلی میں جماعت احمدیہ کا آدم کہا جاتا ہے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک عرب آیا۔ جب واپس جانے لگا تو اس نے عرض کیا کہ حضور میں زبانی تبلیغ نہیں کرسکتا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ تم ہماری کتب لوگوں کے گھروں، دکانوں اور مساجد میں ڈال دو۔ مجھے اس دن سے یہ نسخہ ہاتھ آگیا اور اس ذریعے سے مَیں نے بریلی اور منصوری کو فتح کرلیا۔ چنانچہ حضرت صوفی تصور حسین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں نازیبا الفاظ کہتے تھے، وہ ایک دفعہ چاول خرید کر گھر جا رہے تھے۔ راستے میں ستانے کے لیے میری دکان پر ٹھہرے۔ میز پر خطبہ الہامیہ رکھا ہوا تھا اٹھا کر پڑھنے لگے۔ قریباً چار گھنٹے پڑھتے رہے۔ آخر ان کے منہ سے اللہ اکبر نکلا۔ پھر وہ احمدی ہوئے اور ان پر مخالفت کے پہاڑ اُمڈے۔ آخر حضورؑ کے حکم سے قادیان ہجرت کر گئے۔

☆... حضرت مولوی جلال الدین صاحبؓ قریش خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ضلع قصور میں آباد تھے۔ آپ کا خاندان پشت ہا پشت سے علم دوست، خدا پرست اور حافظ قرآن چلا آرہا تھا۔ جب ''براہین احمدیہ'' شائع ہوئی تو اس کے مطالعہ نے آپؓ کے قلب پر ایک گہرا اثر قائم کر دیا۔ آپؓ کے بہنوئی مولوی قمرالدین صاحب بھی علاقہ فیروزپور کے ایک مشہور واعظ تھے جنہوں نے تحصیل علم مروجہ کی تکمیل کی ہوئی تھی، ان کے ساتھ مل کر آپ نے ''براہین احمدیہ''، لٹریچر اور اشتہارات وغیرہ کو پڑھا۔ علمائے پنجاب جب ان سے فتویٰ تکفیر پر دستخط کرانے کو مُصر ہوئے تو ہر دو مولوی صاحبان نے اس فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ مصنف کی کتاب کی تحریر سے خدائی رُعب اور خاص عظمت الٰہی ظاہر ہو رہی ہے لہٰذا ہم فتویٰ تکفیر پر دستخط نہیں کر سکتے۔

☆... حضرت چودھری مولا داد صاحبؓ سکنہ سالار پور نے ابتدا 1890ء میں حضورؑ کے دعویٰ مہدویت سے اطلاع پائی۔ کسی نے ''ازالہ اوہام'' دی تو اپنے ایک دوست نواب احمد حسن آف جھجھر کے ساتھ مل کر اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ چودھری صاحب بیان کرتے ہیں کہ نواب صاحب تو کتاب پڑھ کر سر دُھنا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ جھوٹوں کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد میں نے 1893ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔

☆... حضرت چودھری غلام حسن صاحبؓ آف گوجرانوالہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں مشن اسکول میں تعلیم پاتا تھا۔ جب انجیل پڑھانے والا استاد اسلام کی برائیاں کرتا تو اس کے متعلق آکر مسجد کے مولوی سے دریافت کرتا تھا۔ تب وہ کہتے کہ اس کا مجھے کچھ علم نہیں ہے اور ہم اسی لیے تم کو منع کیا کرتے تھے کہ انگریزی نہ پڑھو عیسائی ہو جاؤ گے۔ جب طالب علمی کا زمانہ ختم ہو گیا اور ملازمت اختیار کی تو سیّد صاحب کی تفسیر اور صحیح بخاری و مسلم کا ترجمہ خرید کر پڑھنے سے کچھ معلومات ہوگئیں۔ اور قرآن کریم کے بار

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 24؍جنوری 2013ء میں مکرم مبارک احمد عابد صاحب کی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالے سے ایک نظم بعنوان ''گنج ہائے گرانمایہ'' شامل اشاعت ہے۔ یہ نظم ہدیۂ قارئین ہے:

یہ معجزہ ہر آن ترے سنگ رہے گا
تو ارفع براہین کا اورنگ رہے گا
ہے گنج گرانمایہ ہر اک نسخۂ تصنیف
بالا تیرا مخزن یہ بہر رنگ رہے گا
ہر ایک سطر تیری جواہر کی لڑی ہے
روشن تیری تحریر کا ہر انگ رہے گا
جو بھی ہے ترے علم سمندر کا شناور
وہ اس کے تبحر سے سدا دنگ رہے گا
جب مدنظر ہو گی کوئی تیری نگارش
ہر بار کوئی عالم نورنگ رہے گا
ہر عہد میں ہر گام پہ سرمایہ ہمارا
سلطانِ بیاں تیرا ہی آہنگ رہے گا
جب زیب نظر ہوں تیرے الفاظ خزانے
پھر دل میں کہاں مَیل کہاں زنگ رہے گا

بار معنے پڑھنے سے علم میں ترقی ہوگئی مگر پوری تسکین نہ ہوئی۔ اسی اثناء میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم بھی کانوں تک پہنچی اور علماء سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ شخص منسوخ قرآنی آیتوں پرعمل کرتا ہے۔ اس پر دل میں اَور شبہ پیدا ہوگیا کہ قرآن کریم بھی ایسی کتاب ہے جس پرعمل درست نہیں۔ اسی اثناء میں میرے ایک دوست نے ''ازالہ اوہام'' پڑھنے کے لیے بھیجی جس کو میں نے بڑے غور سے پڑھا تو بہت سے شکوک رفع ہوگئے۔ پھر اَور کتابیں منگوا کر پڑھتا رہا۔ جب یہ پڑھا کہ قرآن کریم کا ایک لفظ بھی منسوخ نہیں ہوا اور متشابہات ومحکمات کی بحث کو پڑھا تو دل باغ باغ ہوگیا اور اسلام کا منور چہرہ مجھ کو نظر آ گیا۔ تو میں مسیح موعودؑ کے قدموں میں جاگرا اور بیعت کرلی۔

☆...حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی اللہ دینؓ سکندرآبادی بیان کرتے ہیں کہ سر آغا خان کو ماننے والی خوجہ قوم کا میں ایک فرد ہوں۔ یہ عجیب فرقہ ہے جس کے نزدیک نماز بھی فرض نہیں اس لیے ان کو مسجد کی بھی ضرورت نہیں۔ اس طرح ہمارا خاندان بھی نماز کا پابند نہ تھا۔ سال بھر میں صرف دو بار عید کی نماز کے لیے مسجد میں جانا ہوتا تھا اور بس۔ مجھے بعض فرقوں کی دینی کتب دیکھنے کا موقع ملا مگر کسی میں بھی خاص اثر یا کشش نہ پایا۔ مگر 1913ء میں جب میں 36 سال کی عمر کا تھا کہ حسن اتفاق سے حضرت مسیح موعودؑ کی مشہور کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ کتاب پڑھتے ہی میرے دل میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہو گئی۔ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں خاکسار نے مختلف مسائل کے متعلق قرآن شریف کی اکثر آیات ایک جگہ جمع کر کے انگریزی زبان میں Extracts from the Holy Quran کے نام سے ایک کتاب تیار کر کے مفت شائع کر دی۔ اس کے علاوہ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ نوافل اور تہجد باقاعدہ پڑھنے لگا۔ سالانہ زکوٰة بھی نکالنی شروع کی۔ حج کی تیاری کی اور بعد میں اہل وعیال کے ساتھ یہ فرض بھی ادا کیا۔ ہماری کمپنی میں جو ناجائز کام ہوتے تھے اور جس کو ہم تجارتی فن سمجھتے تھے وہ سب موقوف کر کے کاروبار میں راستی اور دیانت داری کا سلسلہ جاری کر دیا۔

☆...حضرت مولانا علی محمد صاحبؓ زیرہ ضلع فیروز پور میں احمدیت کی تخم ریزی کرنے والے جیّد گروہ کے سرخیل تھے۔ محترم ثاقب زیروی صاحب آپ کی بیعت کا واقعہ قلمبند کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ضلع جالندھر کے ایک صحابی میاں جھنڈا دو ایک جُمعوں پر حضرت مولوی صاحب کو مسیح موعود کے ظہور پُرنور کا مُژدہ سنانے آئے مگر دونوں دفعہ ان کے حکم پر مسجد سے دھکے دے کر نکال دیے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے تیر بہدف نسخہ تزکیہ نفس ''آئینہ کمالات اسلام'' سے لیس ہو کر آدھمکے اور ایسی شست باندھ کر تیر چھوڑا کہ عین سینے سے لگ کر آر پار ہوگیا۔ اور حضرت مولانا گھائل ہوگئے اور اپنے سینے سے ٹکرا کر دامن میں آ کر گرنے والی اس کتاب کے چند ہی صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد بے ساختہ پکار اٹھے: ہم تو اب تک اس شخص کو صرف فیض زماں ہی سمجھتے رہے۔ یہ تو امام زماں نکلا۔

☆...حضرت میاں محمد الدین صاحبؓ آف کھاریاں پر زمانۂ طالب علمی سے ہی دہریت کا غلبہ ہوگیا۔ چونکہ مڈل میں آپ جس جماعت میں پڑھتے تھے اس میں 18 طالب علم تھے جن میں سے کئی آریہ کئی برہمو اور اکثر دہریہ ہوگئے سو اس اثر کی وجہ آپ بھی دینیات سے دُور ہوتے گئے۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ میں قصّہ خوانی وغیرہ میں مشغول رہتا اور ایسی ہی قماش کے نوجوانوں کی مجلس میرے پاس لگی رہتی تھی کہ اللہ رحمٰن نے میری ہدایت کے سامان پیدا فرمائے۔

جب آپ کو حضرت اقدسؑ کی کتب ملیں اور آپ نے ان کا مطالعہ کیا تو ان کتب کی تاثیر نے آپ کو زندہ کر دیا اور ساری ظلمت جاتی رہی۔ چنانچہ آپ ''براہین احمدیہ'' کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ''براہین احمدیہ'' پڑھنی شروع کی۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ آبِ حیات کا بحر ذخّار تھا۔ ایک تریاق کوہِ لانی تھا یا تریاق اربعہ دافع صرع ولقوہ تھا۔ ایک عین روح القدس یا روح مکرم یا روح اعظم تھا۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ یسبح الرعد بحمدہ تھی۔ ایک نور خدا تھا جس کے ظہور سے ظلمت کافور ہوگئی... آریہ، برہمو، دہریہ لیکچراروں کے بد اثر نے مجھے اور مجھ جیسے اکثروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا کہ براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے جب ہستی باری تعالیٰ کے اثبات کو پڑھتا ہوا صفحہ 90 کے حاشیہ 4 پر اور صفحہ 129 کے حاشیہ 11 پر پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہوگئی اور میری آنکھ ایسی کھلی جس طرح کوئی سویا ہُوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہوجاتا ہے۔ سردی کا موسم، جنوری 1897ء کی 19/ تاریخ تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ جب میں ''ہونا چاہیے'' اور ''ہے'' کے مقام پر پہنچا۔ پڑھتے ہی میں نے فوراً توبہ کی۔ کورا (نیا) گھڑا پانی کا بھرا ہوا باہر صحن میں پڑا تھا۔ تختہ سہ پیائش کی میرے پاس رکھی ہوئی تھی۔ سرد پانی سے تہبند (الاچہ) پاک کیا۔ (میرا ملازم مسمی منگتو سو رہا تھا۔ وہ جاگ پڑا۔ وہ مجھ سے پوچھتا کہ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ الاچہ مجھ کو دو میں دھوتا ہوں۔ مگر میں اس وقت ایسی شراب پی چکا تھا کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کی اجازت نہ دیتا تھا۔ آخر منگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہوگیا) اور میں نے گیلا الاچہ پہن کر نماز پڑھنی شروع کی اور منگتو دیکھا کیا۔ محویت کے عالم میں نماز اس قدر لمبی ہوئی کہ منگتو تھک کر سوگیا اور میں نماز میں مشغول رہا۔ بس یہ نماز ''براہین احمدیہ'' نے ایسی پڑھائی کہ بعد ازاں اب تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔

☆...حضرت چودھری غلام محمد صاحبؓ آف نارووال بیان کرتے ہیں کہ میرے خسر چودھری عمرالدین صاحب مرحوم ساکن قلعہ صوبہ سنگھ قادیان سے واپس آئے اور مجھے کہا کہ جس نے آنا تھا وہ آ گیا۔ اور اپنے ساتھ ''ازالۂ اوہام'' کتاب بھی لائے۔ دو تین ماہ بعد میں نے کسی جگہ سے اس کا ایک صفحہ پڑھا اور متاثر ہو کر احمدی ہوگیا۔ یہ واقعہ 1903ء کا ہے۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑی سی کوٹھی ہے۔ اور اس میں بہت بڑا مجمع ہے۔ یہ کوٹھی قادیان میں تھی اور وہاں ایک شخص ہے۔ جس کی بغل میں بہت سی روٹیاں ہیں اور وہ تقسیم کر رہا ہے۔ قادیان جا کر میں نے اس شخص کو پہچان لیا ان کا نام میر مہدی حسین ہے اور اس وجہ سے مجھے ان سے ایک خاص محبت ہوگئی ہے اور وہ ابھی تک زندہ ہیں اور وہ بھی مجھے جانتے ہیں۔ جب میں قادیان گیا اور روٹیوں کی تعبیر کے لیے طبیعت بے چین تھی۔ میر صاحب مذکور ان ایّام میں سلسلہ کے کتب خانہ کے انچارج تھے اور ''حقیقة الوحی''، ''چشمہ معرفت'' اور بھی چند کتب ''جنگ مقدس، سرمہ چشم آریہ، تحفہ گولڑویہ، تحفہ غزنویہ، مسیح ہندوستان میں'' غرضیکہ بہت سی کتابیں مَیں نے خریدیں اور اس طرح سے میری تعبیر پوری ہوگئی۔ یہ خواب تین ماہ قبل بیعت سے ہے۔

☆...گوجرانوالہ کے حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ اور حضرت شیخ صاحب دین صاحبؓ کو خدا تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت صاحبؑ کے دعویٰ کے معاً بعد جب شہر میں حضور کی آمد کا ہر جگہ چرچا شروع ہوا تو حضرت شیخ صاحب دین صاحب کو جو اُن دنوں مڈل کے طالب علم تھے۔ انہوں نے اپنے استاد حضرت مولوی احمد جان صاحب سے دریافت کیا کہ یہ مرزا صاحب کون ہیں جن کی شہر میں ہر جگہ باتیں ہو رہی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب موصوف شیخ صاحب کی خوش قسمتی سے احمدی تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا آج دنیا میں قرآن کریم کو جاننے اور سمجھنے والے صرف مرزا صاحب ہی ہیں۔ ان کی اس بات سے متاثر ہو کر حضرت شیخ صاحب کے بڑے بھائی شیخ کریم بخش نے کہا کہ کل تم اپنے ماسٹر صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب لے آنا۔ چنانچہ حضرت شیخ صاحب کے مطالبہ پر حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی مشہور کتاب ''براہین احمدیہ'' ہر چہار حصص دے دی۔ حضرت شیخ کریم بخش صاحب تو اس کتاب کو دیکھ کر لٹو ہوگئے اور فوراً قادیان جا کر بیعت کر آئے۔ ان کی واپسی پر حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ واقعہ 92-1891ء کا ہے۔ یہ دونوں بھائی چونکہ گوجرانوالہ کی ایک وسیع برادری کے افراد تھے اس لیے ان کی خوب مخالفت ہوئی مگر انہوں نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد دونوں بھائی قادیان گئے اور حضرت شیخ صاحب دین صاحبؓ نے بھی دستی بیعت کرلی۔

☆...حضرت منشی گلاب دین صاحبؓ رہتاس (جہلم) جب 44 سال کے ہوئے تو ان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔ جس کی تفصیل اُن کی زبانی کچھ یوں ہے کہ چونکہ یہ زمانہ حضرت امام مہدی کے ظہور کا تھا، ہر خاص وعام امام مہدی کی آمد کا منتظر تھا، سعید فطرت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت منشی صاحب کی ہمشیرہ رانی (زوجہ علی بخش) نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے اور ہر طرف روشنی پھیل گئی ہے۔ انہوں نے صبح اٹھ کر اپنی خواب حضرت منشی صاحب کو سنائی اور صرف اتنا کہا کہ مہدی آ گیا ہے اس کو ڈھونڈو۔ اس کے کچھ دن بعد حضرت منشی صاحب کے ایک نہایت متقی شاگرد سیّد غلام حسین شاہ نے جو جہلم کچہری محکمہ مال میں ملازم تھے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اشتہار اور دو کتب مطالعہ کے لیے بھیجیں کہ دیکھیں کہ مصنف کس شان کا شخص ہے۔ جب آپ نے وہ کتابیں دیکھیں (جن میں سے ایک کتاب ''براہین احمدیہ'' تھی) تو آپ نے اپنی ہمشیرہ سے کہا مبارک ہو آپ کی خواب پوری ہوگئی ہے۔ امام مہدی کا ظہور ہوگیا ہے۔

☆...کپورتھلہ کی جماعت سے حضرت مسیح موعودؑ کو ایک خاص تعلق تھا۔ کپورتھلہ کی جماعت کو ''براہین احمدیہ'' کے مطالعہ سے قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرزند حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی فرماتے ہیں کہ ''براہین احمدیہ'' جب چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کہ کپورتھلہ میں مہتمم بندوبست تھے۔ اور ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کے چچا تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں لے گئے۔ وہاں عندالملاقات والد صاحب (حضرت منشی ظفر احمد صاحب) کو وہ کتاب حاجی صاحب نے دے دی۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور اس کی فصاحت وبلاغت پرعش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے۔ اور براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہوگئی۔

اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپورتھلہ آ گئے اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑہ صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ والد صاحب جالندھر اپنے ایک رشتہ دار کو ملنے گئے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب بھی کسی سفر کے اثناء میں جالندھر ٹھہرے۔ اور بعد کا واقعہ والد صاحب کی روایات میں مفصل درج ہے۔ اور جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔ والد صاحب کی آمد و رفت قادیان شروع ہوگئی۔ یہ 1884ء و 1885ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں۔ جب لدھیانہ سے حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خان صاحب اور منشی اروڑہ خان صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لیے کہا کرتے تھے مجھے اب اذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ افراد نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کی۔

☆...سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک دوست جو بہت بڑے شاعر تھے۔ لغت کی انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس کی دو تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں ریاست رام پور ان کو اس کام کے لیے وظیفہ دیا کرتی تھی۔ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعودؑ سے ملے آپؑ نے ان سے پوچھا آپ کو ہمارے سلسلہ کی طرف کیسے توجہ پیدا ہوئی؟ انہوں نے بڑی سادگی سے جواب دیا مولوی محمد حسین بٹالوی کے ......باقی صفحہ 92 پر......

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 23/ فروری 2013ء میں مکرم مبارک احمد ظفرؔ صاحب کا خوبصورت کلام شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

زبانِ اشک سے جب دل بیان کرتا ہے
پھر آسمان بھی اس پر دھیان کرتا ہے
فرشتے لے کے اُترتے ہیں اُس پہ آبِ زلال
جو شب درود سے روشن مکان کرتا ہے
یہ اس کا فضل ہے، اس کے ہی اختیار میں ہے
وہ جس کو چاہے امامِ زمان کرتا ہے
ملے جو موقع تو پھر جاؤ اُس کی محفل میں
کہ اس کا دیکھنا تازہ ایمان کرتا ہے
خدا نے ''وَسِّعْ مَکَانَکَ'' ہے کہا جس کو
وہ مُلک مُلک کشادہ مکان کرتا ہے
نہیں قبولا جسے اُس کی قوم نے اب تک
قبول اُس کو مگر اب جہان کرتا ہے
جلائے رکھے گی اُس کو ہی آتشِ حسرت
ہمیں مٹانے کا جو بھی گمان کرتا ہے



Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

March 19, 2021 – March 29, 2021

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information, please phone on +44 20 3875 6040

Friday March 19, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Hadith & In His Own Words: 'The Heavenly Decree'.
01:25	Question & Answer Session 1995 & Seerat-un-Nabi (saw): life & character of Holy Prophet (saw)
03:05	Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Address 2019 & Prophecies Of The Promised Messiah (as)
04:50	Huzoor's (aba) Address At Lajna Ijtema UK: recorded on September 15, 2019.
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an: Lesson no. 2.
06:45	Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Address: recorded on August 4, 2019.
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam Class 2017 & Seerat-un-Nabi (saw): life of the Holy Prophet (saw)
11:10	Huzoor's (aba) Address At Ansarullah Ijtema UK: recorded on September 15, 2019.
13:00	LIVE Friday Sermon: delivered by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).
14:40	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017 [R]
16:50	Friday Sermon 2021 [R]
18:00	This Week With Huzoor (aba): recorded on March 19, 2021.
18:35	Tilawat
19:05	Huzoor's (aba) Address At Ansarullah Ijtema UK 2019 & Our Pledge [R]
21:15	Friday Sermon 2021 [R]
22:50	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017 [R]

Saturday March 20, 2021

Time	Programme
00:00	This Week With Huzoor (aba)
00:35	Tilawat & Dars-e-Hadith
01:25	Liqa Maal Arab: recorded on October 08, 1997.
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Al-Tarteel: Lesson no. 12.
06:55	Friday Sermon: delivered on March 19, 2021 by Huzoor (aba).
08:50	Huzoor's (aba) Jalsa Salana Holland Address To Guests 2019 & Al-Azeez: attributes of Allah.
11:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal Class: recorded on January 15, 2017.
13:00	LIVE Intikhab-e-Sukhan: a LIVE poem request programme.
14:40	Friday Sermon 2021 [R]
16:00	LIVE Rah-e-Huda: a LIVE interactive talk show, answering questions.
18:00	World News
18:15	Tilawat & Ashab-e-Ahmad (as)
19:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2017 & The First Bai'at: Bai'at at the hand of Promised Messiah (as).
21:15	Inauguration Of Baitul Afiyat Mosque: recorded on October 1, 2019.
22:50	Friday Sermon 2021 [R]

Sunday March 21, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Ashab-e-Ahmad (as)
04:45	Friday Sermon: delivered on March 19, 2021 & As-Salam: attributes of Allah, from Friday sermon
06:00	Tilawat & Dars-e-Tehreerat & Yassarnal Qur'an: Lesson no. 2.
06:50	Huzoor's (aba) Address At UNESCO: recorded on October 8, 2019.
08:00	This Week With Huzoor (aba): recorded on March 19, 2021 & Dars-e-Tehreerat
08:50	Friday Sermon: delivered on March 19, 2021 by Huzoor (aba).
11:00	Huzoor's (aba) Jalsa Netherlands Address To Ladies 2019 & Prophecies Of Promised Messiah (as)
13:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat 2017 Seerat-un-Nabi (saw): life & character of Holy Prophet (saw)
14:40	Tarjamatul Quran Class: recorded on September 8, 1998.
18:00	World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an.
19:05	Huzoor's (aba) Jalsa Netherlands Address To Ladies 2019 & The First Bai'at
20:10	This Week With Huzoor (aba) [R]
21:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat 2017 & Seerat-un-Nabi (saw) [R]
22:50	Huzoor's (aba) Address At UNESCO 2019 [R]

Monday March 22, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Tehreerat & The First Bai'at
01:25	Tarjamatul Quran Class 1998 & Seerat-un-Nabi (saw)
04:15	This Week With Huzoor (aba)
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith & Al-Tarteel: Lesson no. 12.
07:00	Bustan-e-Waqfe Nau Class: recorded on January 29, 2017.
08:50	Mahdi Mosque Inauguration 2019 & Love For The Promised Messiah (as)
10:45	Friday Sermon: delivered on March 22, 2019 by Huzoor (aba)
13:05	Huzoor's (aba) Jalsa Salana Holland Concluding Address: delivered on September 29, 2019.
14:50	Bustan-e-Waqfe Nau 2017 [R] & Al-Tarteel [R]
16:50	Mahdi Mosque Inauguration 2019 [R]
18:00	World News & Tilawat & In His Own Words
19:00	Friday Sermon 2014 [R]
20:20	Intikhab-e-Sukhan: Recorded on March 20, 2021.
21:25	Huzoor's (aba) Jalsa Salana Holland Concluding Address 2019 [R]
22:55	Bustan-e-Waqfe Nau 2017 [R]

Tuesday March 23, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Hadith & In His Own Words
03:05	Friday Sermon: delivered by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. March 22, 2019.
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
06:55	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address To Guests 2019 & Childhood Of Promised Messiah (as)
08:50	Bustan-e-Waqf-e-Nau: recorded on March 13, 2011.
11:00	Huzoor's (aba) Reception In Parliament: Recorded on June 11, 2013.
12:55	Friday Sermon 2021 & Darul Masih: blessed home of the Promised Messiah (as) & The First Bai'at
14:40	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address To Guests 2019 [R]
16:00	A Message From Huzoor (aba): A message in Arabic. Recorded on March 22, 2014.
16:50	Bustan-e-Waqf-e-Nau 2011 [R]
18:00	World News & Tilawat & Coming of the Messiah & Photos Of The Promised Messiah (as)
19:05	Huzoor's (aba) Reception In Parliament 2013 [R]
21:00	Friday Sermon 2021 & The Timeline Of History: life of Promised Messiah (as) [R]
22:55	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address To Guests 2019 [R]

Wednesday March 24, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Ashab-e-Ahmad (as)
01:20	Rencontre Avec Les Francophones: with Khalifatul-Masih IV (rh). Recorded on July 13, 1997.
06:00	Tilawat & Dars-e-Tehreerat & Al-Tarteel
07:00	Friday Sermon: delivered on March 19, 2021 by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).
08:10	World News
08:50	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address To Ladies 2019 & Defender Of Faith
11:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam: Recorded on February 5, 2017.
13:00	Inauguration Of Baitul Hameed & Hayat-e-Javidaan: blessed character of Promised Messiah (as).
14:40	Friday Sermon 2021 [R]
15:50	Rah-e-Huda: Recorded on March 20, 2021.
16:55	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address To Ladies 2019 [R] & The Timeline Of History [R]
18:00	World News & Tilawat & Hayat-e-Javidaan & Photos Of The Promised Messiah (as) [R]
19:10	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017 [R]
21:15	Inauguration Of Baitul Hameed 2019 & The Timeline Of History [R]
22:45	Friday Sermon 2021 [R]

Thursday March 25, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Tehreerat
00:50	This Week With Huzoor (aba): recorded on March 19, 2021.
04:45	Friday Sermon 2021 & Photos Of The Promised Messiah (as)
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
07:00	Huzoor's (aba) Keynote Address In Berlin 2019 & Darul Masih Documentary
08:45	Friday Sermon: delivered on March 19, 2021.
11:00	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address To Ladies: recorded on delivered on October 5, 2019
12:55	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: recorded on April 23, 2017.
14:00	LIVE Shotter Shondhane
16:50	Friday Sermon 2021 [R]
18:00	World News & Tilawat & In His Own Words [R]
19:05	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address To Ladies 2019 [R]
20:45	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna 2017 [R]
22:55	Huzoor's (aba) Keynote Address In Berlin 2019 [R]

Friday March 26, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat, Dars-e-Hadith, In His Own Words: writings of the Promised Messiah (as).
01:25	Question And Answer Session 1995 & Seerat-un-Nabi (saw)
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
06:55	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Address: delivered on October 6, 2019
08:00	World News & First Press Release
08:50	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017 & Seerat-un-Nabi (saw)
11:00	MKA Address Germany: Recorded on October 25, 2019.
13:00	LIVE Friday Sermon: delivered by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).
14:30	LIVE Shotter Shondhane
16:50	Friday Sermon 2021 [R]
18:00	This Week With Huzoor (aba): recorded on March 26, 2021 & Tilawat
19:05	MKA Address Germany 2019 [R]
21:15	Friday Sermon 2021 [R]
22:55	Huzoor's (aba) Jalsa Salana France Concluding Address 2019 [R]

Saturday March 27, 2021

Time	Programme
00:00	This Week With Huzoor (aba)
00:35	Tilawat & Dars-e-Hadith & Aao Urdu Seekhain
01:25	Liqa Maal Arab 1997 & Al-Lateef: attributes of Allah, based on Friday sermon.
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Al-Tarteel
06:55	Friday Sermon: delivered on March 26, 2021.
08:50	Huzoor's Jalsa Salana UK Address: delivered on August 8, 2020.
11:15	Bustan-e-Waqfe Nau: Recorded on December 10, 2017.
13:00	LIVE Intikhab-e-Sukhan: a LIVE poem request programme.
14:00	LIVE Shotter Shondhane
16:05	LIVE Rah-e-Huda: a LIVE interactive talk show, answering questions.
18:00	World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an.
18:55	Bustan-e-Waqfe Nau 2017 [R]
20:55	Inauguration Baitul Baseer: recorded on October 26, 2019.
22:50	Friday Sermon 2021 [R]

Sunday March 28, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Ashab-e-Ahmad (as)
04:45	Friday Sermon: delivered on March 26, 2021 & Photos Of The Promised Messiah (as)
06:00	Tilawat & Dars-e-Tehreerat & Yassarnal Qur'an
06:55	AMMA Annual Conference Address: Recorded on November 30, 2019.
08:00	This Week With Huzoor (aba): recorded on March 26, 2021 & Dars-e-Tehreerat
08:50	Friday Sermon: delivered on March 26, 2021.
11:00	Huzoor's (aba) Jalsa Salana Bangladesh Address: delivered on February 8, 2015.
12:55	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: recorded on November 12, 2017.
14:00	LIVE Shotter Shondhane
18:00	World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an.
19:05	Huzoor's (aba) Jalsa Salana Bangladesh Address 2015 [R]
20:10	This Week With Huzoor (aba) [R]
21:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna 2017 & Seerat-un-Nabi (saw) [R]
22:55	AMMA Annual Conference Address 2019 [R]

Monday March 29, 2021

Time	Programme
00:00	World News & Tilawat & Dars-e-Tehreerat
01:25	Tarajamatul Quran Class: recorded on September 9, 1998 & Seerat-un-Nabi (saw)
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: recorded on November 19, 2017.
08:50	International Waqfe Nau Conference: recorded on December 8, 2019.
09:35	Huliya Mubarak: prophecies in Ahadith about physical appearance of the Promised Messiah (as).
11:00	Friday Sermon: Recorded on November 28, 2014.
13:00	Huzoor's (aba) Jalsa Salana Spain Address: recorded on April 3, 2010 in Pedro-Abad, Spain.
14:40	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna 2017 & Al-Bari: attributes of Allah.
16:55	International Waqfe Nau Conference 2019 & Huliya Mubarak [R]
18:00	World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & In His Own Words
19:05	Friday Sermon 2014
21:15	Huzoor's (aba) Jalsa Salana Spain Address 2010 [R]
22:55	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna 2017 [R]

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department

Al-Fazl International, London

twice-weekly

Tahir House - 22 Deer Park Road London SW19 3TL ISSN: 2632-6558 Tel: +44 20 8544 7603 Fax: +44 20 8544 7611 Email: info@alfazl.com

Vol 28 | 19 to 29 March 2021 | Issue No. 23 - 25

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجدِ نبوی کی مزید توسیع بھی ہوئی تھی

چار مرحومین مبشر احمد رند صاحب ابن احمد بخش صاحب معلّم وقفِ جدید، مکرم منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت اسلام آباد (پاکستان)، بریگیڈیئر ریٹائرڈ محمد لطیف صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی اور مکرم کونوک اومُربیکوف صاحب آف قرغیزستان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19/ مارچ 2021ء بمطابق 19/ امان 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 19/ مارچ 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم حارث رفیق ڈوگر صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عثمانؓ کا ذکر چل رہا تھا، حضرت مصلح موعودؓ آپؓ کی شہادت کے بعد کے حالات مختصراً لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب مدینہ ان ہی لوگوں کے قبضے میں رہ گیا اور انہوں نے بڑی حیرت انگیز حرکتیں کیں۔ تین دن تک آپؓ کی نعش کو دفن نہ ہونے دیا آخر صحابہ کی ایک جماعت نے ہمت کر کے رات کے وقت آپؓ کو دفن کیا۔

حضرت عثمانؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے پیش گوئیاں بھی فرمائی تھیں، ان کا ذکر یوں ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو دروازے پر پہرہ دینے کا حکم فرمایا۔ دریں اثنا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ یکے بعد دیگرے وہاں پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت کے ساتھ جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ پھر حضرت عثمانؓ حاضر ہوئے تو آپؐ نے کچھ دیر توقف کے بعد انہیں جنت کی بشارت اور اندر آنے کی اجازت عنایت کرنے کے ساتھ فرمایا کہ انہیں ایک بڑی مصیبت پہنچے گی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور ﷺ خلفائے ثلاثہ کے ہم راہ احد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے احد! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ پھر ایک دفعہ فتنے کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ نے عثمانؓ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ شخص اس فتنے میں بحالتِ مظلومیت مارا جائے گا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت آپؓ کے تین کروڑ پانچ لاکھ درہم اور ڈیڑھ لاکھ دینار خزانچی کے پاس پڑے تھے، وہ سب لُوٹ لیے گئے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ خزانچی مقرر کیے جانے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قومی خزانہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے دو لاکھ دینار کے صدقات بھی چھوڑے۔

حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا کہ عثمانؓ ہم سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے ایسے شخص تھے جو ملائے اعلیٰ میں بھی 'ذوالنورین' کہلاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مفسدوں نے عثمان کو قتل کر دیا حالانکہ وہ ان سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دامادوں کے لیے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو آگ میں داخل نہ کرے جو حضور ﷺ کا داماد ہو یا جس کے آپؐ داماد ہوں۔

حضرت عثمانؓ کے حلیے کی نسبت ذکر ملتا ہے کہ آپؓ میانہ قد، گندمی رنگت، نرم جلد والے خوب صورت چہرے کے مالک تھے۔ عثمانؓ کی داڑھی گھنی اور لمبی تھی۔ آپؓ دو زرد چادریں اوڑھ کر عصا کا سہارا لیے جمعے کے لیے تشریف لاتے۔

آنحضرت ﷺ نے جب روم کے بادشاہ کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو اس خط پر مہر لگانے کے لیے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس انگوٹھی پر 'محمد رسول اللہ' کے الفاظ کندہ تھے۔ حضور ﷺ کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہی۔ جب حضرت عثمانؓ کا دَور آیا تو یہ انگوٹھی اریس نامی کنویں میں گِر گئی۔ تین روز تک اسے تلاش کیا جاتا رہا، کنویں کا سارا پانی بھی باہر نکالا گیا لیکن وہ انگوٹھی نہ مل سکی۔

حضرت عثمانؓ عشرہ مبشرہ میں بھی شامل تھے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہوگا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ اکابر مہاجر صحابہ کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے فرمایا ہر شخص اپنے ہم کفو کے ساتھ کھڑا ہو جائے، پھر آپؐ حضرت عثمانؓ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، ان سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ تم دنیا میں بھی میرے دوست ہو اور آخرت میں بھی۔

فتنہ پردازوں نے ایک دفعہ حضرت ابنِ عمر سے حضرت عثمانؓ کے جنگِ بدر سے پیچھے رہنے، جنگِ احد سے فرار اور بیعتِ رضوان میں شامل نہ ہونے کی بابت اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بدر سے عثمانؓ کے غائب رہنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریم ﷺ کی بیٹی جو عثمانؓ کی بیوی تھیں وہ بیمار تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو ان کے پاس رہنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ احد کے دن جوان کا بھاگ جانا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو معاف کر دیا تھا۔ جہاں تک بیعتِ رضوان سے آپؓ کی غیر حاضری کا تعلق ہے تو یاد رکھو! اگر وادی مکّہ میں حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر کوئی اور شخص معزز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ آپؓ کی جگہ اس کو کفار کی طرف سفیر بنا کر بھیجتے۔ بیعتِ رضوان کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجدِ نبوی کی مزید توسیع بھی ہوئی تھی۔ آپؓ نے بعض صحابہ کے تحفظات کے باوجود ماہ ربیع الاول 29 ہجری میں اس کام کی ابتدا کروائی اور صرف دس ماہ کے عرصے میں مسجدِ نبوی تعمیرِ نَو کے بعد تیار ہوگئی۔ اس دوران حضرت عثمانؓ بنفسِ نفیس اس کام کی نگرانی فرماتے رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو تو مَیں حضرت سلیمان سے تشبیہ دیتا ہوں۔ ان کو بھی عمارات کا بڑا شوق تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ مسجد مرصع اور پکّی عمارت ہو، آنحضرت ﷺ کی مسجد چند کھجوروں کی شاخوں کی تھی پھر حضرت عثمانؓ نے اس لیے کہ ان کو عمارت کا شوق تھا اپنے زمانے میں اسے پختہ بنوایا تھا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ سلیمان اور عثمان کا قافیہ خوب ملتا ہے شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔

مسجد الحرام کی توسیع کے لیے 26 ہجری میں حضرت عثمانؓ نے حرم کے نشانات کی ازسرِ نَو تجدید کی اور مسجدِ نبوی کی توسیع فرمائی۔ پہلا اسلامی بحری بیڑا بھی حضرت عثمانؓ کے زمانے میں 28 ہجری میں بنایا گیا۔ امیر معاویہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے دَورِ خلافت میں بحری جنگ کی۔ آنحضرت ﷺ سے اخلاق میں سب سے زیادہ مشابہت حضرت عثمانؓ کی تھی۔ آنحضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی اور عثمانؓ کی اہلیہ سے فرمایا کہ عثمان سے بہترین سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے سب سے زیادہ میرے مشابہ ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے بات کو مکمل اور خوب صورت رنگ میں بیان کرنے میں عثمانؓ سے بہتر کوئی نہیں تھا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کا یہ ذکر ابھی یہاں ختم کرتا ہوں۔ آج بھی کچھ جنازے پڑھانے ہیں ان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا جنازہ مبشر احمد رند صاحب ابن احمد بخش صاحب معلّم وقفِ جدید کا ہے جو 10/ مارچ کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم کو مختلف وقتوں اور مختلف جگہوں پر بطور معلم اور انسپکٹر کام کرنے کا موقع ملا۔ انتہائی محنتی، دعاگو، تہجد کے پابند، بہترین داعی الی اللہ، اچھے مقرر اور بہت ملنسار، مہمان نواز، خوش مزاج اور عاجز انسان تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحوم کے چھوٹے بیٹے عزیزم شازل احمد جامعہ احمدیہ ربوہ میں درجہ ثالثہ کے طالبِ علم ہیں۔

اگلا ذکر مکرم منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت اسلام آباد (پاکستان) کا ہے۔ یہ طویل علالت کے بعد 9 مارچ کو کینیڈا میں 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ 1/9 حصّے کے موصی تھے۔ فرخ صاحب الیکٹریکل انجنیئر تھے اور 1997ء میں پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن لمیٹڈ سے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ مرحوم کو قائد ضلع خدام الاحمدیہ، راولپنڈی کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ اسلام آباد منتقلی کے بعد پہلے نائب امیر اوّل اور پھر 1999ء میں امیر جماعت اسلام آباد اور امیر ضلع مقرر ہوئے۔ مرکزی فنانس کمیٹی کے رکن، ڈائریکٹر فضلِ عمر فاؤنڈیشن اور آئی اے اے ای کے ایگزیکٹو ممبر تھے۔ 1980ء سے جلسہ سالانہ کے موقع پر ترجمے کی سہولت کے لیے آپ نے بڑی محنت سے کام کیا۔ 1984ء میں ہجرت کے بعد سے جلسہ سالانہ پر ترجمے کے انتظام کا کام آپ کے سپرد ہوتا تھا۔ بڑی محنت سے کام کیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

اگلا جنازہ بریگیڈیئر ریٹائرڈ محمد لطیف صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی کا ہے۔ مرحوم 28/ فروری کو 77 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ 2000ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد مرحوم نے سارا وقت جماعتی خدمات بجالانے میں صَرف کیا۔ سیکرٹری امورِ عامہ اور نائب امیر ضلع راولپنڈی بھی رہے۔ 2019ء سے تا وفات بطور امیر ضلع راولپنڈی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بڑے ہم درد، غریبوں کا خیال رکھنے والے تھے۔ مرحوم کو کینسر تھا اور اپنا علاج کروا رہے تھے مگر اس کے باوجود جب بھی مرکز سے بلایا جاتا تو بیماری کی پرواہ کیے بغیر فوراً چلے جاتے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

اگلا جنازہ مکرم کونوک اومُربیکوف صاحب آف قرغیزستان کا ہے جو 22/ فروری کو 67 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم قرغیزستان کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے اور آپ نے 2000ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ بہت مخلص، وفاشعار، جماعتی پروگراموں اور چندوں میں حصّہ لینے والے، تہجد گزار، خلافت کے فدائی، اعلیٰ اخلاق کے مالک، صابر اور بردبار انسان تھے۔ قرغیزستان میں جماعت کی مذہبی سرگرمیوں پر پابندی سے قبل جماعتی کُتب اور ترجمہ قرآن لوگوں کو باقاعدہ تقسیم کرتے۔ روسی زبان میں قرآن کریم کے ترجمے پر اغلاط کی نشاندہی کا کام بڑی سرعت سے انجام دیا۔ نفلی روزے کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے سوموار اور جمعرات دونوں دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے اہلیہ اور سات سال کا بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ پہلی اہلیہ سے مرحوم کی طلاق ہوگئی تھی جن سے جوان بچے ہیں لیکن شاید وہ احمدی نہیں ہیں۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔

نائب مدیر: فرخ راحیل | مضامین وآرا کے لیے: info@alfazl.com | www.alfazl.com | مینیجر: طاہر مہدی امتیاز احمد | خریداری واشتہارات کے لیے: manager@alfazl.com